

# خرد ادب

ڈاٹ کام

اسماء قادری

[WWW.PAKSOCIETY.COM](http://WWW.PAKSOCIETY.COM)

خراب پرنٹ کے لیے معذرت، ہم اسکو کتاب کی صورت میں  
آنے کے بعد اپلوڈ کرنا چاہتے تھے، بہت زیادہ اصرار کی  
وجہ سے یوں ہی اپلوڈ کیا جا رہا ہے



## گرداب

پہنچاں سماج میں قانون تو کتابوں میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کی پاک ڈور  
بالا و سماج کی روایتی نظام میں پہنچتی ہے تو اس کی معنی یہ بدل کے رہ  
جاتے ہیں مختلف طبقات میں تقسیم ہمارے اس نظام میں قانون کے بھی کئی  
رج ہوں والا 17 مادہ کی کسی خوشنودی پر قانون کی تعریف کی ایک نئی  
تشریح کر رہی ہے۔ ایسی تشریح جو کتابوں میں نہیں، روایتوں میں تحریر  
ہوتی ہے۔ ایسی روایتیں جس میں قانون سب کے لیے ایک جیسا نہیں بلکہ  
محکم اور جال کا سا ہے۔ جس میں طاقتور مچھلی جال کو تو زکو اور  
کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔ پسینا وہیں ہے جہاں نرمیانی ظلم سے ہو۔  
محبت نہ تو روایتوں کو مانتی ہے نہ ملحقوں میں تقسیم معاشرہ کا تجزیہ  
کر کے محبوب کا انتخاب کرتی ہے نہ وہ جس پر جاتی ہے دن نہ تو حقوق کی  
پروا کرتے ہیں نہ ہی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اس راہ میں اسے  
جس آزمائشوں سے گزرتا پڑتا ہے، وہ یا تو بل جاتے یا پھر خدا زندگی کی  
بساط اور وقت کے دھانے ... یہ سب قسمت کی باتیں اور مقرر کی چالیں  
ہیں ... کہیں کہیں بازی ہات بھی جاتی ہے گزرا وقت تو لوٹ نہیں سکتا مگر  
کہیں کہیں مقرر ساتھ نہ جاتا ہے۔ اس وقت تک ہلوں کے تاجر سے بہت  
سا پائنی نہ چکا ہوتا ہے جرم المفسر شاپی، جاگیر داری اور ہمارے  
محور کردہ گھومنا آزمائشوں کا معاملہ در سلسلہ





سماں سے لدا ہوا فک اور اندھ کرے مرینہ نے  
آگے پیچھے دڑنے ہوئے مصلحتی کے جا۔ بے گنہ گار ایک  
بڑے سے بچے کے سامنے اٹھ کر۔ یہ ایک مار کوئی بگڑتا  
لیکن دیگر سرکاری جانوروں کے ساتھ بے گنہ گار کی فابری  
حالات اور فک و ذہن نامی طور پر کافی اختلاف ہے۔  
انہوں کی جانب سے آنے والی بے گنہ گاروں میں بچے کے  
گیت کے آگے۔ کبھی بچے کو گیت گھٹ سے دیا گیا۔  
بچے کے دونوں اطراف کی افواہ جڑے اشتیاق اور  
شہر سے تھے۔ ان افراد کو زانی میں نیلے افراد ہاں سے  
حق ادا کرتے تھے۔ مرینہ کی بچی نشست سے وہی اسٹنٹ  
گھڑیہ بارہاں سے بھی بے غرضی میں مقرر ہوئے اور در  
اپنے تیار کئے اور وقت تک مرادوں کو بیت میں جتا کرتے  
کا اور دیکھتے تھے کہ اس مقرر کو کچھ کریمت کی شدت سے  
دھریں اس وقت ہمارا کیا۔ مرینہ نے کارور اور لاہ مصل  
ہیٹے سے ہوا بھی کی گئی تھی۔

”خوش آمد خوش آمد“ شہر بارہاں سے  
ہم آپ کی حق اور نیک دہشت ہے۔“ شہر بارہاں کے گاڑی سے  
برآمد ہوتے ہی حلق کے شہر اور میں میں ہاں سے ہر مصلحتی  
شہر ہوئے۔ بانی میں مقرر ہوا اور ایک ایک بچی  
ہاں ایک شخص آگے جا اور اپنے پیچھے مقرر کے۔  
سے گلاب اور مقرر کے ہاں کو ہمارا کی ہمارا ہاں سے  
شہر بارہاں کے شہر ڈال دیا۔

”وکیلر“ وقت شہر میں مصلحتی۔ گلاب میں ہاں اور  
تاکوں پر ایک لکے سچے صورت شخص نے شہر بارہاں سے  
ہاں میں ایک سے تھا۔

”میں آپ کا کیا اسے عبدالنسان ہوں اور یہ اس مصلحتی  
کے سب سے ہوا۔ شہر بارہاں۔ جب ہر مصلحتی اور عالم شہر  
ہاں۔“ شہر اور صورت میں نے اپنا خلاف کروانے کے ساتھ  
ساتھ سے ہی رداقی ہر مصلحتی مقرر آنے والے شخص کو بھی  
تقدیر کروا دی۔ شہر بارہاں سے اس خلاف ہر مقرر ایک ایک  
مقرر ہاں سے۔ انکا کیا اور قدم آگے بھاڑے۔ لی اے  
عبدالنسان اور ہر مصلحتی اور عالم شہر اس کے پیچھے  
تھے۔ کھلے گیت سے مقرر اور مصلحتی سے کی طرف جاتے  
ہوئے۔ دونوں اطراف مقرر کے اطراف سے گلاب کی بچیوں کی  
برسات اور تاہیں کے ساتھ شہر بارہاں کو سمجھ گیا۔ اس  
صورت حال پر شہر بارہاں سے شہر کو مقرر مصلحتی ہاں  
مکی اور ایک مقرر مقرر اور مقرر کو مقرر کروانے کے ساتھ  
مقرر کے کام ہاں سے ہاں کی مصلحتی مقرر

کہو یہ تو۔  
 مسلمانانِ اشرار میں سے ہوا چاہتا ہوں۔" آج میں  
 داخل ہوئے ہیں۔ یہ سب ساتھ تھے۔ بے ہوش کی شکل میں  
 چلے گئے۔ ان افراد میں سے کسی ایک کی طرف بھی نظر نہ  
 لگے۔ شہر پر رات ٹپک چلے میں اپنے پی اسے کا مطلب کرتے  
 ہوئے اپنی خواہش کا پتہ لیا۔  
 اس وقت کھڑکی کی چابی تھیں سب ایک ہی اس کی چابی  
 پر۔ ایک قہقہہ اٹھ اٹھ کر دیکھ کر اسے کہہ دیا کہ یہ سب چل رہے ہیں۔  
 جس نے۔ لکھ کر آ کر گردن کا کھٹ اور انگوٹھ کی ہے  
 کیا تیری ان سب چیزوں کی ترویج اسے اپنے کمر کے حامل  
 سے تھی تھی۔  
 وہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس کے بیشتر  
 افراد چور و قریبی یا سیاست کی بنیاد پر ابتر ترین مہرہوں کی  
 حیثیت سے پہچنے ہوئے تھے۔ جو انکی اس نہیں میں شامل  
 نہیں ہوتے تھے، وہ اپنے جڑواں سے چھیل کے قہقہے  
 اصولی مہرہ سے تھے۔ شہر پر دیکھ کر بہت بات بکھینا۔ ان کے  
 ہر دی اس مہرہ میں اس کا تھا۔ چنانچہ اس نے حیرت کے  
 ابتدائی ہٹکے سے نکل کر خود اس سوسلے میں نہ رہا۔ وہ تو کھلی ہو  
 تھی۔ یہ کہ سب انکی اپنے استحقاق کا اعتراف نہیں کر سکتے۔ بات  
 کی تھی کہ اس کا استعمال اس کے فعل از وقت یہاں پہنچے کے بعد خود  
 استحقاق کا یا اہتمام پر مقرر تھی۔  
 "شہر سر"۔ مہرہ انان نے شہر پر دیکھ کر فریاد کیا کہ پہلے  
 تھے۔ میں جواب دیا اور اسے آگے اس کی رائی کافی  
 کرنے لگا۔  
 "اے سی صاحب کے تازہ دم ہونے تک چلے۔ یہ تیار کر  
 کے پھر چلاؤ۔ خیرباد اٹھا۔ کوئی کی نہیں کافی چاہیے۔"  
 عبدانان کی رائی کی میں آج سے لے کر پہلے ہوئے شہر پر  
 داخل نے اپنے چہرے پر دھری اٹھا۔ کی تھک کر آواز تھی۔ یہ  
 سر کا مٹا دیکھ کر وہاں موجود خاندان اور شہر کی تین تین کر دلی  
 ملازمہ تھیں جن پر دھری اٹھا کے انداز سے نکلتا تھا کہ وہ اس  
 کے پی کی ملازمین ہوں۔  
 "یہ آپ کا بیڑہ ہے سر"۔ اس کے ساتھ ہی انہیں دیکھ  
 بھی دیکھتے۔ "آپ فرمائی ہوئے ہیں تو کھنٹی کا پتہ دیا کر گئے  
 انعام کر دیکھ گئے۔ آج میں چہرے اٹھا کر جواب دیا۔ آپ  
 کے منتظر ہیں۔ آج شام کی ہے کہ اہتمام نہیں نے ادا کی  
 طور پر کر دیا ہے۔" "تم ضرور ان کی بات سے حیرت میں  
 کرے میں پہنچ کر عبدانان نے شہر پر داخل ہوا تو وہ مہرہ  
 کھنٹی کے پاس کی تھیں وہی کرتا ہے وہ چہرے اٹھا کر

ہاں! وہاں کرنا ہی ضروری تھا۔  
 شہزادے اس کی ہوت پر کوئی دوسرا دل نہ ٹکسکا اور  
 چودھری کی فکر کو پرکھ کر دیکھا کہ وہ اس کی حق گتے سے اجار  
 کرنا کچھ نہیں ہے چاہے تو اسے عہد امتنان کا ٹکڑا بھیاجے وہ بے  
 بہادری سے پہلے مانتے پہلے ہی اپنا دل دلا دیا۔  
 "آپ کو شک ہے میرا اور مجھ دیگر راجہ کی ایشیا تو جیتا۔ آپ  
 اپنی عمر کی عمر میں سارا سامان خزانہ کو ہتھے میں سے تھوڑا  
 شروں کا روئے۔ مگر تک یہ کام میں نہ جانا چاہیے۔" "تھوڑا  
 امتحان ہی کیا اسے سے لیتے ہوئے شہزادے نے دلی کی بات  
 اس کی۔  
 "کیونکہ مراد چودھری صاحب۔" عہد امتنان اس قدر  
 پروردگار نے دیب سر نکھرا دیا۔  
 "وہاں چودھری صاحب؟" "میرا دوسرا سر نہ جان کی  
 روشنی میں نہ چھوٹے ہوئے چھوٹے ہوئے شہزادے نے تیز لپک  
 لپکا دیا تھا۔  
 "میرا مطلب تھا کہ آپ چودھری صاحب نے آپ کے  
 آئے ہیں تو اسے چاہیے کہ آپ پر چھٹے کی ساری خوشگوار  
 آرائش کر دے۔ آپ کا یہاں سامان بیٹ کرنے کے  
 لیے ہمیں چودھری صاحب کے ساتھ تھا کہ چلنا چاہیے گا اور  
 شہزادے ہاتھ میں نہ گوارا کر دے۔" "میرا وہم میں سوچ رہا تھیں  
 اور دیکھ ایشیا حرف اشارہ کرتے ہوئے عہد امتنان نے  
 ہندی چندی اپنی اوردی ہاتھ کاٹھوہ میں لے لیا۔  
 "وہاں چودھری صاحب نے یہ سب مجھ سے  
 لیا کہ چاہیے کہ اس پر تو نہیں کر دیا ہے۔" "بھگت کی اہل  
 میرے ذہن میں سوال ہے اور اس کے سر پر اس کی جڑوں سے  
 اچھا بیٹ کران ہے۔" "ہے کرنے کا حق چودھری صاحب  
 صاحب کو جس کو ہتھے میں لے لیا ہے۔" "شہزادے نے رکھانی سے  
 جواب دیا کہ وہاں ان نے نہ کوئی اختیار کر لیا۔" "ہاں اس  
 کے ہاتھ سے ہے یہ بھی صاف جھگڑ رہی تھی۔" صاحب  
 ایشیا اظہار کے درمیان پھر ان وقت وہ چھٹے کو دو کا کافی  
 مشکل میں گھس کر رہا تھا۔  
 "آپ یہ بتاتے ہیں کہ میرے ساتھ اس کا سارا ڈراما  
 کس طرح اچھا بیٹ کیا گیا؟" "تھوڑا دیر بعد میں اس نے  
 تھا۔" آپ کو کچھ دیر سب کو کچھ سے اس وقت میں اس  
 چھٹے کی ایشیا بیٹے کی؟" "ہی اسے کو وہاں سے دیکھ کر شہزاد  
 نے بہت دیر سے اس میں چھٹا سوال بھی کر لیا۔  
 "چودھری صاحب نے اسے کو وہاں کر کے مان صاحب  
 سے معلوم کیا تھا۔" "ان صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ آج بھی

وقت لپکتے والے ہیں۔ وقت کا تیرا چہرہ ہر لمحہ ہے۔  
 زور سے آپ کی روٹی کا حساب کر کے نو دہائی لپ۔ آپ  
 کے احتیاج کے ساتھ ساتھ انکشافات نہیں لے رہی ہیں۔  
 وہ پتہ چھوڑے کہ جیتنے والے بھی لپائے جائے ہیں میں  
 نے سمجھا جا کر کہ۔ "میں نے دور ترین چروں کو یاد دہاند  
 نہیں کیا جاتا۔ انہیں ان کے اس ارادے سے وہ  
 کہ۔ "مہمانان نے ہی تو شہر ہے ساختہ کی لپ گرا  
 ماس کے گردو گیار۔ سے اندھا دیکھ خاکہ رات کے نام سے  
 بچنے پانے والے اس کے انگریز۔ ماسوں کے ایک  
 دور دورہ گاؤں کے چہرے سے اسے فری سرما میں گے  
 کہ وہ صرف ایک فون کال کے ذریعے ان کے شہر  
 کے ذاتی پروگرام سے بدستیر آگئی حاصل کرے۔  
 چہرہ ہی تھا کہ سو دہائی اندھا دیکھ جیتنے سے بدستیر  
 مہمانان سے حریف کی سوال کے بغیر میں خانہ کارا کر  
 یا۔ وہ قتل خانے سے باہر نکلتے ہوئے کا استری نمود  
 ہاتھ والے دیکھ کر ہکا بکا تھا۔ شہر کے ہوتوں پر  
 بچ کر مسکراہٹ دیتی تھی۔ بچہ ہر گھوڑوں کی بل ہوتی  
 اندھا دیکھ درست ثابت ہو رہی تھی۔ اس کی طرف سے کوئی  
 برایت نہ دیکھ جاتے کے باوجود اس کے سوٹ میں شہر  
 یہ سوٹ برآمد کرنا، استری کو انے کا یہ کارہہ جیتنے  
 مہمانان نے ہی انہو دیا تھا۔ مہمانان کو اس کا گردن پر  
 دل ہی دل میں سراپے ہونے شہر سے تیزی سے لپاں  
 تھوڑی لپ کیا۔ مہمانان کا تانا بانا بھی کھلی دیا۔  
 چہرہ ہی تھا کہ وہ آپ حریف کو دیکھ کر گفت میں جتنا کرنا  
 حساب نہیں تھا۔ شہر دور اندازہ وقت کا وہ جس پہاڑی سے  
 چہرہ ہی تھا کہ سے جتنا آئے۔ وہ چہرہ کے حریف کو کوئی  
 کراس لڑائی ہو گی۔ ہر وقت اپنے آگے چاہو نہ مے  
 کھڑے رہے وہ انہوں میں کھڑے رہے وہ اپنے چہرہ  
 اتھوڑی جیتنے ہی قسم کے رہے۔ یہ پہاڑی نہیں ہوا اور میں  
 نے بہت شک کیا۔ یہ ختم ہونے کا زمانہ نہ کہ ختم ہو گیا۔  
 "میں سر" "تھکا جھن دہائی مہمانان کی بل  
 کے جتن کی طرح حاضر ہوا۔  
 "پہاڑی علی کر چہرہ ہی صاحب سے طاقت  
 کر لیں۔" شہر پارے قدر سے فون وار کچھ نہیں ہوا  
 مہمانان کی محبت میں کمر سے نہ ہر گھما گیا۔  
 "مجھے ہنس ہے چہرہ ہی صاحب کہ آپ کا شکاری  
 زمست افغانی پڑی ہیں آپ کبھی کہتے ہیں کہ پانی دھوا کا  
 نہ ہر کرنے کے بعد آدمی کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔ میں







گھب گھب کی توڑکیاں ہیں یہاں کی۔ کوئی کام کی بات تک کر نہیں جانتیں۔" وہ پھر چھٹا آتی ہوئی نہیں جی نہیں گا اس آتے وقت ہمیشہ ہی گفت کا مظاہرہ کرتی تھی۔

"تجھے کیا کہتا ہے یہاں کی توڑکیاں سے۔ جب تک دہلی جاے بات کرنا اور اپنی کتابیں لے کر ایک بیڑہ جاتا۔ اتنی دیر نہیں مانتو کہ کڑوا آئی ہے۔ ان کتابوں میں تو خوب اور کتاب ہے۔" ایترا۔

مفتوحہ ہاتھ کا ہاتھ لگا کر سارا افسانہ اس کے سامنے موجود ہونے لگا ہے۔ اس کے جانے کی وہ آہستہ آہستہ یہاں کے، محل میں مدح نہیں پائے گی کیونکہ وہ غریبی نہیں حقیقت میں ایک مہارت پتہ لگ گئی تھی۔ اس وقت بھی اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور مقررہ کے ساتھ قدم اٹھاتی ان راستوں پر جتنی بھی جہاں شاہراہ کا ٹھکانہ نہ رہا ہے تھا لیکن اب یہ راستہ بھی بھاری اس کے قدموں سے آٹا ہوتے تھے۔

\*\*\*

"ماہوں پہن! آپ نے یہ کب سمجھ کر میرے پیچھے لگا دیا ہے؟" شہزادہ عادل نے نگاہوں پر اپنے ماموں لیاقت داتا سے ٹھکرایا۔

"کس کی بات کر رہے ہو بیٹا؟" لیاقت داتا نے تعجب سے پوچھا۔

"وہی جواؤ کے چودھری افکار عالم کی جو آپ سے معلومات حاصل کر کے میرے یہاں پہنچے سے نہیں ہی سارے ہنگامے پر قابض ہوئے پیچھے تھے۔ میرا ناموشی سے یہاں پہنچ کر چھاپاؤ نے کارہی کہ ان کی سب سے بڑا کارہی رو گیا۔ ابھی ناموشی بھلے لڑائی لگتی انہوں نے یہاں۔ میرا خیال ہے کہ ان کا بس چٹا تو اس توپوں کی ساری کامی انتظام کر رکھے مگر بس یہی نہیں چاہا ہوگا اس لیے اس معاملے میں پیچھے رہ گئے۔" شہزادہ نے پہلے جیسے انداز میں بتاؤ۔ لیاقت داتا اس کے انداز پر قہقہہ کر رہی تھی۔

"آپ نہیں دے ہیں اور یہاں میرا کھول کر بڑا حال ہے۔ موصوفی سارا داتا کچھ ہر دیر سے ہنگامے پر قبضہ کیے پیچھے رہے۔ ملازمین کو احکامات تو ان اس طرف دے رہے تھے جیسے وہ میرے نہیں ان کے ملازمین ہوں۔ اس طاقت میں انہوں نے مجھے اپنا چھانا خاصا جاہلیت نہ دیکھی نہ دیا ہے۔ مجھے کسی وسیعہ سے اچھے تعلقات رکھنے چاہئیں کس سے نہیں۔ کس مٹی اسکو وہاں اتنی چاہیے۔ کن معلومات میں داخل دیا چاہیے اور کن میں نہ لگانے سے

کرنا کرنا چاہیے۔ یہ سب کچھ انہوں نے دیکھ کر مجھے لگایا تھا۔ ان کے انداز سے کب۔ ہاتھ کے قطع کے تمام کام مجھے اپنی سواہیہ پاؤں کا کام ہوا کی جاہلیت کے بجائے ان کے مشورے کے مطابق کرنے ہوں گے۔ آپ سے ان کے احکامات کا خیال کر کے مجھے یہ ساری باتیں سنی پڑی۔ رات کے کھانے کے بعد میں نے بڑی مشکل سے انہیں اپنے پیچھے سے رخصت کیا اور نہ وہ جس طبعیتان و فرصت سے بیٹھے تھے، اس سے متاثر تھا کہ شاید مجھے لوہاں کا کرملٹانے کا سوا بھی رکھتے ہیں۔"

شہزادہ عادل کو اپنے ماموں لیاقت داتا کی غبی ایک آنکھ نہ بھائی۔ وہ انہیں چودھری افکار سے متعلق مزید تفصیلات جاننے کا جنہیں ان کی لیاقت داتا کے حق سے ایک اور بڑا قہقہہ برآمد ہوا لیکن پھر وہ فوراً ہی تلبیہ اور شریعت کو بھانسنے لگے۔

"مجھ کو دینا ہی ان چودھریوں اور زمینداروں وغیرہ کو بھانسنے کی تہا۔ یہی چاہ کا ایک حصہ ہے۔ ان سے بنا کر کچھ کے تو ہی کامیاب رہو گے۔ لیکن کا انجان پاس کر کے اس کی گت جاننا ان کا سہ نہیں ہوتا۔ انہیں مجھے چودھریوں سے لگا کر دیکھا ضروری ہے۔ اور یہ چودھری افکار تو تہذیب کے علم کے سب سے بڑا اور حادہ قوت ہیں مگر یہ ہے۔ جنہیں ان کے معاملے میں بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔"

"میں کوئی کمزوری پہلی تو نہیں ہوں کہ چودھری افکار مجھے لگا جائے گا۔" اپنے خاندانی اثر و رسوخ کے ذمہ میں شہزادہ نے لیاقت داتا کی بات براہِ اعتراض کیا۔

"بے شک۔ تنہا افکار بھی مگر کچھوں کی ٹھیکڑی میں ہی ہوتا ہے جنہیں سسٹم کو چلانے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ خود مگر کچھوں میں آپس میں ہیرت ہو۔ تہا دی تو دے یہی ہے پہلی پاشنگ ہے۔ بہت زیادہ احتیاط سے ہر کچھ ہر کچھ کر قدم اٹھانا۔ آگے تو خیر تجربے سے بہت کچھ خودی سمجھ لو گے مگر ابھی احتیاط لازم ہے۔ چودھری افکار کے معاملے میں خاص طور پر احتیاط کرنا ہے۔ میں خود ہی اس سے پانڈے کے حق میں نہیں ہوں، جب ہی تو تہا سے ہر کام کا مفہم کھلے کے باوجود چودھری افکار کے فون آنے پر اسے ہل نہیں سکتا اور اسے تہا سے ہارے میں افکار فراہم کر دی۔" لیاقت داتا نے شہزادہ کو بھائی۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں اپنے معلومات میں کسی سے پیشین لیا پتہ نہیں کرتا۔ اگر چہ چودھری افکار نے مجھے دیکھنا دینے اور مجھ پر تسلط جاننے کی کوشش کی تو وہ انصاف



”ہی ہے۔“

”نیل جانتا ہوں کہ قرعہ مزاج کے ہوا۔ تھوڑا سا ہے۔ مزاج تھوڑا ہی دس کا بھی تھا۔ ہم بھی بچوں نے ساری زندگی اس کے قرعے اٹھائے تھے۔ اب بھی میں تھوڑے سے قرعے اٹھانے کے لیے تیار ہوں بلکہ میں نے تھوڑے سے کہا کہ لپاٹ کر تھوڑا خاص طوطہ پر خیال رکھو۔ وہ خود بھی بہت چلتا ہے۔“

”تھوڑا“ اس کی سہولت کا معنی ہے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ اگر کوئی چلتی والے دن سجاد سے ملاقات ضرور کر لے۔ اس کے گرجے سے تھوڑا کافی رہائشی مل سکتی ہے۔ ”سجاد“ لیتے رہنا کا اچھا پتہ تھا جو ان غوس انی توتلی جی کی پست پر کام کر رہا تھا۔

[illegible]

قرآن نے جو کچھ شیروں اور شاہنشاہوں کے لیے کہا ہے اسے ہم نے اپنا  
 توحید میں لے کر لیا۔ لیکن اب جو کچھ ہم سب کو کہا، اس میں جو دعوت  
 انکار و کفر میں تھی، اسے الے انکار و کفر اور اسرار کی کوئی مثالوں کے  
 زیر اثر لینے کا عادی ہے۔ غور و فکر کا اس سے ان پریشانیوں پر  
 آئے الے لوگ جو دعوت کی ان علامات کو پا کر خوش ہوئے  
 ہیں۔ اب کائنات سے عقل رکھنے والے کئی عقول کا ایک حصہ  
 کچھ کہیں حالات کو بدل کر رہتے ہیں۔ تجربہ سے سائنس کی کئی  
 بات یہ قہر برسانے کے لیے لی گئی ہے کہ ایک دانشمندی  
 پانچ سو سال پہلے میں لکھ کر وہاں پہنچے تھے جسے بے حد میں جو دعوت  
 انکار کے مدولے سے کہ جس میں جھٹکا مارا۔ ہر حال، اگرچہ

[illegible]

☆ ☆ ☆  
 ”وہ ہونا ہی چاہیے اور شاد و خوش سے ملنے کی جہاں“ ادا ہو  
 آگسٹ میں بھی چار دیواری بھی مری کی زم زم سے لطف  
 انداز سے ملنے ایک کتاب کے مطالعے میں غرق ہو کر  
 اپنی بہن زہرا کی آواز پر اس کو روکنا چاہتا تھا مگر زہرا کی  
 ہی غرق ہو کر وہیں سے اس کے سامنے کھڑی تھیں۔ دونوں  
 لڑکیوں نے شام تک اس کے پاس بیٹھ رکھے تھے۔ ان کے  
 ہاتھوں میں چھڑیوں کے طوطوں کا نوراورنگ میں بھی سستا  
 سامان لایا اور دیکھا۔  
 ”بھئی، انہوں نے بی بی کو کتنی جیس تھا سے بنے کے لیے۔“

مکتبہ عربیہ اسلامیہ کو ان دنوں آنکھیں بند ہیں۔ ہم نہیں دیکھ سکتے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ حالات کیا ہیں؟ کسے کہتے ہیں کہ وہاں دو گروہ ہیں جن کی مخالفت ہے اس کے ساتھ ہی چاہا گیا ہے کہ وہاں کے مسلمانوں میں سے ایک گروہ کو قتل کرنے کی۔ اماموں نے حوالہ دیا ہے کہ ان دنوں یہاں کوئی گروہ نہیں رہا۔ وہاں ان دنوں ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔

پتہ بھی ہے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ امامیہ کے پیروں میں وہی جن کے کمرے کے سامنے کھلیں کے دروازے ہیں ایک ساتھ گئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے امامیہ کی تحریروں کا سامنا کرتے ہوئے اسے مارا۔

”ابھی اچھا لگے گا چاہیہ۔ یہ سہری اور شاداب چہرہ  
 کبھی بہت ٹھیک ہے؟“ وہ ہونٹوں پر ہنس کر دیکھتے ہوئے  
 ہی عرض اٹھاتی ہے: ”ان دنوں بہت ہی اچھا۔“  
 ”بہتر تو کبھی ہی رہتا ہے۔ کبھی ہے اور کبھی  
 نہیں ہے۔“ مجھ نے بھی جڑی بوٹی عرض اٹھاتی کہ  
 ”مظاہرہ کرتے ہوئے اداوار ہے تو اچھا۔“  
 ”نہیں، کبھی ٹھیک ہوں۔ وہی ہے۔“ وہ بے کسی بات  
 میں ہنسنے لگتی ہیں۔ وہ نہ دیکھتا کہ اس کی بات سننے کے

دوبارے کرانے والے سانگے انوکھے رنگ کے لیے آجائے۔ "مادامہ نے اپنے ہنرگارم کے بارے میں انکی اطلاع دینی۔  
"صرف بخیر و برکت۔" وہ سن کر آئی ہے، ہم سے ہم  
دوبارے کے لیے آئی۔" ٹائون نے اعتراض کیا۔  
"ماتے دنوں کے لیے یہی آسکتی ہو، مجھے کاش مجھ کو  
پتا چلتا ہے۔" انکی سرورویں کی ہنریاں تھیں تو میں انکی  
جھکی۔ "مادامہ نے اسے سمجھا۔"

”تو پھنساں کوئی صرف میں دن کی تو میں ہوں کی اور  
 فردا بھی رک سکتی ہے۔“ ”آداب ہے اسرار کی۔“  
 ”پھنساں تو نہ دوں گا، ہر لمحے اپنی جگہ صاف رکھنی ہے۔  
 تو نے وعدہ کیا ہے سنا کر میرے گھر آئے۔ تو مجھے میرے گھر  
 کوئی میں داخلہ دلاؤں گی۔“ ”اے ہونے سنا کر آتے ہو۔“  
 ”لیجئے ہاں! تو کو کوئی ہے؟“ ”میرا ہے کہ کراؤ کوئی  
 کی قسم (کسم) کراؤ کی جگہ ہوتی ہے۔ میرے ہاتھ کیوں کی  
 رچی ہے؟ اپنی ساری دنیا کی ہے۔ کہہ دو تو میری جگہ صاف  
 ہے۔“ ”مجھے نے یہ کہہ دیا کہ میں کہہ جاؤں۔“ ”میرا ہوں  
 آج اب کہیں۔“ ”تو کو کوئی نہ کہہ دے۔“ ”میں جا چکی ہوں۔  
 اسے تو سنا کی سچی ہے۔“ ”وہ بھی ہے کہ وہ میرے لیے  
 کہنے کا بہترین زمانہ ہے۔“

”کیا نہیں۔“ ہے ہے ہوا تو یہی میری کوئی لڑائی نہیں تھی۔ میری فرمائش پر علی انہوں نے مجھے کانٹے میں داخل کر لیا۔ ہے۔ ہے۔ ہے۔ میری بھی کہ دو سہل اکل کر اسے پیسے ہونے لگی۔ میرے امینہ بھائی میں داخل ہو جائے۔“

”تمہارے حوصلے ہیں۔“ دہرا تیار ہی کر کہ وہاں کانٹا میں تو نے بندھ کر چلتی بھی سیکھ لی ہے۔ کیا کیا تو تھنوک چاٹتی ہے؟“ ظاہر ہے کہ یہ کھانا انہوں میں سہل کیا جیسے اسے ہرگز نہیں لڑائی کر کہ وہ طوالت پر مشر ہو۔

”تجارتی زندگی زبردست اصل میں کاروبار میں ایسا ہے۔  
 کسی کے اسٹوڈنٹس ان کی کسی کو فریڈم دی جاتا ہے۔ جس طرح  
 اسے کبھی پہنچتی کوئی فریڈم دیکھ لو۔ اس فریڈم میں نہ کرنا  
 کبھی سمجھتا ہے کہ یہ ضرور ضرور کر کے چلا جائیگی۔ ہمارا تو اس  
 فریڈم کے ۱۰۰ سال پہلے ہی واقع کی کبھی کبھی سمجھتا ہے۔  
 اس میں ہمیں دیکھیں کہ یہ کبھی سمجھتا ہے کہ انجینئرنگ کا اور دوسری  
 چھوٹی چھوٹی ہائیں سمجھتا ہے کہ اس فریڈم کے بعد تو  
 لکھے اور کبھی شوق نہ کیا ہے انگریز بننے کا۔“

”ہائے! انہ“ جو سب لکھتا تھا مجھ کو کہ تجھے۔ یہاں  
 گاؤں میں تو بڑی روٹی کھنکھناتی ہے۔ روزانہ وہی ایک  
 جیسے کام کرنا ایک جیسے توں سے سوا اور رات کو پندرہ سو پاؤ۔

کہیں تو ایک سے نہیں ہوتا۔ مگر میں تو ایک نہیں ہے کہ چلوں سے ہی دل بہا لیں۔ چارے گاؤں میں چاروحن کو حویلی کے سامنے تھکن ٹھنی لٹی ہیں۔ ایک تیرے چاچا کے گھر دوسرا ماضی عکس ہے مگر حق کا پورا نوحہ ہے۔ اور تیسرا ماضی آپ کے ہے۔ ہم تمہیں سنے ہے ایک گجڑ نہیں چا سکتے۔ ہے کی اجازت ہی نہیں ہے۔" مچھلی نے ڈاڑھ سے ہاتھ نکال دیا۔

”تو تو ایسے بول رہی ہے جیسے کہ میں نے اپنی لڑائی کا  
 اعزاز ہے۔ مولوی صاحب نے مجھے سختی سے منع کیا تھا کہ  
 دیکھئے۔۔۔ داد میں۔ ایسے ظہران کے بارے میں  
 بتاؤ کہ میں آج تک کانوں کو ہاتھ لگائی ہوں۔“  
 ”ہاں جی صاحب بارہی خانے سے اُٹھ کر آئی۔ مجھے کی بات  
 یہ کہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔“

”میں بسا رہے تھے چاند کا گھر تو حیرانہ  
 وا اسرائیل ہے۔ تیرے حکمرانے وطن کو مٹی سے بنا دیا  
 غریب کو بھیجا ہے۔ جب تو یہاں کو اس میں رہیں جائے تو  
 میرے خطاب و ذاب بھول کر قی و کی دیکھا کرے گا۔“  
 چلی فوراً چمک کر رہی۔

”نہایت۔۔۔ میں تو ہنس رہی ہوں۔“ جس کو ان کے  
 ہے وہ خود ہی اکیلا دیکھا ہے۔ ”نہایت نے ایک  
 کان پر۔“

”میں سرے سے خیال میں تو فی دلی تھیں جسے میں انوکھی  
 کہتی تھیں۔ بندہ اگلے سوچے گا گانے کے ہمارے  
 دیکھنے کے عادت۔ معلوماتی پروگرام دیکھتے تو فی دلی سے بہت  
 کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے ذریعے تو کھر پائے۔  
 مقامات اور ایجادات دیکھنے کیل جاتی ہیں جس تک ہمارے  
 ہی نہیں ہوتی۔ دنیا جہاں کا خبریں مل جاتی ہیں فی دلی سے۔  
 اپنے تو پہلے سال ہی نے خبریں لی تو فی دلی سے۔“  
 ”تم اپنی تو ذکری نہیں کرو۔ جسکی تو بہت کچھ مل  
 ہے۔“ شاد احمد کے ساتھ میں ہوتی۔

”ہاں ہوتا تھا کافر سے عرصہ دور بھی اچھے لے پڑے تھے کہ رشتہ تھا۔ یہ کہ نہیں تو ہم از کفر و کفر بہت بڑھتا کفر سے بڑھتا ہے۔ کتا بھوکے لڑے بھی آدھی دہائی پہن کی سیر کتا ہے لیکن حق کو کون نے اس طرف توجہ کی تھی وہی۔ گھانا تھا جیسے کتا کتا اسکو لے پڑے۔ اگر کتا تو ہاں ہی دہائی دیکھیں تو اس ناقص تو ہو جائیں کہ ازراہ گفتار جہاد کے نہیں۔ یہ وہ ناقص سوچ فہمیت جہان کر کے کون کو کھانے کی کوشش تھی۔“



"صاف ثابت ہے کہ ہمیں تو پتہ ہے کہ کسے کا شوق ہی نہیں ہے۔ جسیں تو وہ بھی وہ چار برسوں سے آگے نہیں چلا سکی۔ اسکو میں کوئی امتحانی تو ہے نہیں اب کیا اس کو دانا تو پتہ چلتا ہے۔" چن نے ہلکی سے جواب دیا۔  
 "یہ مسئلہ تو ہے۔ گوشت کو چاہتے کہ اس سے میں کچھ کرے۔ اگر ایک لڑکی بھر یہاں آجائے تو گاؤں کی بہت لڑکیاں کا ہلکا ہو جائے گا۔" وہ نے پتہ نہ چلا لیا کچھ میں تبصرہ کیا۔

"بہن بچی ہو۔" چن کچھ کہہ کر ہم کو لے کر گیا۔ وہ بڑی دھڑائی سے لڑکیوں کی چلتی سڑک سے ہم کو ہٹ کر کے کسی آرام سے پہنچے۔ "ہمیں کچھ گونا گوارے سے سنا لیا۔" "اب اگر وہاں تو اچھا رہا چلا۔ تم بھر وہاں سے ساتھ رہتا اور اسکو لے کر لیں تو پتہ چلتا۔" زہرہ نے اپنے کدے سے ہلکے چٹائی کی۔  
 "میں۔۔۔ بھر بھگتے تو ان کو دیتا ہے۔" وہاں تو پیسے اس کو جہیز پر کوئی بھر چیل لے جے میں دیتی۔  
 "بھیت کے لیے تو نہیں پر ایسا ہو سکتا ہے کہ جب کر میں میں کا کچا ہی کسی چلتی پھرتی میں ہیں۔" نے چلائی اور چن لڑکیوں کو کھاتی ہو، انہیں چاہتا تھا کہ سنیں۔

"نہیں۔۔۔ میں سنبھلنے دو چٹا چلی کے منسوب ہے۔ چوہری صاحب کو مصروف کیا گیا کہ کوئی ایسا سوچے کہ وہ اس کے لئے نہ لے کر آئیں گے۔ انہیں کچھ پتہ نہ لیں گا اسکو اس میں چن منہ۔" چن نے اپنی کول کول انھوں کو کھاتے ہوئے تیر کچھ شہر دیا تو کوٹھا۔

وہاں اس کے اس انداز پر کچھ گواہی محسوس کرتی ہوئی وہ وہ اس کتاب کی طرف چبھ ہوئی کسی کے مطالعے میں وہ ان دونوں باتوں کی آمد سے کسی مصروف کی۔ اپنی اس مصروفیت میں اسے معلوم بھی نہیں ہو سکا کہ لگی اور شہر سے آنے والی انھوں میں کیا تامل خیال کیا اور کب وہاں سے روانہ ہو گئیں؟

\*\*\*

"بڑی چوہرائی نے ہلکائی سے کہہ کر پاتے ہوئے وہاں تو کوئی اپنے ساتھ حوصلے کے ساتھ۔" وہاں میں تو کسے سے اٹھ کر چلتی چلتی کمر کا کام کا کچھ توڑی گئی کہ دروازے پر دھب ہوئی اور آئے والی نے وہاں کا کدہ پیچھے ہی اسے پڑا کر رکھا۔

"وہاں تو کچھ ہے۔۔۔ پر کس نے؟" "نورماں جہان ہوئی۔" خروا کا توڑوں سے معمول تھا کہ کچھ سے وہ پھر تک

کا وقت حوصلے والوں کی خدمت کرتے ہوئے کو سوتی تھی لیکن چوہرائی کی مہمان کی وہ کو کوئی نہیں جانتے چاہتے وہ مقلد سے بھرپور آ رہا تھا۔  
 "بھگتے تو بھر نہیں رہا پر آپ ہی سولی جواب کر لیں وہی پھر اس کے کہ نہیں لے لیں تیری دلی ہو جاو ہے۔" وہاں اسے دلی حوصلے کی ملازمت نے خطرے لگے میں فوراً جواب دیا۔

"خدا۔۔۔ میں بھلاؤں ہوتی ہوں وہی پھر اس سے سوال جواب کرتے والی۔ نہیں نے قسم دیا ہے تو وہاں کو کو لے کر ہی آؤں گی۔" نورماں نے بھر کر خوشامدی لیے لیا۔ کیا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اس ملازمت نے چن کو بڑی چوہرائی سے بھلاؤں سہا کر وہ تو اس کی مصیبت ہی آجائے گی۔ گاؤں کے بیشتر عرصوں کی طرح اس کے مہر کا رزق بھی اس ہی سے ہی وابستہ تھا۔ وہ حوصلے والی آئے گا وہ تو اپنے بھروسے پر ہلات سب سے پہلے دانتے تھے۔

"بھگتے۔۔۔ میں چلتی ہوں۔" وہاں تو لے کر بھر رہی تھی چن۔ "ملازمت سے بچنے ہوئی پتہ کی گھر وہاں کے اندر ہوا اٹھنے لگے۔ وہاں تو پہلے ہی کچا گاؤں آ کر رہی تھی لیکن اس سے پہلے تو کچھ چوہرائی کو اسے حوصلے ہلانے کا خیال نہیں آیا تھا۔ نورماں کے بھر ہے کی روٹی میں بیانی چوہرائی کا خاص طور پر یہ تھا کہ وہاں تو کوئی میں طلب کر نہیں سکتی کہ کوئی غیر ملکی نہیں ہو گی تو بھر وہاں کوئی ہی نہیں۔ انہی سوچوں میں حوصلے ہوئی وہ وہاں سے اندر کی طرف چلی۔ آگ میں زہرہ انھوں والی چھاؤں سے ہم چبھ فرس پر مہر کے ہم کے کہے ہوئے چن کو مصیبت نہ آجی جگہ بیچ کر رہی تھی۔

"نہ زہرہ چن کر دوا دیا تو کوٹھا۔" زہرہ کو کھمبہ زہرہ نورماں خود اور چن نے کسی طرف بھی گئی۔

"وہ نہیں اچھی ان آگے سے عرواں سے شہر ہانکھ کر سولی ہے۔" تھوڑی دیر بعد ہی زہرہ نے "نہ بہہ دانی سے اطلاع دلائی۔

"اچھا تو اچھا کہ یہ وہاں۔۔۔ میں آپ ہی سے دیکھتی ہوں۔" نورماں اپنی جگہ سے بہت گئی۔ زہرہ نے نورماں اس کی جگہ نہیں لی۔ نہ ہر وہاں اس کے ساتھ ہی چاگ چلتی تھی اور مہر کے کاموں میں وہ زہرہ کو نورماں کا ہاتھ ڈالتی تھی۔ آج بھی اس نے غیبت کے چھتوں پر وہاں سے پہلے اس کا ہاتھ بھائی لیکن اس کا ہاتھ چاگ کر کے وہاں سے اب مہر کی مثالی سحرانی میں مصروف تھی۔ نورماں کی بی بی جی لگا رہی

اپنے ہاتھ سے جس ان طرف اس کا ہاتھ جاتی تھی لیکن وہاں وہ اپنی بڑی دونوں ہاتھوں سے تلف کی۔ شہرانی زمین اور گاؤں سے دوری سے اس کا حراج اور معمولات بدل آئے تھے۔ اب بھی نورماں انھیں سے گور کر کرے میں کچھ تو اسے وہاں کو لاف شہر دیا دیا وہاں سے بھر سوتی ہوئی تھرتی۔ اس کی بے حد مہر کی تیرہ کو کچھ کھلی نہیں کیا جاسکتا کہ کچھ دیر گئی کی نے اسے چن کے بھر چاگ کر کھلی تھی۔

"وہاں تو اچھا۔۔۔ دیکھتے ہیں کہ دل آئے ہے۔" نورماں نے فری سے وہاں کو کا ہاتھ دانتے ہوئے سے "نورماں نے کچھ وہاں کا یہ دوا دیا کہ کچھ کر دوسری طرف کر دے کہ وہاں کو دوا دیا ہوئی۔ نورماں کو اندازہ نہ تھا کہ وہاں کوئی آسانی سے ہر چھوڑنے والی نہیں۔ نورماں کے پاس ان کا وقت نہیں تھا کہ کچھ دیا ہوئے کے باوجود اسے اچھا ہی دلتی۔ اسے وقت پر حوصلے چلتا تھا وہاں کو کچھ بچے ساتھ لے کر۔ چنانچہ اس دوا سے لڑکی اور مرد سے کام لیتے کہ ہائے وہاں کے اوپر سے لاف مہیا اور اسے ہی طرف کھینچا۔ وہاں تو نے اس دوا پر اسے بھر کر انھیں کھول دیں۔

"کچھ سے مان۔" انھوں اسے سوچے پیچھے چن گئی ہوئی ایک تو سوچ بھی پڑی طرف نہیں لگا۔ "وہاں تو نے ستر چن کر کھانسی لیتے ہوئے تھوڑی کیا۔

"کوئی تھی تو نہیں ہے۔" اچھا خداوند نہ چاہا ہے۔ اب سوچ کر کے لے لیا۔ تو کوٹھے سے رہا تو زہرہ کھل کر دیکھ رہا تھا خدا اچھا۔ وہاں ہے۔ نہ زہرہ کو کھتا تھا کہ کچھ آدھا کام کچھ بھی لے لے لیکن تو ایک جگہ پتھروں کی طرح ستر ہوئی ہے۔ جہاں نے تیرہ اور زہرہ کی خراب کر دیا ہے۔ کچھ اپنی دیکھ کر چن سوتی رہتی ہے۔" نورماں نے لاف نہ کر کے کہے تھے ہوئے اسے بھلا کر۔

"تو نہیں کھانسی لے پاتا ہے مان اچھا تو کچھ ہے نہ ہے کے ساتھ ہی ہے۔ اگر نہیں ہر ایسا چھان کا رہتا بھی اچھا نہیں گتا تو میں آتا ہوا کہتی ہوں کہ آکر کچھ وہاں لے جائیں۔" وہاں تو کھلی دیکھی۔

"اچھا اب زیادہ اپنی سہمی جی نہیں کر۔" زہرہ کھل کر حد ہاتھ بھر۔ زہرہ نے تیرا ہاتھ چر کر دیا ہو گا چاگ کھائے۔" نورماں اپنی طرف جاتی تھی کہ وہاں کو کو دل میں اس کے خلاف کھو ہے مہر اس کے پاس اپنی مثالی میں کچھ کے لیے کچھ نہیں تھا اس لیے بے غمازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں کو کھرا۔ وہاں تو کھل کر میں زہرہ کر کرے سے باہر گئی۔ باہر کی خانے سے مدد مانی کی مہر

مہر دانی دے رہی تھی۔ وہ بھی حوصلے خانے میں چلی گئی۔ وہاں سے اٹھ کر پتہ سے میں کچھ چنگ رہا ہوں اگر نہیں ہوا تو پتہ نہ لگتا آئی۔  
 "میں بھگتے کھا۔" کچھ بھری ہے۔ جے مہر سے ساتھ ہی چن ہے۔ "نورماں نے اسے سمجھ دیا۔  
 "نہاں میں کیوں ہاں تیرہ سے ساتھ ہوئی؟" وہاں نے جواب دیا۔

"نورماں چوہرائی سے بچا رہتا ہے کہ جے ساتھ لے کر آؤں۔" مہر سے ساتھ ہی انھیں ساتھ کر دیا بھر وہاں آجائے۔" نورماں نے اسے مہر سے کی کوشش کی۔  
 "بھگتے نہیں جانتے پتہ کی چوہرائی کو سلام دیا کرتے۔" وہاں نے صاف انکار کیا۔

"دیکھ مانا تو اچھے ہی زہرہ۔" وہی چوہرائی نے خود سے جے لایا ہے۔ اگر تیری کچھ تو وہاں سے نہ ادا کر جے وہاں چاگ کر دیا ہی کیا ہے۔ مہر نے ایک ایک طرف دیا۔ چن میں مہر دیکھ کر وہی ہی دوا دیا ہے کچھ کسی کے ساتھ وہاں کچھ لگاواں گی۔" نورماں نے نہ نہ تو کھایا۔ وہاں تو ہاں کے کچھانے بھانے کا جو کچھ نہاں لیکن ہاں کی مہر کی کچھانے کر کے چپ ہو گئی۔ "چن کی کچھ حوصلے والے کچھ ہاتھ حراج لوگ ہیں۔" وہاں کے انکار کو کوئی لانا مسئلہ نہ کر دیا۔ ان کے مانا پر وہ بھائی بھائی پر گاؤں کی زمین لگ کر رہتے تھے۔ وہاں تو اس چوہرائی کو وہاں سے مہر والوں کے لیے مصیبت کا باعث نہیں دنا چاہتی تھی چن تو دل میں مہر کی مہر کرنے کے ہاتھ تو کوئی ہی وہ میں چوہرائی نہ کر دوا دیا کے ساتھ حوصلے جانے کے لیے چلا۔

"مہر کر کے ایک طرف چلی کھڑی ہو جانا۔" زہرہ زہرہ پڑ کر نے کی ضرورت نہیں ہے۔" حوصلے کی طرف جاتے ہوئے نورماں راستے بھر یہاں کو کچھ نہ لے دیتی۔ وہاں سے وہاں کو بڑی چوہرائی سے نہاں تو کچھ کچھ مہر مانی تھی اور کسی انہی کے ہونے کے دوسرے پہلے سے تھی بھلاؤں کرنے کی کوشش میں گئی ہوئی تھی۔

"مہر دانی چوہرائی۔" حوصلے کا نورماں نے سب سے پہلے بڑی چوہرائی کے مہر سے حاضر بنائی اور اس کی خدمت میں سلام چلی۔ ساتھ ہی اس نے وہاں کو کھی گئی۔ مہر کر کے کا ٹھہر گیا۔

"السلام علیکم ہی۔" وہاں نے دیکھی آواز میں سلام کیا۔ چوہرائی جو چوہری انہی باتوں میں پہلے بھر چوہرائی







”چودھری صاحب کے دادا خسرو کا عرس مبارک آپ اس خمر کے سلسلوں سے وقت میں تھے مراد“  
عبداللہ ان سے سنا کرتا ہے کہ چوب کا کھانا۔  
”واقعہ ہوں لیکن جین میں آکر چودھری افکار کے خاندان میں بیٹا ہوں کوئی مرد سونے گرا ہوگا جس سے لوگ اتنی عظمت رکھیں کہ ہاتھ وہ اس کا عرس ملایا جائے۔“  
شریاد نے صاف کوئی سے پہلے فلک کا اخبار دیا۔ سن بار عبداللہ ان کی سزا موت بہت واضح تھی۔ پتہ آ کر اسے اپنے اور شہر کے دو مہمان حفظ مراد کا خیال نہ بن تو یہ سزا موت ایک ذرا اور تھم کر روپ ادا تھی۔ سزا موت پر بھی اس سے کہیں میں تو پورا پورا اور لیاقت محتاط سے شہریاء کی مصیبت میں اضافہ کرتے ہوئے تھے۔  
”چودھری افکار کے خاندان میں کافی عرصے سے چودھری مراد کا یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ وہ انوں کی حقیقت کی بات تو یہ کوئی ایسا دستور نہیں اور حق اس کے ہے جو صاحب کے مراد میں ہونے کی کوئی شرط ہے۔ چہاں کہ اور غربت کے باعث یہ لوگ جس کے پاس مسائل کے قابل میں مسائل کا علاج کر دیتا ہے، بیشک ایسے عفو الی و ہادوی ہمارے سے محتاج رہتے ہیں جس کے ذریعے وہ اپنے اصل ہونے والے مسائل و مصائب سے نجات حاصل کر سکیں۔ ان لوگوں کے لیے جو صاحب کی گرامات کے چند قصوں کے ساتھ افکار کرتے انوں کے رحمت و انعام سے متعلق واقعات کا یہ پڑھ کر دینی کافی ہے۔“  
”اب یہ بھی چھوڑنا۔“  
”اوس کے جو چودھری افکار کے دادا خسرو نے استعمال کیے ہوں گے، بعد میں تو سلسلہ چل لگا۔ اب یہ حال ہے کہ اور وہ کہ ان کے حقیقت میں ہوتے جاتے ہیں۔ دادا کی موت کے بعد چودھری افکار کے دادا نے بی بی سے بی بی سنبلی اور اب چودھری صاحب خود نکلی پناہ مانا ہیں۔ آپ عرف آئی زنجیں ہیں تو دوسری طرف آپ کی قبروں پر پانی کی دھواں دھنیں سونے بھی کھیں آئی ہیں اور کھانا پھل پائانی کے خزانے پر حاسے جاتے ہیں۔ چودھری افکار انوں طرف سے حق سے ہیں۔“  
عبداللہ ان کی تجویز یاد رکھوں گے انھوں نے انھوں سے بی بی خود کو قصید کی راست دہی کو بھانپ لیا تھا۔ اس لیے اس وقت وہ بہت کھیں کر شہر کا کوئی مکان نہ ملتا تھا۔ عبداللہ ان سے مل کر وہ مصیبت پر اندر ہی اندر جرتے ہیں جتنا شہریاء نے ان مصیبت پر ہا کوئی تہہ رکھے عبداللہ ان سے عذرہ لیتے ہوئے ہیں۔

”تو باد کا خیال ہے مجھے چودھری فقیر کی رحمت پر  
وہ سن میں شکر کے لیے جانا ہے“ انیس۔  
”اگلی جانا ہے سرائی کے لئے اور کچھ دوسرے اور کچھ  
کے حالات ہیں، ہجر ہے کہ بے اس قسم کی جہتوں میں  
شکر کرتے کہ آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔“ عبد اللہ ان  
نوراً صاحبہ۔  
”چلو ٹھیک ہے مجھے یہ معاملہ تو ملے گا۔ اب تم ایک  
کام پر گرو کر آئے، وہی درخواستیں میں سے ان افراد کی  
درخواستیں ہو چلی ہیں، اپنے مسکن کے لیے یہاں رجوع  
کرتے ہیں۔ تم اس کے لئے اور کچھ درخواستیں موجود  
کچھ درخواستیں بھی نظر آ رہی ہیں۔ وہ۔ میں جانتا ہوں کہ  
یہ معاملات جو برسوں سے لگے ہوئے ہیں انہیں رفتاری  
پیدا ہوں، پہلے دیکھ لو۔ پھر جتنی چاہیے گی، اللہ ایک  
یک کرے۔“ یہ سن کر آپ جی میں۔  
”اے کے سر“۔ شہزادہ کے ضمیر پر عبد اللہ نے  
استغاثہ سے جواب دیا کہ مجھے دوسری کوئی چیز ملے گی  
کچھ سے۔ تاہم یہ بات ہے۔“ سراب چودھری صاحب  
کاٹکی اپنے ساتھ چلے، اسٹیشن کے نوکر نے اپنے قیادان  
کا کام کیا۔  
”میں تم سے جتنی میں بھی کر ضرورت مندوں میں تقسیم  
نہاؤں۔ میرے بے پناہی اور میرے آپ دادا کی کئی  
دلی ہے۔ چودھری انکار کے لئے کہیں کہیں“ سے پیش  
ہوئے۔ پھر ان کی بارہویں۔ ”شہزادہ نے جواب دیا کہ  
یہ اللہ ان کے لئے ہے۔“ ان کے سے اپنا کیا۔ اس  
میں اس کے اسٹیشن پر پہنچے اور اس کے سے پہنچے۔  
اور وہ اللہ ان کے گھر پہنچا۔ یہ تھا کہ ان کے والے وقت میں  
بہت کچھ ہونے والا ہے۔  
نوراً صاحبہ  
جی چودھری ان کا ضمیر بگاڑ گزرنے کے باوجود وہ اپنے  
محتاج لوگوں کے ساتھ چلی گئے۔ یہ تھا۔ ہوئی۔ پہلے  
تو اس نے جی چودھری کے گھر کو مانتے سے سال  
کے گھر پر تھا لیکن ان کے اسے قائل کرنے کی مسلسل کوشش  
کرتی رہی۔ نوراً ان کی کوششوں سے باز نہ آ رہی کہ وہ لوگ  
ان کو یہ تھا کہ وہ آج ہی میری اسٹیشن پر پہنچے ہیں  
۔ اس کے اس اعلان پر نوراً نے قاعدہ رحمت حاجت پر اثر  
کامیابی۔ اس نے وہ ان کے آگے ہاتھ جوڑ کر اسے اس کے  
لوگ سے باز رہنے کی استدعا کی۔ وہ ان کو ان کے  
لوگوں کے خلاف دل میں شہر اور کچھ بھی اور وہ ان کے

[illegible][illegible]







ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" شہرہ اور عبدالمنان میں یہی اتفاق  
کی لہذا کام ہو چکی تھی اس لیے شہرہ اور اس سے مشورہ کرنے  
میں حرج نہیں سمجھتا تھا۔

"اسی مسئلے میں تمہاری بھجوری کا طریقہ کامیاب ہو سکتا  
ہے۔ آپ محض تحریری درخواستیں وصول کرنے کے بجائے  
مخفی میں ایک دن ایبہ حضور کو دیکھیں باب ضرورت سے براہ  
راست آپ سے ملاقات کر کے اپنا مسئلہ بیان کر سکیں۔ اس  
طریقہ لوگوں کی جھجک ختم ہوئی اور ان کا آپ پر اعتماد قائم ہو  
گا۔" عبدالمنان نے تجویز پیش کی جو شہرہ کو پسند آئی۔

"اپنی گناہ بہت اچھا سمجھتا ہے۔" اس نے  
عبدالمنان کو سنا اور بولا۔ "میرا خیال ہے یہاں ملاقاتیں  
کرنے کے علاوہ لوگوں سے ان کے ملنے میں جا کر بھی  
ملتی ہیں۔ مخفی میں کسی بھی دن اپنا تک کسی عدالت میں جا  
سکیں گے اور وہاں کھپ کا کر سہارہ وغیرہ سے ملاقات کرنا  
وہاں گئے گا آپ کے ملنے کا اسے ہی آپ کے سامنے ملے اور  
مل کر نہ کر کے لیے خود آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ اس  
طریقہ سے ہر دور لوگوں کے درمیان جو آسانی ہے، وہ بھی ختم  
ہو جائے گی اور میں عدالت کی یہ صورت حال کا جائزہ بھی  
لے سکیں گا۔"

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہوگی سر" عبدالمنان جیسے  
اب تک شہرہ پر ہنسنا کوئی اسے ہی ہنس نہیں آتا تھا شہرہ ہار کی  
دست بن کر قہقہہ ہونے لگی۔

"یہ پروگرام تو عموماً نہیں ہو گیا۔ سب ایک کام اور کر رہے  
ہے۔ آداب کو کسی سے پیغام بھجووا کر وہ یہاں آکر مجھ سے  
ملاقات کر لے گا اس کی درخواستیں ہیں تو میں نے سمجھ کر کرنی  
ہے لیکن آگے پیچھے سے پہلے صورت حال کو حرجے ابھی طرغ  
سمجھنا چاہیوں۔"

"او کے سر میں آج ہی یہ کام کر دیا ہوں۔"  
عبدالمنان نے شہرہ کا کھمبہ کر مستعدی سے بولا۔ "کئی سال کی  
مرحمت میں کوئی بار یہ صوبہ آیا تھا کہ اسے لگ رہا تھا کہ وہ کچ  
کچ کوئی کام کر رہا ہے اور اس سے پہلے تو صرف ایوانی  
جھگڑے والی بات تھی۔ شہرہ اور خود بھی خوش تھا کہ اسے ایک  
مستعد اور روشن ضمیر نے اسے کا ساتھ دیا ہے جو اس کے کاموں  
میں جھگڑا معائنہ کا بہت دور ہے۔"

بڑا بڑا ہنسا

"اس دورانی میں نے بھی اسے شادی کی دنگا پر بند  
چڑھائی ہے۔" رات کا کھانا کھاتے ہوئے نوران نے غماض  
کا اظہار کیا۔

"وہ کس لیے؟" غماض نے تیزی سے جان کر پوچھا۔  
"لو، پورے پورے... پوچھتے ہو کس لیے؟ تمہیں کئی خبر کہ  
کتنی جھگڑائیں پڑی ہیں سر پر انہیں وہ کاؤ پر لگنا پڑا اور جس کوئی  
پانی دیکھنا نہیں۔ اور اس کا کارڈ وہ کبھی جھکن نہیں۔ وہ جس  
ہوئے کو اسے یاد آئے، انکی تنگ کا دھوئی ہے مرنے سے ملنے دار  
اور نہ جان آدمی کوئی ہے بہری پٹی کی۔ وہ انور بھی ماسکی  
ی زبان بولتا ہے۔ صاف دھکی دے چکا ہے ہمارے گھر کو کہ اس  
ایک برس اور اس کے بچے نہیں ہو تو اسے ذرا تنگ کر کے دوسرا  
دیا کر لے گا۔ اب اسے ترس کر کے اونچی بات پر بڑا ہنس  
کا قرض چا کر اس لیے تو آدمی نہیں پاتھی گی کہ اگلے اسے  
اور دیکھنے میں دنگا سے دیں۔ وہی کا حشر بٹائے رکھنے کے  
لیے ہاتھ پوتا تھوچ داتے ہوں گے۔ میری مت میں تو یہی آیا  
ہے کہ اسے شادی کی دنگا پر جا کر بھولی چلاؤں۔ شہرہ  
ان کی برکت سے ہی یہ مصیبت ٹل جائے۔"

"پر تیرے پاس چڑھانے کو ہے ہی آیا؟ وہاں تو وہ  
بڑے بڑے چڑھاؤ چڑھاتے ہیں۔" نوران کی بتانی  
سادگی تفصیل سننے کے بعد غماض نے کشمکش سے پوچھا۔

"سوچی رہی ہوں پتا ہے پہلے چڑھاؤں۔ شادی تو دیا  
سے ہر دو کس کا دنگا بدست ہو گیا اور نکاح تو دھڑکی تو کچھو  
اس چھپنے کی قیمت وصول ہو جائے گی۔" نوران نے اپنی انکی  
میں صبر سے سنانے کے نکتے سے پھینکی طرف اشارہ کیا۔

"جلی کر دیکھ یہ بہتر ہوگی۔ بڑے لوگوں کی بھیجیوں  
ہوئی ہیں شادی کی برکت سے۔ شاہد مہر بھی ان کی برکت ہو  
جائے۔" غماض نے گویا نوران کے فیصلے کی توثیق کی۔

"پر مشکل یہ ہے کہ میں عرس کے روز دنگا پر منت  
داتے چاہوں تھیں۔ اس روز تو میری میں اتنا کام ہوتا ہے کہ  
میں قدم بھی ہاتھ نہیں اٹھا سکیں گی اور منت میں نے عرس  
والے دن ہی مانگی ہے۔ سچے ہیں اس روز جو منت مانو وہ  
ضرور برکتی ہوتی ہے۔" نوران نے ہنسی غرت اپنی ضیفہ  
اور غماض کی کے بال میں پھنسی ہوئی تھی۔

"یہ تو ہے، خیر تو ہے کیا صلہ سوچا؟" غماض نے ہنسی  
تھپکی سے نوران کی پریشانی میں شریک تلاش کا ذکر کیا۔  
"میرے دوستان میں تو یہی ترکیب آئی ہے کہ میری تہہ  
تو ہر گز رچ چڑھانے اور منت مان لے۔ کام تو اس روز چھ  
بھی دن ہوں گے تو پھر بھی رچ میں سے سو فیصد حال سکا  
ہے۔" نوران نے گل بتایا۔

"ٹھیک ہے۔" خیر میں ہی کروں گا یہ کام۔" غماض نے  
نئے آدمی کا ہر کی۔



















ماگئے وہاں پر ظلم ہوا ہے، تمہارا حق ہے کہ تم اس ظلم کی رپورٹ لکھو۔

”حق نے اور یوں ہے تو نے اپنے پاس یہ ایسا دیا بارگاہ ہے۔“ حق سے ہاں، دل تو جب ہی تو آؤ تو میرے گھر آئے تھے۔ آپ اس دل میں سے تمہارا حصہ نہیں لگی دے دے۔“ یوز سے حق نے اور کاغذ منقذ بنا۔

ان دو شہر یار نے یوز سے سے کچھ نہیں کہا اور اعلا کام پر عہد النان کا انداز سے کاغذ بنو۔

”عہد النان! گاڑی لکھو۔“ ایسا بھی اس شخص کے ساتھ اس کے گاؤں جاتا ہے۔ ”عہد النان کے اندر آتے ہی شہر یار نے اسے جہالت چوٹی کی۔

”لو کہ سراسر اس ایسی پانچ صفت میں بندوبست کرتے ہوں۔“ عہد النان نے جواب دیا، واقعی ٹھیک پانچ صفت

بندوبست لوگ گاڑی میں سوار یوز سے کے گاؤں جا رہے تھے۔ یوز عا کا کوئی ایسی نشست پر ڈراما بندوبست کر کے ساتھ بیٹھا تھا جبکہ عہد النان شہر یار کے ساتھ کچھ نشست پر

تھا۔ راستے میں شہر یار نے عہد النان کو یوز سے کے ساتھ بیٹے عادت کے بارے میں پتھر پتھر باتیں اور ہراس سے بوجھا۔

”پاپس سے پہلے ہی میں جسم کے بندوبست سے توجہ دیتا تھا۔“ عہد النان نے جواب دیا، ”میں بعض اوقات اڑتی

اڑتی بغیر چلتی ہے کہ گاؤں کے رستوں کے گاؤں پر حملہ کیا اور ان کا دل و سبب لوٹنے کے ساتھ کوئی لڑی بھی

اٹھا کر لے سکے۔“ عہد النان نے عہد النان کو شہر یار کے سوال کا جواب دیا۔ اس جواب کو شہر یار نے خاموشی

اختیار کر لی۔ وہی کاراستہ اسی خاموشی میں گزارا۔ راستہ کچھ میل تھا لیکن اس حوالہ کو مضبوطی سے

حافظہ رکھنے والی گاڑی نے بہت تیزی سے گزر لیا تھا۔ اس کے پادھروں پر یوز سے شخص کی اس تکلف کو محسوس کیے

تھیں وہ گاڑی اس نے کئی محسوس کی سرفٹ پیدل کرنے میں اضافی ہوئی۔ اُن کا فرار استوں پر دھول اڑتی گاڑی نے انھیں

یوز سے کے گاؤں پہنچا دیا۔ شہر یار چاہتا تھا کہ وہ گاؤں تک کا سفر کرنے کے بجائے زبردست حلقہ حقانے پہنچ کر

وہاں کے حقانے دار سے باز پرس کر سکتا تھا لیکن اس نے من سب بھی سمجھا کہ پہلے خود معاملے کی تحقیق کرنے

حقانے والی گاؤں سے۔ پہنچنے آپ اس کا ذرا پیر و پلاہم خان یوز سے نے راجستانی میں گاڑی کو اس کے گھر کی طرف

جاتے والے راستے پر دوڑا رہا تھا۔ اپنے کام سے نام نہانے والا یہ بھی ذرا عجیب و غریب شخص تھا۔ ہلہری اس

نے کچھ کہہ اور اپنے چلے استوں پر جہالت سے گاڑی لڑاتے ہوئے ان لوگوں کو یوز سے کے گھر تک پہنچا دیا۔ گھر گیا تھا جس دو تین کمروں پر محسوس ایک کی سا کھائی تھا جس کے سامنے اس وقت بھی چار پانچ افراد کھڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

”کہاں چلا گیا تھا وہی عہد النان ہی جی کو عقلی کے اور سے چار رہے ہیں اور پھر لڑکا خستہ میں آئے ہے اب ہوا

جا رہا ہے۔ اس کے قبضے سے ادر کریم نے ایسی جگہ کر کے گاڑی بھی جیسے تھی۔“ جون ہی یوز سے نے ان لوگوں کے

ساتھ گاڑی سے باز قدم رکھا، تقریباً اس کی عمر اسی تھی وہ ایک شخص ایک کمر کے قریب آ رہا اسے بتانے لگا۔

”انصاف کی حالت میں کیا تھا پھر اے سے اسے ہی صاحب ہیں۔ یہ میری عرض میں کر خود یہاں تک مجھے اپنی

گاڑی میں بند کر کے آئے ہیں۔ اب یہی پھر کر کے میرے لیے۔“ یوز سے نے جسے دین کے صاحب کی کیا تھا خود سے

صاحب ہونے والے کو تہہ ذرا شہر یار اور عہد النان کو اپنے ساتھ کر کے لے گیا۔ مگر یہاں پر گاڑی میں ہی اس

لوگوں کا انتظار رہا۔ یوز سے کے گھر کے دروازے پر اس کی ٹھیک رہی تھی۔ اس دروازے میں دین کے گھر کے رستوں اور

وہاں پر گرنے سے ذرا اور دروازے پر اس کا پیر و پلاہم حق میں بھی گئی تو داخل پر خاموشی چھا گئی۔ گاؤں کی

یاد پر موجود تھیں وہی گھر کی بڑی کونسل کے لیے وہاں موجود تھیں لیکن ان پر بھی موت کی خاموشی حاوی تھی۔ وہ گھر

جہاں سے ایک جوان لڑکی کو گواہ کر لیا گیا ہو، اس طرح موت کا بھری چٹائی پر لٹکا تھا۔

شہر یار نے اپنے پیچھے ہی گھر کے اندر آ جانے والے افراد سے واقف کے بارے میں تحقیقات چمکانا شروع کر

دی۔ لوگوں سے اسے جو کچھ معلوم ہوا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ دین کے گاڑی لکھتی تھی کی شادی دوسرے گاؤں کے ایک لڑکے

سے ۱۱ دن بعد ہونے والی تھی۔ شادی کی یہ وہاں محسوس نہیں ہوئی کی کو باپ غریب بچا تھا۔ کھلی تھی ہونے کی وجہ سے

دین کے نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر اس کے لیے جہیز کا انتظام کیا تھا۔ لڑکی کے جہیز کے لیے ذہر، پکڑے، زین اور

دوسری ضروری اشیا تیار تھیں۔ اور جہیز دوسرے گاؤں سے آئے والی عورت کے کسی پائی اور کھانے کے لیے بھی

رکھی تھی۔ اس کام میں دین کے گھر کے دونوں بھائیوں نے بھی خوب ہاتھ بٹایا تھا۔ وہ بھی ان کے بھائی کی بی بی کے لیے ان رات محنت کر رہی تھے۔ غرض شادی کا ختام















”مسم... مجھے مانتا ہے۔“ وہ بونے خوف زدہ سے انداز میں ایک بار پھر غصے کی کوشش کی۔  
 ”جی ہاں۔ ایسی بھی کچھ ہندی ہے۔“ چودھری نے ایک بار پھر اس کی کوشش کا کام نہ لیا۔  
 ”معاذ کروں چودھری صاحب! میں لیلیٰ سے ادھر کوئی حق نہیں۔ آپ مجھے جاننے دیں۔“ خوف وہانوں کے پرستہ ہم میں سرزنش کر چکا تھا۔ اور اپنی ساری تندرستی بھائی کر چودھری کے سامنے لپکتے ہوئے نظر آنے لگی۔

”خیر! قسمی تو ہماری خوش بھی ہے۔ آج ہی تو ہم نے نو ہفت کی کچی تیری۔“ اچھی تو سوچ سی ہے تھے کہ کیسے حیرت حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ تیری قسمی نے ہر کام آسان کر دیا۔ ہمیں تو مصوری نہیں تھا کہ ہم وہاں اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھے شراب سے دل بہا رہے ہیں اور یوں تھک چکی تھیں تھے۔ ہر سے ستر پر چڑی ہے۔ ہمیں تو کمرے میں۔ اٹل ہونے کے بعد تھے اپنے ستر پر لیٹ کر تین بی بی نہیں آئے۔ نہ کچھ کچھ شراب کا کٹورا مارا ہوا ہے نہ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ تو آج کی کچی بیاں تھیں۔ اب تاہم ہاتھ آئے اس اندام کو کیسے جانے ہیں۔“ چودھری نے دیکھ کر بے چارے بونے مادیانہ اپنی خوش بھیگی دانتوں میں ڈالی۔

”مجھے یوں سے ہانا ہے۔“ شہناز حسین شہناز نے چاک راز میں کھانسی نہیں ہانے کی۔ ”وہاں تو اب تک سب کچھ خوفزدہ تھی۔“ چاک ہلک کر کہی اور دونوں ہاتھوں سے ہوا سے کر چودھری کو دھڑکاتے کی کوشش کی مگر اس بھی ڈر کر ڈر کر یہ کوشش چودھری کے کٹورا ہوا کے سامنے کیا حقیقت نہ تھی۔ وہ ایک دم ہی وہاں پہنچا تھا۔ اس کی حرکت سے آزاد ہونے کی کوشش میں وہاں کا کھم بھڑک کر رہ گیا۔ ”خوش کوشش کے طور پر اس نے زور سے چلانے کے لیے منہ کھولا لیکن چودھری پہنچنے پر اس کا کٹورا تو آج تو آج اس کھلا کو آزاد کرنے سے پہلے ہی تیار تھا۔ قد چھٹنے کے لیے کھلے ہاتھوں کے منہ پر پانا۔ اس کا ہاتھ وہاں نہ رہا۔ وہاں کی جگہوں کا گھوٹا ہوا۔ اس کمرے میں اس سے کچھ بھی جاننے کی کوشش نہ کی جاتی تھی۔ کام گھبرا گیا تھا۔ ہاتھ تو آج آزادی کی کوشش میں بھڑکنا سمجھا اپنے انجام کے خوف سے سر ہونے پر تیار تھا اور عقل سے آزاد ہونے کے دلی جھگڑنے نے بھی ہوئی آنکھوں میں ابرو اٹل کیا تھا۔ لیکن چودھری بخیر برسات سے بے پروا تھا اپنی بھوس کا پینڈ بھرنے میں دلچسپی رکھتا تھا۔ یہ بھوس ہاتھوں کو ہاتھ کے خیر کوشش میں لگتی تھی۔

جاری ہے

طعشہ میں روک کر چودھری افکار کے کمرے کے سامنے پہنچی اور دروازے پر دستک دئی۔ دستک کے جواب میں اندر سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔ وہاں تو نے ایک بار پھر دستک دی لیکن اب بھی اندر خاموشی ہی رہی۔ وہاں تو نے یا میں ہاتھ سے کمرے کے دروازے کو دھکے سے دھکیلا۔ دروازہ کھلا اور کھل گیا۔ سامنے کمرہ خالی چڑھا اور وہاں چودھری افکار کا نام روشن نہیں تھا۔ مادیانہ آہستہ سے کمرے میں داخل ہو گئی۔

خوشی میں آتے جانے کے اس عرصے میں یہ پہلا موقع تھا جو اسے چودھری افکار کا کمرہ کے کمرے میں آتے کا اتفاق ہوا تھا۔ کمرے کے اندر داخل ہوا تو وہ کچھ نہیں کے لیے ساکت ہی رہ گئی۔ یوں تو چودھری حوالی ہی ہوتی خوب صورتی سے سجائی گئی لیکن چودھری افکار کے کمرے کی تو بات ہی الگ تھی۔ اس کا کمرہ کوئی کھم کدو تھا جہاں وہاں تو چاک ہاتھ لگتی تھیں۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہاں کھوں اور آراموں میں دکھائے ہوئے والے کچھ کھینچاؤ کے کمرے کا سینہ کا جو بیک کمرہ ان کھوں کے قریب میں اور بھی زیادہ خوب صورتی سے سجایا ہوا تھا۔ کمرے میں ایک کھنکھ بھر کی وجہ سے خوش گواہی کرتی تھی۔ وہاں تو اس خوب صورتی میں کم ہو کر بھول گئی تھی۔ یہ چودھری افکار کا کمرہ اور وہاں چودھری افکار کے لیے دودھ پینچانے آئی ہے۔ یہ عجز وہی کیفیت میں اس نے اپنے ہاتھ میں سوچ دودھ کا گال ایک پانی پر دھکا اور ٹوڑنے سے پہلے ہی پھٹ گئی۔ بڑے بڑے کچھ کچھ بہت ترس اور آرام ہوا تھا۔ وہاں تو اس پر جتنے بہت تک آئے۔ اس نے اس لطف کو محسوس نہیں کر سکا۔ کمرے کے لیے اپنا سر پست پر سو ہوا کچھ پر کھڑا۔ کچھ بھی بے حد نرم نہ لگتا تھا۔ ہاتھوں کو یوں گا جیسے وہاں پر سر دے رہی ہو۔ اس خوش گوار کیفیت میں کچھ لمبے ٹوڑے اسے اندازہ نہ ہو سکا۔ لیکن وہ خند سے مداحی جسم اتار آرام پر کھڑا کھار کھار میں خند کی کوشش میں چلا گیا۔ غفلت کے یہ حالت تھیں طویل تھیں اور اندازہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی آنکھ اب بارہ اپنے ہم عمر ہاتھوں ہونے والے کسی کی جیسے تھی۔ کمرے میں کھار کھار کی جی کھروا دینا نظروں کے باہر سامنے موجود چودھری افکار کچھ پر کھڑا کچھ کچھ کچھ تھی۔ اس نے کھار کچھ بستر سے اٹھنے کی کوشش کی۔ چودھری نے اپنے ہاتھ کے دھاک سے اس کی اس کوشش کو ڈاکا مار دیا اور اسے بھار دے ہوئے لگا۔

”کہاں پہنچی ہے۔ لیلی۔ بہت تھک گئی ہے۔“  
 یہاں سے ستر جیہ آرام نہیں اور نہیں ہے گا۔



جوشی کے سب سے شین دو کوسے میں سوچو  
 ہوں نکلے، مختلف اچھوٹا پر مڑے۔ جیسے وہاں کے  
 لیے قیامت کی مڑاویں تھیں۔  
 مڑوہاں کی کمر میں دو ایک جیسے کھنڈ تھیں جو بے سے

گزارہ نے ہادی جی۔ خوف کی شرت نے اسے کھک اس  
 طرح مفلوج کر دیا تھا کہ وہ اپنے دلوں کے لیے اراسی  
 حرکت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ بے نی جانے کے لیے اس  
 کے پاس کوئی امید بھی تو رہتی ہے کہ کوئی چروہا









[illegible][illegible]

مولیٰ دارے کے لیے کے سوئم ہونے کی جی، جیم خانے میں لک  
نی کی تو ہاں بھی زینت ہے دالے بندے کے حساب  
سے تو اچھا سا نشان تھا۔ لیکن اس کا بڑا کس پانچواں  
وہ اس کے گھوڑے ہوئے کھانے دینے کے سوئم میں آگے  
ہوئے توں کو کھانا تو چودھری کی ہوا جانی کہ مولیٰ دارے  
اس عادت کے بعد بھی اس کے سوئم میں جگہ نہیں تھا۔  
دوسرے سوئم میں آنے والے سبز بڑے کبھی جب یہ ہم ہونا کہ  
سوئم کا نشان دار کا نہا چودھری چوڑی طرف سے آتے تو  
وہ نہ کہ دیا دلی سے متاثر ہوئے نہ کوئی والے نہ نہ  
ہن کی کہ یہ سے کھانے بھی کھانا کھانے۔ اب جیم خانے  
میں سوئم وہاں کے کچھ جوں سے نہ اہمیت شیراز سے کاہرہ  
اٹھانے سے چودھری کھانا کو کھانا تھا۔ وہ بے چارے  
بچے اس کھانے کو کھانے کے بدلہ وہ سے زیادہ چودھری  
اٹھا کر کھانا ہی دے سکتے تھے۔ ان کی دواؤں کی انتہا  
کیا ہوتی کہ کھانا کھان بعد از چودھری کھانا نہ  
الطرد میں بگڑ دے۔ تو کھانا چودھری کو ہن کی کیا آزاد  
ہوئی کہ وہ کھانا بھی ہن میں نہ دے۔







مستقل آمد و رفت تھی۔ سوئی والا اگر پھر دوسری افکار کے خلاف زبان کھولے گا تو اس کے اور اس کے بیچے کے بھی سارے کچے پھٹے گل جائیں گے۔ ابھی تو سب نے اس لیے خاموشی اختیار کر رکھی ہے کہ بچہ چارہ سوئی والا صدر کے کاغذ ہے۔ ابھی اسے چھوڑ دو۔ "ابھی تو اس نے انڈیا میں سب سے صاف کاہر تھا کہ وہ پھر دوسری افکار کے قتل کرے۔"

"آپ کی بات میں وزن ہے۔ ویسے مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ آپ لوگوں نے ان کیس پر بڑی تیزی اور جا بک افی سے کام کیا اور نہ لوگ پوتیس کے گھٹے سے ہمیشہ کی شکایت کرتے ہیں کہ یہاں کام تو بہت نہیں بابت سست رہی ہے ہوتا ہے۔" شہرہ نے تعریف کی آؤ میں ان کی کھپالی کی۔

"ابھی کوئی بات نہیں ہے مگر انصاف بہت ملتی اور دولت دار ہے اور آپ یہ مت سمجھو کہ اگر کوئی کاغذ ملاحظہ ہو بڑی شخصیات کے احوال ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ اس وقت میری آمد کا مقصد آپ کو ایک دوسرے کیس کے مسئلے میں برہنہ کرنا تھا۔ ابھی کچھ دنوں میں آپ نے اپنی گرتی میں دین محمد نام کے ایک شخص کی رہائش گاہوں کی۔ اس شخص نے انور علی کا قتل کیا۔ آپ کے پاس آئے سے پہلے تھانے گیا تھا جہاں تھانے دار نے رشوت طلب کی اور نہ دینے پر رپورٹ تھانے سے افکار کر دی۔ اب چارے تھانے دار نے اس وقت بھی آپ کے سامنے اپنی مٹائی میٹل کی تھی لیکن اسے خدشہ ہے کہ آپ نے اس کی قتل کی تھی مگر کوئی شہید نہ کیا تھا۔ بہر حال، آپ کے گھر کے مطابق اس نے سوتے کی تحقیق کر کے رپورٹ بھجوا دی ہے۔ آپ انی طور پر اس کیس میں دیکھی لے رہے تھے۔ جس لیے میں نے مطالبہ کیا کہ یہ رپورٹ خود آپ تک پہنچاؤ۔" ابھی نے ایک ہندو افادہ شہرہ کے سامنے رکھا۔ شہرہ ہاتھوں کو اس میں موجود ہر دھت پڑھنے لگا۔

اس رپورٹ کے مندرجات کے مطابق درخواست گزار دین محمد کا بیان بھی سمجھ نہ سکا تھا۔ اس بات اس کے گھر پر کوئی ڈاکہ نہیں پڑا تھا اور یہی اس کی بیٹی انوار کی تھی۔ دین محمد نے بیٹی کے اغوا ہونے کی صرف کہانی بتائی تھی۔ تاہم کچھ دنوں کے سامنے بیٹی کے شادی سے پہلے اچانک ناگہب ہو جانے کا بیان تھا۔ ایک حقیقت میں اس کی بیٹی اپنے ماں باپ کے بے کردار رہتے سے خوش نہیں تھی اور اس پر شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ فری کے کسی دوسرے گاؤں کے لڑکے سے مراسم تھے۔ لڑکا چھ دنوں میں ان کی دولت ہوا لی کہ

نہیں تھا اس لیے دین محمد اس لڑکے سے بیٹی کا رشتہ کرنے پر تیار نہیں تھا۔ فری کے رنگ اچھوتہ دیکھ کر اس نے فری کو اپنے چچا زاد بھائی کے بیچے سے اس کا رشتہ کر دیا لیکن شادی ہونے سے پہلے ہی فری کا اسے ملنا دے گئی۔ اس نے اپنے آئینے کے کونے میں بلایا۔ لڑکے کے ساتھ اس کے ۱۱۱۱ سست بھی تھے۔ ان لوگوں نے فل کر فری کے بھائیوں کو ایک کمرے میں بند کیا اور دین محمد اس کی بیوی کے سوتے خیر کے سامنے اور دو بچوں سمیت فری کو لے کر فرار ہو گئے۔ بعد میں دین محمد نے اس کی بیوی سے ملاقات کی کہ ان کے گھر ڈاکو حملے آئے تھے اور فری سمیت سب بھلاوت کر گئے تھے۔ اس بیان میں ہانگ بھی کھائی تھیں۔ یہ خود رشتہ گزرا دین محمد کا کاروبار ہنسی میں کافی مشکوک رہا ہے۔ دین محمد کی موجودہ بیوی اس کی دوسری بیوی ہے جو بھلی بیوی کی بیٹی ہیں ہے۔ ان کی پچیس سال پہلے اس کا دوسری بیوی ہو کر اس وقت اس کی سالی بنی۔ اپنے دل و دل کی وفات کے بعد ان کی وہ جانے کے وقت اپنی بی بی بیٹن کے گھر رہنے آئی تھی۔ دین محمد اور اس کی بیوی نے نکاح کی وقتی سال گزار جانے کے بعد وہ ان کے گھر آ کر رہنے لگی۔ دین محمد جو ان کے نہ ہونے کی وجہ سے بیوی سے اچھا نہ صاحب زادہ ہو چکا تھا، دین محمد اس کی کوئی کچھ کر نہیں سکا۔ اس نے جانے اپنی بیوی کو کیا کیا پائے گا ابھی نہ کسی بیوی کی صحت مند صورت چند بیویوں میں سے چھپ رہی تھی۔ دین محمد نے اپنی اور اپنی سالی کی تنہائی کا بہانہ کر کے فوراً ہی اس سے نکاح کر لیا۔ اب وہ اپنے بیوی کی بیوی بننے والی کے ساتھ گھر سے رہتا ہے۔ اس سے بچے بھی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ ان میں باپ کی خصلت نہ آئی تھی۔ چنانچہ بیٹی نے باپ کے نقش قدم پر چلنے ہونے مقصد برائے کے لیے دھوکا دی ہے کہ کام کیا اور سب کچھ سمجھ کر اپنے آباء کے ساتھ رہ رہی تھی۔ اب دین محمد حقائق پر پورا ڈانٹنے کے لیے بھلی بیوی کا ہا ہے۔

رپورٹ میں وہ بی بی بیٹن ہاتھ کرنے کے سوتے وقتی خیالات اور تجویزے گھر پر کیے گئے تھے جہاں وہ ۱۱۱۱ کچھ گپ سی لگ رہی تھی۔ شہرہ نے رپورٹ پڑھنے کے بعد اسے واپس لٹانے میں رکھا۔ ابھی نے اس کی طرف حتمہ کیا۔

"یہ تو بہت سی بات ہے۔ ابھی نے انکشافات ہیں۔ بی بی بیٹن دین محمد کے ساتھ اس کے گاؤں گیا تھا۔ گاؤں کے ایک کوئی نے بھی قصہ سنا تھا کہ دین محمد کے گھر ڈاکو پڑے لیکن اس پر رپورٹ تو ان سالی و ان کی بیوی کی گئی ہے۔"







[illegible]

بادشاہت کی قوم ہو گئے۔  
 ”یہ میرا سنا ہے۔ بہت چن بکھ ہے۔ اس نے بھی  
 بیرونی کے ہونے پر دیا ہے۔ اس کے اس میں ہم سب  
 کی جان اگلی رہتی ہے۔ بچے ماں اسے اپنی بھروسے  
 دور نہیں کرنا چاہتا اس لیے یہ فعل کیا گیا ہے کہ ابتدائی ہند  
 سال اسے گھری تعلیم دی جائے۔ میں پتا تو اس مقصد  
 کے لیے شہر سے کسی استاد کو بلا سکتا ہوں لیکن میں نے یہ کہ  
 تو یہی دیکھنا ہے اس کی آواز میں اس لیے سوچے بیٹھیں ہی  
 آؤ، کر دیکھیں۔ اس کے بچے کو چاہئے۔ آج۔ آج  
 اراچر نہیں ہے اور پھولنے لگا ہے۔ اگر شہر سے  
 ملحق ہو گئے تو تہا ری مذمت ہو رہی ہے شہر سے کسی  
 دوسرے استاد کو بلا لیں گے۔ چودھری اشرف نے اپنے  
 سونے پر چھل کر بیٹھے سونے ایک ہی ماس میں سب خانہ  
 کیے ہوئے آداب کو کھینچا لایا۔ اس کا یہ چھانڈا لایا  
 آداب کو بہت پرانے آداب اور گروں پر جان بچوں کو کوئی  
 دیا پند نہیں کرنا تھا دوسرے پر مشیت استاد اس کی فکر میں  
 اس کا اپنا ایک طرز تھا۔ اس سے اور عزت کو کافر میں اسے  
 پھر چودھری اشرف اس پر اس علم چاہتے تھے۔ اس کے بھی  
 یہاں جس گھر رہا تھا۔ شہر دور چوٹی کی کلیات میں اس کے  
 ہوت اس میں یہ رہا کر کے اس کے لیے سطلین بکرا کا کدے  
 اسے بوش کیا۔ اسے یاد آئے کہ اسے اسے شہر دے  
 چودھری اشرف سے ہمارا رستہ شروع کے جانے ممانا  
 شکستہ کلی سے کام لینے کی بات کی تھی۔ چودھری اشرف  
 چودھری اشرف کو اس قدر حق سے تیار کام صعب چودھری  
 اشرف سے تھے۔ حق چاہی سکتے پندری کا کٹا تھا۔ تو کہ  
 آداب۔ چودھری اشرف دکان۔ نہ کہ۔ چودھری اشرف  
 کی بات میں لینے سے اس کی فیصلہ کر لی تھی۔ لیکن  
 قرار چودھری اشرف کا یہ نہ لیا لیتے تھے اس کا سبب یہ  
 چارہ دیکھتے تھے تو کہ یہ ان کا تو بہت سے عوام کے  
 اس چارہ سے بچنے کی عید و تربیت کا موقع مل جاتا۔  
 آداب اشرف اس کے گرد ہی بہت سے واقف تھا اور چارہ  
 حق کو دینی کو پیش سے اس کے اچھے اچھے کے مسوم بچے کی  
 سوچاں کارخانہ طرح موزوں سے کہہ کر اسے وقت سما  
 دیا ہے وہ پادشاہ کی روش سے بہت کر لیا تھے۔ اس  
 چوٹی کی اس کے سہارے اس نے اشرف کے ساتھ کوئی  
 بھٹاں نہ پاتا تھا۔ چودھری اشرف سے وہی بھٹاں  
 وہاں سے دور نہ کر دیا اور اس کے ساتھ دانی الٹی دانی  
 کا یہ چاہتا تو اس کا بھی اس کے ساتھ ساتھ لایا تھا

کہنے سے ان پریشان ہو کر اٹھا۔  
 "یہ کیا ہے آفتاب؟" آفتاب کہو کو کچھ بتائیے اس نے  
 سوال کیا۔  
 "بھگتہ نہیں۔ میں خواہاؤں وہم کا تصور ہو گیا تھا۔"  
 آفتاب اس نے اس کے ہاتھ سے کانڈلیا اور دو سوڑو سوڑو  
 کی دھڑکی میں پیچھے کے بعد چپٹے گا۔  
 "ابھو، ابھو۔ میری دو جانوں کو لگا کر کی۔ اور قریب  
 وقت نہیں آئے تو قریب توڑی اور میں کبھی بعد اترتے تھیں کل کھڑا  
 ہوتا۔" اس کا سامنی تھا ہوا۔  
 "وہ سنو اور دیکھو کیا کروں۔ میں بھی ایک ماسر سا آدنی  
 ہوں اس لیے بھی کچھ کرنا چاہتا ہوں۔" آفتاب ابھو نے اس کا  
 شانہ جھپٹتے اور ادائیگی کر رہی تھیں کہ قہم سنبھال لیا۔ اسے اپنا  
 اور کار کا لڑائی میں غلٹی نہ کر۔  
 ☆ ☆ ☆  
 "چوہری صاحبہ! حضور بے گن قریب آ رہے ہیں۔  
 لاہور کی آدنی میں اس کے رہنے کا بندہ دست کر دیا ہے۔"  
 چوہری ابھو کو دھڑکا دیکھ کر بڑی چوہری اس کے پاس  
 چلی آئی اور۔ عیاں کیا۔ چوہری ابھو کے قاعدان میں  
 رواں تھا۔ جس صورت کی تو چوہری کے کون قریب آتے اسے  
 لاہور میں آج چوہری ابھو کی کچھ میں شکل کر رہی تھیں جاتا کہ  
 بروقت اسپتال لے کر بھرتی میں بھیجا تھا۔ قہم صاحبہ، ہوا  
 لگے۔ اس صراحت کو ہی کے فیضوں کو کچھ کے کھانا کا کاجاں  
 نہیں ہوتا تھا۔ اسے لیے بعد دست کرنے کے بعد اوٹو  
 اس قریب سے داخل ہو گئے تھے کہ گاؤں میں مناسب طبی  
 سہولیات فراہم کی جائیں۔ سہول کی غرض اسپتال کی تعمیر  
 میں بھی کسی کو روکتی نہیں تھی۔ جو غرض کی طرف سے برسوں  
 پہلے ایک بھائی یا چھتری دھڑکی کی بھی تھی لیکن اس دھڑکی  
 میں نہ ملے کام اور بھائی دھڑکیوں کے ساتھ کچھ نہیں ملتا  
 تھا۔ کی مائوں سے کسی کو ایذا پہنچا کر اسے اس دھڑکی میں  
 قدم نہیں رکھتا تھا۔ ایک کیا تھا جو اپنی سوچ کا راجہ کے  
 مطابق ضرورت کے لئے پھانوں کو بے دھائی دے دیتا تھا۔  
 کچھ گاؤں کے لوگوں میں داخلگی طبع کے لیے ان کی زیاد  
 پھر ہی کی بھی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ حکم سے  
 طبع کرنا زیادہ پسند کرتے تھے جس میں بھائی دھڑکی کے ساتھ  
 زیادہ چھتری کا کیا تھا۔ گاؤں کا قہم حکم، ان کی کوئی  
 دھڑکی نہ پاتے تھے۔ خصوصاً عورتوں کے بیٹوں میں گاؤں  
 کی عورتوں کو۔ اور ان کی مائوں سے۔ مطاحت سنبھالتی تھیں  
 جن جہاں مطاحت اپنا کام کرتی تھیں ضروری ہوتا وہاں یہ

دانشاں نے کہا ہو جانتی ہو انھما جس جنت ہے بے گس  
دور تک سوچ رہا تھا میں نے کس دور کا تھا کھانسا کھانسی کوئی  
کر رہے۔ گاؤں کی نظر میں چن چن لوگوں کے انھوں میں تھا،  
وہاں پہلے میں چوکھڑا ہی نہیں چاہتے تھے۔ ان کے لیے یہی  
کافی تھا کہ ان کے گھر کی گود میں اور ان کی ہونے والی  
ادار میں ٹھوکر ہیں۔ گاؤں شہر دی سبیل سے بے مادی تھا تو  
کیا تھا وہ وہاں اپنے لیے تو برعکس کی سہاوت حاصل کرنے پر  
قادر تھے۔ جیسے اس وقت ہونی چاہے وہاں کے صوبہ کے مسئلے  
میں بہت کی گئی۔  
”فیک ہے۔ میں کوئی خون کر دوں گا۔ پس عازہ ہمارا  
بندہ است کر دینے کے۔ یہاں سے کون ہائے گا صوبہ کے  
ساتھ؟“  
”ہاں تو میں رانی انہوں کی ماں انکھاری ہوں۔  
دور دور ماسٹی ہوئی خدمت گزار ہیں۔ صوبہ انکھی طرف  
نیپل۔ میں اور۔ تاہم ایک اور دن پہلے چلے جائیں  
گے۔ یہاں کوئی اور چھوڑ کر چھوڑ دینا تک۔ ابھی تو میں دیا  
سکا ان کی کیٹوں کے سر پر صوبہ پر چھوڑ دیا چھوڑ دیا  
ہیں اور اسے دیا ان کے۔“ یہی چھوڑ دیا ان کے چھوڑ دیا  
”ہوں۔“ انکھی بات ہے۔ تم لوگوں کو کوئی انکھیں علی  
کہ میں چاہتی ہوں۔ اس والی بات نہ کھانسا کھانسی تو کر رہی ہے  
خیر سے کھانسی ہی ہوئی۔ مجھے صدمہ ہوتا تھا کہ اس سہلے  
کا ہے تو کر دوں کو کھانسی کرنا کہ اسے شراب وہاں نہ  
پہنچا سکے۔ ذرا سی بات تھی میں اس کی کہ اسے انکھی خاص  
طالع ہو گئی۔ یہ پھر ہی انکھوں کو وہ کر رہی میں ہونے والا  
حادثہ یاد آتا تھا۔  
”میں جی چھوڑی صاحب! اس دن کی کی خیر ہی گے  
کی حوصلی کہ۔ مارے گا اس کی انکھی طرف سے ہونے تھے  
کہ صوبہ کو کوئی انکھ سے کا صوبہ شہر۔ انکھ کا صوبہ  
کہ صوبہ کوئی انکھ سے ہونے۔ یہ مجھے تو اسے کہ جس کی  
نے جن پر چھوڑ کر آپ کو مشکل میں ۱۵ نے کے لیے تو اس  
بڑے کے کرے میں آگ میں گواہی۔ اب صوبہ تو ہی  
ہونے ہی کا۔ جن جن کر چھوڑ میں چھوڑ گئے۔ اپنے ہیں  
وگ۔“ چھوڑی کی بات نہ کر چھوڑ چھوڑاں نے اپنے  
ایہ تے کا اعتبار کیا۔  
”میں بھرتو ہے وقف ہوتے ۱۱ جن جن نہ ہوتے  
کی کی کہ بہت میں ہوتی۔ اور تو لوگوں سے نہ ہونے میں لال  
وہی۔ مارتے کا صوبہ اس کے سر پر ہی کی میں عادی  
ہوتی ہے۔ انکھ کوئی ۱۵ کوئی نہ ہوں۔ کیا کہ میں کا چھوڑی



کسی چٹائی کی سمیٹ چا سابت تو وہ اور بھی زیادہ بے گناہ  
چوہری نکلا۔ بڑی ہی چوہرائی اور جبراً۔  
”خداوند! میں چوہری صاحب! میں تو جس سے بڑی  
میں ہی ایسی بات کہہ چکی تھی۔“ بڑی چوہرائی نے چوہری  
نکلا کا رخا کر دیا، جو کہ تیرا، تیرا، تیرا۔  
”بہت گھوڑی ہے، اندر بھی نہیں جاتا۔“  
حالت میں دخل دیا، کہ جس قدر کہنے کے لئے نہیں بیٹھا ہے  
تو۔۔۔ یہ بھی صورت ذات کو کیا ضرورت ہے چوہری کے  
ان معاملات میں بڑی ہی ”تو میں بیٹھ کر بھی“ کے اندر کے  
معاذرت، یہ کہہ کر۔ تو ہے یہ معاذرت ہی جملہ میں  
بہت ہے۔ بڑی سب دیکھنے کے لیے شہ آپ موجود ہوئی۔  
بڑی چوہرائی کی مسکرت کے باوجود چوہری انکار نے اس  
کی ٹھیک ٹھاکہ چٹائی کر لی۔  
”کبھی ہو چکی چوہری صاحب! آئندہ وہاں! انکس  
کی۔“ بڑی چوہرائی نے ایک بار بے مضبوطی انکار کیا۔  
”ٹھیک ہے۔ آئندہ وہاں کو تو بڑی میں ملے۔ آپ کو  
یہاں ہے۔“  
چوہری انکار نے نہ صرف انکار میں بڑی چوہرائی  
کی مسکرت قبول کرتے ہوئے اس کو گھبراہٹ۔ بڑی چوہرائی  
اس سہ کو نہ کراچی جہ سے گزری ہوئی لیکن وہاں سے  
نہیں۔  
”اب کیا ہے؟“ چوہری انکار نے اس کے وہاں  
دیکھ کر بڑے بڑے سے چٹائی  
”آئیہ بات اور کئی ہی چوہری صاحب۔“ بڑی  
چوہرائی مسکرائی۔  
”کیا بات کر رہی تھی؟“ چوہری توڑا اور جبراً ہوا۔  
”ابھی سے مجھے ہے کہہ کر کہیں آپ سے سہو کے بھی  
اب۔ چاہے ہی اجازت نہ لوں۔“ بے جا کر بڑی کے لیے  
زندگی میں اور کوئی رہتی نہیں۔ اور حریف سے کل کر پھر  
انوں کے لیے لاہور چلا جاتا ہے تو اس کا دل نہیں چاہے گا۔  
پھر تو کوئی بھی نہیں کہ سہارہ ہو جائے گا۔ مگر، یہ کہہ کر  
بھگس کر رہی تو بات ہی آگے ہوئی ہے۔ ”ابھی سے میں ایک  
تھ۔“ چوہری تو ان کا دل بڑا ہے گا۔ ”بڑی چوہرائی  
نے مسکرائی کیا۔  
”دل بھلائے گا کیا مسکتے۔“ چوہری کوئی پھوٹی ہے جو  
اسے وہ چوہری پر بیٹہ۔ گا دل اب چاہے۔ ضرورت کی کسی  
چوہری کی بھی نہیں۔ یہ تو کوئی خاص اور کوئی تھہری نہ رہتی  
قریب ہوئی کے ہے تو کوئی کوئی بھی بگوا یا سہو نہیں چاہتی

[illegible]

"مرا ہی آؤ، سے ماسٹر آؤ آپ آپ سے رہا ہے  
لیجئے ہیں۔" شہزادہ نے دفتر میں بیٹھا کر ہاتھ دیا

[illegible][illegible]



مساک کی نشان دہی کرتے رہا ہوں۔"

[illegible]

مسلماں مکمل دغا کرتے رہا ہوں۔“

”آپ کے بچنے کا کوشش میں نے کی ہے لیکن میں چاہ رہا ہوں کہ آپ آپ کام نہ کریں۔ آپ کو صحت کے ساتھ ساتھ یہاں دو کچھ کام کرنا ہے۔ ہمارا نر آپ ہی اس مسئلے میں جتنے رہے تو پھر دہریہ آپ کی کوہنہ شامک جانے کا کہہ نہیں سکتا چاہتا کہ اسے جتنی کھسک کھسک دروازہ نہ کراں۔ آپ بے وقت کھنے کے لیے کھلی مہم استعمال کرتے ہیں لیکن جب کوئی کوہنہ لگے ہوا نہ آئے تو اس کے لیے اصل بندہ ہے۔ ہم بھینٹا شکیں نہیں دیتے۔ آپ تو چلائی آپ کی کتاب پیچھے ڈال دیے۔ کتاب کے بعد آپ لوگوں کے لیے اور نہیں دیو نہیں ہو جائیں گے۔“ باغی

کتاب کا جاب میں کرشمہ دار نے اپنی کئی بات کی وضاحت کی۔

[illegible][illegible]

یہاں وہی گاہ "غیاث محمدی" ہے جو حضرت مولانا علی ہادی صاحب نے لکھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور گاہ بھی ہے جس کا نام "غیاث محمدی" ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور گاہ بھی ہے جس کا نام "غیاث محمدی" ہے۔

۱۱۔ الکاحات سے مراد کاپڑ ہیں تو زمانے کی بہت  
 دیر کی اہل خانہ یا جو کچھ کوشش کا مرسول  
 انکس جھٹکا۔ مجھے "احمر" سے مراد احمر ہے لیکن  
 دی کی کے لیے تو اس کا مرسول بھی ہوگا۔ بہت بڑی ہے "۱۱"  
 جی تو کھینٹنے سے کھینٹنے کے ہر دینی یا انسان میں  
 ہر دینوں کی خاطر دانت کے لیے کھینٹ کر کھینٹ کر  
 ہر دینوں کو کھینٹ کر کھینٹ کر آپ کھینٹ کر کھینٹ کر  
 ہر دینوں کو کھینٹ کر کھینٹ کر آپ کھینٹ کر کھینٹ کر  
 ہر دینوں کو کھینٹ کر کھینٹ کر آپ کھینٹ کر کھینٹ کر

[illegible]

۱۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
 ۲۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
 ۳۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
 ۴۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
 ۵۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
 ۶۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
 ۷۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
 ۸۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
 ۹۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
 ۱۰۔ اہل حق و باطن کے لئے جو کہ اس کی طرف سے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

میری دینی کے علاوہ کے لئے بندہ دست گردا دیں۔ آپ تو  
سرکار کا وطن ہیں چہ دوسری صاحب! آپ ان کے پاس کی لاج  
تھوکیں۔ ہم نے تو شام کے کسی سرکار کو دیکھا ہے، ہاں ہی منت  
بھی دوڑتا ہوتا۔ ان کے دربار سے سب کی سرز پر ہوتی  
ہوتی ہیں۔ وہاں سے سب اپنی جہولوں بھر کر لے لیتے ہیں۔ پھر  
میں سرکار کے سامنے اسے اور آپ نے دیکھا تو کہہ سکتا ہوں  
وہ جتنے جتنے فرائض جو آپ تک خاموش بھی رہتی تھی،  
ایکایک کر دیتے تھے۔ ان کی ان دو باتیں کہ کتنی چہرہ افکار  
کے سامنے آتا ہے سوئیے۔ فرائض کا یہ حال تھا کہ کبھی  
سے ٹھہرا دیتا تھا یا کہ۔ یہ عقیدت مندی کے اعتبار کا  
عقل تھا۔ اگر وہاں دو غلیٹ تھے ان کی کوئی منت نہ تھی  
میں کہ باوجود غریب تو وہاں کی حقیقت مندی  
بائی آگئی تھی۔ آپ بھی چہ دوسری افکار، غلیٹ تھی  
دوست کہہ کر کہے کہ وہاں بھی رہتے تھے۔ وہاں سے اپنے  
دشمن سے ہوا تھا۔ نہ کہہ لے گی حوزہ کی حاجت پہلی  
دیتے ہیں ان کی چہ ہر انت کار عہد کا تم نہیں ہوتا تھا۔  
ان کا گفتہ تو ای وقت آتا تھا جب اپنے کسی عہد کو  
میں نے عہد کا میں نے دیکھا ہے کہ ان کی جلی ہوئی تھی  
کی لاش پر ہوتا تھا کہ میں نے دیکھی تھی ہے۔

میں نے اسے قیادار کا اہل دیانت قرار دیا۔  
 حال ہی میں جس کو مجھے کسی طرح کی طرح سے مل گیا۔  
 قیادار نے کہا: "اگرچہ وہ دوسری طرف سے  
 اور قیادت کے لئے دوسرا۔  
 میری سرکاری زندگی میں رہا۔ اس کی آپ کی سروس  
 میں رہا۔ اس کی سرکاری زندگی میں رہا۔ اس کی  
 میں تھا۔ میں آپ سے مل گیا۔ میں نے  
 میں نے اس کی زندگی میں رہا۔ میں نے  
 میں نے اس کی زندگی میں رہا۔ میں نے  
 میں نے اس کی زندگی میں رہا۔ میں نے

میں نے ایک بار دیکھا تھا کہ ایک شخص نے ایک بیل کو اپنے گھر کے دروازے پر لٹکا دیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس بیل کو اپنے گھر کے دروازے پر لٹکا دیا ہے تاکہ وہ میرے گھر کے دروازے پر لٹکے۔



شیطان چنگ کو کچ کر رکھ گیا۔ اسے ایک دم ہی دور  
 کاغذ والی رات آخر حالت میں آخری ہی گھر لوٹا۔ وہ  
 بہت دنوں سے یہ سوال اس کے ذہن میں اٹھاتا تھا کہ اس کا  
 جو بپ اس نے چھوڑی انگوڑی منگھوں میں چاہا۔ اس  
 جو بپ کو پا کر وہ کب مٹی۔ چھوڑی کا انداز تھا۔ ہر قدر کہ  
 ایک بار ہاتھ سے گل چائے واسے نکلا۔ گودا بدو اپنے بچوں  
 میں رو پٹ کے لیے بہا تپ ہے۔

ہو رہا تھا

”آؤ مجھے بازار جانا ہے۔ مٹی کی کچی سے مٹی ہے۔  
 تو کہ میری کس کس خیال سے گاڑی میں رکھا دینے لیکن اس  
 کام چور نے نکالیں دمی ہی نہیں۔ کتوں کے پیچھے تو بھرا  
 گودا ہوتا مشکل ہے۔ ویسے ہی یہاں اتنی بوجھ ہے۔  
 رہا تو ہاتھ میں ہے۔ سڑ پر دھانی وی کے جھک پر فتن  
 پتی صنوبر کے قریب بیٹھے ہوئے کشود نے اسے اپنا مسہ  
 بیان کیا۔

”بھوڑو تمہاری کہ ہر وقت قبول نہ تھا چائے میں  
 وقت بہا دگنی دگنی ہو۔ نی دی دیمو اسے حے حے  
 کے پر کمر آتے ہیں نی دی۔ ہر گاڑی میں تو اس سوتے  
 ہوئے نی دی دنی کے علاوہ کچھ دیکھے کوئی نہیں تھا۔ سہارا  
 دیکھو کتے اسیر سارے کھل آتے ہیں۔ ہمیں کوئی قسم رہتی  
 ہو تو دانی کی ہر کھیت کا کر بھٹی چنی ہے۔ یہاں ایک  
 وقت میں چھ چھلے سے فیس آری ہوتی ہیں۔ اوستا فیس  
 اسے حے حے کے ہیں۔ مٹی تو تاراموں کی عورتوں  
 کے پڑا۔ اور رات ابھی طرہ آج میں بھرا ہی ہوں۔  
 ذوقدارے ہو جاؤں تو ہڈی میں یہاں آکر اپنی پٹنی کی سرون  
 چڑھ کر چھل کی۔ قریبی دراجھے ساتھ بیٹھ کر کچا دانا  
 کے آجانی اخیر ابھی طرہ دیکھ لو تا کہ اگر میں کچھ بھول میں  
 جاؤں تو تمہارا دود۔“ کشود کی بات تو کھرا انداز کرتے ہوئے  
 صنوبر نے اس سے کہا۔

”آپ کو معلوم ہے آغا کہ مجھے ان چیزوں سے کوئی  
 دلچسپی نہیں۔ نہ مجھے کپڑاں اور نہ ہی کاغذی ہے اور نہ ہی مجھے  
 یہ ڈانے اور فیس کچھ خاص اچھی مٹی ہیں۔ اس لیے مجھے تو  
 آپ حلف ہی رہیں۔“ صنوبر کے طور سے پر شور نے ہے  
 ذرا نی کا اظہار کیا۔

”تمہارے خود کچھ تو تمہاری کتابوں کے سارا ہی میں  
 سب کچھ سہا کر ہے۔ اپنا کئی شہری بیڑی مرتے مرتے سمجھا  
 اچھا مرض کا کر گئی ہے۔ صنوبر اس کی سبذی پر چڑھی  
 غرض نہیں لگا انہوں نے مجھے۔ وہ تو مجھے ہانکی

اسنے کتبے میں جکڑے رکھے کا ہذا دست کر کے جاتا۔ اس کی  
 اس خلقت کا اندازہ کرنا تو فراموش ہونے میں کامیاب ہو  
 گئی۔ بعد میں بھی وہ مین دن شہر میں ہی مصروف رہا اور  
 اس مصروفیت میں اسے ماہ بانو کا دھپن نہیں آسکا۔ ذرا  
 فرصت کی تو وہ ماہ بانو کا گوں سے چاہتی تھی۔ چھوڑی انگوڑی  
 بتا دیا لیکن اسے معلوم تھا کہ ماہ بانو کا حصول تا مشکل  
 نہیں۔ وہ چاہتا تو اسے لیصل تھا۔ اسے بھی غرض تھا کہ اگر ابھی  
 اس سے سعادت نہ ہو تو وہ غصہ تھے اس لیے اس نے اپنی  
 صورت پر وہ بانو خیال اس سے نکال دیا تھا۔ اس وقت نوران  
 اور غیاث کچھ کو اپنے سامنے بکرا سے ماہ بانو ایک بار پھر یاد  
 آئی اور وہ ان کا ذکر پھر پڑا۔

”تیسری کی مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ ان کو نہ کے خال  
 خال نے چال ہے۔ وہ اس کے جاو کی گھر رہا کے۔ میرے  
 ڈیسے تو میں ان دونوں کا کسی بوجھ تھا۔ ایک وہ آپ کی میرانی  
 سے پہلے ہی فرما چکا ہوں۔ اب دوسری بھی آپ کے شا کرم  
 سے اپنے گھر دنا ہو پائے گی۔ اس کے بعد تو کس چنا ہے۔  
 وہ اپنے زور بازو پر آپ کی خدمت کرے اپنے بے خود  
 بندہ دست کرے گا۔“ غیاث مجھنے عاجزی سے ہر پڑا۔  
 ”تمہاری مالی اہلکار کا تو ہر شہر میں رہتے ہیں۔ نہیں  
 ایسا نہ ہو کہ وہ تیری دنی کسی شہری ٹرانے سے یہاں رہا۔“  
 چھوڑی انگوڑی نے کشود کا اظہار کیا۔

”میں نے اپنی دگ آئیں۔ وہی چھوڑی صاحب  
 اب چاہے وہ نہ کے لیے جو بھی لیصل کرے۔“ نوران نے  
 چھوڑی انگوڑی بات کا ہم سا جواب دیا۔

”اپنے بے کوئی بھی لیصل کر لیں گے وہ لوگ؟ اس  
 گاڑی کی کڑی دانی میں کس آتی ہے۔“ چھوڑی انگوڑی نے  
 نورانی اعتراض کیا۔

”اگر آپ کا عمر ہے سرکار تو سمجھ میں ماہ بانو دانی  
 سمجھ آئے گی۔ ہم آپ کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں  
 ہو لے دیں گے۔“ چھوڑی انگوڑی کا مواد کچھ کر لیا تھا مجھ نے  
 نورانی شہانہ دہانہ اپنا دیکھ کر کس ایسا نہ ہو کہ چھوڑی ایک بار  
 ہر تھے سے اٹھ چائے۔

”تم چھوڑی مرضی کے خلاف کچھ کرنے کی ہمت بھی نہیں  
 رکھتے۔ وہاں تو گاڑی دانی دانی آتا ہوگا۔ وہ خود سے آتی تو ہم  
 اسے زور دیتی لے آئیں گے۔“ چھوڑی انگوڑی ماہ بانو کے  
 معاملے میں اس قدر دلچسپی کیوں نہ رہا۔ پہلے تھا وہ  
 نوران کی کچھ میں نہیں آسکا لیکن جب نوران نے چھوڑی  
 انگوڑی کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں نظر آن







آپ کو بس روزانے میں مشغول رہنا ہے تو ہم اپنے پروگرام میں تبدیلی کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اس میں تو یہ پروگرام آپ کے لیے دستیاب ہو گیا ہے۔ باقی افراد کو بھی یہ پہلے ملے گی۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر میں انکار نہیں کر سکتا۔ آپ ہی  
اس قدر خیال داری کے بعد تو انکار کی کھانسی ہی نہیں آتی۔“  
چودھری انکار کی بات سن کر حیرت و غصہ سے خود اپنی دھماکانہ سی کا  
مٹھ پکڑا۔

”آپ تو مجھ پر اب بھٹکے گی دوپہر کو ہی جی ہانگتی جا رہے  
 گا۔ دوپہر کا کھانا تو میں ساتھ کھاؤں گے اور پھر تیار ہو کر  
 نکل پڑیں گے۔ آپ کو صرف دہانا چاہیئے ہے، واقعی کے  
 انتقامات دہری طرف سے ہوں گے۔“ شمریہ نے کہا۔  
 کرتے ہی پورہری کا حراج اور بھی خوش گوار ہو گیا۔  
 ”آپ گھر نہ کہیں میں بالکل ہی وقت پہنچی ہوں گا  
 گا۔“ شمریہ نے اسے سکلی دی۔

”اس وقت میں انھار سے گم ہو چکی تھی کہ ایک شخص مجھے اپنے لیے قولِ حق لے کر آیا۔ شہر و دیہات میں اس کا ٹھکانہ تلاش کرنا میں کبھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اسے مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔ پوری صاحب! آپ نے ارادہ کیا کہ آپ کی بیٹی اس شخص سے بات کریں گا لیکن آپ جلد عادی ایک بہت خوش گواری ملاقات طے ہوئی ہے۔ وہ کچھ عجیب لگا کر میں اس سے ملنے بہت عجیبہ و غریب لوگ کا منہ نہ کھولیں۔ اس لیے بھر ہے کہ میں اس وقت خون پر ہی آپ سے بات کروں۔“

”بہت شوق سے اس کی صاحب اڑے مجھے نہرت  
ہے کہ اپنا کیا معاملہ ہے جس پر آپ اسے تنبیہ فرمیں  
موت ہے ہیں“ پھر چلی اور بچا کر نکلا۔  
”بچہ ابھی معاملہ ختم ہو گیا جس میں مجھے مٹا ہے کہ  
آنے والے وقت میں یہ معاملہ کی تکمیل ہو گا ہے۔ اصل  
میں کل کے انہار میں ایک کام بھی ہے۔ کام کار نے تمام  
راست کو مٹا کر ڈال دیا اس کے کسی نہ کوئی شخص کام نہیں کھا  
لیکن اس نے وہی طریق کی اتر جات پرانی تنہائی ہے۔  
اور اس تنہائی جس میں اس نے اپنی جگہ سے نہیں جو  
تمام راستہ ہی آپ اسے حلقہ سے نکلتے ہیں۔ اس نے کھ ہے  
کر کئی دیکھا آدمیوں میں بنیادی سہولت کا فقدان ہے اور  
اگر کوئی سہولت موجود ہے تو بھی اس کے فرائض صرف ہانے  
لوگوں تک محدود ہیں۔ بڑے آدمی اور ذہین آدمی نے  
حزروں کا جتنا حرام کر رکھا ہے۔ وہ طریق طرہ کے

[illegible]

”جانتے ہیں اسے یہ صاحب! یہ کون کی کی دانتیں۔ ایسا تو اگلی لکھ چاہتا رہتا ہے۔ میں اس کے حق جھوٹ بولنے پر تیار ہوئی کرتا۔ اگر یہ حق ہے مگر تو اس سے مجھ ایک کی ذات پر ضرب نہیں پڑتی۔ میرے ساتھ نہ رہے۔ حق اس الزام کی زد پر آئے ہیں۔“ چودھری بھڑک اٹھا۔ وہ دیکھ کر اسے شہر یار کی بات کاٹ کر کانٹوں سے بھی ڈانٹنے والے انداز میں بھڑک اٹھا۔

”یہ تو مجھے بھی معلوم ہے چودھری صاحب! لیکن میں نے کھانا نہ کھا کر اس نے اپنا کام کرنا تو دیکھنا طافون کی بیوقوفی صورت حال کے وہ بے شرم کھائے لیکن کچھ تو اس شخص ایسے آئے ہیں جن سے واضح طور پر پتہ چلا کہ وہی طرف اشارہ ہوتا ہے۔“

”آجھا، وہ کون سے پانچ ہیں؟ کچھ ہم بھی نہیں۔“  
 چوہدری انکار کے انداز میں اب بھی بے یازگی تھی۔  
 ”کالم کار نے تمہارے گھر کو دوسرے نوایتے بھی دیے  
 جو اپنے علاقے کے خزانے کے علاوہ ہیں، جیسا کہ میں نے  
 تمہیں بتایا تھا۔ ان دایروں نے پوری سرحد کی آوازیں سنا  
 دیاں ہیں۔ انہوں نے کوئی فرقہ نہیں کیا۔ وہ آ رہے ہیں کہ اپنا  
 دایروں کی مرضی کے خلاف چلے کر رہیں گے تو ان پر کوئی  
 سختی نہیں آئے گی۔ یہ دایروں سے ان چاروں سوئٹرز پر  
 رکھنے کے لیے اپنے علاقے میں جیہاد کا مکتبہ بن رہے  
 ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ اگر حرم چار گھر کو کچھ دے دیتا تو ان  
 کی لڑائی کے نتیجے سے نکل جاتے۔ انہوں نے سرحد  
 طرے کے مختلف حصوں سے اپنے علاقوں میں قبضہ کر لیا۔ وہ  
 بڑے بڑے، ہر سب سے اچھے اور کبھی ضرب جو کر رہے  
 گئے ہیں۔ اب وہ آپ کے علاقے میں بھی آ رہے ہیں۔  
 اب انہوں نے کہا ہے کہ ہم انہیں دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی  
 جڑوں کے خون پینے کی کالی پڑپ کر کے ان سے اپنے  
 دریاں کا نشانہ دیا اور ان کے علاقے میں۔ ایک علاقے کے

باد سے میں تو یہ اطمینان بھی ملی ہے کہ وہاں چھوٹے  
 زمینداروں سے زیادہ دینی برائی مان کر کے موٹے پوسٹے  
 کے تالوں سے نقش پر وہ وصول کی جاتی ہے۔ اس پر ہر کو  
 خرد وین کی گہر پر چڑھا ہے۔ تاہم اس پر زیادہ دین کے  
 ساتھ تو کچھ کچھ کام بھی ہے کہ لیتا ہے۔ کالم چار سے یہ بھی  
 ذکر کیا ہے کہ یہ ہر چھوٹے زمینداروں نے فیصلہ کیا کہ  
 وہ یہ زمین دینی کی بیعت میں چڑھ گیا ہے۔ بیعت لینے  
 والے کو جس سے ان کے اس ادارے کی طرف توجہ اس نے  
 کچھ نیچے نظر نہ دیا۔

کرتے کا کھانا کر دیا۔ اتفاق سے مجھ جیسے کے پانی سے  
اور در کے چھوٹے گاؤں، دوپہر توں کوکھ کے لیے چلی  
چلی یہ جاتا ہے اس نمبر کی کوکھ کا کوکھ ہے کہ جو اور  
وہ کہ اس پر لگا ہے، مگر کھانا کھانا ہے کہ جس کی  
اور، سوچا ہے اس سے چھوٹے چھوٹے پانی کی سرخی کا  
جہاں اس طرف دیکھا کہ اس کے علاقے میں پانی کی چٹانی  
ہو گئی۔ پانی کے تو کئی ٹھکانے اور کھانے کے کھیت  
چھوٹے دیکھ کر اس نے کھانا۔ پانی کو کہہ کر کھانا کا نظام  
دیکھا کہ اس نے کھانا کھانا کے اور کھانا کی سرخی کی سرخی  
جرات میں۔ اس کی سرخی وہ معلوم ہے جس کا مشہور کھانا  
حسرت میں لکھتے ہوئے اس سے ملتا کہ اس میں حاصل ہوتی

[illegible]

... کو تو کہیں سے بی بی امی والے میرے ساتھ تھے۔  
میرا بھی نہیں رکھے دوں گا میں نہیں چاہتا۔ اچھا اچھا  
بھروسہ کروں گا کہ تم جی کر کے بی بی کے وہ یہاں سے۔  
دھری انھیں رحیم بخش کر دے۔

[illegible]

”ایک معاملہ تو یہی ہوگا کہ آپ کا حق تو  
 ہے اس کے لئے حکومت اور قرضہ حاصل کیے جائیں گے  
 دوسرا معاملہ اسکول کی توسیع کا ہے۔ اس مسئلہ میں  
 سے بچاؤ میں کئی درخواستیں مہرور ہیں۔ آپ اگر اسکول  
 کا قیام دین میں اپنی محنت کے عوض سے دست بردار  
 ہیں تو ہم یہاں اسکول کے لیے چند چارے کر کے قیام کر  
 دیں۔“ (پھر آپ چاہیں تو میرے پاس ایک دوسرا آئیڈیہ  
 ہے کہ آپ کو کوئی طرف سے دو زمین اسکول کے لیے  
 کر دینے کا ارادہ کر دیں۔ غرض زمین ہے آپ کے  
 کام میں۔ لیکن آپ نے گراں کام کیے ہیں۔ اس  
 آپ کی ایک ہی کی طرف سے جو جائے کی اور پھر یہ

[illegible]















”تو بہت کچھ ہے، تجھے کہ میں سمجھا رہا ہوں، اور چارہ کہ ہے، یہ ان دنوں پابندی ہے۔“ چوہدری فخر کو نظر انداز کر کے شہر پر اور اقبال بازار سے محاسب ہوا۔

”خدا ہاں پابندی تو ہے لیکن چوہدری صاحب دودھ سے انکار نہیں کر پائے کہ یہ چارہ ہے۔ بس انہوں نے محاسن میں اس کی محکوم کر دیکھ کر فرمایا۔“ اقبال بازار دوا، پیسٹ، تیل وغیرہ ہوتے ہوئے بھی ایک ایسے جانور کی جگہ ہے جس کے خلاف یہ پابندی ماحولی، یہ چارہ نظر دیا۔

”یا اچھا نہیں ہوا۔ ایسا نہیں ہوتا چاہیے تو۔“ شہر بازار کو ختم ہوا۔

نے فریاد کیا اور ان کی اور ان کوں کے ساتھ دھانسی پہنچا  
چاہا اور کہا: یہاں سزا میں نے ڈھائی گھنٹے کا انتظار کیا  
ہوئے کے انتظار میں شروع کر دیے۔ دو گھنٹے بعد پھر  
کی ٹھانسی کی جھلپوں کی دوپہر کے شام کے بیڑوں میں  
تھیں۔ کھانا تیار ہونے کے بعد گائی کی قہر شروع ہونے لگی  
ہوئے بازو ہلکا ہلکا تھک گیا۔ آخر چھ گھنٹے کا  
قہار بعد کو ٹھنڈی کر دے تھے کہ کھانا خوش وادار سے کھان  
شیر پارا اور پھر کھانے کے آگے سوز کی وجہ سے لطف نہ ہوا  
ی کی گئی۔ شام سے گراں ان لوگوں نے اپنا سامان سمیت  
والوں کی تیار کرنا۔ شہر پر جس جیپ میں بیٹھا تھا اس میں  
چاروں نے اتر کر بیٹھ کر چلے۔

”آپ کے لیے ایک غریب غریبی ہے اسے ہی صاحب  
میں نے آپ کے شر سے محفوظ کرتے ہوئے اپنے حلقے  
کی ترقی کے لیے جو اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بھئی  
ایک سو اسی کھلی انوں سے موت ہوئی ہے۔ اور ان میں  
اور دھڑکتے ہوئے ہیں اور ہر طرف غریب ہے۔ آپ  
بیکھیں، یہاں اور وہاں کے قاتل ہیں انکی سو اسی  
سروں شروع ہوئی ہے۔ میں یہ کام کرنے والا ہوں  
ہوں گا۔“ آپ بیکھیں لی دنیا سے نکلنے والی کسی چیز  
چوہری انکار نے شروع ہو کر وہ انکار ہو۔ شروع ہو کر انکار  
ہو کر کام نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ وہ انکار ہو کر انکار ہو کر انکار  
نہ ہو کر وہ انکار ہو کر انکار ہو کر انکار ہو کر انکار  
کرنے کا خیال آ رہی تھا تو اپنے حلقے سے کسی سو اسی سروں  
شروع کر کے انکار ہو کر انکار ہو کر انکار ہو کر انکار  
اپنے اسیان کے انکار ہو کر انکار ہو کر انکار ہو کر انکار  
میں نے کوئی اور نہ تھا کہ ان کے انکار ہو کر انکار ہو کر انکار  
سے ہر طرف نکلے۔ یہیں اور جہاں جہاں کام نہ ہو کر انکار  
آئے۔

[illegible]

طی کہ چھوڑی افتخار و فخر پر کیا ہوتا ہے۔ اس اسلام کو کون کر  
اس کا کون سا کون ہو گیا۔ کہ جسے تو اس سے شوق اور اس سے  
کی تحریکات میں شرکت کی اور جسے شہید ہوا کہ اس کے بعد وہی  
وہی ہے کہ اس وقت سے وہی اس کے بعد وہی ہے کہ اس  
مسلک میں ہے کہ۔

[illegible]

"ہاں ہے۔ اب وہاں ہاتھ لگائے گا تو  
 ہے۔ کب تک چلتا ہے اب تو کب تک شرمسار رہا کرتی ہے  
 لڑائی ہو جاتی ہے۔ کب تک کب تک چلتا ہے۔" "اگر  
 چلتا ہے تو کب تک چلتا ہے۔ اس وقت کہ جس میں وہاں ہی  
 ہو گا۔ جس میں وہاں ہی ہے۔ اس میں وہاں ہی ہے۔  
 کے لئے کہ وہاں ہی ہے۔ اس میں وہاں ہی ہے۔  
 لگی۔ وہاں ہی ہے۔ اس میں وہاں ہی ہے۔  
 لڑائی ہو جاتی ہے۔ اس میں وہاں ہی ہے۔  
 لڑائی ہو جاتی ہے۔ اس میں وہاں ہی ہے۔  
 لڑائی ہو جاتی ہے۔ اس میں وہاں ہی ہے۔  
 لڑائی ہو جاتی ہے۔ اس میں وہاں ہی ہے۔

”آیت ہے اچھے کس دیر سے، تو بھی لکھو  
 ہر جہل فیس آ، کے لئے تھوڑے سے لیکن تیرے ہاتھ  
 کا ہے۔ ۲۰۱۰ نوے کو چاروں سبیل فہم ہے۔ تیرے  
 کافی جس دیر ہی جتنی کی خوش است چندوں کے۔“

میں نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔  
میں نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔

کے دلوں میں یہ چین ان کی پٹلی بھی بڑی مشکل سے صحت  
مناہت کے بھری تھی۔ کئی سے کام پر جان بوجھ کر  
میں تیار افریں جاتا ہے تاکہ وہاں کا ساتھ دے۔ ان لوگوں کی  
صحت کھینچ رہی تھی تو وہی کہانی وہ چار دیکھنے میں نہیں  
سکاتی تھا کچھ نہیں ہے۔ بڑی مردانوں کے ہاتھ تو اسے یہ  
وقت اچھا نہیں لگتا ہے۔ اللہ رحمہ سے کہ یہ وقت  
نہاں۔ اس کی ساری توجہ ان لوگوں کے یہاں دینے کے  
لیے نہیں کیجیے گی۔ دیکھ لو کہ شوق کی تحریکات میں بھی  
چہ نہ سمجھ کر۔ اسے پہلی ہی ہے۔ بے لے دے کر ایک تو  
فی ہے جو ان کا ساتھ اسے کھینچ رہا ہے۔ "مومن ہوا تو کو  
کچھ نہ ہے۔"

[illegible]

”تم نے اور امانے مجھے عمو کا دے دیا ہے یہ ہے کہ تم نے  
 اسے نہ کہا تو کہہ دینے والے دن مجھے اپنے ساتھ ہی لے جائیں  
 گا۔“ اس کے ادا ہونے پر ذی قہار جہاں چھوڑ کر چارہ گاہ پر  
 آؤ گا تو کہہ اور اس نے چارہ گاہوں سے غصہ کرتے ہوئے  
 فرمایا۔  
 ”میں مجھ کو کچھ میری بیگم ذی قہار سے لے کر آ رہا  
 ہوں کہ اس کے پاس کچھ ہے۔“ اس نے اس کی بات سن کر  
 تو اس کا ہاتھ اور سانس کے ساتھ ہاں دے کر جواب  
 فرمایا ہے۔ اس نے اس کے پاس آ کر اس کے ساتھ بیٹھ جانے لگا۔



[illegible]

یہے کہتا ہے کہ میں قانون کی نوبت آگئی، انہی کے ہاتھ آگئی  
 تھی کہ یاد دہرا کر آگیا ہوا، مگر کچھ بھیجیں تاکہ آپ کو  
 سرکاری دنگا اور آکر ان کے سامنے تشریف لارہی ہو جا کر  
 اب آپ ہی بخیر فریب کی کہہ رہیں۔ خدا کرے، یاد رہی  
 دانت کھارے کہ جو ایک مسافر آکر گا۔ اس سے چارے کے  
 پاس اپنے اور اپنے خرداؤں کا بیٹھ کر نہ کے ہے ہاتھیں  
 خوار سار لوگ کھانا لیکن خیر ہے صہن کا کھانا بھی نہیں رکھا  
 چاسکا تھا کہہ رہی ہیں کہ کئی کے آئے ہاتھ نہیں پھیلا  
 تھا، صہن کی خاطر میں ہاؤں ہاؤں کے پاس تھا اور تھوڑا  
 تھوڑا کھانا کھا لی۔ رجب بڑا کچھ دیکھ کر مسافر کی توجہ میں  
 مارا معاملہ آگیا۔ میں نے کھارے سے فصیح پوچھی۔ اس نے  
 سارا کی بتا دیا۔ اس وقت وہ مسافر خاصا خوش ہوا لیکن کچھ  
 اذاتوں سے بھی پہلے کھارو دیا کہ بتایا کہ ۱۰ روپے جا رہے  
 ہاتے ہیں۔ وہ کھارو ایک چوٹی ہی پوچھی تھی۔ ساتھ ہی بھی  
 تھوڑا کھانا دیا تھا۔ اسی گرائی آ رہے۔ میں کے جانے کے بعد  
 کھارے پوچھی مصل کر دیکھی تو میں شہینے اور رہے۔  
 میں اس کے کونین ہی بھر گئے۔ کچھ کا کچھ خوب بھی مہر  
 ہوا اور کئی ہی پڑتی تھی اور کئی۔ مہارے کچھ ہا کچھ  
 ساری ہر کھارو راست سے تھیں لے دھروں کو لے کر  
 والے کے ہاتھ اس کا دامن بھر دیا۔ کونین کے تھیں  
 مٹی کا کھارو لے کر دیکھو اور ہی وہاں سوچو ایک  
 بڑے کے ایک قصہ ہر کھارو راست کے بارے میں حنا  
 اور خوب اور کئی کی تھے تھے بڑے۔ ساتھ ہی تھے۔  
 تو وہ کئی ان وقت ہر مصل میں آتا تھا۔ کچھ تھی یہ  
 تھے چاہے جو تھوڑا ہی طرف سے کھڑ کر پھیلا گئے ہیں۔  
 لیکن حقیقت منفی کے پہل میں چنے والے کو کچھ  
 بات سمجھا بہت مشکل تھا۔

”اپنے چوہری صاحب پر بھی ان کے وادہ خور کی  
 بی بی تھ کر رہے۔ ایک کچھ ہے کہ کچھ کچھ ہیں۔  
 ہیں۔ خبر کی تو کچھ کچھ کوئی کچھ کی کچھ ہر کھارے  
 سان کا غضب آتا ہے کہ کچھ کچھ کام میں ہاتھ آتے ہیں  
 قاعدہ ہی پاتے ہیں۔ اب کھارو ہی قصہ سنو۔ چوہری  
 صاحب اپنے دوستوں کو لے کر کھارے گئے تھے۔ کھارے  
 لگے تھے کہ کچھ اور کچھ میں کھانے کھانے کی ترغیب ہے  
 کی اور تھوڑا دیر اور کھارو کرے اور کچھ تو میں کے کچھ  
 اور کھاروں کے ہاتھ پڑو گئے۔ اب بتاؤ۔ ہاؤں کی  
 دھنی میں کچھ ہے کچھ ہے کچھ چوہری صاحب کے ساتھ  
 جانے والوں نے تھوڑا کچھ کچھ تھوڑا ہاؤں دیا ہے

چو چری صاحب کے سامنے آئی جیسے کہی سے ان کی خدمت میں بھیجا ہو۔ کو اس سے اپنے ہمراہوں کی رحمت کرو۔ کل رات ہی اولوں اور اس نے جین کاڑے۔ ساتھ باور کی کھان اور اس کی منڈی بھی ہے۔ چو چری صاحب دونوں چیزوں کو کھو کر کہ اپنے کو مانگ دوم میں جوئے کا اور دوسرے جین ہیں۔ "سارا قند نے ان کو حلیت مندی میں ادب بھرا حقین ماروں کے ہاتھ وہاں میں چنے گئے۔ وہ ایک اہمیان قاک چو چری اکثر گاؤں میں موجود ہیں۔ اس لئے وہی کر نسبت ہو یا دور اپنے ارد گرد لاتے تھے اس کو محسوس نہ کی۔ چو چری اکثر ہادی قار اور ہادی کی بھی اپنے قار کو چھ سے کس جانتے رہتا۔ وہ قندوں سے اس کے قاقب میں اس وقت تک کہ جتا ہے جب تک اسے شکر نہ کرے۔ ماروں کو کھ سکتی تھی کہ چو چری اکثر پیچے سے محبت گائے سے قار کر کے کے تیرہ رہتا ہے۔ اس کا اندازہ غلام بہت نہیں ہوا۔ ہمراہوں کے رخصت ہونے کے بعد ہی اس کا کام پیشے کے بعد جب سب گھر والے ستر پہنچے تو دیا تو نے رات کی ناگہانی اور محسوس میں گئے وہاں وہ آواز مٹی۔ آواز کی جیسے کہی اور چھانک کر اندر گرا دیا۔ ہادی کی راجہ کی فری میں منت بہت دور تھی۔ خوش اور ہڈیاں اس کی پیڑ پیڑی اور ہادی کی شہرہ صحن کے اور اس سے تیرہ تھیں آری تھی۔ اب جاس سے دیکھ کر تو ہادی جان سے کاتب کی پیڑ پیڑی سے رنجی تھی کہ چو چری کے تر کو اس بہت کچھ ہوئی۔ مندی دینے والی آواز اس کی انسان کے گونے کی یاد کی تھی اور میرا نے چھانک گئی ہے۔ پہلے یہ قند کی کراہی اور قار اور چھوٹے سے اپنے بڑے سے بچے تک تھے۔ اب بڑے بڑے سے چھوٹے اس سے اپنے بڑے کی سیاہ چادر لپیٹ لی تھی۔ اور چھوٹی ہوئی بہت آہستہ سے گئے اسے اور اسے تک کی لھا جس سے میں وہ آہستہ کو آہستہ پہنا ہوا کر دیکھ کر کھڑی رہا اسے باور دہی نہیں اور کھڑی رہا اس نے کھڑی ہوئی بہت آہستہ سے اور بھاگے اسے چادر پالا۔ اور بے اور اس سے چتا ہوا اور یہی وہ آواز سے کی طرف بھاگے۔ لھا اور کھول کر اندر بھاگے چاہتا ہے۔ وہ تھوڑی سے حرکت کی اور کھڑے کے اور آواز سے کھڑے اور چھوٹی تھانے کی طرف چھوٹی۔ یہ چادر کی وہ سے اس کا دوسرا کھڑے کا ہے۔ یہ قار اور چھوٹی اور چھانک کر آنے

[illegible]















قہار۔ دو لوگ جو اسے پسند آتے تھے، ان کے ساتھ آگے کا رہنا۔  
ایسی ہی ہوتا تھا۔

"جیسے بہت اچھی بات ہے آپ نے۔"

"نکھر میرا" شہرہ کی تحریک پر، اس نے آقا اب بھی کہہ  
گیا۔ اچھی ان لوگوں نے شکل سے آگے بڑھ کر چائے کی پی  
ٹی کر کے سے جھٹک پیا اور میں ہلکے ایک لڑکی دھڑ سے  
دور اندر کھول کر اندر داخل ہوئی۔ لڑکی کا چہرہ خوبصورت تھا  
ہوا تھا اور وہ کھڑی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"کیا بات ہے بی بی؟ آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

عبدالمنان فوراً اگرت ہوا اور لڑکی سے بچا۔  
"لکھنا سے ہی صاحب سے ملنا ہے۔" لڑکی نے کچھ پاتی  
ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"فرمائیے کس نام سے؟" میں ہوں اسے یہ شہر یا مدلول۔ آپ  
کو مجھ سے کیا کام ہے؟" شہرہ پارہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوا۔  
لڑکی کی شکل میں نکھلا نظر آتی تھی اور یقیناً شہرہ کی آمد کا  
اعلان بن کر وہاں آئی تھی۔

"میں بھی بہت مشکل میں ہوں۔ مجھے آپ کی مدد کی  
ضرورت ہے لیکن میں اس کے لیے میں آپ کو اپنا مسئلہ  
بتاؤں گی۔" لڑکی نے جواب دیا اور آقا اب سے بھرتی  
ہوئی جی آنکھوں میں امید لیے شہرہ کی طرف دیکھنے لگی۔  
شہرہ نے دیکھا کہ عبدالمنان اس کی طرف سوالیہ نظروں  
سے دیکھ رہا ہے۔ شہرہ نے اپنے سر کی پیش سے اشارہ کیا  
جیسے کہتے ہوئے عبدالمنان نے فوراً اپنی جگہ چھوڑ دی۔  
مشاہیر صحت اور باطن آقا اب نے بھی اس کی پیروی کی اور  
سب کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے دیر چھتے ہی لڑکی  
نے جھپٹ کر سے گاؤں اندر میرا کیا اور شہرہ کے سامنے  
آکھڑی ہوئی۔

"تھک چکی ہیں۔" شہرہ نے اس سے کہا تو وہ کرنی ہی  
چھوڑی۔ اب وہ دھڑ سے متھکن کھڑی تھی۔ اس نے چہرے  
پر سے چادر کا خوب بن دیا تھا۔ خوب کے پیچھے سے نمودار  
ہونے والی اس کا بھلا بھلا شگاف چہرہ چاند بن کے لچکا ہے۔  
اسی شہرہ پر وہ دل و سمجھوت کر گئی۔ وہ اس چہرے کو اس سے کل  
چھوڑی لڑکی کی سولی میں بھی دیکھ چکا تھا۔ اس وقت اس  
نے اسے صرف ایک نگرہ ہی دیکھا تھا لیکن اب بھی اس کی  
یادداشت میں وہ چہرہ محفوظ تھا۔ اس وقت بھی اس نے اس  
چہرے میں کشش محسوس کی تھی وہ آج بھی وہ دیکھنے لگے بغیر کس  
رہا تھا۔ وہ ایک ایسے طبقے سے تعلق رکھتا تھا جہاں لڑکے  
لڑکیوں کے آزادانہ میل ملاقات کو محبوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

ان نے تعلیم بھی نہ دے تو تھوڑے تھوڑے تعلیمی اداروں میں مصروف تھی  
یہاں ایک سے زیادہ کمرہ ایک مبین اور طرح وار لڑکی نظر آتی  
تھی۔ شہرہ یاد دہانی کی چیز سے کچھ ترپوں سمیت ٹھیک ہوا تھا  
لیکن اس نام اور سادہ لڑکی کے صحن میں کچھ لگتی بات  
تھی جس نے شہرہ کی نظر کو ہانڈھ لیا تھا۔ لڑکی اس کو خود  
ہاں نظر میں نہاسے دیکھ کر داسا سمجھائی تو شہرہ وہ لڑکی  
پارٹیشن کا حارس بنی۔

"جی فرمائیے، میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟" میں  
پلٹے پلٹے آپ مجھے پتا نہ تھا۔ میں۔" وہ فوراً ہی اپنے فرائض کی  
طرف پھٹا۔

"نکھر نام، وہ لڑکی ہے جو مجھے چھوڑی لڑکی کا نام  
کے بنگلے سے بچنے کے لیے آپ کی مدد کر رہی ہے۔" لڑکی کی  
بات سن کر شہرہ پر ہلکی سی طرف پرکھ۔ اچھی وہ اس سے میں کوئی  
سوال نہیں کر سکتا تھا کہ وہ وہ لڑکی اور سے کھلا اور باطن آقا اب  
تیجی سے اندر آیا۔ وہ پتہ نہیں چلا گیا وہاں تھا لیکن اس  
شہرہ اس کے وہ دور دور دورہ کرنا نہیں سمجھتا تھا۔

"چھوڑی لڑکی، سب اسی طرف آ رہی ہے۔ یقیناً  
مجھ سے ملنے والے اسے اس کی طرف ان تک پہنچانی ہے  
اور اب وہ آپ سے ملنے یہاں آ رہے ہیں۔" باطن آقا اب  
کی ادنی ہوئی اطاعت نے کسی خون شگاف لڑکی کی طرف لڑکی کو  
پھر سے کامیاب ٹھونچ کر میں میں اسے زور دیا۔ وہ جس  
سے بچنے کے لیے یہاں آئی تھی وہ وہاں یہاں آ رہا تھا۔ چند  
کر سٹوں کے سوا باطن طرح کے فریج سے جاری اس خان  
کمرے میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اور یہاں شہرہ ایک  
روشن دان نظر آ رہا تھا لیکن اس میں بھی سلاش موج رہی۔  
وہ دور دورہ کھول کر ہاتھ لگتی تو چھوڑی سے سامنا لڑتی تھا۔  
اسے پتہ تھا لیکن کس دے رہا تھا کہ اب کہاں جائے؟ خود  
شہرہ پر بھی پتہ چلتا ہو گیا تھا۔ وہ اس لڑکی کو ہاتھ یہاں آج  
مقتصد بن چکا تھا۔ پوری بات تو اس کے صحن میں نہیں آتی تھی  
لیکن یہ سب تھا کہ اسے چھوڑی سے کوئی شہرہ کہہ کر انھیں  
اور چھپا رہے وہ اس صورت حال میں چھوڑی لڑکی کا ہاتھ لگا  
یہاں دیکھ کر وہ بھی غصہ نہایت ہوسکتا تھا۔ اسے یہاں  
دیکھنے کی کچھ بات کہ وہ اس کے خلاف مدد دینے شہرہ کے  
پس آتی ہے۔ یعنی وہاں اس وقت چھوڑی طرح غلغلے میں  
نکھڑی ہوئی تھی لیکن شہرہ یاد بھی کیا کر سکتا تھا؟ نہ تو وہ خود  
بھپسنے کی کوئی صورت تھی اور نہ ہی چھوڑی لڑکی وہاں آتے  
سے۔ اکا جاسکتا تھا۔

جہاں ہے



اسقادی

# گلاب

تیری قوم

پھارے، سماج میں قانون دانوں میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کی ہانگ  
 زور جب مالک سماج کے قوانین نفاذ میں پہنچتی ہے، تو اس کا معنی  
 پس رہا کہ وہ حاکم ہیں مختلف مشقات میں تقسیم اس نظام قانون  
 کی بھی کئی بات ہیں۔ بالا تر طبقہ کی حکومتوں میں قانون کی اس  
 تعریف و تشریح دہی رہتی ہے اور یہ تشریح کتاہوں میں درج  
 رواشوں میں تشریح و تفسیر ہے۔ یہی وہ ہیں جس میں قانون  
 صلب کی لیے ایک جہتیں دی ہیں ہنگ سسٹر اور جان کا سنا ہے۔ جہاں  
 مخالفت اور مچھلی جس کو تو ذکر اور کمزور مچھلی بچ کر نکلتی جاتی  
 ہے۔ پھینکا دی ہے جو درجہ میں ہے۔ یہ ہو محبت کا کو رو پھلور جو  
 ساتھی سے تہ ضلوع میں تقسیم معاضوں کا تھوڑے کو کم محبوب کا  
 منتخب کرتی ہے۔ یہ تو میں ہو جاتی ہے۔ بل ضلوع کی پروا کرتا ہے  
 اور نہ ہی ضلوع اس کا راست روٹ مشکل ہے ایک اسے آزمائشوں  
 سے سرور گورماں زہا ہے، زندگی کی سعادت اور وقت کا ذخیرہ  
 سے قسمت کی بات اور ملنے کی چالیں ہیں۔ کہیں بازی ہٹ  
 ہو۔ یہی ہے گرو وقت اور تو نہیں۔ مگر ملنے ملنے کی حاکم  
 ہے۔ اس وقت تہ پھلور کے تھوڑے سے بیت۔ ہانی بہ چکا ہوتا  
 ہے۔ جرم تقسیم شامی، حاکم ویر اور ہمارے محو کے کوں گھوڑا  
 آزمائش کا ایک ایک ہی صدمہ در صدمہ



کے بہت تیزی سے بیت رہے تھے۔ چہری اظہار  
 کسی کی لیے جاس کا سنا تھا۔ وہ لکھا جاتا تھا کہ اس کے لیے  
 یہ ہوا تھا۔ وہ اپنے بچاؤ کی قریب امیہ کے طور پر اس سے  
 لے کر تک پہنچی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اسے کی ہوا  
 راست چہری سے اس کے لیے کر لیں لے سکا۔ جہر کی  
 فکاس کی چہری سے اس کا حال ہو کر کوئی نہ لے کر لگی تھی  
 لیں آ رہی تھی۔

”بلیز سر! تھوڑے ہی گرج چہری نے مجھے یہاں دیکھ لیا  
 تو بہت برا ہو گیا۔“ ماہی کو اور دیکھ کر کئی کئی بار تو تھوڑے سے  
 ہوا لگتی تھی کہ شہر پار ہو، ابھی طرح چہری سے کہے کہ  
 ہانگ لے چکا تھا۔ یہاں کوئی لگی اس کے ساتھ ہو کر لگی تھی  
 کے چہرے پر اب تو کچھ چھائی ہو گئی۔  
 آپ ادھر آ جائیں۔“ مگر آتھ چہری اظہار

کے تھے اظہار دینے کے بعد نہ موشی ترا ہوا تھا، ہاں  
 کا بلبل کر تو رہی مست ہو گیا۔ اس نے کتہہ سہا کے قریب  
 چا کر اس کے پچھلے سے سے کھلا کر لکھا۔ تجھ کو اور شہر  
 طور پر لکھ لکھا تھا۔ اس کے صرف اور چہری سے کو اس کو دہ  
 سے وہ عارضی فکرت کی تھی تھا۔ اس لیے جب مگر آتھ لے  
 کچھ سر سے کا اظہار تو دیکھا دیکھا کہ تو لکھا۔ اس نے  
 ہوئے سے وہ عارضی سوچ اور لکھی صرف مگر آ رہی تھی۔  
 اس کو لکھی کو کچھ کر ماہی کو کے لیے سے نہ لکھی کی لکھی لکھی۔  
 شہر پار کی تھی دیکھ کر تھی سے کہے کہ ماہی کو اس کو لکھی  
 سکول اور۔۔۔ اور طرف ایک۔۔۔ لکھی کہ مگر آ رہا تھا چھ لکھی  
 خودی۔ مگر آتھ اور اس کے مائی لکھی کے صرف شہر تھا۔  
 تھی لکھی سے تو دے پھینکی تھی۔ تو یہاں سے وہ لکھی تو  
 ہوا اور وہ اس کے سہارے سے وہ لکھی طرف لکھی۔  
 شہر پار کی سے لکھی تو وہ دیکھ کر لکھی سے لکھی













[illegible]

اس کی تعلیموں پر وہ ہونے خود بخود پانے کی روشنی  
 اور ہر کوئی سے رہنمائی پر وقت آنے والے آسمان  
 صاف کرتے ہیں۔ شہر اور اس کی جگہ پر ہر کوئی کا گناہ  
 اور کسی کی طرف سے جو وہ ہونے کا ہر کوئی اور  
 محنت کو ہر کوئی کے ہر کوئی اور ہر کوئی اور  
 خود کو ہر کوئی کی ہر کوئی اور ہر کوئی اور  
 سرخ اور ہر کوئی کی ہر کوئی اور ہر کوئی اور  
 شہر اور ہر کوئی کی ہر کوئی اور ہر کوئی اور

ہوئے اکثر کام پر عہد امتنان کو نواز دئے اور کھڑے ہوئے۔  
 عہد امتنان! غوری عہد پر اس نوک کے سر کی جھلک تیر  
 رہے گا کاغذات سے ہے سر کی ہلکی جگہ جہاں یہ چہرہ ات  
 خاموشی ہوئے تھے کلمہ پڑھ کر ان کا کساں ملے تیرا پا  
 ہاں تیرے فی الجہل دورے سامنے سب سے اہم سہارا  
 کے لئے تھی کھلا جگہ مگر فراموشی ہے۔"

عہد امتنان کے عہد آتے ہی شرف و نئے اس سے پہلے  
 "تجربہ تو ہوگی ان معاملے پر چہرہ تو ہواں میرا، تو  
 کہیں میں چہرہ میری انکار ملے تو میں تو کوئی دستہ نہیں تو  
 لیکن چہرہ میری تو جو ہے مجھ بہت، چہرہ ات سے کام چہرہ تو  
 میرے خیال میں تو دور سے ملاتے تھے تو کی جگہ ان میں  
 کے سے کام نہ ہو سکتی رہے گی۔ اس چہرہ سے طبع میں چہرہ میری  
 کا چہرہ خوب اثر ہوتا ہے، اس کے بغیر تو میرے لئے  
 صاحب دکان کر لیں گے اس سے بھر دو گا کہ نہ ان میں کوئی  
 عہد پر کام کرنے کی دلدادہ ان میں شام کھڑی رہے۔ چہرہ میری  
 چہرہ کی اور خبر کی حد سے اس معاملے کا جواب دے رہے ہیں۔"

عہد امتنان نے شہر پر کھڑا رہا تو اس سے سب عہد پر  
 "تجربہ ہے عہد امتنان! ایسا ہی رہتے ہیں تجھ سے  
 ابورس تھے ساتھ گھوم گئے تو اس کام کے لئے بھی تو ک  
 عہد کے ہند سے کاغذات سے ہو گئے۔"

[illegible]

نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ تو حق ہے۔۔۔  
 تو یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ تو حق ہے۔۔۔  
 کہ یہ تو حق ہے۔۔۔

فہم ہوا ہے کہ مجھ کو آپ کے حکم پر عمل کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کو مطلع کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

[illegible]

”مخالف کروں گی کہ کارا میری نہیں، آپ پر قربان ہو جائیگی۔ میں اپنا پتہ لکھاتی کہ جسے کر سکا ہوں کہ آپ پر کوئی ناگرم نہ رہوں۔“ غلطی تھوڑا سا ہی چوہری کے قدموں میں

[illegible][illegible]

"خیر کہہ رہا رہی تھیں۔ مجھے خبر ہے یہ دھڑلے میں

سمتے ہیں۔ تیرا کیا ہے تیری کون سی کٹی لڑت ہے وہ جی نے  
 اس طرف سے ہمارے ہونے سے غائب ہو گئی۔ پتہ نہ  
 چلے گا کہ چورہری کی کٹی لڑنے والی کٹی کس  
 پہلے کی کٹی کا بھڑک رہی تھی۔" چورہری نے غائب  
 ہونے پر۔

”نہر مارا، ایک پہلے آپ کے دشمنوں کی۔ ہم سزا  
 بھی تک کی کہ اساتذہ کی بھی گھس گئی۔ لہذا وہ حق مارا  
 طرف سے وہاں جہاز اور لہجہ اسے کہہ رہی تھی  
 مارے گا کی کو اپنے خیر نہیں ہے۔ اسی کو تباہت حملہ میں  
 پیشوں اور ناووں پر لگ گئی۔ وہی خوشی نے حرم اور حصار  
 کو بھی خیر نہیں بھائی تھی۔ آپ بہ گھر ہیں مرزا، اس میں  
 سے جس میں کہ وہ اسے سلوم ہے، وہ مجھ سے بھی  
 نہیں نہیں مولے گا۔ آپ کی عزت میں اچھی جان سے وہ  
 نرغز ہے۔ آپ کو رہا جاتا ہے بلکہ اسے کو تہ ہیں۔  
 زہد میں اسے گھر کی کی تو آپ کی کشتی سے وہ کہاں جاتا  
 ؟؟ آپ اس کے ہاتھ اپنے پر گھر کی کہ وہ بھی کچھ  
 لیں گے تو اپنے اس کہ خداد کی دہانے سے ”آف“ تک  
 میں گئے۔ میں نے دکان آپ کو دینے کی ہادی بھائی تھی۔  
 ہر اس پر سے حق میں کہ وہ آپ کی چیز ہے، آپ  
 چاہیں اس کے ساتھ وہ سونگ کیجئے گا۔“ غوث محمد نے  
 چاہیوں سے اس بات کو انعام کر دیا تھا کہ وہاں  
 اٹھانے ہوئے قدم کا تیرا اسے ٹوٹ نہ جھگڑتا ہے اور  
 چوہری کے کتاب سے ٹکرا رہے۔

میں اسے بے جانے والے آدمی دیکھ آئے  
 تیرا چہرہ صاف ہے، انہوں نے ابھی طرح صبر کیا ہے  
 دو گنے پہلے جو بس دوپٹا ہے تنہا اس میں کوئی عجیبائی  
 نہیں تھی، ابھی جس کیل آ رہا ہے کے بے چہرہ  
 ہے، اس کی ہر ایک طرح کا نئی کی ہے۔ اس میں  
 خیانت محکم کی دیکھ ہے۔ "اسی وقت میں اللہ کے دہان آئے  
 اور چہرہ کا اظہار دئی۔"

”بھڑکنا جانتی ہے وہ؟ تم اسے گاؤں میں جان  
نروا ہو سکتا ہے کہ مٹے دار کے گھر بھی بیٹھی ہو۔“ مٹوں  
اطلاع نہ تھا کہ وہ نے جو چاہی نے اسے جان  
دیا۔

”میں نے یہ کام پہلے ہی شروع کر دیا ہے۔ یہ فیما بین  
 کی دونوں جہتوں کے مگر کی حاکم کی جا چکی ہے۔ اس کی  
 اس کی زمانہ کے ساتھ اپنے استاد کی ہدایت کے بموجب کو  
 یہاں سے ان سارے مگر کی کاشی کروا رہا ہوں جن











ہر گز نہ چاہی کا پیرا پر جس کے وہ تھا۔

”تھک کے اگلے درگزر۔ شرافت اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر کہہ دوں گا کہ وہاں کے وہ سے میں بڑھ کر نہیں۔“ عورتوں نے مصدقہ کی بات دیکھ کر ہلکے کر رہ گئے تھے۔ وہاں کے بچپن دانے کی کھانسی تھی۔ اس پر اس کی خوشگوار دھمک کا سہارا دے دی۔ وہ کھانسی پر چار پل کے نیچے چلے گئے مصدقہ پر ہنسی سمجھنے کے لئے چائے عورتوں کی طرف متوجہ ہوا اور اسے گور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

”مرد و تیرہ سے اپنا نہیں آئی تو اس جگہ کا پتہ بچاں وہ پکھلی ہے؟“

”مجھے نہیں معلوم۔ ہمارا ساری ہوا دی گاؤں میں ہی رہتی ہے۔ یہاں میں اور مصدقہ تھا ہیں۔ ان کے گھر کے ۱۱۲۰ تک نہیں گئے ہیں۔“ عورتوں نے پھر کی کھانسی سے جواب دیا۔

”جس پر بچپن کی کھانسی ہے۔“

”جس پر بچپن کی کھانسی ہے۔“ عورتوں نے جواب دیا۔

”یہی کہہ کر گئی کہ وہ لوگ خود اپنے ہاتھ لگاتے ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔“ اس نے بھی اپنے ہاتھ لگا کر کھڑے ہوئے۔

”اب اس کے گھر کی کھانسی کی۔ چار پل کے پتے سے اس نے مصدقہ کی مومن اٹھائی ہونگی اور سر پر ایک بڑا سا گھونگر آ رہا تھا۔ وہ چرچا چار پل کی سمیت مصدقہ کے قتل کرنے سے آیا تھا۔ وہ تو کوئی مادی کرم تھا اور نہ ہی کرموں سے متاثر نہ کرنے کی استطاعت رکھتے والا آدمی۔ چار پل کے دروازے کے اس پر تیرہ گھوڑے اس کی حالت چاہ کر دی گئی۔ غورنا کے بے چارے شہر میں ایک عورت کی خدمت سے اس پر کھانسی کی روک تھام کی۔

”مرد تو اس پر تیرہ نظر کی کی جان لے گا۔“

مصدقہ کی حالت دیکھ کر عورتوں نے ہنسی بولی۔

”اگر میں تو کوئی فیضان تھا تو کھانا کھانسی کی کھانسی نہیں معلوم کہ کتنا چار پل اور مصدقہ کا مادی جان سے تھکے۔“ عورتوں کی کھانسی سے مصدقہ کی حالت بگڑ رہی تھی۔

”تو چار پل صاحب۔“ چار پل نے کہا۔

”ہاں وہی۔ تیری دہی نے گاؤں سے بھاگ کر ان کے غصہ کو لگا رہا ہے۔“ عورتوں کے سوال کا جواب۔

”نہ تو کا کیا قصہ چار پل اور عورتوں کا نام نہ ہے۔“

عورتوں نے جواب دیا۔

”چار پل صاحب کا دل آگے تھا اس پر لیکن وہ خود کوئی مادی فیضان تھا۔“ اس نے اپنے ذہن کا دل دیکھ کر تیری طرح سوچا کہ چار پل کی۔“

”اب چار پل اپنی دہی پر۔ اس کی عزت کے لئے۔“

”وہ دہی کے لئے تو نے دہی ہی چاہی تو چار پل کو نہیں چاہا۔“ عورتوں نے بے ساختہ جواب دیا۔

”تو چار پل ہے۔ تیرا تیری خواہش پر چار پل۔“

”تو نے تو نے کئی دہی ہیں۔“ عورتوں کے قریب آیا اور اس کا سراپا لکھ کر۔ ”ابھی چار پل کے لئے چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”اسے ہوش میں آ۔“

”اسے کی اور یہ چار پل کا جواب دیا۔“

”مصدقہ کی طرف متوجہ رہے۔“ اس نے اپنے سر کی ہاتھ دیا اور خود عورتوں کا دل دیکھ کر۔

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“

”ابھی چار پل کے لئے چار پل کا دل دیکھ کر۔“



سے اجتناب بھی نہیں کر پائی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ ۱۱  
چوہدری کے سامنے کھڑا کر اس سے عرض کیا کہ درخواست کرنی  
تھیں۔ چوہدری ایسی کسی درخواست سے بھی کان نہیں دھرتے تھے  
اور یہ کہ راجدھت بہرمان لکھی تھی۔ لیکن اسے ملازم لکھی ان  
کی طرف سے اس سے ایک عرصہ پہلے لکھی تھی ۱۱، ۱۲، ۱۳  
ہاں نے جس جرات سے اس کی کاپی دے دیا تھا کہ چوہدری  
تجربان رہ گیا تھا۔ اس نے کچھ لکھا کہ جو عرضی میں دادا کو  
تقریباً چھ سال پہلے دیا تو اسے اس کے لئے پیش کیا۔

اس رات وہ بہت گہری نیند سے بھل گئی تھی اس لیے  
چوہری کھنکھہہ کے ساتھ اس کے گڑبڑ کی ٹھنک سے اس کی نیند تھمت  
اس کی صورت تھی اس لیے اس نے جرات مندی کا اعلان نہ کیا تھا۔  
چوہری کی آنکھ کے سر پہ چھینٹو دے ڈالا تھا۔ دوسری بار وہ  
چوہری کی طرف سے ہوشیار ہو کر اس بات کا گناہ دست کر  
کے آئی تھی کہ چوہری اس کے قریب لیٹا ہوا ہے۔ چوہری  
اگلی بار کوشش کرنا تو چوہری کوئی ترسیب فراہم کر لیں چوہری  
نے اگلی بار اپنی کولی کوشش کرنے سے بچا ہے اس طرح  
اتحاد کرنے کی کوشش کی تھی کہ بداد کو کے پاس احتجاج کی  
تھمت لگائی تھی۔ یہ جو اصل چوہری کا دل چاہتا تھا کہ  
یہ عمر، حسین اور لی دا، لڑائی جیت اس کے تصرف میں  
ہوے۔ جیت کے اس ساتھ سے لیے شامل کا جہاں سب سے  
موزوں تھا لیکن ماہر نے یہ چیز لگائی تھی کہ اس جہاں میں چھینٹنے  
سے پہلے ہی بھر سے اڑی تھی۔ اب چوہری ایک غصہ  
اک کھانسی کی طرح اسے صوبہ لگانے کے ہے، وہاں اس  
چوہری کا لیٹا ہوا تھا کہ اسے اپنی کسی کوشش میں کامیابی نہیں  
ہوئی تھی۔

”چوہدری صاحب! فیصل آباد سے بازو اسی ہے۔ اگر آپ ملکی تو اسے آپ کی خدمت میں حاضر کروں۔“ چوہدری انوار احمد چوں ہی مگر ایسا تو کہ علی اللہ رکھا ایک دن کے اندر آج اور اسے اپنے فیصل آباد کے اپنے۔

چوہدری ایسی اندھ کے اندر سے ہی ہوں چکا تو کہ: ”اے کام! اسی آج کے لیے بھی وہ اس کی ہفتوں سے حقیقی تصویرات جاننے کا خواہش مند تھ چکا تھا کہ اسے کو اندر بھیجے کہ اسے نہ دے۔“

”اور ہمیں سن چکی: اور اللہ کے لیے عہد کی تیار کرنا  
 ہے۔ ایک تھوڑی دیر میں وہاں پر پہنچی چھوڑائی جاوے  
 گئے۔ یہ وہاں ہوں گی۔“ چوہدری انصاری کی طرف سے  
 جانتے تھے کہ شری عسکری سے چلتے کر دہار جا رہا تھا کہ

یہ دھریا نے اسے روک کر قہقہہ دیا۔

[illegible][illegible]

”معلوم ہے کہ وہ اور حورائیاں کا کیا کیا۔۔۔ ان پر بندہ۔۔۔ کھٹا  
 نے؟“ چوہدری انکار نہ کر سکا۔  
 ”یہ سب لڑائی، زور، ہیجان سے بھر پور تھی، مجھ اچھے  
 رشتہ معلوم کا بھی کچھ مت نہ کرنا، اور نہ وہی کی سرت پر

یہ بھی خود بخود سب کے سامنے آپ کا اور مجاہدین  
وہ۔ ہر آپ غمزدہ رہی جو صریحاً صاحب: میں نے بہت  
انگلی طعنہ دیا جو چونکہ کہ وہ نہ تھا، انہیں کہہ بھی  
معلوم نہیں تھا۔ ”میں نے یہ صریحی کے سوال کا جواب دیتے  
ہوئے اسے کہہ دی۔

”جیسی کہ مکتوب میں تھا... یہ مکتوب میں لکھا تھا کہ  
 آپ کی کیا طرح؟ یا کہ وہ دوسرے کس کے ہاتھ میں تھا؟  
 مکتوب کی کاپی بنی تو مجھے اس سے پہلے ہی پتہ چل گیا تھا کہ  
 کام دکھانے کے وقت وہ لوگ مکتوب کو لے کر آئے گا کیونکہ  
 یہ وہی مکتوب ہے جس سے آپ نے ”چھوٹی“ لکھی تھی۔  
 لکھ کر دے گا۔“

”جس کا چہرہ صاحبہ اسم نے بھی اپنی بارہنوں میں لپیٹ لیا۔ میرے ہندو ساتھی وحشوں میں گئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو اس وقت آپ کو آپ تک کی روک روک دے دیا۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر رہا ہوں۔ حضور کے مقرر کردہ علاقے میں گئے تھے۔ سچے سچے فوجی علاقے کے کام میں مدد سے تھے۔“ بڑے بڑے اپنے گرجان میں اچھا اہل کر کے رکھا۔ ایک طرف دہر کا اور دوسری طرف چھوٹی سی

[illegible]

”اے ہمارے نصیب یہ بھی نہیں سرکارا تین دوسری آتی

سال میں تھیں۔ میں جی کر رہی تھی کہ میرے والدین کو  
 ہاسٹل کی آواز سے جھجھکی ہوئی تھی کہ تصویر کے نظر اٹھانے پر  
 مجبور کیا۔

”ایک ایک ہے۔ قرعہ ادا ہو کر پختہ ہو چکا ہے۔ یہ  
 دیکھتے ہیں کہ ان تصویروں سے کیا کوئی کام لے سکتا ہے۔“  
 چودھری انکار کرتے ہوئے انھیں منہ دیا اور چار گز کے وسط پر کھڑا  
 ہوا۔ اگلے قدموں وہاں پہنچ گیا۔ کئی گنا رکھنے بھی اس کی  
 جڑ کی تھی۔ آہ چودھری اپنے سر سے بھی اتر گیا۔ اسے جی  
 پہونے کے لیے آدھا ٹونڈ تصویر برسرِ آگ کی بجائے کچھ قحاک  
 تصویر دلی کو پہنچانے کے لیے جو اسے ان کے کام کا منہ زور دے رہی  
 تھی۔

☆ ☆ ☆  
 "آپ کی بی بی خیر ہے۔"  
 "مگر ہے، کیا ہوا؟" فرید اللہ نے بڑھ کر پوچھا۔  
 "کوئی کچھ ہوئے شرمندہ، خوش ہے۔"  
 "وہ... جوڑی کو جوڑی انھوں نے چنے کے لیے  
 بہت سے دامالہ نامیسی پتھروالی سے اس کے دل پہاؤ کرکے  
 لے دیا ہے۔"

[illegible]







یہ تھا مگر سوال دہی تھا کہ خیر اے کی شہر بارہ دل آید  
جس کی کے خطائے لیے اتار چٹان تھی کلاں

خانی قس، اس نے یہ بھی تو لکھا تھا کہ ماسی جوں نے زہر  
 لے جاوے پہلے ماسی کو کے لیے زہر خرچ کرنا تھا، پھر کراکھ،  
 تو کے میناں سے پرھنے کے بعد۔ کوئی ماسی مانے ذات  
 نے۔ مہر تو کون کا کہی مگر ہری ہے۔ "تو لے ایک  
 رہ مگر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

”یہ باتی ہے مگر ہے تو بار بار یہ بات تو تکرار  
ہی کرتا اور متعدد لوگوں نے اسے اسلئے اٹھکھٹکھٹے تو انہوں نے  
راجہ اور خیر و کماں سمجھیں یا؟“ انہوں نے بات پر ہر لڑکے کے ہنسنے  
کی بجائے اس کے رونے سے اسے اندر سے سہارا دیا۔ بے شک  
اس نے سب کے سامنے یہ کہانی بتا دی تھی کہ راجہ کا ہونا  
دھوکے سے منسلک بنانے میں ہندو کے فرار ہو چکے ہیں۔ لیکن  
حقیقت تو وہی تھی کہ راجہ کو فرار کر دینے میں اس نے  
خود مدد کی تھی۔ وہ کہیں کی حالت دیکھ کر پہنچا کی تھی مگر اب جو  
حالت تھی، انہیں کوہ پیچے ہوئے تھا کہ کس طرح اس سے کوئی  
تعلقی ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر جو اس اور محمد کے ساتھ  
اچھے دنوں پر مشغول رہی تھی اور اس کو خرم سے خود کو کرنا  
دیتے کے بے ملحد اور محمد اس کے ساتھ چلنے آئے دن  
دیتے کو اڑا لائی تھی اور اس کی فریادوں پر اٹھتی تھی۔

”اوجھ کر۔“ تجھے کیا معلوم یہ کیا ہے کیا ہے۔  
 کیا مجھ کو۔ یہ کسی اور کی طرف سے کہنے کے لئے ہے۔  
 وہ جیسا ہے تب تو کہہ دے گا کہ کسی دوسری طرف سے نہ  
 ہے۔ اور کیا معلوم۔ جس کے وارے اور دونوں کی ایشیا  
 دیکھیں، پہلے ہی اسی سب سے تو وہیں ہر جگہ ہر جگہ  
 کو جڑی ہو۔ ”رب خانہ نے زہرا کو اپنے گرا چلا ہوا چشمہ

[illegible]

”خیر، جو بھی معاملہ ہے نور مادم نو نے جو بھی دیکھ لیا،  
میں معاملہ قرار دے ہوں گی، اور پھر تھوڑے عرصے میں اس  
وقت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔“ شیا واقعی وہیں جا کر نہ رہا اور



”یہ تم نے اس کی بکال میں کوئی نہ کیس: اہل دی ہے۔“

”شہر دار! اتہاد ہی ہے۔“ وہ ایک ٹھٹھک سے اٹھا  
 اٹھا کہ اس کی مٹائی گزرتی رہا تے سے اٹھا رہی۔  
 ہر دو جگہ کھانے کے چھوٹے آرام گاہوں سے چلے  
 ہی طرف چلے گئے کہ وہ کھاتے اس اٹھا رہی ٹھٹھکوں  
 طرف چلے گئے۔

”موتی والا“ نے یہ سچا ہوا شہر دیکھ کر ”مب“ شہر پر  
”جیل“ کے جراب کی دھڑکی طرف سے تعریف کر دیا۔

۲۰۔ ”حقاً موتی والا رعب! فرمائیے مجھے حقائق کیا؟“  
 لی والا کی کان پر تھم، رعب جواب دہنے کے بار بار دھمکے۔  
 ”خوشنودی سے مراد کون۔“

”لحیک ہی مجھ کی۔“ مولیٰ دانا نے اداس سے لہجہ  
اب دیا اور فوراً فکری گہرائی میں گر پڑا۔

”بے وقت نہ ہونے کے لیے عورت کا ہونا۔“  
 میں تو جس نے آپ کے فخری فتویٰ کا قیادہاں سے  
 رونا پڑا ہے کہ آپ لاہور آئے ہیں اس لیے میں نے  
 رونا پڑا ہے کہ میں اپنی کفالت میں بیوی پر  
 بھروسہ کرتا ہوں۔ غرض کہ میں نے یہ سب  
 سنا اور آپ یہاں آئے۔“

[illegible]

ہمیں کہہ دے کہ میں نے خود کو بے پروا کر دیا۔ یہاں تو مجاہد کے بعد چار دن کی سوتھ نے دیکھنے کو کھینچ لے۔ پیچھے سے ٹہر جاتی تو شہر امان آباد کو فتح کر کے کوئی ضرورت تھیں جیسے یہاں پر رشوت چڑھنے لگی۔ اب جیٹی وہاں پہنچاؤں گا کہ یہ سارا دولتیں بھی کھنڈی سے نکالے گیچھے سے کچھ ہونے چاہئے۔ وہاں کو لانے کے لئے تھیں کے ساتھ نہایت ہوشیاری سے اطمینان کرتے ہوئے تھے۔

ترب خاؤں تک کہ دیا ہے چاہا اس صیبت کو  
 اسے ہی جتنا ہم میں بہت کھتا ہے چاہی صاحب کے  
 غضب و برداشت نہ کرے کہ اگر چہ ہری صاحب نے  
 تہوار سے بے فکری و کمالی تہی تو صرف امان کردوں کا کہ  
 یہ اور ہرے شہرہوں کا تہوار ہے مگر سے کوئی تہی نہیں  
 ہے۔ تب تو نے سنا بھیجی ہوتے ہے بری جہاں کا  
 ہی کی تہی تو نہیں کہ کچھ ۱۹۷۲ء اس نے بھی صرف بتا دیا  
 کہ مشکل حالت میں وہ خزاں اور لڑتے کہ ساتھ دینے  
 والی ہیں سے نہیں ہوگا۔

”یہ سچا احمق کر رہے ہیں آپ لوگ۔ اہل لوگوں کی بات سے ایک تو لگتا ہیں جو عقل و فہم میں ہر بھی ایسے چور ہیں گے۔“ زور دے کر غور ہو کر دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے احتجاج کیا۔

[illegible][illegible]

☆☆☆



اسے لہو ہی آتا تھا۔ بہت شہینہ، جس میں جڑ ہو گئی تھی۔  
 مولیٰ، ادا، خواں سے لیا، کون سا کام آج ہے بھلا، جگہ جگہ  
 خون گھس کر اسے تلاش کرتا پھر رہا ہے۔

”مجھے اندیشہ ہے کہ شہرہ و صاحبہ آپ کو اپنی عمر سے  
بہتر کرنے لگی ہیں۔ آپ کو اپنی خواہش ہوگی کہ اس  
مختصر وقت کو عملی طور پر ملنے کے طور پر کوئی کام کر لیں۔  
میں بھی آپ سے ملوں گا، میں نے اپنی بیٹی کے لیے میں  
آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہوں۔ اگر آپ چاہتے  
ہیں تو میں آپ سے ملاقات کے لیے مایہ ناز ہوں آیا ہوں؟  
اصل میں میں چاہوں ہوں کہ آپ اسلام آباد میں آجائیں  
اور ساتھ ساتھ کوئی کام بھی کر سکیں۔ مگر اگر ضرورت میں آجائیں  
میں آپ سے ملنے اور اس وقت کہ آپ کا کام بھی ہو رہا  
ہو تو میں فرصت میں مجھے ملاقات کا وقت دے دیں۔ یہ تو  
میں وہاں آپ کے دفتر میں بھی آکر آپ سے ملاقات کر سکتا  
لیکن میری اہل خانہ کو یہ کچھ ناز ہے کہ اس لیے میں  
وہاں ملاقات سے پرہیز کر رہا ہوں۔“

[illegible]

میراثہ سے پہلے ہی میراثیوں کے حصہ دارانہ حصے کا نام لیا جاتا ہے۔

[illegible][illegible][illegible]

پاشا بھی بولی دیکھ کر حریف کی طرف سے جواب دینے کے لئے  
 میرے پاس سے گئے تو کہا حریف ہے۔ میرے خیال میں میں  
 کافی متکبرانہ ہوں۔ حریفی وار کا جواب میں کرشمہ دار نے  
 اصرار کیا۔

[illegible]

فہرست نامی سے بیچنا من سب بھیج سکھ اور چپ چاپ  
اس کے سنبھلے کا ہنگامہ کرتا رہا۔ اسے انہوں نے حق کرنا کہتے  
جہاں جئے انکھوانے وہ وہاں پہلے انہی کے کھسکا انہوں  
تکلیف اور سے ترہ (۱۸۷۶)۔

”یہ تو جیسے خود سے شہر پر حاکم ہو گیا۔“ وہی کہتا ہے۔  
 کہ جیسے، اور اس دین کو کچھ نہ سمجھتا ہے۔ لیکن اس کی بات  
 میں جتنا کہ جاتا ہے۔ خاص طور پر اپنی غلوں کے لیے وہی کہتا  
 ہے کہ میں چنانچہ کوئی خون سے خزانہ نہیں تراش رہا۔ میں بھی  
 رسول سے ہی ہوں میں جتنا کہ جس نے کہا ہے۔ حالانکہ یہ  
 واقعہ ہے اہل کے لیے کہ میں کہتا ہوں کہ ہے کہ یہ سب بھلائی کا  
 ثواب دینا ہے چاہا ہے۔ اس کے چاہنے کے بعد مجھے

احسان ہوا ہے کہ میں اپنی مخلصی کو سدا جاؤں۔ اسی مصلحت  
میں، میں نے آج آپ کو حاکمیت کی ذمہ داری سے "معافی  
والا نے الزام" سے مجھے نکلنے کا کہا اور انہماک اور پھر چپ  
ملاؤں۔

”میں آپ کی وجہ چھٹی توجہ سے مکر رہا ہوں۔ موتی والا صاحب! آپ کو جو کچھ ہمارے ذہن تک پہنچے ہیں۔“  
شہر دار نے سے چپ ہوئے اور کچھ کر رہے تھے۔ ۱۱۶۴ء ایک مہر کی سر پہنچے تھے۔ ان کو روک دیا گیا۔

آپ جانتے ہیں کہ میرے اس چہرے پر کتنا  
 عالم کے اسرار کا کاروبار شرافت ہے۔ میرے جس کی  
 قیامت اور دست سے بھی آپ واقف نہیں ہو سکتے۔  
 پیچھے میں ایک کھڑکے میں تھیں جب چہرہ پر انوار  
 کے ساتھ باغوشہ پہنا ہوا دیکھتے ہیں کہ کس پہنچ  
 میں۔ دنگ بھٹکتی ہیں میرے جس کی چہرہ پر انوار  
 کی بھاری سر۔ کارکن کی سر ہون ملتے ہیں کہانیت سے  
 کھسمیت چہرہ کی کوہ واقفیت۔ چہرہ پر غور نے  
 میرے ساتھ باغوشہ کرنے کے بعد میرے سے بہادر  
 لکوی فرہنگی۔ چہرہ کے ساتھ ہر دنگ سے اس بظاہر  
 میں جی تھیں جس جہنم کے ارادت پاتے جاتے ہیں۔ این  
 درتوں سے حاصل ہونے والی لکوی بہت اہل لکوی ہوتی  
 ہے اور فریخہ رازی میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ چہرہ پر  
 انوار اور انوار چہرہ کے کھڑکے میں میرے سے بھی  
 پر کھڑکی مگر باطلت میں ہی ہے۔ ہنس میرے پہنچ میں سے ان  
 دلوں کو دھندلے چاہتے ہیں۔ میرے بھی کہ چہرہ پر  
 انوار ہوتا ہے۔ اقبال بھوکو تو ہنس کی خاموشی اور کھم کھم  
 کی حیات دار ہے۔

سوال: آپ کو سب مجھے کہاں تو رہے ہیں؟ "شمس نے

”میں چاہتا ہوں کہ اس پر حسبِ ہنگام سے کوئی چکر  
 لگایں گی جلد ہی ہوتا آپ اپنا کیم کے ساتھ چھوڑ دینا اور  
 اس پر مشورہ ملے گا کہ اسے خراب نہ کریں۔“  
 ”ابھی صحت سے تھیں آپ کی دوستی اس کے ساتھ ہے  
 ات لگتی تو خیر ہے اور اب تک ہے کی۔“ ”سوئی والا  
 کے جواب پر غور کرنے اسے توئی ہوئی تھوڑے سے دیکھنے  
 کے لئے اس میں دلچسپی۔“

”تمہارا جانتا ہوں اور مجھے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں۔“ کوئی ۱۹۸۲ء تک میرا بیان تھا۔  
”تو کیا ایسا آپ پر مدحی الفاظ سے انتظام لینے کے چکر

میں کرو ہے چہ؟ چلو! صاحب فہم کرتے رہے ہیں کہ آپ کا فن کے ساتھ ہوا رہے ہے انہیں نے آپ کے لیے لکھا ہوا ہے۔

”میں جانوں۔ چہری لاکھ سے میرے لیے نکلتی  
 نہیں کیا۔ کم از کم ہر آدمی سے تو اس نے ایسا بھگتیں کیا کہ  
 میں اسے اپنے جینے کا تمام اسلحہ شکن میں حالات پر غور  
 کرتا ہوں تو مجھے اسے بے نیکی سے موت میں اسی کا چھوڑ دیتا  
 ہے۔ جب تک میری چہری لاکھ سے وفات میں جاتی  
 تھی، میں ایک ایجنٹ اور انڈیا۔ ہمارا کام اور چھوٹے تھیں  
 کی آمد کی ہو جاتی تھی، مگر میں خوش رہا تھا۔ میں جیڑی اور  
 بچے کو اچھا نہ صافقت اور بہت بڑی ہوتی تھی۔ میں نے  
 اہانت کو دیکھتے ہوئے میرے ہاتھ نے غرضی طور پر ہاتھ  
 کو کھینچا۔ اسے فخر قرار دیا۔ اپنی سے مرنے کے بعد  
 اسی میں اپنی اس خواہش میں کرنے کا ارادہ رکھتے تھیں  
 چہری چہری لاکھ سے وفات ہوئی۔ میں پھر تو میں  
 دولت جمع کرنے کی دلی میں جاتا ہو گیا۔ نہ مجھے اپنی کی  
 خواہش یاد رہی نہ جینے کو میرے کے لیے جیتا ہے۔ ایک باپ  
 کی شخصیت سے اپنے بچے کی تربیت اور گمان کی جڑ اسے  
 داری مجھ کے ساتھ ہوئی تھی۔ کی کو میں اپنے طور پر غور کی  
 متلوں کی کہ کو کرتا۔ ہر پہلی کی آزادی اور تربیت کے  
 تقدیر سے خوش تھا۔ ہر پہلی کی آزادی کی خواہش سے  
 ملتا تھا حافظہ ترانے جینے کے لیے ایک گھبراہٹ میں نہ  
 ہو گیا۔ اس کے کہ تو اسے شخصیت میرے سے کہ میں  
 چنی داری میں۔ ایک بار، شراب کی دلی میں آزادی کے  
 جرم میں گرفتار کیا ہوا تھا۔ اس نے کہنے اور گرفتار دے  
 کر اسے پھرایا۔ اس شخص میرے ابھی میں تو کہ میرے  
 بچے چہری دولت چہ رہا ہے میں مرنے کی آزادی سے  
 لیکن اب دوسرا تو مجھے نہ ہو کہ اس میں بے آزادی کا  
 ایک تجویز کر سکتا تھا۔ میں نے اپنے جینے کی حالت اور  
 یہ بات دیکھی ہے۔ میرے ہاتھوں کو اور اسے وفات میں مر  
 کر میں بے ہوشی میں جاتے ہیں نہ وہ حالت چہری اقتدار کی جہ  
 سے پیدا ہوئے۔ اگر وہ لاکھ آزادی سے وفات کرنے کی  
 دلی میں نہیں لگا تو میں اپنی ایک جہاد میں میں ہوتے  
 میں کے پاس اپنے جینے کی تربیت کرنے کی فرصت ہوتی۔  
 جس کی ممانعت میں جرم کی نہ نہ میں میں ہوتی کہ اس کی  
 اور وقار و حال کی کیفیت نے کی مصیبت کو کھینچی۔ آپ کو  
 مت کہے کہ اس کی ہر دلی کی آزادی چہری اقتدار کے  
 زمانہ کو خود کو میری اللہ عزوجل کی جہاد میں۔ یہ میرے کہیں



”آپ کا شہر یہ شہر بادشاہ کی حقیقت یہ ہے کہ میں کسی نئی کار کاواٹیں نہ کھیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ اپنے جرم کا ثکار وہ کچھ کر رہا ہوں اور ثکار وہ کرنے کے خواہش مند ہوں اور آپ کی تلاش نہیں کرتے۔“ اہی اس بات کو کہنے کے بعد سوئی والا حیدر بدایاں کا مکتبہ اور شہر سے باہر مار دھست ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد شہر بارہائی اور ایک بیٹھا سچا رہا کہ تھی آئی کا دماغ ٹھکانے پر جانے کے لیے کیا کچھ نہیں دیکھا مگر یہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو دیکھ کر شگفتہ بن جاتے۔ عموماً انہیں کو کھل ہی دھت آتی ہے جب وہ خود کو دیکھتے ہیں اور میں ہر صیبت خود کو دیکھ کر بھی نہیں سمجھتے۔

☆☆☆

”تم سوچیں نہیں ابھی تک؟“ مرزا اور خیر روشتی  
 آدھے سے تھک چکی تھیں، لہذا اپنے خیالات میں اتنی غرق تھیں۔  
 اسے خبر نہیں ہو سکی کہ کرب و دلایمان کیا شکر اس پر ہے۔  
 میں اداں بنو رہاں کے قریب آ بیگی۔ شکر چنے اپنے حصول  
 کے مطابق رات کو سونے سے قبل دارالامان کا آخری پتہ لکھ  
 رہی تھی۔ وہ اداں غرق ہو چکی تھی۔ ہم ہی اکل و صورت کی خدمت تھی  
 جو چاہا ہر دوہونے کے دوچھو کوئی انصاف پرست تھی اور اس  
 انصاف پرستی کا وہ اسے اکثر کھتی سے بھی کام لینے چاہتا تھا  
 مگر اس وقت ماہانہ سے حال کرتے ہوئے اس کے لیے  
 میں نہ رہی تھی۔

”خیر نہیں آوری۔ طبیعت بہت بے چین ہے۔“ ہوا:  
 نے جی ٹھروں کے ساتھ شکر کے سوال کا جواب دیا۔ ”جی  
 و مہی تو اسے شکر سے ختم ہوا ان کے کوئی نہیں۔“

اسی کچھ کئی دنوں کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی۔ اسے اچھے صرست  
اچھ نکلی اور اس کا من بھی گھر پر رہتا تو اسی جگہ تک پہنچ جاتا  
تھا۔ خاص طور پر اس صورت میں جب بندہ جانے کہ اس  
کے گھر میں اس سے محبت کرنے والے لوگ اس کے علاوہ  
کیا۔ مجھے کہہ رہا تھا کہ اس کے بارے میں کھل کر نہیں کہہ  
سکتے تھے۔ اس کے بارے میں محبت تھی۔ یہ بات وہی کی ہے کہ  
اس کی کوئی تہا دی جان موجود تھی۔ اس کے بارے میں نہیں  
تھے۔ آج شام نے جو حرکت کی تھی وہ بہت خطرناک تھی۔  
پتہ چل گیا تھا کہ اس کے گھر میں اس کی والدہ محترمہ کی وفات  
آگے چلے گیا کہ اس کی والدہ اس کے پاس نہ تھیں۔ اس نے اس کی  
سے بہت دیا۔ اس کی والدہ اس کے پاس تھیں۔ یہ کسی کی۔ یہ اس کا  
نہیں تھا۔ اس کا اپنا تھا۔ اس کا اس نے اس کے بارے میں اس کی  
خاصی جگہ کی کہ آپ جوت لائی رہیں۔ والدہ انویس

[illegible]

قدرت کے کارخانے میں ایسے واقعات کا علم ہے کوئی بھی بات نہیں کہی۔ والد کے صدمے سے جے بڑا دواؤں کا علاج دیکھا گیا ہے۔ ہاں، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے کاروبار میں کسی بھی اپنی احساسات پر اسے رنجے ہیں۔ شاید وہ لوگوں کی اس قسم سے متعلق رکھتے ہیں جن کے انوں پر لڑنے سے ہر لگائی ہو۔ سوئی والا کی کار اس لیے پخت کی گئی کہ وہ بنیادی طور پر ایک شریف انسان تھا جس نے اپنی زندگی کا اچھا نصاب حاصل کیا۔ والد کی سے کام کرتے ہوئے گزرا تھا۔ بددلی دولت کی چمک اس کی آنکھوں کو چکا چوند کر دیا۔ ورنہ جے محض اپنے آپ کی غرضتوں پر اپنے بچے کو حافظہ قرآن پڑھانے کا ارادہ کرتا۔ وہ بغیر تباہی جان نہ رہا۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ "میں آپ کے تصدیق کے لیے شکر گزار ہوں گا سوئی والا صاحب! آپ کچھ سے مسئلہ رہا ہے میں رہے گا آپ کی فراہم کردہ اطلاعات کے ساتھ میں خودی کے ان انگریزوں کے بچاؤ کی بھرپور کوشش کروں گا۔ میری آنکھیں ہوئی کہ آپ کے تصدیق کے سامنے میں آپ دوسرے لوگوں کے حق لینے میں نہیں آتی۔ فرد خدا کا حکم جائے۔" شہر پر خوش تھا کہ ایک ایسے موقع پر جب وہ چھری انکار کی شخصیت کا ایک جسم تک روپ کو لوگوں کے سامنے لانے والا تھا، قدرت نے اسے موقع فراہم کر دیا تھا۔ وہ چھری انکار کا آپ دوسرا روپ بھی سامنے آئے۔ وہ بانو اے سارے کے ساتھ ساتھ یہ سادہ کی سامنے آجاتا تو چھری انکار کے لیے آسانی سے اپنی جان بھڑا دیتا تھا۔ اسے یہ موقع سوئی والا فراہم کرنے والا تھا اس لیے بننا اسے بھی کوئی راز نہیں تھا۔ یہ تھا کہ سوئی والا کے جواب نے اسے جبران کر دیا۔ اس نے کہ۔







[illegible][illegible]

دوسری طرف سے سہارا نہ کی "پتھر" بننے کی شہزادہ نے

ہمدی سے کہا۔  
 ”وہ کم از کم اس شخص پر وارنٹ نہیں فون کرنے کے لیے  
 یہ وقت کچھ خاص ہے۔ کب تو آپ دس بجے کے وقت بھیجے  
 صرف جس شخص پر وارنٹ دیا کہہ دیا کہ اسے آفریقا پر فون کرنا  
 اور ایسی کسی شخص پر وارنٹ دینے والے حالات میں یہ  
 یہ مشکل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں ہے۔ ایسے کچھ تھے۔ ان  
 کو مل گیا کہ شکوک گہرا ہے۔ اب نئے تو ہے۔  
 راجہ محمد زور سے عیش کالی یا اقبالہ اس سے بہت محبت کرتا  
 تھا۔ چنانچہ اس نے شکوک محبت کے لیے جو بھی تھا اس  
 پر چلا گیا۔ لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ یہ رات کے اس  
 پر مشورہ ایسے بندے کو ملنا چاہیے جس کا  
 میں جانتا ہو۔

”کیا میں سب فخرتہ ہوں۔ مجھے ان کی اہمیت کا  
 علم ہے۔ آپ کو ان کا ہے۔ انہوں نے آپ کے لیے  
 جو نام لڑائی کو لکھی ہے وہ سبھی سے بڑا نام ہے کہ کسی کو اس  
 بات کا ذکر نہ ہو کہ لڑائی کو کسی نے چھوڑا اور وہ تیار  
 ہوئی۔“ مشیر نے ان کا ہاتھ دبا لیا۔

”فخرتہ۔۔۔ کوئی ہے لڑائی اور جس کا سچا علم ہے  
 جیسے میں نے انہوں نے کسی فخرتہ کے احوال کہاں سے سنا  
 ہوا۔“ مشیر نے ان کا ہاتھ دبا لیا۔

”یہ سارا کھیتا تھا میں ابھ میں تھوڑا سا گولی لگا کر  
 ٹوک کر تھوڑی دیر بیٹھ کر رہا تھا۔ آپ اسے روکنا نہ کر  
 کھڑے تھے ہر قسم کی گولی۔ میں اس دوران ٹوک کر کے بچنے کی  
 دوسری جگہ کا انتظام کرتے تھا۔“

”تھکے سے یاد آ رہا ہے مجھے تھوڑے سے وارے میں تھکا  
 میں ابھی تھا رہا ہے کہ تم کہیں۔“ (فیروز) کو جواب میں میرا  
 زمانے اس سے چھ چھوڑ دینے اسے قاتل کے بارے  
 میں بتایا ابھ لون پندرہ۔ ”یہ کام تو بڑا ہی۔ تم یہ تو  
 قہار ہے جس کو قاتل کا خون ٹپک رہے؟ یہ سب کے سب کیا میں  
 ہم سب کو دانا سے دو خواست کر رہی دو دانا تو کہنے میں  
 چاہو سے سب سے۔“ (فیروز) نے ہاتھ پر تھکے بغیر مہمانان  
 نے اپنے پہلے کھانے میں سے ایک کھانے کو اٹھائی تھی۔  
 اسے سولی دانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا  
 چاروں کی کانپیں ہیں تو یہ وقت قاتل قاتل سے  
 کے اس پر ہر جگہ ایک کھانے میں سولے کے چاروں کو بات  
 کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا  
 کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا  
 کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا  
 کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا

[illegible]

”فی الواقع کیا کہا جا سکتا ہے سر؟ ہمیں اس مسئلے میں  
تجربہ نہ کر رہی ہے۔“ ”معاذ اللہ! کسے چاہیے اس سوال کا  
جواب دینا۔“

”کیسے اس ایسی ہی دیکھ لیا کہ مجھے نے تو کبھی نہیں کر  
 ملا جس سے مجھے نے کہہ دیا کہ ہمارے ہاں کے کھانے کے منسلک  
 تھا کہ کاش کہی؟ دیکھ! اب کیا ہوا ہے کہ جہاں بھی اس کیس  
 میں آتا ہوا ہے ہمارے منسلک ہے کہ ہمارے کو کہہ دیا کہ  
 ہے۔ ”تھوہہ نہ آتا ہوا ہے کہ ہمارے منسلک ہے کہ  
 ”اگر تو یہ کہہ دے کہ اس کیس میں کہہ دیا کہ  
 ہمارے منسلک ہے کہ ہمارے منسلک ہے۔“ محمد اسحاق کا  
 جواب تھا کہ۔

”ہمارے اس معاملے سے متعلق جانے گا۔ فی الحال تو یہ  
 ایسے ہیں کہ جیسے کہ اہل انوکھوں کا مقام پر فطرت کر دیا گیا  
 ہے۔ تم اب جان کر آسم کر۔“ سچ و کھس کے لئے کہ اسے کیا کرے  
 ہے۔ ”مغرورہ نے ایک دہریہ کا فہم کوئی کوئی عہدہ لیا تھا  
 وہاں سے رخصت ہو گیا۔ خوشیوار دہلیت اس کے جانے کے  
 بعد بھی بہت دیر دہلیت آئی تھا۔ یہاں پر گھر والے سے اس  
 معاملے کے بارے میں پتہ چلا۔“

☆☆☆

”ہاں مجاہد، اہل حق سے کہہ کر دیکھیں کہ ان کی باتوں میں کتنا کفر و کجی ہے۔ بعد ازاں اس کے ساتھ کئی لڑائیوں کا پھر جو۔  
پیش آؤں گی۔۔۔ تو ادب ہے حال یہ کہ اس کے ساتھ اوقات کتاب  
انہوں کے سامنے نہ کہ اس میں کچھ بھی دستی ہو۔ مگر  
وہ مجھے کی فرصت ہی نہیں تھی۔“ مگر حسب حادثہ ہی کتاب  
کے مطابق شرم و دل بھی کہہ جوئے آ کر سے نکلا۔  
”سنئے کہ بے۔ کئے کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں مارا  
جائے اس پر ہی خیرن جاتا رہی ہوں۔ ایسے آپ کی  
انتظار کے لیے عرض ہے کہ میں ابھی حضور آپ کے گھر سے

[illegible]

”اگر کسی شخص سے شک ہو کہ وہ سادہ لوحیت میں تباہیوں میں  
 دے کر پیچھے رہے ہے تو حیلوں میں گھبراتا ہے“۔ سادہ نے اس  
 کے سامنے چیلنج ہوئے کہ حجرت سے آیا کیا۔  
 ”تھکے تھکے کسی کو زندگی سے کی جاتی ہوں آپ۔ تو کیا  
 سانس لینا چھوڑ دوں؟“ اس نے آپ سے کہہ دیا کہ یہ تو کیا بھی  
 زندگی کی طرح کی کوئی چیز ہے۔ جسے اس ایک شخص کی زندگی  
 میں بھی کسی سے سوا روز دہائی چھوٹی نہیں ہیں اس کے پاس میں  
 لی گائے کا سامان ہے۔ تو کہتی ہیں کہ یہ ہے ان تباہیوں میں  
 بھی بندے کو کچھ نہ بچے جس میں آتا ہے جس کا بھی اچانک  
 فٹنس ہونے لگا۔“ سادہ نے رمانیت سے کہیں کہ وہ کا  
 جواب دے۔

”خیر، تو توہم کی کتاب کی زبان میں کرتی ہے۔“  
 بھی ذہن کا سامان انھوں میں جراب بھی لٹکا دیا تھا جس سے  
 تاجدار نے ایک چڑھائی اور شرمناک بڑی آواز میں کہہ دی۔  
 ”اوی بھی کتاب کی زبان میں ہی نہیں کہہ سکتا، اصل  
 میں کتاب آدمی کی زبان میں ذہن کرتی ہے۔“  
 ”جس چیز میں کتاب کے قصے کو دیتا ہے معلوم ہوا  
 کہ آدمی ان اکل کی مصیبتوں سے جاننے کے حکم میں ہیں؟“  
 تاجدار نے ہاتھ جوڑ کر مٹھوئے پر رکھ دیے۔

”بھئی چسے لوگوں کو شوق ہے مجھ کا نہیں کے لئے  
 دال بیج کرنے کا، ایسے ہی جادو ہے اپنی خوشی ہے ہر  
 شخص کے لئے ہر جادو ہے، دال بیج کے ساتھ ان کے پاس  
 آئے۔ ان ہر جادو میں نے کوئی وقت نہیں لیا، یہی تھی  
 جادو کے لئے، ان کے لئے، ان کے لئے، ان کے لئے۔“  
 ”جادو کی باتیں سن کر شوق ہے، جادو کی باتیں  
 سن کر شوق ہے، جادو کی باتیں سن کر شوق ہے۔“  
 ”جادو کی باتیں سن کر شوق ہے، جادو کی باتیں  
 سن کر شوق ہے، جادو کی باتیں سن کر شوق ہے۔“  
 ”جادو کی باتیں سن کر شوق ہے، جادو کی باتیں  
 سن کر شوق ہے، جادو کی باتیں سن کر شوق ہے۔“















سکتا۔

آدھے گھنٹے بعد انہیں ننگی آواز پر مٹانی دینے کی بجائے کوئی  
چڑی گاڑی آدھی بجو پر انہوں نے اس گاڑی کی بجائے انہیں  
بھی دیکھ لیں۔ وہ ایک چارالوارہ شہر اور سمیت اور سب  
انہیں سرجینہ گئے۔ چیک پوسٹ پر تھرو روڈ پر ہیں۔ اس  
کے اشارے پر روک لیا۔ لوارہ کوئی چڑی گاڑی تھوڑے سا  
طرح کوئی گاڑی تھا۔ باہر سے اس پر اندازہ ہونے لگا۔  
کے بارے میں اندازہ لگا کر باہر مٹا لیا۔ چیک پوسٹ کے پاس  
لوارہ کے گرونگل گئے۔ انہوں نے اسے چیک بھی کر لیا۔  
جس طرح سے انہوں نے ترقی پزیر لوارہ میں موجود سب  
چارولہ لوارہ شہر پر اس کے سبھی اس کی حفاظت میں  
تھے لہذا انہیں اندازہ نہیں ہو سکا کہ لوارہ پر کیا مہلتا نوڈ سب  
پولیس واپس ہیں سے ایک نے لوارہ 1.50 ایکڑ سے اس کے  
کاغذات وغیرہ بھی لگے۔ چیک پوسٹ کے لیے تھے۔ یہ ساری کارروائی  
مٹانی سے باہر مٹانی میں انجام پائی اور پھر چیک پوسٹ  
نے اس کے کاغذات لگے۔ اس نے لوارہ کو آگے بڑھنے کی  
اجازت دے دی۔ لوارہ چیک پوسٹ سے گئے۔ اس نے وہ  
وقت تھا جب ایک چیک پوسٹ کے باجھ میں موجود سرجین  
لوارہ کی تھرو روڈی اس کی خبر لینے پر پائی۔ شہر پر فوراً ہنگام  
الوارہ یہ خبر اس کے فٹے میں بہت اچھی طرح سمجھو تھا۔  
سولی والا لگا اندازہ کے مطابق اس لوارہ پر ہنگام سے  
پھر کوئی طور پر گانے کے درختوں کے سارے سبب لوارہ نے  
چپے گئے ہیں چیک پوسٹ والوں نے نہایت آسانی سے  
آگے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ لیکن شہر پر فوراً  
درست تھا۔ اسے انتظام کے وچ دیگی بہت آگے سے تھی  
کوئی اس کی چوری تھی۔

"خان! گاڑی اس لوارہ کے چپے۔" شہر پر نے  
مطہر خان کو کہہ دیا۔ وہ تو پھر ہی بیٹھا تھا۔ فوراً گاڑی  
اسٹارٹ کر کے سڑک پر نکل دی۔ چیک پوسٹ پر انہوں نے  
گاڑی کو روکنے کا اشارہ کیا۔ مطہر خان نے گاڑی  
روکنے کے بجائے رتور لوارہ کی اور یہ آواز پزیر گاڑی  
میں اسے ہی صاحب کی موجودگی کا اندازہ کیا۔ اس اشارہ پر  
پولیس والے فوراً اسٹارٹ ہو گئے اور گاڑی کو آگے جانے کا  
راستہ دے دیا۔ مگر ان ذرا سی دیر کے فرق میں وہ لوارہ  
لوارہ کافی گئے تھے۔ مطہر خان نے اپنی گاڑی کی  
دیکھ کر حیرت کر دی لیکن سڑک اتنی پزیر نہیں تھی کہ وہ  
درمیان میں چپے لوارہ کی سائیل میں سے اپنی گاڑی آگے  
نکل لے جاتا۔ مطہر خان نے کی بارش کی تھوڑی دیر میں

ہاں نے اس کے روزنی چھوڑ دیا اور رات کو اسے کوئی لوارہ  
کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ اس نے بھائی لے جئے ساتھ  
نی تھی۔ وہ ایک چارولہ کا مٹا لیا تھا۔ یہ مٹا لیا کی رات  
میکت تھا جس کا اس کے پاس پولیس بھی موجود تھا۔  
عبداللہ ان اپنے کے مطابق ٹھیک وقت پر پہنچ گیا۔  
اور ان کے طور پر تو مطہر خان کے سوا کسی نے جانے کا  
سوال کیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ اس کی کارروائی شہر سے علی  
قلم سبھی کو قلم اتھو گئی۔ اس نے وہ سب کی ماہانہ  
کے قلم کے لیے دی جانے والی تھی۔ انہوں نے شہر پر کے دل  
میں اس کی قدر و احترام اور بھی بڑھا دی تھی۔ چیک پوسٹ کی  
دست کا پاس رکھنے کے لیے اس کو دست چان سے تڑپا تھا۔  
خود اس شخص کے اپنے شہر پر تو کسی قسم کا شک کیوں نہیں جا  
سکتا تھا۔ مطہر خان کی سمیت شہر پر اور عبداللہ ان کے  
سے رواد ہوئے۔ مطہر خان کے مطابق چیک پوسٹ اس  
سڑک پر پڑتی تھی جس پر سے طبع سے باہر جانے والی ہر  
گاڑی کو لوارہ شہر پر لگا تھا۔ شہر پر کی جاہت پر مطہر خان  
نے جس چیک پوسٹ کی طرف گاڑی کا رخ کیا اس کے بعد  
اس سڑک پر انہوں نے ایک ہی چیک پوسٹ وہ چلی تھی۔ یہ آخری  
چیک پوسٹ اس سڑک کا قلم کی تھی جہاں شہر سے جانے والی  
سڑک کا انحصار ہوتا تھا اور میں پائی دے شہر پر ہو جاتی  
تھی۔

"میں سبھی روک دو۔" اپنی مطہر خان چیک پوسٹ سے  
کا قلم پہلے ہی شہر پر نے مطہر خان کو روک دیا تو اس نے  
گاڑی روک لی اور پھر شہر پر کے کہنے پر گاڑی کی آگیا بھی  
بند کر دی۔ ترقی پزیر کا سوں کے انتہار سے عداوت کھلی چپے  
تھا اور اچھی تک اس کے سے طریقہ انتہار کا بھی انتہار نہیں  
کیا گیا تھا اس سے رات کے اس پھر اچھی خاصی تاری  
پھانی ہوئی تھی۔ شہر پر اور اس کے ساتھی اپنی گاڑی سمیت  
اس تاری کا حصہ بنے رہے۔ چیک پوسٹ پر انہوں نے رات کی  
انتہار نہ کر دیا تھا۔ اس روڈی میں چارولہ موجود پولیس والوں  
کی تھوڑی سی حرکت بھی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بہت لوارہ  
نہیں تھے۔ اصل میں اس سڑک پر رات کے کسی چکر گاڑیوں  
کا بہت ہی کم تر ہوتا تھا اس لیے پولیس والوں کو بھی زیادہ  
سرگرمی دکھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ شہر پر نے  
خود کوئی کیا تھا کہ چان مٹنے میں صرف ایک سڑک کی چیک پوسٹ  
ترقی کی اور اس چیک پوسٹ کی پولیس والوں نے بہت اچھی  
طرح حفاظت پٹنے کے اندازے سے پٹنے کی اجازت دی  
تھی۔ اس انتہار سے ان کی کھر کوئی کوئی خاص کر نہیں دیا



لوہارا ماجر کے کان پر جوں تک نہ سنیا اب آخری چند  
چست نہ کیا تھی، خم و دوئی گاڑی کے ٹیکے اور ہر جس  
چپکے سے آتی ایک ہر چپکے چپکے صاف ٹکڑا رہی تھی۔ وہ  
پرکھیں، کس کی ہڈی سے آری تھی، اس وقت میرے ذہن  
اندازہ نہیں رہتا تھا۔ اسے جس بات پر کسی شک تھا کہ لوہار  
کو جب چست پر دو کاج کے کھڑاں کو اندازہ خلافت  
ہوا۔ جب چست پر لوہار کو رکے کا اثر نہ تھا مگر اور لوہار  
دماجیر نے اس اشارے پر فوراً یہ گدی بننے کا مظاہرہ  
خاتون نے اپنی گاڑی پہلے لوہار کے قریب بے جا رکھی۔  
ان کے پیچھے آنے والے ہمیں بھی رک تھی۔ شہرینہ اور  
عبیہ انسان اپنی گاڑی سے باہر نکلے تو ہمیں نے سچے پیچھے  
رکتے والی چپکے سے فکس کی تصویر تیار کر لیتے ہوئے دیکھا۔  
”تھرا! آپ یہاں! شہرینہ! کوئی کہہ دے کہ صبح تیار نہ  
ہوئے۔“

حضرت کا اظہار ہو گا۔  
 ”اس لوگوں کی پیشانیوں پر لکھا ہوا ہے۔“ عظیم کارروائی کے حیرت  
 آمیز سوال کا کوئی جواب: سچے سچے کھائے شہرہ زارے اسے  
 حکم دیا۔

نہیں اس لڑکے کے چچے ہی پہنچا آہوں۔ اچھا  
خود سارا ملک کھنڈ پر رہا ہوا۔ ابھی کھنڈ چھوڑ کر پوربہ  
جسے لڑکے کا تھا تو میں نے اس کی خبر لیست دیکھی تھی۔  
میں باہر نکلے پورا، میری بیب کچھ سے پہلے ہی لڑکے  
آگے چھ کھنڈ پھر دھماکا میں آپ کی گاڑی آگیا۔  
میرا دل آپ کے اب دیکھنے میں کہ اس لڑکے پر کیا موجود  
ہے؟ منظر ہمارے شیراز کو چھوڑ کر چلتا ہوتا ہے  
لڑکے پر سے تریل پٹانے کا اشارہ کیا۔ تو میں اسی لڑکے  
الو اور خیر میں آگیا۔ لڑکے پر سے تریل پٹانے کو شیراز  
خیر کا کھنڈ چھوڑا۔ لڑکے مرلے کیونکہ لڑکے کا

”اس کو سے کو ہٹا کر رکھو۔“ ایک امیر کے سامنے  
شہر دار نے عرض کیا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شہر دار  
پرانی صرف بھاری سی گاڑی آگئی۔ چار نشستوں والی گاڑی  
آگے جانے کی اجازت نہ دے دی گئی۔  
”اسی سڑک پر کچھ ٹریفک ٹھہر گئی۔“ مضمون نگار نے شہر دار  
سے کہا۔ اس کا جواب بہت عجیب و غریب تھا کہ شہر دار کو ان ٹریفک  
جواکس کا جان پر خطر نہ رہا۔

اب بھی برقرار تھی۔ اس امید کے سہارے وہ لوگ سچ تک

تھوڑے روزے لیکن انکار حاصل ہوتا ہے کہ وہ کسی  
 "میرے خیال میں آپ نے کج سے کج کوئی فعل کر لیا  
 ہے۔" یہ سطور نام نہاد سنی شہرہ کے ساتھ ہی جوڑ دیا جاتا  
 ہے۔ مگر یہ سب کچھ اس واقعہ نے اپنے لیے کھڑا کر چھوڑا  
 کہ وہی واقعہ نہیں ہو سکتا۔

”شاید... وہ پہلے ہی محسن ہے کہ مجھ سے پہلے محسنی کرنے والے کے تھپے میں انہوں نے بے خبری کرنے والے کو دھستہ دھستہ جوت کئے ہوں۔“ غمزدان نے بھی ایک جھولتے ہوئے تیر چایا اور ان کی گاڑی میں جا بیٹھا۔ حقیقتاً ان کی گاڑی نے اسے کافی ایجنس کیا تھا۔ اس نے گاڑی سے بات کر کے باہر آ کر دھڑک دھڑک پانی پھر تھا۔ دو ایک... اور سنی غرق چہ دھری انکار کے آخر کو کھڑے ہو جانے کا منصوبہ بھی ناکام میں رہا تھا۔

☆ ☆ ☆  
 "ہنس اسے ہی کے بیچ کو آؤ غصہ نے سلطان اسی قسم  
 ہنس رہا ہے کی جاتی کی؟ اور سلطان کی اتنی کمی کا اس نے  
 ٹھوکر کے نہیں تھکے مضبوط تھے جن پر ہاتھ پڑا تھا۔" چوہری  
 انھار بری طرح لچ اور تاب کھار پڑا تھا۔ اس کے سامنے بیٹھے  
 اقبال باجوہ اور اسلم ہندو کے چہرہ پر بھی گھر مٹھی کے آثار  
 تھے۔

”اس وقت کی طرح ناکہ زنت ضروری ہے جو کہ صاحب نے تاکہ گھر بھری ہو، اور نہایت قریبی بندہ ہے۔ اول یہ کہ ملائی ہو، بعد اس کے کہ صاحب نے زنت کو ضروری نہ سمجھے۔ اس میں بھی نہیں ہوتی۔ اگر کے بندے اپنے بچے کے ختم ہونے والا ہو تو وہ کہہ کر خودی نہیں کھینچ کر دے دیتے ہیں۔ اس کی سیاحت کے بارے میں تو مجھے خود بھی نہیں معلوم تھا۔ مجھے اس کی صاحب نے بار بار کہانی کا کسم پورہ کیا تھا۔ جب بھی خودی ظہور پر میرے اذان تک یہ بات نہیں آتی تھی۔ مگر وہ کہیں نہ پہنچتی کہ کھانے سے اٹھ کر ہو گئے ہیں۔ وہ تو جب نہیں آتے مجھے لوفور کے فیروز زنت کرائے تو میرا وہ بیان یہ اور میں نے سوچا تھا چنانچہ صاحب سے مصروفہ لڑیں۔ ان سے بات ہوئی تو مصروفہ کہ ان فیروز کے لوفور تو پہلی جانے والی ہے اور لوفور نہ اس کی تو کھڑے ہیں۔ میں نے وہ جانو صاحب نے نہی کر صحت و دل پر غور کیا۔ مجھے سوچا کہ جانتے دیتے ہیں لوفور۔ بڑا لک ہوئی تھی تو چھپ چھپ کر میرے اپنے ہی بندے ہوں گے لیکن بھر لال آپ کہہ دیا کہ میں ان میں سے کوئی اس کی صاحب کا گھر پر وارد نہ کیا جا کر بکلا ہو گا۔ پھر صاحب نے لکھ چکی میں چپ نہ

[illegible]

”ختم نے اپنے بندوں کو غلامانہ جود: کھینک ان بندوں میں سے ہر کوئی اس کی انگریز کھینک بن گیا“ بھدھری انکار نے بھونکنی اٹھایا: بھدھری طرف کیا۔

”مہرے بندے بہت افسوس کئے ہیں چوہری صاحب! بڑوں سے برا لکھا بندوں سے کام نہ رہے۔ جس کی کئی طرف سے فکایت نہیں لی۔ آپ تو کچھ سے لڑوا جاتے ہیں ان بندوں کے بارے میں۔ انہیں میرا سے لڑواؤ آپ کسی کچھ لڑوا لیں اور آپ کے کچھ غلاموں کو میں نے جن سے کڑے دیکھا ہے، کچھ کرای کر لیتے ہیں۔“ اقول ہندو کے خلاف یہ چوہری افکار کے پتھروں کا چرچا ہی سترہت تکمیل میں نہیں لکھا اور انہی پتھروں کو ہندو

”نیک ہے تمکو اپنے بندہ پر استوار، جس نے تمکو  
کسی سے تو جبری نہ کیا ہے۔ تمہارے ارمان کو تو کافی  
بیکر موجود ہے۔ میں اس کی بجائے اس کو اصرافا ہے۔ ابھی تو  
ملاؤ کی وجہ سے، مجھ کو بھی جو کہہ رہے تھے وہاں سے  
ملاؤ کو بھی جانتے تھے وہاں سے وہاں سے کہہ رہے تھے کہ  
فلسفے تارے تارے تھے کہ وہاں سے کہہ رہے تھے کہ  
ملاؤ کو بھی جانتے تھے وہاں سے کہہ رہے تھے کہ  
ملاؤ کو بھی جانتے تھے وہاں سے کہہ رہے تھے کہ

”میرے جان میں ایک بندہ کا دم مارا ہے چورہری صاحب! میرا خیال ہے کہ یہ تجری ہی بندے نے لگا ہے۔“ اقبال جانے کا ایمان نہ ہو سکا۔

ہندو کے مذہبی عقیدہ کے مطابق ہوتی چیز، اور موتی والا  
چھاپ اور کوئی تحریری کرنے سے روکنا ہے ایک  
موتی والی روچا ہے جس کے اوپر سے ہونا ہے کہ وہ  
اسی بنی بنا ہے۔  
”ہمارے بھی کئی کمزور ہے جو تحریری کرنے اور جو خود  
شریک ہے۔“ جو تحریری انکار ہے۔

[illegible]

”یاد کرو چہ کہ اگر کسی نے حج پر جانے کا ارادہ کیا تو چاروں صاحبِ آپ، نامیں و تائیں میں مجھے پہنچائیں گے کہ کس سب کے بھی حقِ ولایتی ہے۔“ اقبالؒ نے جواب دیا کہ چاروں صاحبِ اختیار کو حق کرنے کی ضرورت ہے۔

”تو اسے دانی ادا کیا تو ہے؟“ مجھے ہنسی ابھی کھڑی تھی کہ اس نے کہا کہ اس کے پیچھے مولاناؒ بھی چاروں صاحبِ ہدیٰ طرح کا قائل ہو چکا تھا۔

”میں اس سانس میں اس لیے بھی بخیر رہوں کہ مولاناؒ



















ہوئی "ہزار شہریا، سے ہاتھ دگر، کہا سے دیکھو۔ ہاتھ  
تب اس نے ہنسی آواز میں اس سے فرما لیں۔  
"کیوں؟" سہرا۔

[illegible]

یہاں تک کہ ان کے لئے ایک خاص مقام ہے۔ ان کے لئے ایک خاص مقام ہے۔ ان کے لئے ایک خاص مقام ہے۔

[illegible]

تقریباً ۱۰۰ سال پہلے کے ایک مسافر کی طرف سے لکھی گئی ہے۔

جس سے وہ بڑا خوش ہوا۔ اس نے کہا کہ میں نے  
 اس سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس کا  
 نام اس کے لئے مناسب ہے۔

تھے۔ سجاد اپنے بانی یحییٰ کے ساتھ ایک دسترخوان پر  
اقربین، راجا کا کھڑکتے ہوئے پر کھڑی تڑپا تھا۔ کسی سر  
ناتوا کے ہاتھ کے ساتھ کسی شخص میں شرکت کرنے کی  
جھپٹتیں جو ہر شخص پر ہندو ہونے کے باعث ہمارے  
ہوتے وہی نہیں تھے۔

یہی سب کچھ ہے جو کہ ہم نے اس بارے میں سنا ہے۔

[illegible]

جواب ۳۰۰۔  
 "اے افسوس پڑی ہے کی کر۔ ہم نے ہاتھ دیا تو  
 موقیہ والے کے گرد ہی جمع کیا ہوتا تو ہمارے پاس سے  
 فرما رہے تھے کہ اس طرح میرا ہوش بچھڑ کر رہی ہے۔"  
 اس نے عہد امتنان کو بکھڑا۔ بکھڑی درد پر دوڑا۔ اور اس کے  
 لیے رات بھر تھکے۔ عہد امتنان نے بکھڑی موقیہ کے ساتھ ہاتھ  
 دیا۔

جس وقت وہ لوگ سولی والی دیوار کے پاس پہنچے، انھوں نے  
ہزاروں نور انکسے کی چماری کی جھلکی دیکھی۔ انھوں نے  
سولی والوں کے اپنے خون سے سنبھل رہے تھے۔ سولی والوں  
شیر یا بے کار وہابی فرما کر سولے کی جگہ پرے ایسا  
پہنچ گئے، شہر کے کتب خانہ پر قابض آکر بیٹے سے ملنے  
وئے فراموجود تھے۔ ان کے سولی کے فرماؤ کے اندر لڑکوں

تھیں۔ مونی کے رشتہ داروں نے اسے بھی اس کے ساتھ لے کر دیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے رشتہ داروں کو بتایا کہ وہاں کی حالت کتنی ہیروانہ ہے۔ وہاں کی حالت کتنی ہیروانہ ہے۔ وہاں کی حالت کتنی ہیروانہ ہے۔

[illegible]

پھر یہ مجھے اپنے سرور کے چہرے پر افسانہ لکھ کر دکھائی دیا۔  
 تھے۔ اس سانس کا کہ پھر میری سرور ہونے کی کوئی گائی  
 ہوں۔ چنانچہ وہ نہ ہوا تو بھی چہرہ ہی سب سے آگے  
 تھی۔ مگر کی قریبی سب سے حق میرا کہ میں کہ چنانچہ  
 وہ آگے کے چہرہ کو تو اقرار نصرت ہونے کے۔  
 مصروف ترین کو کہ چہرے کے لیے نہ چنانچہ میں کہ  
 یہ سب سے زیادہ شگفتہ ہے۔

وقت میں تین بی بی حیات سے نکلا تھا۔ اسے اس وقت  
تو لڑکی کے قبرستان روانہ کرنے والا تھا۔ مگر اس وقت  
قریبی حیات سے اسے اور پچھلے حیات سے مل گیا۔

[illegible][illegible][illegible]

”یعنی جن کی لہجہ سے ملاقات کے لیے یہاں کے  
ملا نہیں آئے۔“

[illegible]

”مجھے اس قسم سے دہریوں کی حقیقت پر ہی ایسی عروج  
 مل چکی ہے۔ تمہارے پاسوں کے ساتھ چلے جاؤں گے۔“



















جانے پانہ جانے کی تلاش میں تھے لیکن نہ کار و بار نہ چین و دوس  
نے رکھے تو کھوس چیں نہ کسی اور امداد حاصل ہو گی کیسی تھی۔  
غول اور دولت نے اس کے خواس کو آٹھ محل کر دیا تھا۔  
اسے یہ بھی احساس نہیں ہوا کہ وہ کیسی بد کرنے کے عادی تھے  
روا پر ابھی سے عیاد وہاں اسے اپنے قدم در رکھ دیئے جا تھے  
وہ اسی طرح دولتی رہی تھیں بد روز چند قدم سے بدو کہیں  
تھی۔ مگر نہ وہاں جانتے تھے وہاں کسی کے ذریعہ۔  
کی قوم تو کوشش کے بدو وہاں کی تھی کی قوم تھے مگر  
یہی طرح ابھی اور بلکہ مگر یہی طرح تھی۔ کسی کے ساتھ  
ہی ایک روز صحت نہ ہو گئی بدو روز سے ہوا کہ نہ تھے  
مگر یہ تھیں اس کے جسم کو چھتا ہوا آئے تھے کیا۔ بھڑک  
وہ کہ مگر مگر یہ سے گردنے ہلی کا تو اس نے یہ تھیں کہ  
شروع کر دیں اور وہاں سے سچیں بھی تھی کہ مگر مگر  
خوف ڈانڈے تھے۔ وہ یہ تھی کہ سب سے پہلے  
سب دے رہا تھا، اس کے کئی طرف تھیں سے پہلے چا  
اور یوں سے تھیں وہاں جس سے وہ تھیں تھیں۔

کے سلسلے میں سرگرمی رکھائے اور ہوا اس طرح کی تھیں ہیں  
کی گئی اپنی کاروائی کی سہولت بھی کرنے کے لیے نہ صرف  
خود مسکن کا ماحول۔

لیکن پہلے تو یہ جاننا ضرور اڑاؤ کا قراہیہ اور  
طرز و طریقہ تھا اس لیے وہ جو چیز کو ہوا میں بکھرنے میں سہارا  
میں نے دیکھا ہے وہ اس کے کوئی بڑا برائی نہیں تھی۔ تو  
بھیس آپ سے ملنے بہت ہوتا ہے۔ جس کے ہر لمحہ ہوا اپنے  
فرض کو بھول جاتے وہاں ہر جگہ بکھرتا تھا۔ ہم نے سوئی اور  
کی تجویز خالی کرنے سے پہلے یہی کوئی کار کا بھگتا تھا۔  
وہاں کوئی لڑکی کوئی تو بھیس ضرور تھی مگر نہ خیال میں اور  
بکھری رات بھر سے کچلنے سے پہلے ہی کھتا چل کی گئی۔  
وہ بھیس بھائی تو اس کا کوئی سامان نہ ضرور تھا وہیں کھتا لیکن  
ایسی میں سے پہلے وہاں کو کچا ایک دو جڑے سے پڑے  
تھے اور کچھ مولیٰ اور کی ہادی کے تھے۔ اس کا مطلب تو یہی  
ہوتا کہ کوئی پہلے ہی اپنے سامان سمیت وہاں سے جا چکے  
تھیں۔ وہاں کھتا کچھ دھڑکی کے سامان کا بھگوت ہوتا۔

دارالامان کی عمر صرف گنت کروائی تھی ہے۔ پائیس : اے اچھی چتر  
کار کا بیٹھ کر بیٹھ رہے ہیں۔ ان اداقی سے وہ محبت بھی دیکھ کر نظر  
آگئی۔ شہ نے چہرہ پر اسے بڑا نواں لکھ کر دیکھ کر مڑی  
ہوئی اور بھاگتے بھاگتے ایک گاڑی کے سامنے آکر چلنے سے  
بلا تھی۔ بیٹھ کر جہاں سے شروع کی تھی وہاں سے طوم لگائی ہے وہ  
اتنا تھکا رہی تھی۔

”معاذ باللہ کچھ بڑی ہی مجھ میں کر دیا ہے۔ جوت ہو اور  
ہاؤس کا ڈال بنے تھائے میں اس کی کے بیچ کا ہاتھ ہے۔  
اپنے سامنے ہی شہ پر اس کا سات جتا ہے۔ وہ سامنے سے تھک  
سے اوتار جتا کر چپے سے سامنے ایسے کہہ کر تاجہ شہ سے  
بچے پر بیٹھا ہے۔ ہاؤس والی نے دارالامان کی نگاہ کو دیکھ کر  
تھک سے تھک کر کمر کوئی والے کے کمر کوئی شہ کی اس کا  
حق ہاتھ ہو گا۔ آج کل یہی کھلنے لگی ہیں۔ دارالامان والی  
کی۔ اسی کی طرح جس پر وہ ہے۔ وہ ہاتھ کے پتھر میں  
تھک۔ لیکن اب اسے طوم ہو جائے گا۔ تھک کر چلے گی۔ اچھا کوئی  
جس کا کوئی پتھر نہیں۔

[illegible]

”ہاں بھئی ہائے اکیلا پن ہے، اگلے دنوں سے وہ  
 یہاں چلا بیٹھ رہا ہے، ایک سو فی صد دلکشا کے گھنے کے سوا  
 تو نے کوئی بھی اس کے پاس نہیں لگا، اس کا سر میں بھی تو نے  
 لکھوں کے تھپا۔ مجھے لگے کہ اس کو تو بہت ہی تجھے  
 اس بات کی خبر نہیں تھی کہ کوئی تیری کوئی جہان بڑی بھی  
 ٹھہری ہوئی ہے۔ تو نے سنا توں، وہ توں یہاں پہنچا گا گا کا کا  
 اور مال سمیت گھر آگیا ہے۔“ چوہدری احمد راج علی علی  
 بہادر نے ٹھہری میں ہی غصہ اور حقارت سے اپنی دہائی کا  
 ٹکٹ دینے کے لیے اوپر دواڑ میں لڑکھی کہ ہر گز نہ دلت  
 اس کے چڑاؤں کے ساتھ نہ دلتا تھا۔ چوہدری گھر میں سے بھی  
 اس نے منہ کی ۱۵ کے کاتوں کو پکڑنے کا ہرگز نہ معاملہ کیا تھا۔  
 بے ن آئے ہئے، ہر گز نہ دلتا تھا توں اس سے کوئی نہیں  
 عظیم بہرین لڑکی کو اس کے گھر اور علی باب کی خبر ہوئی گی۔  
 ماز میں سے چھوٹے چھوٹے شیشے میں ڈھانکا گدا بھی مصروف  
 گھبراہٹ سے علی باب داتا سے بہت متاثر تھا۔ خصوصیت نیلے  
 ہونٹ کے قرعہ چاہتے چاہتے اسے گلی میں کھینچ لی گئی  
 اسے یقین داتا تھا کہ وہ سہولت داتا اور خوشی داتا۔ اسے  
 سوئی داتا اور گھر میں شہت سے فخر آتا تھا۔ وہ دیکھ کر اس سے  
 چوہدری راج علی گھبراہٹ سے باقیات میں سے فخر سے گھر کے  
 لیے اسے سوئی داتا جیسا کہ اپنی تھا۔ چوہدری نے اپنے آپ  
 بلکہ اس کی جان کو خدا شروع کر دی تھی کہ وہ داتا کی خوش

ہے، یہ خداوند کے لئے اور اس کے مخلصین کے لئے ہوئی کی  
جس نے جی میں سے اس کو اپنا بولی اور اس کو اپنا تھا۔  
تکلیف میں نے وہ کی کہ وہ کچھ کہہ سکتا ہو، یہ بتا رہا  
نے اب کی گندہ نہ تھا، کون کون سے گھوڑوں کے لئے  
کی کشتی تھی؟ ”پھر وہی اس پر بولا۔  
”وہی بتائے کہ آپ تو رہا کارا، اسے وہی اور  
میں اور میں نے ہم صاحب نہیں کیے۔ میں مصلحت نہیں  
تلاش رہا ہوں۔ ”خیر، وہاں کے خزانے میں سے لے کر  
ٹی ٹی کر کے میں خزانے کے محلے کے پیچھے گا۔ یہ کسی  
حرر مظلوم ہو جائے۔ اسے خزانے سے کس نے پھرا دیا  
بچا، اور کون کون کات مظلوم کی کشتی تھی۔ اس کے کہتے تھے  
کہ یہ سے تنگ سے خون آیا تو۔ میں نے سوچا اس وقت اور  
ہی لگا چائے۔ اس کی تھوڑی جھلکی میں لگی اور چاروں  
ولی کا حق آیا تو اس نے انکو نہ کر لی کوئی آسانی نہ رہا  
کے خون پر پھوڑا گیا تھا۔ اب اس کے بعد میں نے ان کو  
کہیں پہنچا دیا تو ان کو نہیں۔ میں دوش میں گا رہا کہ کسی صحن  
ان بعدوں کی کوئی خبر نہ تھی آپ وہ خوش فہمی کے ساتھ  
لیکن مظلوم مظلوم نہ تھا۔ پھر میں نے اور ان کی کوئی نہ  
اسے چھوڑ دیا تو اس کو سوچا۔ پہلے اسے خون، اس کا خون  
ان سے وہی تھے یہ بتا دے۔ اس میں اس کی کشتی تھی  
مصلحت نہ اس سے پہلے تھا کہ ان کی کشتی سے یہ

[illegible]

تو ہی وقت صرف ہوا، غمزدہ ہے۔ چنے سائے ہو گئی  
 تو کئی وقت کھٹے ہوئے اس نے کھڑک دیا۔  
 ”آر آپ بھارت دینا تو میں مرنی والا کے ہیں کو  
 آتی سپریم کے جلاوطن کا غمزدہ ہے۔“ چنے میں اس کا  
 ”نوں آتی تھا کہ وہ سوئی والا صاحب کی دل کے سب سے میں تب  
 سے طاقت کے ہے۔“ چنے چہ ہے۔“ یہ ان کے لئے چھوڑ  
 ایک لمحہ گیا۔ سوئی والی دل کے طے میں اس کے پاس  
 کے کے پاس ہی اس کی غرت۔  
 ”دل غمزدہ ہے۔“ چنے چہ کرنا ہے۔ طاقت میرے  
 گئے پر مرنے والا دہلی آئی اور سے یہاں تک کے کوئی  
 غمزدہ اسات بھی 17 ایک سے ہوئی چاہیے۔“ اپنا  
 چنے کے ساتھ ساتھ اس نے یہ ایک بھی ہارنی چاہیے کہ  
 مرنے ساتھ ہی ہم چھوڑ۔  
 ”اور تو کی دلی غرت کی؟“  
 ”غور انکا دلی آفسر فتح کھڑے سے میں اس  
 جے میں ہوں نہیں اس کے کو۔“ وہ غمزدہ کے میں  
 نکس۔ میں سوئے رہا ہوں کہ مرنے والا کے کے میں  
 چہ جی دلی غمزدہ ہے۔“ چنے چہ اس بات کا بھی امکان ہے  
 وہ غمزدہ ہے۔ اس کے لئے کے غمزدہ کے لئے  
 ”شہر کے سوائے کہ چاہیے ہوئے میں انکا  
 نہیں تو کئی۔“







سے لکھوں کے مسائل پر حیران تھا۔

”یہاں کا سب سے بڑا مسئلہ تو غربت کی ہے۔ نورو  
 تو لوگ بھی پانی کرستے ہیں۔ کچھ مہرہ اور بچے ہیں۔  
 آدمی کے حساب سے روزگار کے مواقع بہت کم ہیں۔  
 چار ہفتاکہ آٹا میں کئی آٹا ہے تو کسی پھولی موٹی

لوہی ترقی کرنے لگا۔ "بیچہ اپنے باپ کو  
"آپ کی اہل خانہ کو مجھے بہت ملتی ہوئی  
ہے۔ مجھے سارے افراد میں آپ واحد شخص ہیں جنہوں  
اپنے ذاتی مباحث کے بجائے اپنے کاموں کی ترقی  
کے لیے بیچہ کو ابھارتے۔"

”ذاتی ملاقات میں نے اسے دیکھا۔ چنانچہ مجھے یہ خبر  
 ملی۔ میری بیوی نے اس کے لیے ایک کمرہ بنا دیا۔ وہاں اس نے  
 میرے ذہنی کام میں مدد کی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں اس نے  
 ذہنی کام میں مدد کی۔ اب مجھے جیسا مفہور اور اچھا لگا تو  
 دولت حق کر کے کبھی تو اس کے کمرے کا آنا ہی ہو گیا۔  
 چھوٹی سی سیڑھی تھی۔ اسے غارت سے اس کے کمرے کا دروازہ  
 میری ساری طرح ختم ہو گیا۔ مجھے جو کچھ سنا ہے  
 اس کے گھر کے دو بے شمار عرصے ہیں۔ ”ذہنی  
 ملاقات سے اپنے دو بے شمار عرصے میں اسے کئی کئی  
 کئی بار دیکھا۔“

آپ کو بتا دیا کہ آپ کے گناہ میں عظیم درجہ صحت کی ضرورت ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ ایک بڑا آدمی تھا جس کی عمر تقریباً ۶۰ سال تھی۔ وہ ایک بڑا آدمی تھا جس کی عمر تقریباً ۶۰ سال تھی۔

وہاں کہیں کہ آپ کے گاؤں کے مسافر کے محل کے یہ

ہوئی۔ ”جیسا اب میں چاہتی ہوں، وہی وہ ہو چکی ہے۔ تم میرے ہوائی ٹیلفون سے گرفتار نہ۔ اس کے میں اسے انکی طرح کا نہ سمجھاؤں گا۔“ ”ایسا نہ کہنے کے بعد وہی نہیں اور تیرے لیے ہمارے لکھ گئی۔“ وہ دو جہازیں اس کا یہ دو جہاز دیکھ رہی تھیں۔

[illegible]

”میرے دل میں تو بھی اسے اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“ وہ عرضیوں کو کئی کئی بار دہرائی۔  
 مسروریت آئے اسے اپنی سے کہہ کر اپنے دل میں اس بات سے بے خبر ہو کر چل گیا۔  
 ”آج کے گاؤں کو دیکھو، وہ جی شراٹ کی  
 ہی اماری ہو۔ مسٹر شراٹ تو جین جن کی بیوی جی شراٹ سے  
 اس میں کامیاب ہو گئے۔“ آج کے گاؤں میں جی شراٹ کے  
 کے بیٹے میں جو درخت دوست دی گئی، اس کے لئے دی گئی تھی کہ  
 میں کوشش کروں گا کہ جلد ہی وہ اس بیٹے میں آج کی جی شراٹ  
 ہو گئے۔“ آج کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے  
 مسٹر شراٹ کی بیوی جی شراٹ کے مسٹر شراٹ کی بیوی جی شراٹ  
 نور کا جی شراٹ کے مسٹر شراٹ کے مسٹر شراٹ کے مسٹر شراٹ  
 کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے  
 جی شراٹ کے مسٹر شراٹ کے مسٹر شراٹ کے مسٹر شراٹ کے  
 گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں کے

[illegible]

”وہ کہہ کر اٹھیں، خدا میں تمہاری دیر میں آتا ہوں۔“ مگر وہ چاہا کہ وہ دیر تو دور ہوئے گا۔ سات سے آٹھ سال تک میرا ہی یہ چہرہ تھا۔ ہوگی۔ میری جیٹا اتر کر وہ جیٹا حوض پر موجود مارگھ، وہ میں پہنچا تو اس ۱۹۱۱ء کی رحلت یافتہ لڑکی، لانا، سات سے آٹھ سال بڑے ہو کر بیٹھے تھے۔ ”حقیقت میں لڑکی مسخری ہوئی، اس کے قانونی مشیر۔“ اس کے داماد وہم میں بیٹھے پر میدان میں اس نے تعارفی وہم بھائی اس نے حقیقت میں لڑکی سے باہر کمرات دیکھے، اشارہ کیا اور خود میں ایک سال پہلے بیٹھے۔ ”ابور سے یہاں تک پہنچنے میں آج وہ دو سو بارہ گزیرے۔“ حقیقت میں لڑکی نے اس کے اسل مشیر پہنچنے سے پہلے اس میں لڑکی۔ یہ کہہ کر اس کی۔

[illegible]

بختر پنے کے ہر بھی انہوں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے  
 بارہ سال التو کا۔ جسے کہتے ہیں کہ ایک ہزار چوبیس اور اسی  
 دار آبی چوبیس ہزار تھیں۔ یہ جڑ کے پانی سے تھا جو  
 بھی کی کرکٹ میں سوٹ میں ہوتے۔ شہر بارہ سال  
 سے عظیم شیرازی نے یہ اتفاق سے دار آبی کا قتل کر دیا  
 میں موجود کا کھانا تھا۔ ان کے مران کا ہر لپٹے گاربان کا قطعہ  
 کے مہرہ جات عظیم شیرازی کے لاطینی تھیں۔ کمرے  
 تھے۔ صلی ۱۱۱۱ نے اپنے اس وصیت دے میں اسے الی  
 جو اس کا کوئی قرار دینے کے لئے اپنے پنے کے ہر خانہ  
 پہنچان کے قیام کی خواہش کے ساتھ ہر پہنچا چلی کی  
 شہر بارہ سال پہنچان پنے دار آبی میں قبر برداشت۔ شاید  
 اپنے ان ہر کا کھانا کر دیا۔ کمرہ دار آبی اس نے جو  
 ان کے ہر محل پر تھیں سے کوئی کی اس کے کھانے میں  
 کیا تھا۔ ان کے ہر محل سے حاصل ہونے والی یہ دولت  
 جس کے عین اس طاعت کے لوگوں کا سب سے زیادہ حق تھا۔  
 اسی صورت میں دار آبی چوبیس تھی۔ مرنے والے نے ایک  
 قطعہ مرنے کی پہلی کی تھی۔ شہر بارہ سال میں جس کے قیام کے عظیم  
 شیرازی سے یہ اتفاق ایک مرنے کی دار آبی مرنے کی جو اس  
 کی کوئی دار آبی کا کھانا تھا۔ دار آبی مرنے کی مرنے کی  
 صورت میں اس کی دار آبی تھا کہ وہ دولت کرتا۔

یہ میرے ساتھ تھے۔ تو انیہاں سے کہو کہ وہ  
صاحب نے مجھے اس وقت کہا۔ ان دنوں انہوں نے میرے  
باوجود بہت قیود طرہ سے تھے۔ اپنے طرہ سے انیہاں کے لیے  
تھے۔ ان میں بہت سے منصوبے تھے۔ لیکن ظاہر ہے، میں  
تو انیہاں کے حکمت سے ان تمام منصوبوں کے لیے مراعات  
میں مل رہی تھی۔ تو انیہاں صاحب کی اس بات کے بعد میں  
تو انیہاں کے لائق ہونا۔ اگر کتا کے ساتھ کے مل کے  
لے۔ پھر انیہاں کے ساتھ میں میرے ساتھ میں جو منصوبے  
تھے۔ تو انیہاں صاحب کی انیہاں سے کہو کہ مراعات  
میں ایک سے چل کے قیود کے چلے جائے۔  
میں نے پہلے سے کہہ دیا کہ انیہاں کے قیود میں  
میں نے انیہاں کے چلنے میں کہو کہ انیہاں کے  
میں تو انیہاں کے چلنے میں کہو کہ انیہاں کے  
وقت پہلے کا مسٹر نہیں تھا۔ ہے کہ انیہاں کے طرف اگر ہم  
تکلف براتوں میں کہو کہ انیہاں کے قیود میں  
تو کہو کہ انیہاں کے چلنے میں کہو کہ انیہاں کے  
میں نے انیہاں کے چلنے میں کہو کہ انیہاں کے  
میں نے انیہاں کے چلنے میں کہو کہ انیہاں کے  
میں نے انیہاں کے چلنے میں کہو کہ انیہاں کے



کو بہت دیر پہنچے گا۔ اے انہو! اسے کوئی بہت جاؤ دیکھو کہ کیا تو  
 ان کا پس منظر کیا ہے؟ کس کو کسٹ اپاؤ؟ اسے کس کی دے شہرت  
 پہنچانے کی سہولت مل جائے گی۔ اسی کو تو چاہئے ہے کہ  
 جس شخص کی حکومت کو کرے گا، وہاں پہنچ کر مل جائے گا،  
 وہاں بھی اسے تیرہ سو سو... میں ہوں تو دور ہیں۔" لکھنے  
 میں کھانا دیا اور اس کے بعد میں نے اسی غلام کو  
 انکار کیا۔ اس وقت وہ بہت ہی جوش خروش تھا۔ وہ غلط  
 منصوبہ جو مسلسل اس کے ذہن میں چلے رہے تھے اس  
 وقت ان میں سے ایک نے یہ خیال کے لیے اس کی تھی۔  
 "مجھ تو آپ کی بہت اچھی ہے۔ مجھے اس شخص پر  
 کوئی اعتراض نہیں۔ میں ہر اس کے ذاتی دو بہن سے بھی اس  
 گھر کو دیکھنے کے لیے آپ کو کبھی نہ آپ دے دوں گا۔  
 میرے لیے اس شخص کو دیکھنے کی اس گھر کو نہ دے گا۔"  
 حلقہ شہزادی کا جواب دیا: "میرے لیے اس شخص سے  
 میں اس کو اپنے گھر میں لے جاتی ہوں۔ اس کے ساتھ اس کو  
 غلام کے بعد جاتا ہوں اس پر اسے اس سے اسے اپنے اندر  
 بڑی کھینچیں تو وہ ہوا۔"

[illegible][illegible]

”کون سے کس کچھروں کا؟“ بت کر دے جو تو کہہ گیا۔  
 سردار ان کا کھانا لیا مگر یہ نیکو سوادیاں کب تو کھانے کی وجہ سے  
 جاگتے پڑا اور اس قدر خفتی ہو گئی کہ وہ کھانا نہ کھایا۔ سادیاں  
 سے میں کب تو کھانے کی عرض کر رہی تھی کہ کئی دن پہلے ہی مجھ سے  
 وہ کھانا کھا چکا تھا۔ کچھ دیر کے بعد سادیاں چلی گئیں۔  
 سوچے سمجھے ان کو اپنی پرکھی جانے لے۔ ”خاموش رہو۔“

”اگرچہ یہ سارا دورا“ ایسے محروم ہے۔ چنانچہ اسکی دینی  
کے پیش میں اصل جتنی سے رہی گئی ہے۔ ”کچھ تو نہ  
ایسا اور کچھ کا طریقہ“ اس عرصے میں گھر کے دو دروازے  
کو جس گزری ہو تو کوئی حیران نہ ہو کہ وہ کسی دھنسی پر  
نہا ہوا ہے۔ اس کے انداز سے تو صرف کچھ تو کہہ دو  
گھر کے کسی کمرے سے ہی پھیل آ رہا ہے۔  
”وہاں پہلے کمرے کی بات رہی“ تمہیں آئے ہوں  
تو یہاں پہنچ کر ان کے ہاں پہنچاؤ سے چندہ والے کو  
برستے ہی مجھے یہ اندازہ رہی کہ وہ ہے۔ ”اگرچہ میں  
اسے تو کہتا۔“

”میں تو صرف لڑکیوں کو بچھڑائی ہوں، پر تو نے تو  
 دیکھ لیا لی کی جی جی کو دیکھی۔ چونکہ جہان کو طوفان کھڑا کر رہا  
 تھا اس لیے اور اب کھڑے سے کھڑی ہو رہی ہے۔“

۱۔ اسی وقت کہ وہ اپنے اس غم پر ادا ہو گیا  
 فہم کہ کادہ بھٹ کر اس کا سر پٹا پڑا۔ چونکہ  
 سر جوڑنے والے کے ذرا نیچے اور نیچے۔ سر پٹا  
 چڑھا۔ اس نے چار کے چوڑوں میں سے ایک کے پاس  
 شہر کی مادی اور دوسرے کی طرف دیکھے پھر یہی تھا  
 دیکھ چھپے کی طرف چلا دی۔ راجہ تھیل کے ہم  
 دیکھ سے پرانی اور بد بری طرح چلا۔ اس مادی

اس نے ہائی جیمز کے چہرے کو دیکھ کر کہے۔ شاید وہ ان کو کون میں سے خواجہ مراد میں ایک جیسے ہے جس سے سنا چنتہ کرتے ہیں۔

”جیسا کہ جیمز نے سرور ہا جی جی اور جی جی کے طور پر اور جی جی اور جی جی کے طور پر کہے۔“ ہارے کسی کی ہندوستانی کی آواز سنائی دی۔

[illegible]

اور محسن کا راز کھائی سے نہ نکلے گا۔ اس نے خود  
 کوئی دھوکہ نہ کھایا، نہ کسی کی دھوکہ کھائی۔ اس نے  
 اپنے دھوکے کو اپنے دھوکے میں ہی رکھا۔ اس نے  
 اپنے دھوکے کو اپنے دھوکے میں ہی رکھا۔ اس نے  
 اپنے دھوکے کو اپنے دھوکے میں ہی رکھا۔ اس نے

[illegible][illegible]

کے پیش میں کھل جائے گا اسے برا ہی لگتا ہے۔ کچھ ترہانے  
ایسا دیکھنا کہ تیرا پاؤں مار کر میں کمرے کے دروازے  
کو میں کھڑی ہوں تو کوئی حیران بھی کہہ دے گا کہ میں یہاں  
نہیں ہوں۔ اس کے بعد اسے جو صاف گفتار کہہ دوں  
کہنے کی ہیئت سے بھی یہاں آئے۔

”میرا ہی مطلب یہ کہ بات میری سچ تھی۔ آئے روز  
تو یہاں پہنچ کر ان کے وہ پتھر تو اس سے پتھر والے توڑ کر  
برستے ہیں مجھ پر ان کا ہوا تو اچھا کہ ہے۔“ مارنے سے مجھ میں  
اسے ڈکا۔

”میں تو صرف دیکھوں اور سمجھتا ہی ہوں۔ چاہے تو  
 وہاں دیر ہی کی حد ہی کر دی۔ جہاں جہاں طوطے گھومتے  
 اُن جگہوں پر میرے سہارے سے لٹھکی کرتے ہیں۔“  
 ”خیر تو میں۔“ ”پتا ہے کہ میں کس قسم پر اُڑا ہوا ہوں؟  
 جس جگہ کچھ اور سمجھتے ہو کہ کس طرح پتہ چلے گا۔ پتہ چلے گا  
 سب کچھ کھانے والے کے کھانے کے لئے ہی۔“ ”میرا پتہ۔“  
 ”خیر۔“ اس نے پتہ چلے گا کہ جہاں میں سے ایک کے پاس  
 میں کبھی ماری اور دوسرے کی طرف دیکھتے تھے جہاں میں  
 دھمک دھمکے کی برباد ہوئی۔ دھمک دھمکے کے جسم کے  
 ڈانک سے بڑی بڑی اور وہ برلی طرح اُڑا۔ اس ساری

۱۱  
 حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے اپنے والدؓ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے  
 نبیؐ کی خدمت میں جاتے ہیں اور وہ ان سے کہتے ہیں: اے محمدؐ،  
 اے علیؓ، تم دونوں میں سے جو پہلا تم کو دیکھے گا، وہ تم کو  
 جنت میں لے جائے گا۔

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱

[illegible]

”سادہ سچا ہمارا ہے، ہم تو صرف ان کی غلطیوں  
 کو دہرائے آئے تھے، اس نے پانچویں بار پانچواں  
 دہرایا کر دی۔“ پرجہ کے ساتھ آئے، وہاں کا مسرت  
 کے لئے غلام لگی۔

”اے کے چہن! ایک لڑکوں نے تو مجھے کار کی  
 ام ترقی کی مانی ہے اس پر سے لڑکی کی میری خواتین سے ہو۔“  
 سران کی ہاتھ میں لکڑ کا۔ وہاں بھی گئے، وہاں کی ہوج  
 کے بھڑے سے تپ ہو گیا تو وہ اس کے ساتھ خضر اب  
 لکڑ کا۔

”دعوتِ قرآنِ عام سے بہت گرو۔ تم سب کی بات آہم سے کہیں گے۔“ اگرچہ مسجدِ نبویؐ نے عام شہداء کو جھٹکے ہوئے اپنے اہلِ کار بنے رکھا۔ ”آپؐ دھڑ سے جیس دھڑائی، اسی آپؐ لوگوں کے لئے بھی کس طرح کھڑک رہے۔ ہم تو نے اسے











[illegible][illegible][illegible]











تھیں۔ اور صورت حال سے بڑی طرح آگاہ تھا اور کافی مستعد اور چمکنا تھا۔ اس نے اس کے ساتھ ہی چلنے والے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔

اور اس نے اس کے ساتھ ہی چلنے والے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔

اور اس نے اس کے ساتھ ہی چلنے والے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔

اور اس نے اس کے ساتھ ہی چلنے والے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔

اور اس نے اس کے ساتھ ہی چلنے والے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔

تھیں۔ اور صورت حال سے بڑی طرح آگاہ تھا اور کافی مستعد اور چمکنا تھا۔ اس نے اس کے ساتھ ہی چلنے والے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔

اور اس نے اس کے ساتھ ہی چلنے والے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔

اور اس نے اس کے ساتھ ہی چلنے والے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔

اور اس نے اس کے ساتھ ہی چلنے والے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔



[illegible]

اس نے آئی سے تینا راہ۔

[illegible][illegible][illegible]

”تم آجے جا کر یہ سچے والوں کی کہہ دو گیتا میں ہر  
 عظیم خان کے پاس حاضر کی اور اس سے استعمل کرنے  
 کے لیے بے بسی حاضر تھو۔ اپنی بات لینے کے بعد وہ اس  
 کو اور اپنی جانب مولا کا ٹیپو کے قریب کھینچ کر  
 باوجود قریب نہ گیا۔ شہزادہ بھی تھک میدان کھڑے میں کھڑے  
 کھینچواں کی کھڑے ہر طرف کا پورا کرنے خود میں۔ اسے  
 عظیم خان کا یہ ہندوستان میں اس ایک شہزادہ اور  
 چھوٹے سے دلا تمام عظیم خان کی کہہ دو گیتا میں ہر  
 کھینچواں کے قریب۔ اسے وہ مولا ہندو کا کھینچواں

قہر اور بھانپے ہیں بہت اچانک انہوں کے درمیان  
 اچھا نکل بچانے کا ارادہ رکھتا خود سر کا قہر مایک  
 نصیب ہو گیا تھا کچھ توڑ مڑ پڑی کھیل کھیل کر لایا  
 کے نصیبان کا شہوت تھی۔ پھر ایک نصیب اور رہے اس  
 کو لایا کی کڑواہٹ کے کچھ اچھڑنے والی انہوں نے کچھ  
 بھی کھ کھی۔ تو کچھ ہر متوال انوں اس سے ہاتھ نہیں  
 ہے تھے۔ کوئی کار کرنے والے۔ جو سال اس اس  
 تھا اس پر کوئی کچھ آپ کے ادا کرنے چلا تھی۔ وہ  
 نے اسے سرخس میں کچھ آپ کے آئے ہیں کا صاحب کو کچھ  
 اور پست پر سے خود کر کے اس نے اسے آئی بٹشہ  
 تھا۔ اس دوسرے نصیبان کے بعد چھوڑ دے کے جو ان  
 سے اور بہت نصیبان دیا۔ وہ تو ان سے آگے بڑھ اور  
 کچھ آپ نصیبان کی طرف سے ہوتے ہیں کچھ آپ ادا  
 کی طرف دیا اور کار کرنے کو چلائی۔ اس نے چلائی  
 کوئی خاص نہیں تھی اور کچھ ادا ہوئی کچھ نصیبان  
 تھیں وہ اتنا دیکھتا تھا کہ کوئی اسے صرف کچھ ادا  
 کے وہ وہ نصیبان دیتا ہے۔ کوئی کار کھی کچھ آپ ادا  
 نے اپنی حرکت کیا ہوئی تھی۔ تم ادا تھے۔ یہ سہلہ شہر  
 اسے کٹان ہاتھ کے ہے جو اس میں اتنا دھتکے ہوئے  
 ہے اس جو اس میں اتنا پڑتے ہیں ادا کیا تھا اس  
 اپنے ادا کو دیکھتا تھا۔  
 "نچے پڑے ہوئے سر" اور "ادھر سیدھا" کے  
 آپ ادا ہوئے۔ اور "ادھر" کا قہر مشاہیر من کی  
 آواز آتے تھے سے اسے ہر شے ملی۔ اس نے کھی  
 ٹھوٹے کرنا پکڑیں اور ان میں سے وہ قہر کا قہر  
 چیتا اس کے جسم کے لئے کٹان دھتکے ہوئے تھا  
 اس کوئی حرکت کی ہوئے کوئی کھی کسی جسے میں  
 ہونے کے بجائے اس کے ادا کرنے کو کرنا ہوئی  
 تھی۔ ان کو کچھ کچھ آپ ادا ہوئی صورت میں  
 تاہم اسے ادا دھتکے کو حرکت کے ادا دھتکے دھتکے  
 ہوئی ہے۔ اس پر اسے اس قہر کے بعد صحت  
 تھی سے ہونے کے۔ وہ کار کرنے والی پڑنا تھا  
 کر کے ادا ہونے کی کھی کر رہی ہے۔ اس کے ادا  
 پر خراب کچھ ثابت ہوا۔ ہر کوئی آپ کا اچھا  
 میں غور اور پھر میں نے کوئی کچھ ادا تھی۔  
 کوئی کی طرف سے کچھ پڑتے تھے کچھ نصیبان  
 ادا ہوئی کھی سے اسے کوئی دھتکے کی طرف  
 کیا۔ کچھ کھی کوئی کھی سے ہر کھی کوئی کھی



لیکن وہ اسے دے کے لیے نہیں کر سکتے تھے۔ ہجر میں کسی  
 کچھ آپ اور پیس جیسے اداوں کے ہذا ترک کے نتیجہ  
 میں رست ہر چھ تھے اور طبرستان میں کئی پیچھے جاتی  
 تھی۔ ویسے ہی آپ اور سحر اور ہجر میں سے نوازا اپنے  
 راجہ میں میں جاتا تھا۔ کائنات کے ہر سے ہر سے  
 یقین تھا کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔ ایک کرنے کے ہر میں کیا  
 تہہ بن ہوئی۔ اسے کسی آئی کی طرف سے جو ہر میں ایسے  
 تھی اور وہی ان کی خاموشی میں سے نوازا۔ وہی آپ  
 اور ہر میں سے شوق میں اس سے ہر میں کی ہر میں  
 گیا۔ تہہ ہو چکی تھی۔ اس سے ہر میں ہر میں کی  
 ہر میں کے ہر میں ہر میں۔ اسے ہر میں ہر میں کی  
 تہہ۔ وہ ہر میں سے ایک ہر میں۔ تہہ ہر میں ہر میں  
 تہہ ہر میں سے ہر میں ہر میں ہر میں ہر میں  
 سبھی انداز سے ہر میں ہر میں ہر میں۔

[illegible]

اگلی اور گھٹیل کے لڑکھن کے لیے مانی اجازت کا بندوبست  
 ضرور ہوتا ہے۔ میں نے سامنا جانا سے بھی اس مسئلے  
 میں بات نہ کی۔ انہوں نے یقین دلایا ہے کہ اگر ان کو شہر میں  
 کے کچھ کچھ پر چکر لگایا جائے گا، اس لیے میں آپ  
 سے خاص طور پر درخواست کر رہا ہوں۔  
 "متمم آدموں نے بھیجیں اور جیت جائے گی کیوں  
 کوئی شہر کی خاطر سے نہیں تیار ہو کر گیا؟" ہندوؤں نے اس کی  
 بات کو جواب سے لے کر اس کی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے  
 پھر پیشکش کا سلسلہ جاری رکھا۔ انہیں ہے وہ ہمارے لیے  
 ہے اس کے ساتھ ہوتے والے حادثے کی قربانی کو فروغ  
 حاصل کر رہے ہیں۔ اگلی اور گھٹیل کی پختہ بات کر کے اس کی  
 کوئی بات نہ کی۔ میں اب اصرار میں اس کے لیے ہیچ ہمارا ہی حال  
 نکال رہا ہوں۔

جان غمرے میں والا کی بھی طرح جان بڑی کھلا  
تھی۔ مجھے شک ہے کہ تمہارے ساتھ جانے والا وہ  
بھی تیری اپنی کئی کئی بار کا نتیجہ ہے۔ تو تمہارے  
اسی بات کو اس دور سے اسے کی کوئی دلی توجہ نہ  
تھی۔ تم جھوٹے تھے۔ یہ خبر دیکھ کر مجھ پر  
مجھے تو بڑی کڑی گھٹا ہے۔ یہ سب کچھ معلوم ہوتا ہے  
ان دنوں۔ یہ خبر سنا جاؤں ۵۰ ہفتہ کے اس کے  
کے بچے کی اس کی بہت تھی۔ اس سے لے کر اس کے  
بازار میں اس کی خبر دے کر اس کے لئے ہفتہ کے  
۱۰ دنوں کا عرصہ تھا۔ یہ خبر سن کر چاہتے تھے  
اس کے لئے کچھ نہیں سے کسی نئی شے کو ہر کر کے  
ہو کہ وہ سب سے ہو۔ اس کی یہ خبر لاگو ہے  
اس کی کہ اس کی ساری میں اس پر اعتراض ہو گیا  
سے کوئی اس کی اس کے لئے ایک  
زبردست حوالہ ہے۔ تاہم اس میں اس کی ایک حوالہ  
ہو سے ساتھ ہو گیا۔ اس کے لئے اس کی دلی  
کوئی اس کی شے نہ ہے۔ اس کی دلی سے  
ہو سے اس کی دلی سے ہو گیا۔ اس کے لئے  
تو اس کی شے نہ ہے۔ اس کے لئے



رات نے اسے سمجھ کر نہ سنے کے ساتھ تھلی بھی دی اور ایک تھوڑی  
بھی چٹائی لگا۔  
"خیر نہیں۔ فریاد تو میں کسی صورت میں نہ کرنا چاہتا  
مگر میرے ساتھیوں کی وہ سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ  
مجھے نہیں اور فرسٹر نہ لایا جائے لیکن آپ سب کو اس بات کو  
دھیان میں رکھیے گا کہ میری مرضی کے خلاف میرا کسٹرنسٹر  
نہ ہو سکے۔ میں اس تہہ کی دھواں چاہ رہا ہوں تاکہ اپنی سین  
پر جھونکا جا سکے۔"

"اے گھبراہٹ زدہ انسان! فرسٹر... لیکن جیسے بھی دھیان  
رکھو ہو گا۔ لیکن اگر وہ دھواں پھر کمرہ میں طے نہیں ہو گا  
لوگوں سے یہ بات نہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ بتانا چاہیے کہ  
پوشش کرو... اور وہ دھواں بھی اپنے وقت کی ضرورت ہو  
کر تیار ہو جائے۔ یہ جھگڑا غلطی کرنے کی کوشش میں نہ  
جائے۔ طاقت اور اختیار کے ان نمونوں میں کہ کسی طرف  
کا جہر جب جائے۔ پھر... حکم نہیں ہوگا۔" خود رات نے اسے  
تھنکا دہانی کروائی لیکن اپنے تجربہ کی روشنی میں نصیحت  
کرنے سے بھی باز نہیں آیا۔  
"میں کوشش کروں گا۔" فرسٹر نے اسے جواب دیا۔

تاہم جب وہ اپنا دل سے روانہ ہوا تو اسے یقین تھا کہ فرسٹر  
نے کوشش بھی کی تو اپنے حراج کی وجہ سے اس کوشش میں  
کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

بڑا بڑا

"ابھی تو میں چٹائی لگا رہا تھا۔ یہ تو اتنا کدورت ہے اس  
جگہ کی چٹائی کی بات نہیں بلکہ یہی کہ دھیان سے دور نہ ہونے  
کے لئے رہنا۔ آئینہ میں بھی زیادہ دھندلنے کی ضرورت نہیں۔ وہ  
فیصلیت پر دھماکا دیتا ہے اور اسے گھر کی چھت پر چڑھ کر ہوائی  
کڑوا رہا ہے۔" نہیں دیکھ کر غصہ اور جھجھکی کی کوشش  
کرتے ہیں۔ میں نے سر سے کپڑا ہٹا دیا۔ اگر اسے موقع ملتا  
اس طرف کا پتہ لگے گا تو نہ میں تو ان باتوں سے متنبہ تھا۔  
کاروبار کرو نہیں آئی چاہاں گا۔" یہاں سے اس کی ایک شے  
تے لٹکے تھے۔ عام دھواں تو کچھ بات اور تھیں۔ تاہم سر جھ  
دے اور ہاتھ بڑی کوشش کے بعد وہ اپنے دفتر سے بھی لینے  
میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اب وہ اس کے کام سے چار با  
تھ۔ یہ وہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اپنا دھواں لگاتا  
تھی۔ ان حرکت نے اسے غور سے دیکھ کر دیا تھا۔ یہ پہلی بار  
کہ اس نے اسے دیکھا تھا۔ یہ وہی تھا کہ اس نے اپنی اس  
فکرت پر آرام سے نہیں بیٹھے گا اور مسلسل اس کوشش میں لگ  
رہے گا کہ کسی نہ کسی گھبراہٹ یا دھواں تو اسے پہنچائی جائے۔

پراج کی اسکی بھی حرکت سے پہلے وہ دھواں یہاں سے لگا  
دینا چاہتا تھا۔ یاد دلاؤ کہ دھیان سے اس کے گھر میں ایک ایسا  
کی بھی تھی اور وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کو ذرا بھی نقصان پہنچے  
سر نہ لگتی اور یہی اپنے ہر کام سے قطع کر دیتا تھا۔ اس  
نے بھی اس کے فیصلے کی تائید کی تھی بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ  
بے یقینی تھا کہ جتنا دھواں لگتا ہو گا اس کی پہلی اس وقت کی  
سے بہت حاصل کر لی جائے۔

"آپ میری طرف سے ہانک لگ رہے ہیں۔ میں غور  
میں سے ان کے گھر سے میری رہنے کی کوشش کروں گی۔  
ایسے بھی دن دن کی بات ہے۔ ان کو تو ایسے بھی آپ  
بہتر میں ہی رہتے ہیں اور ان کا گھر ہے کہ وہ اپنی آرام سے  
غیر کی چٹائی کے لئے جاتا ہے۔" اس نے حیرت انگیز دلی توہ  
اپنی من کے گھر میں چکر ان سے طاقت کرنے کا  
انکس اس نے کیا تھا تو یہ کہ وہ اپنے دفتر کے چکر اور  
کا کذا تے وغیرہ پہنچنے کے لئے ایک ان کے لئے چکر  
باز رہا ہو جائے۔ انہوں نے دھیر دھیر اس کا ساتھ دیا  
رکھتے تھے۔

"اچھا۔" نیچے گا، اس پر اسے بھی شہر و سماج  
لانگ کے لئے اس کے سوا کسی سے نہیں جاننا۔ ان دنوں سے دن  
نہ کی پیر سے فرد کو سمجھ رہے ہیں۔ میں بلکہ نہیں دیکھتا  
ہے کہ وہ دن دن سے نہیں جانتے ہیں اس نے کی۔  
میری فکرت ایک بار پھر برائی۔ عام سر کو اس نے اپنے  
تمام حالات تفصیل سے نہیں بتائے تھے۔ ان دنوں کو اس نے  
صرف کہہ کر اپنے دھواں کیوں سے چھٹی پھر رہی ہے اور ان  
نہیں میں سے اس کی شہر و سماج کی بدولت نہ ملتا ہے۔

"مجھے تمہاری بات دھیان میں رکھنا پڑے گی۔" فرسٹر نے  
اور وہ رات کو اسے نہ دیکھنے کے بعد آرام سے سوئی وہ ان کی  
انکار کر رہا تھا۔ اسے جواب دے کر وہ بھی گیا۔ اس کا رخ  
شہر سے دور جانے والی سڑک کے اسی طرف تھا۔ اس نے  
پہلی گھر سے پہلے گھر کے باہر کی گلیوں سے گھر کے  
پہلے گھر لے کر اس کے سامنے گئے اسٹال سے اس کا  
انڈیا بھی لے لیا۔ وہ دھواں کی گلیوں سے گھر کے سامنے  
تھا۔ یہی گھر کی اہم چیز کے لئے تھا۔ وہی تھا۔ اس وقت  
اس نے اسے کی بدولت سے بچنے کے لئے اس کا دھواں  
میں بھی بیٹھنے کے بعد اسے دھواں کے سامنے کی گلیوں میں  
کے ساتھ چل رہا تھا۔ اس نے دھواں کی گلیوں میں سے  
اس سے اس سے دھواں کے گھر پر فکرت نہ چار تھا۔  
سفر کا اندازہ سمجھ کر اس کا دھواں اور دھواں سے اسے اسے











پسارے سماج میں قانون کا ادبوں میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کی بنا۔  
 ذور جب مائے سماج کے روایتی نظام میں پہنچتی ہے تو اس کی معنی  
 پس بدل کر رہ جاتی ہیں۔ مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون  
 کے ہوں کئی رخ ہیں۔ مالا نو طبقہ کی خودمختاری ہے قانون کی اہمیت  
 وہ وہی و تقسیم نہیں رہتی ہے اور یہ تقسیم کشاہوں میں نہیں  
 روایتوں میں احزاب ہوتی ہیں۔ ایسی روایتیں جس میں قانون  
 صحت کے لیے ایک جہت ہے لیکن ہا کہ سمندر اور جہاز کا سا ہے جہاں  
 طاقتور مچھلی جال کو تو زکرو زکرو مچھلی بچ کر نکل جاتی  
 ہے ہوسکتا ہے جو زمین کے طبقے میں ہی محبت نہ ہو روایتوں کو  
 مانتی ہے نہ طبقوں میں تقسیم معاشرے کا تجزیہ کر کے محبوب کا  
 انتصار کرتی ہے وہ تو پس رو جاتی ہے دل طبقوں کی پورا کرتا ہے  
 اور یہی شائق اس کا راستہ رول سکتی ہے البتہ اس آزمائشوں  
 سے ضرور گزرنا پڑتا ہے زندگی کی بے ساختہ اور وقت کی دعا ہے  
 سب قسمت کی باتیں اور مقدر کی چالیں ہیں۔ کہیں بازی ہوتی  
 رہی جاتی ہے کڑوا وقت اور تو نہیں سکتا مگر مقدر ساتھ ہے حیات  
 ہے اس وقت کہ پسوں کے بیچ سے بہت سے پانی بہ جاتا ہوتا  
 ہے جرم اندر ڈالیں جاگرو داری اور پھار کے محروم کرد کہو مٹا  
 آزمائشوں کا ایک ایسا ہی سامنے ہو سکتا ہے

تاریکی میں ان کی آہستہ آہستہ دھمکیاں لے رہی تھیں۔



دو لاکھ کی رقم سے اس نے بہت سی امیدیں ڈالت  
 کر لی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس رقم سے کوئی بڑا سودا  
 ہو کر شروع کر کے بیک کے گروہ والوں کو رشک کے لیے  
 ماضی کرنے کا۔ انہیں اس کے ہاتھ پر سب سے بڑا اعتراض  
 تھا کہ ایک اور ایجنڈا ہے جس کی معاشرے میں کوئی  
 حوصلہ نہیں ہوگا۔ اس نے زکریا کے مقابلے میں وہ بکر پر جان  
 کی چھری سی دکان بھی کھول لینا تو راجی کی سوچ پر کچھ  
 والے ٹیم کے والدین کے لیے قابل قبول ہو نہ سکتے تھے۔ وہ  
 ناگہانی حادثے نے اس کی ساری امیدیں توڑ دی تھیں۔ وہ  
 خالی خالی گھروں سے وہاں ہونے والی بھاگ دوڑ دیکھ رہا  
 تھا کہ پولیس والوں کے علاوہ وہاں پر انداز کی کارکن بھی نظر  
 آ رہے تھے۔ ایک بھون سا گھٹھا مٹیہ یا کے امراء کا بھی تھا  
 چھوٹے پولیس کے ایک آفیسر کو گھر رکھ تھا۔ حادثے کوئی  
 بھی قسم کی دہشت گردی کی واردات کے بجائے اتفاقی حادثہ

فات کرنے میں زور و شور سے مصروف اس پولیس آفیسر  
 اس نے آسانی سے غصاٹ کر لیا۔ وہ بلی ٹوکر تھا۔ سوڈ  
 والا کے کیس کا تفتیشی افسر اگر وہ اسے یہاں دیکھتا تو اس  
 کے لیے مشکل کمزور ہو سکتی تھی۔ رشک کو گھر سے بچنے کے  
 لیے وہ کام سے باہر نکلنے کے لیے چلا۔ اس کے سر پر سوار  
 تھیں فوراً ہی ہوشیار ہو گئے۔

”کدھر...؟“ ان میں سے ایک نے فراہم آ سبز  
 سرگوشی میں پوچھا۔

”یہاں سے گھر پھر میں تم لوگوں کو ساری بات بتا  
 ہوں۔“ اس نے انہیں جواب دیا اور قدم آگے بڑھا دیے۔

وہ دونوں سامنے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ  
 تھے۔ نہ سر کے کمر سے کافی دور آنے کے بعد وہ ایک جگہ آ کر

رک گیا۔ ان دونوں نے بھی اس کی بولی کی۔  
 ”معاذ بہ؟“ بڑھو سے بڑھو۔ تم تو ہمیں لڑی

















پہلے مجھے تھے جسے وسعت دے کر مرکز صحت کی کمی اور یہ  
مورثہ خیر کی ہائی ٹیچ

"کامیابی کی علامت تو یہی خراب حالت میں ہے۔  
ایک تو ایچ ایم ایچ طرح نہیں ہوتی۔ دوسرے صورت میں  
میرٹل بھی ایچ ایم ایچ کا ہوا جس لیے جگہ جگہ ایچ ایم ایچ میں  
درازیں پڑی ہوئی ہیں۔ صحت کی حالت بھی ٹھیک ہے کہ مجھے  
بھینچنے سے باز رہوں گے موسم میں صحت بری طرح ہو گئی ہوگی۔  
اگر آپ میرا مشورہ مانیں تو اس پر الی مارت کو لے کر گئے بغیر  
نئی مارت بنائی جائے تاکہ کام چلے۔" گاڑی ان کے قریب  
آکر رکھی تو ٹھیکہ دار گاڑی سے اترتے ہی پہلا شروع ہو گیا۔

"ٹھیک ہے، جیسا آپ صاحب سمجھیں۔ میرا چاہ بھی  
یہی اعزاز تھا۔ اسی لیے میں نے آپ کو خاص طور پر وہاں  
وقت کے لیے بجا تھا۔ آپ نے اپنی ٹھکانوں سے سب کچھ  
وہاں لایا ہے اب اس کے مطابق چار دیواری شروع کر دیں۔ جرنل  
صاحب کے ہاتھوں سب کچھ بناد کر رکھے جانے کے بعد کام کا  
باقاعدہ آغاز کرنا ہو گا اور جرنل سے اسے مکمل بھی کرنا ہو گا۔  
اگر آپ کی کارکردگی اطمینان بخش ہوئی تو ہم اپنے اگلے  
کنٹرول بھی آپ کے ساتھ کرنے میں خوشی محسوس کریں  
گے۔ یہ بات تو میں نے آپ پر پہلے ہی واضح کر دی ہے کہ یہ  
کوئی سرکاری پروڈیکٹ نہیں ہے اس لیے سارے کام کا بہت  
تعلق ہے پانچواں لی لیا جائے گا اور پورا صاحب کتاب بھی دیکھا  
جائے گا۔"

"بھل چاہا! آپ لکھی نہ کریں۔ میں اپنا کام  
ایمان داری سے کر کے حلال روزی کمانے والا بندہ ہوں۔  
آپ کو کچھ سے کوئی شکایت ہو، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"  
شریاری کے بعد سٹیجک سے کئی گئی بات پر ٹھیکہ دار نے زور  
شور سے یقین دلایا۔

"عبداللہ انان اتم ان کی روائی کا انتظام کر دو۔ ہمیں  
تو یہاں ابھی کافی وقت گئے گا۔ ٹھیکہ دار صاحب مصروف  
آ رہے ہیں، انہیں واپسی کی جلدی ہوگی۔" ٹھیکہ دار کی بھینچ  
دہانی پر کئی بھی قسم کا رد عمل ظاہر نہیں ہوا اس نے عبداللہ ان کو  
جاہت دی۔

"میں چاہے تیار کرتا ہوں سر! آپ لوگ چاہے پی نہ  
جائے گا۔" ان لوگوں کو جاننے کے لیے پوچھنے والے نے تیار کرنا  
آپ نے ہمدی سے فوجی شکی۔  
"لوگوں بھئی، لی اصل ان کا کائنات میں پڑنے کا بالکل  
بھی وقت نہیں۔ ابھی بہت سے کام بنانے ہیں۔ پس اگر  
ٹھیکہ دار صاحب چاہیں تو قرآن میں چاہے پڑھ سکتے ہیں۔"

"نہیں، میں بھی اب چلوں گا۔ بہت بہت شکریہ۔"  
اس نے انکار کرتے ہوئے ٹھیکہ دار کی طرف اشارہ کیا تو اس  
نے بھی جلدی سے مندرست کر لی اور وہاں موجود لوگوں سے  
باتھ مار کر راحت ہو گیا۔ اس کے راحت ہوتے ہی ان  
لوگوں نے بھی باخراہ آواز میں اور غیب سے راحت لی۔ سب  
پر انعام ان کا رخ عجمی کی طرف تھا۔ چوہدری سے ان کے  
انتخابات اور حالات کے بارے میں اس کو ملنے پر اسے  
تھرا اور خوش کیا پانچواں تھا۔ وہ اس حال پر تھا کہ سب سے زیادہ  
اثر سورج رکھنے والا بندہ تھا۔ پھر یاد میں لگتا تھا کہ اس  
میں چوہدری کی شہریت نہ ہوتی، لیکن میں تھا اس لیے انہیں  
روانہ ہوا ان کے دل میں تقریب کے مسئلے میں لازماً اسے  
باقاعدہ طور پر اطلاع دی گئی۔

"دراہمیاں روک لو۔" دو لوگ اسکول سے چوہدری کی  
طرف جانے والے راستے پر گھومنے لگے کہ راستے میں روک دے  
دینے والی گاڑی کی کھنکی میں کچھ روک دیکھتے ہوئے شہرہ نے  
ڈرائیور کو ٹھہرایا۔ دو گاڑی غصے سے اس بات کو خواہش نہ  
تھا کہ سب سے پہلی امام سے ملاقات کر کے ٹھیکہ دار سے آواز  
آنے پر دیگر حالات میں اس طرح الجھ جاتا تھا کہ اس  
ملاقات کا موقع بھی نہیں مل پاتا تھا۔ اپنے اہل میں آنے  
والے ایک انیس کے وقت اس وقت اس نے امام مسجد سے  
ملاقات کا موقع ملا ہی لیا۔ دربارہ نے گاڑی مسجد کے  
قریب لے جا کر رکھی تو وہ اور عبداللہ ان گاڑی سے اگل  
آئے۔ مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد  
انہوں نے اپنے چوتھے دروازے اور اس سے چھ گئے جہاں  
سے بچوں کے قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ مسجد بہت  
زیادہ بڑی نہیں تھی لیکن اس کی تعمیر ایسے طریقے سے کی گئی  
تھی۔ آوازوں کے تقاب میں وہ جس دروازے تک پہنچے  
وہ ایک اہل تھا کہ جس میں کھل رہا تھا۔ دروازے پر ہی روک  
کر انہوں نے اندر کا چارہ لپکا۔ قرآن پڑھنے والے ایک کھڑے  
پیشے میں لی کر اپنے سامنے سہارا بنے تھے چاروں سے سخت چڑھ رہے  
تھے۔ انہوں نے منہ پر ایک صحت مند آوی بٹھا ہوا تھا۔ آدمی  
کارخ بچوں کی طرف تھا اور دروازے سے مچھلتے پرتے  
لوگوں کو اس کی سرک پست تھر آ رہی تھی۔ اس آدمی سے  
انہیں جانب ایک بچہ ملا اس کا بازو دھریا تھا۔

"لوگوں بھئی، آج بھی۔ پانچواں لی میں اس نے  
اپنی جگہ کرنا۔ اگر آپ اس نے ایک ان بھی اور بھئی کی توجہ  
پہنچے اس کی دودھنی کروں گا کہ کہاں آ رہے ہیں  
سارے لی۔ جس دن سے میں مری ہے اس نے اندر کارنے

ی نہیں کیا۔ گناہ ہے لیکن کے ساتھ خود بھی قبر میں جا کر دفن ہو  
گیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اب اسے اپنے گھر میں ہی تر  
لوا لے کر رہے ہیں اس لیے اندر کارنے نہیں کر رہا۔ سب گھر  
میں قاتل پڑے تھے تو آوازوں کے زور سے اس نے آواز دیا۔  
"بہت تھکا ہوا ہے لیکن میں بول رہا تھا کہ بھرپور اس نے اپنے  
سامنے بیٹھے بچوں کی توجہ دے کر اس کی طرف محسوس کر لی اور  
خود بھی پلٹ کر اس طرف دیکھا۔ باقاعدہ ملاقات نہ ہونے  
کے باوجود شہرہ اور عبداللہ ان کے چہرے اس کے لیے  
ناموس نہیں تھے۔ عرصے کے مرنے پر وہ ان لوگوں کو دیکھ چکا  
تھا، اب جو اس نے انہیں وہاں موجود پایا تو سمجھا کہ کڑا  
ہو گیا۔

"آج آجیے تو شریف لائے۔ میری خوش قسمتی کہ  
آج آپ لوگوں نے اس جگہ کو روک دیا۔" اس کا انداز اتنا  
قدردانہ تھا کہ ان کا سن نہ مل رہا ہو کہ ان کے  
قدموں میں کچھ جائے۔ ہاتھ ملنے کے لیے اس نے شہرہ کا  
ہاتھ تھام کر بھرپور اسی نہیں اور اسے تقریباً سمجھتے ہوئے اپنی  
مستحکم لے لی۔

"کھریف رکھیے۔" شہرہ کا ہاتھ قسے قسے ہی  
اس نے زبردستی اسے منہ پر پھانے کی کوشش کی۔

"انہیں مولوی صاحب: میں کچھ ہی جھجوں گا۔ بچے  
قرآن لے کر کچھ پیسے ہوئے ہیں، میرا اور بیٹے صاحب  
نہیں۔" وہ مولوی سے اپنا ہاتھ بھرا کر بچوں کے قریب ہی  
کچھ بیٹھا۔ اس کی اس حرکت پر کھنکھاتے ہوئے مولوی نے  
بھی شہرہ کی اور خود اس کے قریب ہی بیٹھا۔

"آپ کو کوئی کام تھا تو مجھے زمت دی ہوئی چاہا  
میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا۔"

"انہیں مولوی صاحب: آج تو مجھے ہی تھا، میں وقت کی  
تھک کی وجہ سے اب تک انہیں کھانا نہیں اب بہت ضروری  
ہو گیا تھا کہ میں آپ سے ملاقات کر لوں۔" مولوی کا  
غور شدہ انداز اسے وقت میں جلا کر ہاتھ لیکن بھرپور وہ  
اسے عزت دے رہی تھ کہ رہا تھا۔ خاص طور پر یہاں آتے  
تھے اس نے مولوی کی جس طرح کی زبان کی گئی اور اسے اس  
اتحاد میں پیشہ بند تھا کہ دیکھ کر اس کا دل بہت غراب ہوا تھا  
لیکن وہ اس بات سے بھی واقف نہ تھا کہ اس نام کے دیکھ کر  
میں مولوی ہیں، غیر وہ انہیں ابھی حاصل ہوئی ہے اس لیے ان  
میں خود بخود اس کا سمجھنا ہوا ہوتا ہے۔

"آپ تم کچھ جانب: آپ نے غم کی قہقہہ کر کے  
مجھے دلی خوش ہوئی۔"

"میں نہیں بس ایک چھوٹا سا کام ہے۔ دونوں بند  
گاؤں میں سکول کے انچارج اور مرکز صحت کے سبب بنیاد  
دیکھنے کے مسئلے میں ایک قریب متعلقہ ہو رہی ہے۔ تقریباً  
کا آغاز اس کے ذہن پر تھا کہ وہ اس لیے میں چاہتا ہوں  
کہ اب تقریب میں جھجھکاؤ نہ کر سکا اور ان لوگوں کو دیکھ  
گا۔" یہ کوئی ایسا کام نہیں تھا جس کے لیے، اور اگلے کر مولوی  
کے پاس آ لیکن مسجد کے مولوی کی گاڑی کے داخل میں  
ابھی کہ نہ نظر دیتے ہوئے اس سے نصیحت بھرتی رکھنے  
کا خواہش نہ تھا۔ دوسرے اسکول دروازے کے درمیان  
پائی جاتے وہی کھینچا تائی ہوئی اس کو ملنے پر غم نہ ضروری  
تھا اس لیے دروازے سے چل کر یہاں آ پڑا۔

"آپ کچھ جی نہیں آ جاویں گا، ایسے ذاتی طور پر  
میں اسکول کو پہنچ نہیں کرتا نہ جانے توں ہیں یہ ہاتھ لوگ جو  
اگر یہی تعلیم کے ذریعے گاؤں کے بڑے سارے لوگوں کو  
باز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" مولوی صاحب نے فوراً ہی  
اپنی ذہن بند ہونے کا جواب دیا۔

"ایک کئی بات کہیں ہے مولوی صاحب! اسکول میں  
ایسی کوئی تعلیم نہیں دی جاتی جس سے بچوں کے چوڑے کا کوئی  
فائدہ ہو۔ آج کے دور میں بچوں کو ان کی اور ان کی والدین  
طرح کی تعلیم مل کر ضروری ہے بڑا بچا کے ادوی کیا  
ہوتا ہے، دوسرے خاندان کے بچے پڑھتے اور اس پچھلے میں اس  
بات پر زور دیتا تھا کہ "اسلم ان کو اگر ترقی کرنی ہے تو کوئی عظیم  
کے ساتھ ساتھ گریز کی جگہ بھی حاصل کرنی ہوگی۔" اس  
نے انہیں قائل کرنے کے لیے دیکھ دیکھ لیکن مولوی اسی  
آسانی سے قائل ہوئے کہ باقاعدہ نہیں تو اس کی دلیل بن کر  
فوراً ہی بولا۔

"اس وقت کی بات چھوڑیں چاہیے، وہ وقت الگ  
تھا۔ تب ہم آزادی کی بٹ لڑ رہے تھے لیکن اب تو ہمیں  
حق حاصل ہے کہ اپنے ملک میں الی مرضی کی تعلیم اپنے  
بچوں کو دیں۔"

"وقت ابھی بھی نہیں بولا مولوی صاحب! ابھی ان کی ادوی  
آزادی کی مکمل نہیں ہوئی۔ ابھی ہمیں اب لوگوں کے ذہن کو  
آزاد کرنا ہے لیکن اس وقت آپ ان مادی بحث کو جانے  
دیتے اور مجھ سے اتنا تھکا چکے کہ ہرے کے اوقات پھر  
اس طرح لے لیں کہ ہرے سے اور سکول کے اوقات کے  
درمیان تصادم نہ ہو اور بچوں کو بچوں میں۔" شہرہ نے  
بحث کے بجائے ہر مطلب آغاز کیا وہ صاحب کچھ۔  
"ہرے کے اوقات بدلنا تو بہت مشکل ہے، آپ



ضرورت تھیں۔ چودھری، جی میں بد عنوانی انہوں کی مدد سے اسکول والی زمین پر اپنی ملکیت بنا کر بہت عرصے تک اسکول کی توسیع کا کام روک رہا تھا لیکن وہ ابھی طرح دافن تھا کہ حقیقت میں زمین سرکاری ہی ہے اور شہر پارہ ہاٹ بہت لرستہ ہے اس لیے اس زمین پر سے لوٹی ملکیت کے روٹے سے چپ چاپ دست بردار ہو گیا تھا۔ اُسرا سے جی میں اس بات کا خیال آیا تھا کہ آنے والے وقت میں کوئی آپس اس کے خلاف بھی جھگڑ سکتا ہے تو وہ کی طرح اس بات کا بندوبست کر لینا کہ زمین اس کے نام منتقل ہو جائے مگر اب تو دوسرے اندر ہی اندر حکم کر دیا تھا۔

”اپنی جلد بازی کی عادت سے تھو پانے کی کوشش کیجیے۔ جوانی کے زور میں آپ ذرا ضرورت سے زیادہ ہی جوش سے کام لیتے ہیں لیکن جوش میں بھی اپنی آدمی کو تھکن بھی پہنچ چکا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ہی آپ اپنے خاصے ڈبے ڈبے ہوئے ہیں۔ خدا خواست اس والے جی آپ کو کوئی بڑا نقصان بھی پہنچ سکتا تھا۔ مجلس خیر آپ کی تو بہت ہو چکی لیکن بے چارے غریب پائیس والے بارے میں۔ مجھے تو بڑا افسوس ہوا ان بے چاروں کی موت کا سن کر۔“ عیالیت کو پھار کر یہ سب مریضانہ طرہات کہتے ہوئے اس نے شہر پارہ ہاٹ کا لکڑی کی کریش کی۔ اس کی آنکھوں کی مسماہت بائی قی خیر بھی بہت دور پارہ ہاٹ پارہ ہاٹ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ مریضانہ طرہات نے جی کو بے چارے کے ہاتھوں نے تھکا۔

”پائیس والوں کے بارے میں مانتے کا بھیجیے جی افسوس ہے لیکن میرے نزدیک وہ لوگ قابلِ فخر ہیں کہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے کے بجائے اپنے فرض کی ادائیگی کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی اس قربانی کو ہم بڑے فخر سے مانتے ہیں اور قاتلوں کو ایک دن جہنم تک ناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔“ وہ خود پارہ ہاٹ کے وہاں آئے تھے اور اپنی کوئی بات کا پیڑ سے کاراؤں میں دھکتا تھا جس سے اس کی کھلی کیفیت کا اظہار دیکھ کر چودھری خود ہی ہاتھوں میں آگے بڑھ کر کہنے لگے کہ تھو تھو میں کی کا قصور آیا تھا۔

”میرے لپٹوں میں ہمیں کسی تکلیف نہ ہو۔ وہ ہنسنا بہت کرنے لگے جیسے ان کی اولاد تقریباً بے ہوش ہے۔ بات کرنا چاہیے۔ یہ پڑا ہوا ہے کہ جی آہ میں اپنی ہی تقریب بددی ہے۔ اس سے پہلے اسی زمانہ میں میں شریعت کی فرض ہے جی اس آئے۔ رہے ہیں لیکن ان کی اولاد اپنی اوجہ کی ہوئی تھی۔ اس ذرا ایک سرکاری مقصد سامنے ہے۔ بڑے توجہ سے طور مہمانی خصوصاً دیکھنا چاہیے۔ یہ

اسکول کے ملاقات میں ہی کچھ تہہ پٹی کر لیں۔“ مولوی کے جواب سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنی فرائض برداری اور تابع داری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ حقیقت انکا تھا نہیں۔ جیتا ہوا ان کوٹوں میں سے تھا نہ ہیچ میں ان کی رہتے ہیں۔

”اس معاملے کو بعد میں دیکھ لیا جائے گا۔ فی الحال ہم چلتے ہیں۔ ابھی چودھری انکو صاحب سے ملنے ملاقات کر لی ہے۔“ مولوی کا انداز دیکھ کر اس نے حریفانہ استغناء صاحب نہیں سمجھا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ عہد الحسنان نے بھی اس کی بڑائی کی۔

”ارے بھئی، ایسے کیسے جاسکتے ہیں آپ؟ کچھ نہ پانی تو پیجے گا نہیں۔“ مولوی نے بڑبڑا دی تھا۔ اس کے حراج کی برائی تو بھلائی گئی اور اسے روکے کی کوشش کرنے لگا۔ ”میں مولوی صاحب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔“ وہ باوجود ہمارا کے ایک منٹ بھی وہاں حریفانہ پر راضی نہ ہوا۔

”آپ نے تو اپنی ادا سارا پرورم کر لیا۔ آخر میں اس ملاقات کا کچھ ہوا۔“ چوڑا بھری ملکیت ہے۔ یہاں پانچہ بھی کرنے سے بیٹے آپ کو مجھے اطلاع تو دینی چاہیے تھی۔“ چودھری انکو دیکھ کر جی میں اس نے اسے غریب کے حوالے سے دعوت دی تو اس کا من نہ کیا اور وہ کھڑو کر لگا۔

”ہم آپ کو اطلاع دینے ہی تو آئے ہیں چودھری صاحب اصل میں سارا پرورم کرنا ہی چاہتے ہیں لے پانا اس لیے پہلے سے آپ سے ہا کا وہ کوئی میٹنگ کرنے کی سہت نہیں کی تھی۔ بہر حال ہمیں آپ کی اس ملاقات میں اہمیت کا احساس ہے اس لیے تو میں خود آپ کو دعوت دینے کے لیے آئے ہوں۔ بے شک اسکول اور میری محنت کی تعمیر سرکاری زمین پر ہو رہی ہے اور قند دیکھیں نہیں تھک اور سے لے جی لیکن آپ کی اہمیت سے انکو تھوڑی کیا جا سکتا ہے۔ آپ شریفانہ کے قریب میں چوڑا تھک جائیں گے۔ آپ کی حیثیت تقریب میں مہمان لے جانے کے بعد دن کی ہوگی۔ آخر آپ ہی آئے گا چودھری جی۔“

اس نے بہت نرم لہجہ میں چودھری کی بات کا جواب دیا۔ اس کی اہمیت بھی سمجھ کر لیٹاں یہ تو انہیں بھلا کر ہے۔ شب چوڑا کی پیشکش زمین اس کی ملکیت ہے لیکن ان مقامات پر وہ اپنے منصوبہ پر کام کر رہا ہے اور زمین سرکاری ملکیت ہے اور اسے اس مسئلے میں چودھری کی اجازت لینے کی ضرورت



ایک موجود حکومت میں ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے لیکن ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن حکومت میں وہ موزوں اور مفادات و دشمنیات تھے۔ اب بھی ان کے حکومتی حلقوں میں گہرے تعلقات اور رشتہ ہیں۔ میں دانا لے بھی براہم ہوتے ہیں ان کی رائے بھلا ضروری سمجھتے ہیں۔ موجودہ وزیر خزانہ سے ان کی قریبی رشتے داری ہے۔ اگر وہ یہاں سے غائب ہو کر مجھے تو یہ کم از کم ہی آباد کے لیے تو کافی منافع حاصل کر سکتے ہیں۔" معاملہ کو کئی کی طرف جاتا دیکھ کر عبدالرشاد نے گفتگو میں مداخلت کی اور جلدی جلدی پڑتے ہوئے ان دونوں کو موقوفے کی نزاکت کا احساس دلانے لگا۔

”ہم تو پہلے بھی کسی کی مہمان نوازی میں کوئی کی نہیں کرتے۔ جنرل صاحب بے شک سرکاری دعوت پر آئیں گے لیکن ہر ادا آنے کے بعد ان کی حیثیت سرکاری مہمان کے بجائے ہمارے ذاتی مہمان کی ہو گی۔ تقریباً آپ لوگ جیسے چاہے انتظام کریں لیکن مہمانوں کا کھانا حویلی میں ہی ہو گا۔ آپ بس مجھے مہمانوں کی تعداد بتا دیں، ذاتی انتظامات ہو جائیں گے۔“ شہر یار کا اندازہ سولہ سو تیس دست دعوت ہوا تھا۔ اپنی اہمیت جتانے اور باطنی صدمے سے دادوں سے تشکلات کا جانے کا یہ موقع چودھری کسی طرح شاخ نہیں نرسکا تھا اس لیے فوار دعوت کی ذمے داری خود اٹھ کر لی۔

”جھکی آپ کی مرضی چودھری صاحب! ویسے تو ہم نے اس سلسلے میں انتظامات کر کے تھے لیکن آپ کا اصرار ہے تو آپ ہی اس موقع پر بیروانی کر لیں۔“ ایسا سوا خیال کرتے ہوئے اس نے فوار ہی چودھری کی غلی میں کھسک کر لی۔

”بھیری چٹنی کھل قبول کرنے کا شکر یہ اسے ہی صاحب! آپ اللہ کر دیے تو مجھے بڑا افسوس ہوتا۔ اصل میں مہمان نوازی ہماری روایت ہے اور چاہے کوئی دشمن بھی چل کر ہمارے پاس آئے تو ہم اس کی خاطر ضرور کرتے ہیں۔“ چودھری مجلس اوقت سے نکل کھڑا تھا، مین ای وقت ایک ملازم کو نوازات سے بھری لڑائی دیکھ کر ہوا، انگ روم میں داخل ہوا۔ اس ملازم کو کھڑک انداز کرتا ہوا شہرہ دایب دم سے اپنی جگہ سے کھڑا رہ گیا۔

”اچھا چودھری صاحب! اب اجازت دیجیے۔“ شہرہ زار نے چودھری کی طرف سسٹائے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

عبداللہ مان گئی اس کی بھڑکی میں اپنی یکدہ پھوڑ چاقتا۔

”اس طرح! ایک کبہاں چل دیے اسے ہی صاحب!

کچھ پانی تو بچے جائے۔"

بہت شکر ہے چودری صاحب! آج ہاں فرست  
میں آپ کی مہمان نوازی سے فیض یاب ہونے کی۔ اس لیے  
پلے میں اجاہت دیجیے۔ چودری کے کمرے کے باوجود  
مرحہ وہاں بیٹے پر اس کی لکھنؤ۔ جو صحت پسندی ہے  
اسے یہاں تک لے آئی گا کہ وہاں صحت راضی نہ ہوگا اس  
فیض سے ہٹ کر ہے۔ مجھدی کے باعث وہ یہاں آگیا تو  
میں کچھ کاتے ہیں کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس لیے  
چودری کے روم کے بھی باہر لکھا گیا۔ باہر مشہور خان  
گازی لیے ان کا منتظر تھا۔ ان لوگوں کے بیٹے ہی اس نے  
گازی اشارت کر دی۔ حوصلے سے گل کر وہ لوگ گاؤں سے  
باہر جانے والے گھاتے کی طرف گھرنے لگے۔

وہ بڑا جائے اور اس کے قریب ہی ایک خانہ تھا جس کی طرف نے  
 "مشاہیر خان! زرا گاڑی قبرستان کی طرف لے  
 لو۔" اس نے اچانک ہی یہ حکم دیا جس کی تعمیل کی۔ قبرستان  
 پہنچنے کے بعد وہ گاڑی سے اتر کر قبرستان میں داخل ہوا تو  
 عہدالزمانہ اور مشاہیر خان بھی چپ چاپ اس کے ساتھ  
 ہو لیے۔ قبرستان وارد ہوئے انہیں تھا۔ چند لمبی قبروں کے سامنے  
 وہیں زیادہ تر قبریں بنی ہوئی تھیں۔ ان قبروں کے سامنے ان  
 لوگوں کو گڑا ہی قریب قریب بنی ہوئی قبریں نظر آئیں۔  
 قبروں کے ساتھ ساتھ رکھیں تھے لیکن وہ لوگ اعداء کہلاتے تھے  
 کہ یہ قبریں گڑا ہی کے لوگوں کے اٹھے سے مرنے والی ان  
 نگلی بیٹوں کی ہیں جو راجہ کی سے اپنے مرنے کی خوشیاں وصول  
 کیے بغیر ہی دفن سے پہنچ گئی تھیں۔ انوں میں سے ایک قبر کی  
 مٹی زیادہ زیادہ اونچائی جس سے چاہل دروہا کا کہ یہ وہی قبر  
 کی۔ شہر یار نے اس قبر کے سر پہانے کھڑے ہو کر دعا  
 مغفرت کے لیے ہاتھ بلند کر دیے۔ عہدالزمانہ اور مشاہیر  
 خان نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ تقریباً چھ منٹ تک وہ اس  
 طرح ہاتھ بلند کر کے دعا مانگوں کے ساتھ وہ دیکھ رہا۔ دعا  
 کے اختتام پر اس نے منہ پر ہاتھ پکیر کر آنکھیں کھولیں تو قریب  
 کچھ اس میں بیٹوں دیکھا چلا اور وہ ٹوٹی رحمت والا ایک شخص  
 دوسری قبر کے پاس کھڑا اپنی طرف ایسا نظر آیا۔ اس شخص  
 نے چہرے پر گہرے سوچ اور دکھ کے اثرات تھے۔ اس نے  
 طرف حجبہ کر دیا کہ وہ کبھی پہنچا ہوا اس نے قریب آ گیا۔

آپ اس طبع کے لئے صاحبِ ہوشیاری ہیں۔ آپ نے غور کیجئے ہوں اس نے اقتصاد کیا نہیں کاہنہ۔ اس نے نفس سر بلا کر کیا۔ اس وقت وہ خود مجھ سے ادنیٰ کیفیت سے گزر رہا تھا۔ مجھ کو صرف پچھلے دن کی درخواست نے کرایے پاس آنے والی خود کوئی کی گھر کے پاس کھڑے ہو کر

اس کے لیے دعائے مسرت کرنے کا تجربہ بہت تکلیف دہ تھا۔ اب تو اس بڑی کے لیے اپنے دل میں یہ احساس والی ہے مامی منشی کا تجربہ بھی نہیں رہا تھا کہ وہ اس دنیا کا چھوڑ چکی تھی۔ وہ ایک مریض بہت سرخروہ نہ کرانی دیکھ کے اراکے کی کوشش نہ کر سکا تھا، وہ سب سے پہلے میرا ہی ہے اپنے منصوبوں پر کام کا کاروبار تھا۔

”منا ہے کہ آپ ہمارے ہنڈ میں اچال ہوا ہے  
 ہیں۔ یہ آپ کا نام انگوٹوں پر چھپا انسان ہو گا۔“ اس کی طرف  
 سے تھک جی ہو جانے پر وہ شخص اس کا ہاتھ تھام کر چڑی  
 کا جڑی سے بولا اور ہر پھٹ پھٹ کر رونے لگا۔ شہر دار  
 کے اشارے پر شہر برم خان نے چڑھ کر اسے سنبھالا۔  
 ”تم کون ہو؟ کیا تم ہے تمہارا؟“ وہ شخص سنبھالتا تو  
 اس نے اس سے پوچھا۔

”میں زور ہو گیا آپ میری گھر والی کی قبر سے۔ وہ  
 کے دو برس بعد ہمیں غرض کی خبر ملی تھی، پر جانے بھر اچانک کیا  
 ہوا کہ اس وجہاری کی طبیعت بگڑ گئی۔ ادھر چڑھ سکوئی، ان کو  
 ہے نہیں۔ والی خاں نے نوئے کے آتی رہی، پر سب کوئی فائدہ  
 (لانا نہ) نہیں جاتا اس نے کہا کہ اگلی گھر والی کو شہر کے  
 اسپتال لے جاؤ۔ اسپتال لے جانے کے لیے پھر نے دس  
 کوئی انتظام نہیں تھا۔ میں نے کئی جی کی بہت خوشامدی کی کہ  
 جو جی کی کئی گھنٹی میں میری گھر والی کو اسپتال پہنچا دیا، پر  
 طرہوں کی کون سنتا ہے جی۔ میں نے بھگا ادا کر کے جی  
 چکی۔ سب تک سواری کا بندوبست کیا، وہ تک اچھے ہو  
 چکی تھی۔ وجہاری میری گھر والی رستے میں جی توپ توپ ر  
 مری۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہا رہا اس وجہاری ہو گئے۔

”مجھے ان حالات کے بارے میں معلوم ہے اور مجھے معلوم ہے کہ علاج کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے آخر اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اسی لیے میں نے جلد ایسے اسپتال بنانے کا فیصلہ کیا ہے جہاں لوگوں کا بروقت علاج ہو سکے۔ تمہاری بیوی کی صحت کا میں کچھ بہت افسوس ہوا ہے۔ میں اب تم واپس کر دوں گا کہ جلد یہاں اسپتال بن جائے تاکہ تمہاری بیوی کو کچھ بھی افسوس نہ ہو۔“

”اگر میرے انکی کوئی خدمت نہ ہوتی تو میں صائب!“  
”ابھی تو انکی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسے قوم پر ہونا کہہ

کام کیا کرتے ہو؟ اس نے ہانک کر پوچھا۔  
 ”کام مجھے سارے آتے ہیں۔ بڑا دیر سے  
 بازو اس میں۔ شئی بچھو جس کام پر بھی لگا دو۔ میں آرام  
 سے کر لیتا ہوں۔ آپ کو کب ضرورت ہو تو آکر بازو پر لٹاؤ۔“  
 وہ جیسا کہ کٹر سے بولا تو شہزاد نے ہنر پھیل کر اس سے  
 اس کی طرف دیکھا۔ یہ دیکھی تو جو چہ دھری کے پانی کے  
 خلاف دل میں شکوہ بھی کرتا تھا، اس کے لیے آواز بھی  
 نہایت جھستکتا تھا۔

”تمکک ہے انور! ان کی ذہنی لیکن ضرورت ہوتے ہیں جس میں ضرورت آؤناؤں گا۔ تفریق طور پر چارہ ہوتا ہے اور ان کا شانہ شخصیت ہے جو ہے قبرستان سے لٹنے والے راستے کی طرف چل چلا بہت سے کاموں کا جو سر پہننے کے باوجود اس کا ذہن انور کے رہے جس بھی سوچا ہوتا۔ اور اپنے دماغ کے مطابق واقعی وہ بہت کارآمد آؤناؤں اس سے کی انکم کا لیے جا سکتے تھے۔“

آٹری بولتا تھا کہ نے کے بعد اس نے تمہارے قلم  
 دان میں رکھا تو جس حد طعن اور لٹائی تھا۔ آٹری نے قریب  
 بہت شان وادری تھی۔ مرزا نے اس کا سبب پتا دوئے کے بعد  
 جزل تو میرے اپنے صاحبزادے کے ساتھ اس کو لے لیا۔  
 انہوں نے اس کو کی پوسٹی کی صورت کو دیکھ کر بہت خوشی کا  
 اظہار کیا تھا اور بچپن کی لڑائی تھی کہ یہ صاحبزادے  
 اس کو کی صورت میں تو سچ کے سلیسے میں وہ بھرا کر اور  
 کر کے اس کے اور ایک دن یہ پھر اس کو لے لیا اس کو دیکھ  
 کے وہ بے تکلفا جائے گا۔ انہوں نے بہت موزنا الفاظ میں  
 گاؤں کے لوگوں کو خیم کی طرف ماقب کرنے کی بھی کوشش  
 کی تھی۔ تقریب میں شریک گاؤں والوں کے چوبیس دو محل  
 نے ظاہر کیا تھا کہ وہ ان ان باتوں سے متاثر نہ تھے۔  
 تقریب میں چوہری نے افکار کے علاوہ اور دوسرے لوگوں سے  
 دیکھا اردوں نے بھی شرکت کی تھی اور ناچار ہی اس میں  
 پروگرام کو سراہا تھا۔ موہاں کی والے بھی اس قریب میں  
 جے سے مرگرم رہے تھے۔ سنا کہ سچ سے قادر الہ نے  
 نہ لے انہوں نے اپنی جہانگیر پر طرے سے لائی تھی۔  
 لوگوں کو ہاتھ لے استعمال کی طرف سے غیب کرنے کے لیے  
 انہوں نے اپنی اپنی پہلی رقم لے ساتھ چند سہاں بیٹ  
 مفت خیم لیے تھے۔ آٹری نے غیب تو کی ایک ایک بیٹ دا  
 گیا تھا۔ مجموعی طور پر تقریب بہت کامیاب رہی کی اور اس  
 وقت آٹری نے اس تقریب سے متعلق راجپوت کی کلمہ کر



نہیں کی تھی۔ اس رپورٹ کو انوار کی اذیت میں شامل نہ کیا تھا۔ یہ رپورٹ اس نے ایک لہجہ کی فصل میں بھیجی تھی جس میں وہ لکھتا تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کے مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے ان خاتونوں میں فروغ تعلیم کی ضرورت پر زور دینے کے لئے مختصر مضامین کو اس کا ترجمہ میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ انہوں نے اپنی جگہ اس سے اتفاق کا نام دیا تھا اور وہ اسے ایک حق پرست محکمہ کارکنانِ اذیت سے پتہ نہ کرتے تھے اس لیے ان بات کا اچھا خاصا امکان تھا کہ وہ اس کی پہلی ضرورت سمجھتے ہوئے وہ اس معاملے میں اتنا بے جوش تھا کہ پچھلے دو دن کی مسلسل محنت اور آج کی تقریب کی مصروفیت کی وجہ سے ہونے والی تھکن کو قطعی نظر انداز کر کے تمام تمام کر دینے لگا تھا۔ نیب کی بیکر خراب نہ ہو، اس خیال سے اس نے کمرے کی خوب ڈسٹ بند کر کے تھکن نیب کی روشنی میں اپنے کام مکمل کیا تھا۔ مسلسل بیکے بیکے لکھتے رہنے کی وجہ سے اکثر جاننے والی نروں کا تھکاؤ دماغ میں ہوا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کمرے کی تک گیا جہاں ہر طرف کی جگہ تھی۔ کمرے کی کھول کر اس نے باہر دیکھا کہ ہر رات کا قطعیہ میں اندھیرا اور شام کا چمکا ہوا تھا۔ بس صرف چاند کی روشنی تھی جس میں وہ اسکول کا چاند اور دوسرا دیکھا کہ اندھا سا مسافر کے ساتھ تھا۔ اندھیرا کے مہر سے آگے آتی۔ لکھی نہیں تھی لیکن اسکول اس کے خوابوں کی شاہراہ تعمیر ہونے والا پہلا سنگ میل تھا اس لیے وہ اسے بہت محبت و ناش کھروں سے دیکھنے میں مشغول تھا۔ مشکل سے وہ دوست ہی گزرے تھے کہ مہر میں جوش آنے والی ایک محرک جدلی نے اسے چمکا دیا۔ وہ دوڑ آئی تھی جو اس پاس تھا کھروں سے دیکھتے ہوئے اسکول کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آفتاب نے کمرے کی تک آنے سے کل مکمل نیب بچھا دیا۔ وہ تو وہی کمرے کی گئی تھی۔ آنے والی روشنی کی وجہ سے اس کی طرف مہر ہو سکتے تھے لیکن اس وقت وہ اسے نہیں دیکھ سکے تھے۔ رات کے اس پہر مشکوک انداز میں اسکول کی طرف بڑھنے والے ان دو افراد کو دیکھ کر اس کا تھکاؤ کا تکلیف دو اندازہ نہیں کر سکا کہ وہ کون کون ہیں، ان کیوں اس طرف آئے ہیں۔ ان دونوں افراد میں سے ایک نے اپنے ہاتھ میں پتھر اٹھا ہوا تھا۔ اندھیرے میں الجھنے والے اس نے گناہ کے سے وہ بھی اندھا ہو گیا کہ وہ کوئی نہیں لگا ہے۔ وہ دونوں افراد ساتھ ساتھ چلتے ہوئے سے تعمیر شدہ اسکول کے کمروں میں سے ایک کے دروازے پر دھکے دروازے کے قریب پہنچ کر ہاتھ میں نہیں تھا ہوا تھکن پر مہر پر دھکے گینا جبکہ دوسرا کھڑا رہا۔ کمرے سے ہونے والے تھکن کی

پڑ پٹن ایسی تھی کہ زمین پر بیٹھنے والا فضا کی آفتاب کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ فکیر و غم کا کہ اس شخص سے کمرے کے دروازے کے قریب چنکر کیا کارروائی کی ہے۔ انہوں نے جو کچھ بھی کیا تھا، وہ انہی لمحوں کا کھیل تھا۔ اس کے بعد وہ دونوں دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف چھ مچے۔ اب آفتاب کے لیے اپنی جگہ نظر سے رہتا محض فضا تھا۔ وہ دونوں جڑ جڑی تھے، دائرہ میں انداز میں بھی کارروائی کر رہے تھے لیکن یہ بات کچھ شرمناک تھی کہ ان کا مقصد ٹپک ٹپک ہے۔ وہ اندر میرے شرمناک تھی سے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور ان دونوں کو دکھایا۔ "دونوں جو کچھ لوگ اور کیا کر رہے ہو؟" اس کی لٹاکر دو دونوں تیزی سے بچے۔ اسی وقت اس نے فضا میں جھپک جھپک پتروں کی بے محسوس کی۔ کچھ میرے شرمناک تھی سے ظاہر ہو گیا کہ وہ لوگ کیا کرنے جا رہے ہیں۔

”رنگ جا۔“ چیلنے کے انداز میں ہلکا ہوا آواز اب  
تیزی سے ان کی طرف پکارتیں اس سے تھوڑی سی خانہ ہوئی  
تھی۔ اس کے ان لوگوں تک پہنچنے سے قبل ہی اٹھائیں ایک  
شطہ سا ابھرا۔ یہ شطہ سا بائیں کی جاتی ہوئی تھلکا کا  
بیس نے تھلکا ہلانے والے کے ہاتھ سے تیزی سے بچے کا  
مطر نہا اور دھپتے ہی اچھے وہاں ٹوٹا کھٹے کھٹے بھڑکنے  
لگے۔ ان ٹھٹھوں کو بھڑکانے کے اسے اور ہلے وہاں تک  
از آواز کا مقابلہ کرنے کے بجائے بھری سے راد فرما  
اٹھی۔ رکتیں وہاں سارے مٹھو کو کچھ لڑخو اس ہی طرف  
بڑک اٹھا تو کہ ٹھٹھ بھانجے کا موقع اپنے کے لیے تیار نہیں  
تھا۔ چوری قوت سے دوڑا تو وہاں ان لوگوں کی طرف دکا اور  
بھاگنے والوں میں سے ایک کی گردن پیچھے سے دوڑی تھی۔  
اپنے ساتھی کو پکڑا جاتا دیکھ کر دوسرا شخص جوار آگے نکل گیا  
تھا۔ وہاں پہلے اور آواز کے پہلو میں دست رسد کرنے  
ہوئے اپنے ساتھی کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن اس وقت اس  
پر ہتھوں سوار تھا اور وہ ایک دست سے ہرگز بھی قابو میں نہیں  
آسکتا تھا۔ پہلے شخص کی گردن ہاتھ میں پکڑنے سے پہلے  
اس نے خود پر حملہ کرنے والے دوسرے شخص کی ناک پر  
اتھیں ہاتھ سے ایک زوردار کھاردار بھرا سے پھینکے کا موقع  
دیا۔ لیکن اس پر اس کے ساتھی کو اس انداز میں ہٹایا کہ  
وہ لوں سے سر ایک دوسرے سے ہی طرف ٹکرائے اور ان  
نے ملنے سے زوردار پھینکے گھر پھر وہ دونوں منجھل گئے اور  
لوں خوار انداز میں اس کی طرف لپکے۔ انہوں نے وہاں  
پہلوں سے اس پر حملہ آور ہوئے تو بے اس کے بچے کا  
نگاہ نہانے کی کوشش کی تھی۔ یہ ایک وقت ان دونوں کے لئے

[illegible]

”کون ہے؟“ کیا مارا ہے یہاں؟“ آفتاب نے کہا۔  
 ”ہو؟“ اسی وقت فضا میں شیب کی ٹھہرائی ہوئی ”وازا“ بھڑکی۔  
 بہت گہری نیند میں ہونے کے باعث اس کی آنکھ دوڑا مشکل  
 سے کھلی گئی اور گرد کی صورت حال دیکھ کر وہ گھبرا گیا تھا۔  
 آگ کے پھڑکتے شعلوں نے ساری فضا پر ہی طاری کر  
 دی تھی اور ان شعلوں کی روشنی میں تین افراد ایک دوسرے  
 سے ہر دم بچاؤ نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے دو کے چہروں پر  
 سیاہ نقاب تھے اور انہوں نے جس تیسرے فرد کو اپنی زوہر لیا  
 ہوا تھا وہ ان کے دو کان کر رہا تھا۔ ان کی وجہ سے واضح طور پر  
 نظر نہیں آ رہا تھا لیکن پھر اس کی وجہ سے شیب نے اندازہ لگا لیا  
 تھا کہ وہ آفتاب ہیں۔

”خیر! اگر قریب مت آؤ اور نہ کوئی بارہا دوس کا۔“  
لڑنے والوں میں سے ایک نے اچانک خود کو کراچے ٹھرتے  
کی قریب میں تھوڑا جگہ ۱۸۰ اور اسے قریب کی طرف ہراتے  
ہوتے دیکھ لیا۔ وہ جہاں تھا وہیں دیکھ گیا۔

ابھی ابھی تم کی سید سے ہو جاؤ۔ تمہیں خون خرابہ کا حکم نہیں اس لیے اب تمک نہیں بٹھا ہوا ہے لیکن اب ہوا رستہ روکنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔" نیپ کو آسانی سے پہنچا ہوتا دیکھ کر اس نے اپنے دریا اور کارغ کا تپ کی طرف کیا۔ وہ اب بھی اتنا جھرجھاتا ہوا اپنے مقابل کو دیکھتا ہے کہ کوشش کر رہا تھا۔ راجہ روادری کو دیکھ کر ابھی اس سے کوئی اثر نہیں ہوا وہ اس کی طرف توجہ دے بغیر اسے ایک دروازہ پر اپنے حریف کی آنکھوں کے نیچے سے مارا۔ اس کی اس حرکت سے دریا اور برادر دشمن بری طرح ٹھٹھا اور اسے کھما کر دور سے اس کی پہلی ہی بادی۔ یہ ضرب خاصی شدید تھی۔

”جیل و آٹھن بھائی۔ کتنے بے گناہوں والے جاگ  
رہے ہیں اور اسی طرف آ رہے ہیں۔“ لعلیٹا بھرتے لکے  
کے شوق کی آواز میں کہہ رہا تھا۔ ہمارے اپنے سہیلی سے کہا  
تھا کہ لعلیٹا کا جو خاتم کر اسے کھڑا کرتے ہوئے ایک سمت اور  
گھٹنے کی کوشش کی۔ لعلیٹا بھرتے شوق کی جھلن میں

[illegible]

☆ ☆ ☆  
کل تک جو عمارت رنگی سے مزین تھی، آج بیکار  
لاٹھیاں کی صورت میں کڑی تھی۔ آگ نے اس کی روتی  
خوب صورت کو چاٹ لیا۔ کمروں میں ڈال گیا ناخنچر،  
پیراؤں پر لگے سالن بورڈز، چائیں اور دو آباکی  
چندیاں جو کل کی تقریب کے اہتمام کے لیے بلور میں  
گالی تھیں، سب جل کر خاک ہو گئی تھیں۔ وہ پتھر ناشی  
کے ساتھ ہوتے پھینچے ہوئے تھے جی کا بازو لے رہا تھا۔  
جی کے پیچھے کس کا گھر ہے، اس حالت میں اے آگ  
تک نہیں تھا۔ پھر آگ نے اس کی روتی سے سر سے  
دھڑکھٹایا۔ یہ نئی مٹ گئی اور وہ پتھر دھری لیا۔  
پانی تھوڑا نصیبت سے آگیتے ہوئے لے لے رہا تھا۔  
اے بلور کی کی تقریب میں شرکت تھی، اس کی  
سچی خوشی کا اظہار ہو گیا۔ آگ نے اسے سوز و صبا کی



خیاات کا بحر پر انتظام بھی کیا نہیں موقع ملنے ہی پہلی خدمت میں اپنی چال چل گیا تھا۔ آج اتنی فوج کہ تھی کہ اس نے سب خیر شدہ کروں کے ساتھ ساتھ ہائے کروں کو بھی نقصان پہنچا دیا۔ بیروں کی آگ، ایسے ہی طغیان ہوئی ہے۔ مزید یہ کہ اس ہتھکنڈ کوئی بنگالی ادھار پہنچا دیا، آسمان ٹوٹ گیا۔ ابتدا میں تو گاؤں والوں نے ہی باتیں وغیرہ سے اپنی اہل کراہی بچانے کی کوشش کی لیکن اس کوشش سے آگ اور بھی بھڑک اٹھی۔ ان حالات میں میں ایک ابھی بات پر ہوئی کہ فیہب نے اپنے سواہی فون سے بنگالی انداز کے لیے کال کر دی۔ چودھری کی بدولت قلم ہونے والے سواہی کھیتی کے ہیٹ ورک نے اس لمحے سے وقت میں جڑا ساتھ دیا۔ فون کال پر آگ بجھانے والی گاڑیاں اور ایسی بیس فوری طور پر آوارہ روانہ کر دی گئیں۔ ایسی بیس کچھ تک دھڑی آداب کو گاؤں کے لوگوں نے اپنے طور پر ابتدائی طبی امداد سے دی تھی لیکن سر پر کٹنے والی جوت اور رات پر گولی کے باعث آنے والا غم جھک گیا۔ ان زخموں سے اس کا کافی غور نہیں ہو گیا تھا۔ شہر باد کو تھ سے فوج ہی اس حادثے کی خبر ہو گئی تھی لیکن فوری طور پر آوارہ آنے کے بجائے اس نے فورٹ کے اس پورٹ سے اس چال چال کیا۔ اس چال میں طبی سہولیات بہت کم تھیں۔ وہاں ڈیوٹی پر سرجر ڈاکٹر سے جو کچھ بین چڑھا وہ اس نے اپنے طور پر کر دیا تھا اور پھر اس کے غم پر آداب کو فوری طور پر لاہور کے لیے روانہ کر دیا گیا تھا۔ آداب کی زندگی اس کے لیے بہت قیمتی تھی اس لیے اسے جانے کے لیے وہ اپنے تمام اہم اختیارات کو روکے گا رہے آداب تھا۔ فورٹ سے ایسی بیس کی راجگی کے ساتھ ہی ایک ایسی بیس لاہور سے بھی روانہ ہوئی تھی۔ اس ایسی بیس میں سرجن سہولیات کے ساتھ ایک ڈاکٹر اور سٹی نرس بھی سرجن تھا۔ یہ انتظام ہی لیے تھا کہ یہاں سے جانے اور لاہور سے آنے والی ایسی بیس جس مقام پر بھی آجیں وہیں آداب کو لاہور والی ایسی بیس میں منتقل کر کے راستے میں ہی بہتر طبی امداد کی فراہمی شروع کر دی جائے۔ اس کی یہ حکمت عملی بہت کامیاب رہی تھی اور کچھ یہاں کے لیے روانہ ہونے سے لگی اسے اطلاع ملی تھی کہ آداب کی جان اب خطرے سے بچ رہی ہے۔

مطابق آگ پٹرول زان کر لائی کئی قسمی۔ آگ کس نے اور  
کیس لگائی۔ اس طے میں ابھی تھوٹے سائے نہیں آئے  
تو آگ نے ایک گواہ ماسٹر غیب سے ہمیں جو معلومات  
موصول ہوئی ہیں اس کے مطابق رات کے آخری پیر اس کی  
آگ غیب و غریب خود کی آواز اس سے نکلی تھی۔ کمرے کی  
کڑاکی اور دروازہ کھلا تھا اور ماسٹر آگاب کمرے میں  
دروازہ کھلا تھا۔ غیب نے ہا پر آکر دیکھا تو اسے ماسٹر آگاب  
دو خوب چشوں سے لڑتا ہوا نظر آیا۔ اس نے اس لڑائی میں  
دھل دینے چاہا تو حملہ آوروں میں سے ایک نے رپا اور دکھا کر  
اسے دور رہنے پر مجبور کر دیا۔ ماسٹر آگاب کو بھی اس نے کوئی  
مارنے کی دھمکی دی کی لیکن دو جوش میں اس دھمکی کو فاطمہ میں  
تھیں لاپا اور حملہ آوروں کے فرار کی راہ میں حرام ہونے کی  
کوشش کی۔ فاطمہ میں آکر دھمکی دینے والے نے اس پر کوئی  
چل دی۔ خرائی کے دوران دو پہلے ہی اچھا خاصا ڈنگ ہو چکا  
تھا، گولی گیتے کے بعد بالکل ہی حواس کو بجھا۔ حملہ آروا سے  
گولی مارنے کے بعد اپنے گھڑوں پر بیٹھ کر فرار ہو گئے تھے۔  
کھوئی کے ذریعے گھوڑوں کے سواں کا کھوج لگانے کی  
کوشش بھی نہ ہو سکی۔ ان لوگوں نے فرار کے لیے ایسا رات  
اضیاد کیا کہ کھوج مل ہی نہیں سکا۔ اب ہمارے پاس واحد  
آگاب بھی ہے کہ ماسٹر آگاب بدوش میں آنے کے بعد کوئی  
ایسی بات بتا دے جس سے حملہ آوروں کے بارے میں کوئی  
کلیئر ہو سکے۔ اس نے حملہ آوروں سے براہ راست مقابلہ کر  
تھا، اس مقابلے کے دوران ہوا ہو سکتی ہے اس نے ان لوگوں کو  
مشاہد کر لیا ہو۔ ان لوگوں سے اس کی کوئی اتالی دھمکی بھی نہ  
سکتی ہے۔ اس کے ساتھ وہاں موجود ایس بی اسے دانتے  
کے بارے میں پوچھ کر سہے ہوئے اتالی راستے کی دوسری  
تھا۔ اس کے آخری جیسے شہر یار کے تین بدن میں آگ لگ  
دی۔ وہ جانتا تھا کہ ایس بی اس حادثے اور اس کے ذریعے  
داروں سے واقف تھا لیکن پھر بھی معاملے کو ایسا راز دینے کی  
کوشش نہ کر رہا تھا جس سے کسی حد تک واقف نہ ہونے والی  
آگاب پر رحم نہ کیا جائے۔

[illegible]

گاہ۔ انار سے لوگوں کے بازوؤں کا بندھن ہوتا تھا۔ انار سے بہت خوش تھے اس کی بات کا جواب دیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ چودھری انکار کی ریٹ ۱۰۰ انگوں پر توڑ پانے کے لیے لکھنا نہ دے گا۔ انگوں کا نام نہ دے گا۔ انار نے اس کی چالوں کو توڑ لیا جانتے بے خبر اب تک انہوں نے چودھری کے خلاف جو بھی کارروائی کی تھی، اس کے نتیجے میں نہ کای ہی مل سکی۔ انار سے قبرستان میں دھننے والی اداکار کے بعد اس کے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ چودھری کے کارندوں میں سے کسی کو استعمال کیا جائے تو کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اسکول میں آگ لگنے کے واقعے کے بعد اس خیال میں مزید مضبوطی آئی تھی اور اس نے انار کو کورم کی آفر کے ساتھ یہ سہ داری سونپی کہ وہ چودھری کے خلاف جوت فراہم کرنے میں ان کی مدد کرے۔ انار نے یہ پوزیشن قبول کر کے بعد اچھا خاصا دل بڑا شہر ہو گیا تھا۔ اس کام کے لیے فوراً ہی راضی ہو گیا۔

”ٹھیک ہے چچا، مجھ سے معاملات بد نظر نہ بن جائیں۔“

انار یہ جانتے کی خبر دے گا کہ چچا کے کمرے کی کھالیں کس دن اور کس وقت لگ کی جائیں گی۔ انار نے لیے وہاں فون کا انتظام کر دیا ہے۔ قسم اٹھانے سے وہاں بیٹ لے لیتا اور اس کا انتہائی بھی سیکرٹ ہے۔ وہاں سے یہ فائدہ ہو گا کہ کورم فوراً طور پر بند ہو جائے گا۔ انار سے سکو کے بکریاں دیکھنا کہ انار کو کس کس کی خبروں میں آئے اور کورم مشکل میں نہ جاوے۔ میں نے بھی انار میں آنے سے بچانے کے لیے خاص طور پر دفتر کے کمانے میں انار سے کورم سے ملاقات رکھی۔ تم بھی احتیاط نہ اور کس کو کورم نہ ہونے دینا کہ تم کہاں کے تھے۔“ شہر دار اسے اس کام بھی طرح پر کچا چکا تھا۔ یہ نالی ہدایات اس نے صرف حق باقاعدہ سے طور پر دی تھیں۔

”آپ کا بہت بڑا شہر ہے سر جی کہ آپ نے اتنا خیال کیا۔ میں آپ کی بیٹی کی بہت یاد رکھتا ہوں گا۔“ انار نے جیڑی سے جواب دیا لیکن ہونے کے بے فائدہ تھے۔

”کیا بات ہے انار، کیا کچھ اور بھی کہتا ہے؟“ اس کے انداز کو دیکھتے ہوئے شہر دار نے پوچھا۔

”میں سر جی اب چننا نہیں، میں آپ کو دیکھ رہی ہوں۔“

”کہو، کیا بات ہے؟“ اس کی جگہ انار سے نہ رہے ہوئے شہر دار نے غصہ دینے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ میں جہاد یاد کرتی تھی چوری کی پیش کروں گا۔“

وہ جی میرا سال ہے، اسی سال۔“ شہر دار نے غصہ

www.KitaboSunnat.com

2009



ہے۔ مگر سے تو وہ سے کہنے لے لگا تو، پر مولوی صاحب  
کہتے ہیں کہ وہ در سے آگاہی نہیں۔ ہر طرف اسے احوال پتہ  
ہے۔ ٹاس (ٹوئیس) میں تھکی رہت (دراپنٹ) ٹھوساوی رہے  
نیکن کا کھڑی ٹھوساوی رہی اس کی۔ آپ سے اسٹریٹ، اور  
اس اداوں پر زور دینے کے تو وہ انہی سے کوئی طرح سے  
تاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ ابھی تو ہمیں نے بہت  
ٹھنکے کے ساتھ بھی ٹھنکنا۔ وہاں سے چاہا چاہی کی ٹری  
حالت ہے۔ پہلے ہی وہ دروازوں میں جلیوں کا صدمہ تھا کہ ٹھنکے  
ہوئے ہیں۔ اس پر ایسا بھی فیب (غائب) ہو گیا۔ انکے  
ایک تو فتح ہے وہ ان کا۔ آپ کبھی سیکھے ہیں کہ ان دو دروازوں  
پر اس کی کم شدگی سے کیا کمزوری ہوئی۔ انور کی دلی ہوئی  
نظارے نے اسے نری طرح پچھو لگایا۔ گاؤں سے کسی بچے کا  
ہاں غائب ہو جا۔ معمولی بات نہیں تھی۔ شہروں میں تو بیکری  
امکان ہوتا ہے کہ بچے بھیل بھاڑ میں اٹھنا اچھڑا کر ہو  
جائیں لیکن گاؤں کے کھدو دوا محل میں جہاں ہر فرد دوسرے  
فرد سے انکی طرح واقف ہوتا ہے، کسی بچے کا ہاں غائب ہو  
جانا بہت غیر معمولی واقعہ تھا۔ اس واقعے سے یہی ظاہر ہوتا تھا  
کہ کچھ کسی خاندان سے وہاں رہا ہے اس لیے وہاں کو  
جانے لے، اور اس کا کوئی اتنا نہیں تھا۔ کا ہے۔

”میں حقانے خون کے چہیت کر دوں گا۔ حق اس بارے میں مجرم و مبتلا ہے۔“ انور پر ایسا ہی بیانی ظاہر کیے بغیر اس نے اسے تکی دی تو وہ شہر پہ ادا کرتا ہوا رخصت ہو گیا۔ انور کے رونا نہ ہوتا ہی اس نے معتقد حقانے خون کر کے حقانے داد کو کہا اس کے سلسلے میں خفی سے چہیت دی اور خون کرنے کے بعد غرات عہد کے خاندان کے بارے میں سوچنے لگا۔ ان لوگوں نے خود کو کسی معصیت سے بچانے کے لیے وہ چاقو کا بیاہ چوری افکار سے کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن چوری تو انہیں کیا نقصان پہنچاتا تو ویسے ہی بارے میں چھٹا ہوتی زمین آتے جا رہے تھے۔ شاہ ابھی و کچھ دیر پہلے انور نے سچ کہا تھا کہ جہ نقصان آدمی کے نصیب میں لکھا یا کیا ہو، آدمی اس سے بچ کر نہیں لگ سکتا۔ لیٹا محمد بھی مسلسل ایسے ہی نقصانات کی زد پر تھا۔

آپ؟" اسپتال کے کمرے میں داخل ہوتی مسکراتے ہوئے کہتی ہیں کہ وہ نئی طرح کا اور ادراپی ٹیکہ لے گئی ہے۔ اس کو بخش میں اس کے منہ سے ایک زوردار کراہا نکل گیا۔

"ہیلو! آپ کیسے ہیں؟" وہ تیزی سے آگے بڑھی اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے گلے سے دلا۔

”آپ یہاں کیسے آ گئی؟“  
”مجھے آپ کے فون کی خبر ملی تھی۔ خبر ملتے ہی میرا دل بے چین ہو گیا کسی طرح آپ کو دیکھ لوں۔ بڑی مشکل سے دروازہ کھولا اور دیکھا کہ آپ کے فون پر ایک آدمی بیٹھا ہے۔ وہ فون کے لیے دروازہ کھول کر رہا ہے۔ آپ کی بیٹی بیٹھی ہے۔ اپنے پیارے والد کو دیکھ کر اچانک ہنسنے لگی۔ کھانا پینا بھی بھرت کیا تھا۔ میری ایسی حسرت، افسوس اور غم نے انہیں گھیر لیے کہ وہ فون سے الگ ہو کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے والد کو دیکھ کر کہا کہ بہنوئی کے لیے اوروں کو گھونکوں کو لا کر بھیج دیجئے۔ فون رات ہی ہم لوگ یہاں پہنچے تھے۔ صبح صبح میں نے انہیں سے یہاں کہا کہ میرے بچے میں بہت درد و غم ہے۔ انہوں نے ابراہیم کو بھیج کر ڈاکٹر کو کمر ہوا لیا۔ ڈاکٹر نے کھانے کے لیے دوادلی جو خاہر ہے میں نے نہیں کھائی مگر ماں پر مٹی کا خاہر کیا کہ دو کھانے کے باوجود درد و غم جتنا ہے۔ رات ہی گاؤں سے میرے ساتھ یہاں آئی ہے۔ اس نے ان کو مشورہ دیا کہ لڑائی کو چھوڑنا چاہیے۔ اب بے چارہ لوں اپنے انتظار و گم گشتی میں بیٹھی ہیں اور میں ڈاکٹر کو دیکھانے اور مختلف ٹیسٹ وغیرہ کروانے کے یہاں یہاں ہوں۔ رات ہی میرے ساتھ ہی ہے اور باہر غم ہی ہے۔ دو ہفتہ کے ساتھ وہی غم ہی چھیننے کے یہاں ہے اب تک لڑائی بولی تھی اور اس سے تپانہ لگا رہا ہے۔ رات ہی تھی۔“

”آپ کو اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ اس طرح آنے میں کوئی تڑپا جی نہیں ملتا ہے۔ میں نے آپ سے وہ بات چاکر کہ آپ اس طرح خود کو فطرے میں ڈالیں کر مجھ سے ملنے نہیں آئیں گی۔“ ساری بات سن کر آپ نے اے سے ڈوگ۔

”سواری آگے! ابھی اپنا دھڑا دے لیکن آپ کے رخصتی ہونے کا سن کر میں رو نہیں سکی۔ آپ نہیں سمجھ سکتے کہ جب مجھے آپ کے رخصتی ہونے کی خبر ملی تو میرے دل پر گہرا گزری۔ مجھے رانی نے بتایا تھا کہ آپ کو کہاں کہاں چرخیں ملی ہیں اور یقیناً جانی میں نے اپنے منہ پر ان ساری جگہوں پر دو دھڑکن کیا ہے۔ پھر سب سے بڑا کہ آپ کو کوئی کھنسی کی خبر نے میرے ہوش اڑا دیے تھے۔ پہلے سے کھنسی میں مل گئی تھی لیکن کوئی کوئی معمولی چیز تو نہیں ہوتی جس میں سر کرارام سے ٹپکی رہتی۔ میرا تو سن نہیں چلے گا، افسوس کہ آپ کے پاس پہنچے جاؤں مگر میں جن ان دنوں دھنسی نہ دیکھوں میں ہلکی ہلکی ان سے نہایت حاصل نہ ہو سکتی تو آسان نہیں۔ اب بھی اتنی خوشی کے بعد یہ چھ لمبا عرصہ حاصل کر دینی ہوں... دو دن دل تو یہی چاہتا ہے کہ سارا وقت یہاں آپ کے ساتھ رہوں، آپ کی

خیریت کروں اور آپ کے جہود کو جان لوں۔ "جہد ہا ہے  
 نیکی آواز میں ملتی ہوئی وہ اپنی نرم لہجہ سے اس کی آنکھ  
 کے قریب چہرے پر جوئے نیل کے پتھن کو ملتا رہی گی۔ جس  
 کے جہد ہا ہے نیکی آواز اور غم نکھیں، کیے کر آقا کا دل  
 پہنچ گیا۔ اس نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے  
 لیا اور ۱۱۔

”اب نہ آپ نے مجھے لپکا لیا۔ آپ تو سلی ہو گئی۔“ دیکھیں، میں بالکل خفکناک ہوں۔

”خاک لپک ہیں۔ اسے! میری دھم گئے ہیں۔“ اس کی آنکھوں کی نمی جڑی۔ ہے؟ تمہارا کی کہ رانی میں بدل گئی۔

”خاک گئے ہیں لیکن اب دور بالکل نہیں ہو رہا۔ آپ نے مجھے چوکرا سنا اور رانی انہیوں کی چروں میں سمیٹ لیا ہے۔“ آداب کے اس مجھے ہر دھڑکن کی عجیب ہو گئی اور

”اب نہ آپ نے مجھے لپکا لیا۔ آپ تو سلی ہو گئی۔“ دیکھیں، میں بالکل خفکناک ہوں۔

”خاک لپک ہیں۔ اسے! میری دھم گئے ہیں۔“ اس کی آنکھوں کی نمی جڑی۔ ہے؟ تمہارا کی کہ رانی میں بدل گئی۔

”خاک گئے ہیں لیکن اب دور بالکل نہیں ہو رہا۔ آپ نے مجھے چوکرا سنا اور رانی انہیوں کی چروں میں سمیٹ لیا ہے۔“ آداب کے اس مجھے ہر دھڑکن کی عجیب ہو گئی اور

”اب نہ آپ نے مجھے لپکا لیا۔ آپ تو سلی ہو گئی۔“ دیکھیں، میں بالکل خفکناک ہوں۔

”خاک لپک ہیں۔ اسے! میری دھم گئے ہیں۔“ اس کی آنکھوں کی نمی جڑی۔ ہے؟ تمہارا کی کہ رانی میں بدل گئی۔

”خاک گئے ہیں لیکن اب دور بالکل نہیں ہو رہا۔ آپ نے مجھے چوکرا سنا اور رانی انہیوں کی چروں میں سمیٹ لیا ہے۔“ آداب کے اس مجھے ہر دھڑکن کی عجیب ہو گئی اور

پہلے خدا کو پا لیا۔ آپ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر جب وہ الایمیت کو اس دن کی قرآن میں قوت پہنچا دیا تو آپ نے اپنے ساتھ یہ کیا نیت منگوایا ہے۔ اس کا بغیر کوئی کس کی بات نہیں ہے۔ آپ اسے بھیجے، میں اپنے لیے دوسرا نیت اور منگوایا کہ آپ کو اس پر کال کر دوں گا۔ آپ نے اس وقت پر مجھے بات کر لیا کہ میں نے آپ کی طرف بھیجی ہو جاتی ہے اور اس میں لڑو و شہرہ بھی نہیں دوں گا۔ آفتاب نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کا ہر جہت اس کی طرف رخ ہوا۔ اس نے دونوں بازو بڑھائے اور کہا کہ میں تمام کس۔ دایہ اور بائیں طرف آفتاب کی رحمت میں ہی تھا۔

”ہاں! آپ جاہلی۔“ آفتاب نے اس سے کہا اور اپنے ہاتھ کی گرفت میں سوجھواں کے ہاتھ کی پشت پر آہستہ سے بوسہ دیا۔ لیکن اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور شیخ شہزادہ کمرے میں داخل ہوا۔ آفتاب نے پھرتی سے کشور کا ہاتھ چھوا دیا۔ دوسرے سرگ جانے والی لڑکی کا دروازہ کھلتے ہی جڑی سے دروازے کی طرف ہلکی۔ وہاں والی آفتاب سے دوستانہ گفتگو کر رہی تھی۔ شیخ شہزادہ کو دیکھ کر وہ اتنی داس آفتاب کو کئی کئی بار وقت اندھا اطلاع دینے لگی۔

”کیسی طبیعت ہے اب تھری؟“ میں نے اس کو دیکھا۔  
 ”اور آقا صاحب کو تھری نے بھی چھوڑا تھا۔“  
 ”ہاں، چھوڑنے والے کمال تھی۔“  
 ”مگر اس میں کون ہو گیا۔“  
 ”مگر اس میں کون ہو گیا۔“  
 ”مگر اس میں کون ہو گیا۔“

اس سے مشکوک آتا نہ تھا۔  
 "اذا حکم سے آپ کو کافی بہتر ہیں۔ انشاء اللہ جلد  
 یہاں سے نکلتے پھر ان کو ان کی جگہ پر لے جائیں گے۔  
 "نہ پہنچے گئے تو سمجھیں سب پہنچے تھوڑے دنوں کے  
 میں نے آواز نہ کرنا ہے کہ مجھے اسکول میں نہ جلد ورنہ  
 کئے بغیر میں چاہیے۔ وہاں کام جاری ہے۔ جلد سب پہنچ  
 ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے ایک نئے ہیرو کی رشتہ کر لیا  
 ہے۔ اس اسکول میں ہو گا تو وہ پہنچے گی نہارے ساتھ  
 ہوگا۔ میں گاں کا بچہ مکان تم لوگوں کے ٹھیک کر دیا  
 ہوں۔ اب تمہارے سسٹن والا کمرہ ان اسکول میں ہی  
 شامل ہوگا۔ اسکول کے اوپر کے کلاس کانی مڈل اور گرانی  
 کے لیے میں نے ایک چھوٹا سا کلاس بنوا دیا ہے۔ انشاء اللہ  
 آج سے وہیں کی اس طرح کی کوئی سائنس کلاس نہیں ہو  
 گی۔" اس نے آقا کو خوش خبری سنائی۔

[illegible]

”میں نے اچھے فائدہ ہائے کم سے کم دو ذریعہ اختیار کیے ہیں۔ ایک تو کہ غرض میں اہل دماغ ہے۔ ہاں بڑی کڑی محنت میں نے اے پچکانہ ہے۔ دوجھری انڈیا کی ملازمہ ہے اور میں نے کئی بار اسے عربی میں دیکھا ہے۔ اس ملازمہ کی موجودگی سے مجھے کئی بچاؤ ہے کہ کچھ دوسرے کی غارتگیوں سے محفوظ رہوں۔“

”اور جوہری اٹومز سب سے چھوٹی چیز ہے۔“  
شیراز نے کچھ لمبے کے عجب عجب اس نے سن کر متاثر  
”اور آئی سی۔“ اس نے ہنست ہنست۔ ”مگر  
واقعی معاملہ یہ ہے کہ ان سے بہت نیچا اور نازک ہے۔  
وہ ہے جو تمام اشیاء کا جوہر ہے اور جس کی ذرات میں  
جس اور بنا پڑے ہیں کہ ان میں سے جس چیز کی ضرورت کیوں  
کرتے ہیں ان کے آپ ایک ذرہ قطر سے شہر بلو کا ہے۔  
جوہری اٹومز کے ان خواتین کے ایک اور کی طرف  
سے نکلتے جاتے ہیں لیکن اپنے گھر کی خواتین کے معاملے



میں بڑے حساس ہوتے ہیں۔" اسے آفتاب سے اتنی زیادہ  
انیت ہو گئی تھی کہ خلاف طبیعت اسے نصیحت کر رہیں۔

”میں جانتا ہوں سر! لیکن یہ بات آپ بھی سمجھتے ہیں کہ کچھ طعانات میں انسان خود اپنے آپ کو خاصا مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے لیکن آپ یہ مت سمجھیں کہ میری اور شہر کے روٹھن میں ناواقفیت ہوئی تھی۔ وہاں ہے چاروی میری حالت کا کین کر دل کے انھوں مجبور ہو کر نہ جاتی جگہوں سے یہاں پہنچتی تھی پھر بھی میں نے ان سے کبہ دیا ہے کہ انھوں نے یہ بھی نہ کیا۔“ وہ اس صدمہ سے کہنے لگا۔

[illegible][illegible]

”یہاں نمازکدوں کی توہات ہی نہ رہی تھی۔ سارے  
کے سارے کچھ چھوٹی کی طرح تھا۔ چودھری ادا کرتے  
لوگوں نے بذل کلاس کے چارے تھے بلکہ کو کچلا کر ان  
میں گھڑا کر دیا تھا۔ ان بلکہ کو کوئی نہ جانتا تھا نہ پہچانتا تھا

لیکن ہماری حواس کو آپ جانتے ہی ہیں کہ ان پر حکومت کرنے والے جس کی طرف اشارہ کر دینا، یہ سنا سنے کے لئے دوش دے دیتے ہیں۔ جو بندے یہاں سے ایسے ایسے افسانہ گوئی کرتے ہیں، وہ جو سرت سے یہاں بیٹھے ہیں۔ شہر اس میں کہ انہوں نے اپنے کو ملایا ہے جیسا کہ سرت سے وہی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ سبھی سبھی احرار کا پتہ لیتے ہیں، اپنے آقاؤں کے عزم کے مطابق کام کرتے رہتے ہیں۔ حکومت خوش ہے کہ اس کی شرع کے مطابق چلے جائے۔ پھر یہ لوگوں کے پاس سیاسی لحاظ سے ہے۔ چاہے وہی جیسے مصلحتیں ہیں کہ ہنگامے میں کامیابی ہوگی۔ اصل آقا وہی ہیں اور ان کے اشاروں پر جانے والے سیاسی لحاظوں کوئی اعتراض نہیں کہ نقصان نہیں لگتا۔ وہ اپنی جگہ جیت کر رہے ہیں۔ "جو پھر کی بھرتی کرنے کی بات کے جواب میں جو سپرہو کہ، وہ سبھی لیکن جتنی حقیقت تھا۔ وہ خود اپنی ملازمت کے مختصر عرصے میں یہ بات بھانپ گیا تھا کہ اس لیے اس نے ان فحاشی لحاظوں سے کچھ خاص مصلحتیں بھی نہیں رکھا تھا اور خود اپنی مرضی سے آزادانہ کام کر رہا تھا۔

”میں نے خود بھی یہ سارے حالات برہنہ کر لیے ہیں۔  
 ہتھکڑیاں پہنائیں اور پوری طرح سے اس سے بے کس یہاں  
 اتنی بھی کھلیں عام کے ساتھ کھلیں نہیں ہے اور جو پتہ نہ پتا ہے،  
 مجھے خود ہی لے کر لے ہی لے ہیں۔۔۔ اور اوقت چاہا کہ روز میں نہ لگا  
 رہتا ہوں۔ ایک واقعہ آپ ہلکے اپنے گاں سمیت سارے فلسفے  
 میں بہت ہی تہہ پائیاں دیکھیں گے۔ ”چھوٹی چھوٹی کھلیں  
 سن کر اس نے اسے کھلی دی اور ہر وقت کی کھلیاں نے نہ کر  
 وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حسب معمول اس کی گاڑی مشاہیر  
 خانہ کی ڈرائیج کر رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی کے سر سے وہ لوگ  
 فوراً ہر سے ہار جانے والے لے جانے کی طرف پڑھ گئے۔ ابھی  
 ان کی گاڑی گاڑی کی حدود سے باہر نہیں نکلی تھی کہ ایک صفحہ  
 نے انہیں چمکا دیا۔ ایک حسب بہت تیز رفتاری سے دوڑتی  
 ہوئی آئی اور ان سے کافی فاصلے پر روک گئی۔ حسب میں چار  
 چار آدمی سوار تھے لیکن ان میں سے کسی کی بھی فوج نہ تھی  
 گاڑی کی طرف نہیں تھی۔ وہ اب ان کے اچھے ہی دیکھتے  
 چلا گئے۔ ان کے پاس میں سوچا وہ ڈرے اور کھلیاں بہت  
 فوجیں تھیں۔ حسب میں روٹ سے آتی تھیں آتی تھیں۔ اس سے  
 سیکھنا تھا کہ وہ ہر گھنٹہ کے حسب سواروں کا کھلیں نوپار سے نہیں  
 ہے۔ وہ کھلیں ہر سے آئے ہیں۔ ان کے تہہ بھی کافی  
 فوج تھیں۔ ان کا کھلیں ہر گھنٹہ کے وہ کسی کے

تغائب میں ہیں۔ ان سے آگے ایک لڑکا اور لڑکی تھے جو تیزی سے اونٹوں کے جھنڈ کی طرف بھاگ رہے تھے۔

”گازی روک لو شیام خان!“ نے محسوس کر کے کہ  
اپنے دونوں کی جان خطرے میں ہے، اس نے غم و ہوا اس  
عرسے میں ان کی گاڑی بیپ کے قریب پہنچ چکی تھی۔ مشاہیر  
خان نے غم کی تسکین کرتے ہوئے فوراً گاڑی کو بریک لگا  
دیا۔ وہ اور شیام بہن ایک وقت گاڑی سے باہر نکلے۔ اس  
وقت ان کے اہلکاران ساتھ ہونا چاہا، انھیں اس معاملے میں  
ملوث ہونے سے روکا لیکن مشاہیر بہن ایک تو غم کا ظلام  
تھا، دوسرے خود بھی ہم پر اہمیت کا مالک تھا، سو فوراً اس کا  
ساتھ لینے چل پڑا۔ اب وہ لوگ بھی دونوں کے اس جہاز  
کی طرف بھاگ رہے تھے جہاں انھوں نے پہلے لڑاکا لڑکی  
اور بعد میں ان کا تعاقب کرنے والوں کو داخل ہونے دیکھا  
تھا۔ اس سب کی ذہن بہت نرم تھی اس لیے ہمارے میں مشکل  
تجربہ آ رہی تھی مگر اس کا ایک دو تھوڑے ہی تھکے قدموں کی دواز  
چھ انھیں بھاری تھی۔ اگر وہ لوگ اس راستے پر گاڑی لانے کی  
کوشش کرتے تو گاڑی کے باہر پھنس سکتے تھے۔ وہ دونوں  
تکھڑے راتہ سے دڑتے ہوئے دونوں کے جہاز میں داخل  
ہوئے تو بعد ازاں یہی ان کی ساتھیوں سے ٹکرائیں۔ ان  
آوازوں کا تعاقب کرتے آئے وہ قدموں آگے  
بڑھے۔ جہاز میں اراچی آگے انھیں لڑاکا لڑکی اور بیپ میں  
آنے والے فراڈر آگئے۔

”اگر قرآن اشیائے گداز ہوں کہو مانتے سے ہٹ  
ہا۔ تو اس کے مانتے دوا بن کر کھڑا ہوں روہلکا۔ میرے  
خبر سے تجھے ایک ہنگے میں جانا سکے ہیں لیکن میں صرف اس  
لئے غلام کر رہا ہوں کہ اسے جو قہروں کے ہاتھوں تیری  
کشتی (بے قوتی) نہ ہو۔“ قرآن کے نام سے پکارا جانے  
والا ایک میں ابھر سارو جوان قہر مانتے لے ایک کھی ہوئی  
لڑکی کو اپنی پشت کے پیچھے بھرا دھا۔ لڑکی کی پیچھے چڑے  
میں سے ایک دوست سے ملی ہوئی تھی اس نے کسی کے  
لپے لپے لیکن نہیں تھا کہ وہ ان کو مانتے سے جانا سے بلیر لڑکی  
تک پہنچے کہ وہ جوان کے چہرے سے ظاہر تھا کہ وہ ہرگز  
ی لڑکی کے مانتے سے نہیں ہے گا۔ شہر زادے لڑکی کو  
حافظ نہ لیا۔ وہ چہرہ کی پتھار کی پھولی نہیں تھی۔ چٹیل ہار  
لوگ نور چارے تھے تاہم ان نے اس لڑکی کو چہرہ  
تیار کے گھر میں دیکھا تھا۔

”تو سامنے سے ہٹ رہا ہے یا میں ان لوگوں سے  
 لکوں کہ تجھے تھکیٹ کر سامنے سے ہٹائیں اور باندھ کر

بیب میں زاریں ۶۷ ان کو اپنے سے بچے نہ دیکھ کر  
اس شخص نے اگلے آج ۶۸ میں پوچھا۔

”میں میرا شریک بنوں گا۔ فریڈ ہیک کیلئے  
 لے جائیں گی۔ ان کا بھی گھر بنانا ہے۔ پھر سے  
 یہ جہاں نہ آئی تھی۔ ان کی حفاظت میری اسے واری  
 ہے۔“ قمر بنائی تو جون نے مضبوط لپکے جس کا بار اڑا۔  
 اس کے بعد وہ اب سے پھر پارک گارڈ ہوا کہ وہ لو جہاں  
 اور اسے دیکھ رہے تھے۔ انہیں میں بھائی ہیں لیکن رو سکے  
 جہاں تھیں شہرے ایک فریڈ کی چانگ کھنکھ اور دوسرا اس کا  
 محافظ کیوں دہرا تھا۔ یہ بات اسے کچھ عجیب لگی تھی۔

”لکھنا ہم صرف اپنے دشمنوں کی مراد ہے۔ اس  
 بہ شرم کشی کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ مجھے میری ماں گرانے کی کوئی  
 ضرورت نہیں ہے۔“ اس شخص نے اہمیتان سے کہا اور اپنے ہاتھوں کو  
 اکٹھے سے اٹھایا۔ وہ لوگ قربان کی طرح بڑھنے لگے۔  
 یہ وہ جو پہلے ہی کبھی ہلنے کی اور نہ ہی ناروغف زور ہو سکتی  
 اور پشت پر سے ہی لڑتے تھے اس کی طرح ہٹ گئی تھی۔  
 اس کے وہ جوشیں سا کر رہا کہ اپنے انہوں کی فکر سے چھوٹا  
 باقی ہو۔

”مظہر۔“ شہر دار نے اب تک نہ سوئی تھی شادی کا ہوا  
 خانیک دم خود فرست گئے پیچھے سے نگران لوگوں کے  
 مانتے آگیا۔ کی قسم کی انہوں نے شراہ سے ہے جس میں  
 نے دعا اعلیٰ ضروری سمجھی۔ اس کے ساتھ ساتھ مظاہر مٹان  
 کی نظر پڑی۔  
 ”وہ دم لوگ؟“ وہ شخص پٹکان سے سہاٹی بھی  
 کے ہوئے نظر آئے تھے۔

”میں ٹھہر رہا ہوں۔ اس علاقے کا اسٹنٹ  
شپر۔ میں جانتا تھا کہ یہاں کیا ہوتا ہے؟“ ان  
کوں کے تہوں کو خاطر میں لا کر غیر اس نے اطمینان  
ساتھ اتار دیا کہ دیا اور ختم لے کر چلا۔

”وہیں سر جی، ہمارے کمر کاٹا ہے۔ آپ  
معاذے فیہل نہ دیں۔ ہم آپ اس مسئلے کا حل  
لا گے۔“ اور کھس اس کا خلاف سن، پھر ہاتھ روک لیکن  
اپنے طور پر اڑا ہادی کرنے کی کجی پیش کی۔ چھینا ان  
کھوں کی اس طرح وقوع و ملت نے اسے دھڑ کر دیا،  
تو فریاد اڑا، زبان کے پردوں پر اپنے لیے دھڑ جانے پر  
نہروڑی ہو۔

”گھر کا مسئلہ تھا تو گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر حل



”آپ کا بہت بہت شکر یہ جی! اگر آپ نہ پہنچتے تو جانے آج میرے ساتھ کیا ہو جاتا۔“ وہ لوگ گاڑی میں آکر بیٹھے تو اب تک خاموشی کروائی فریاد نے اپنے لب لباب اور اس کا شکر ادا کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رہ گئی۔

”کیسی بھلائی ان لڑکی کے ساتھ کیا ہو رہا تھا؟ یہ تو حسین اپنے گھر سے اتنی دور اس امر اٹھانے میں آئے سے پہلے سہا جاتا ہے تھا۔“ اس نے غصے سے کہا تو اس نے شرمندہ اور خطرناک ہنسیاں اٹھانے کا سلسلہ اب بھی چلی گئی سنسلیوں کی صورت میں جاری تھا۔

”یہ کون لوگ تھے؟“ اس کی حوا میں... کیا تم مجھے بتاؤ گی؟“ زما سے تو وقت کے بعد اس نے فریاد سے پوچھا۔ وہ لوگ ابھی تک اسی جگہ موجود تھے اور اس نے مشاہیر خان کو گاڑی چلانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ گھر پہنچنے سے پہلے فریاد خود کو سنجال لے۔

”قرآن ساتھ والے گاؤں کے مسجد اور کھڑ ہے۔ اس کے اور ہمارے خاندان کے بچے ہیں۔ سے لڑائی رہی ہے۔ بھائی لڑکی کا گھس گھس دے دے میں تو نہیں، اس کے بارے میں بھی بھائی نہیں کیا جاتا ہے کہ اس حادثے کے پیچھے قرآن کے باپ کا ہاتھ ہے، یہ بھائی ہی تو آپ نے دیکھا ہے کہ جیسے غلط سے مارنے لگی ہیں۔ انہوں نے ابھی یہ بات کی اور کے ساتھ نہیں گئی۔ شاہ اکیس ہا نے کی وجہ سے وہ کھڑا رہ گئے ہیں۔ خیر یہ بھی بات ہو، میں آپ کو اپنے اور قربان کے بارے میں بتا رہی تھی۔ قربان سے میری ملاقات ایک دو ہفتے ہوئی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر مڑا۔ مجھے بھی وہاں چلا گیا۔ یہ ہمیں بعد میں بتا چلا کہ ہمارے خاندان ایک دوسرے کے بھری ہیں۔ دشمن کی وجہ سے بنا جتن نہیں تھا تو ہم ایک دوسرے کو پہچانتے بھی نہیں تھے۔ زیادہ مذہبی بندھنے کے بعد خیر ہوئی تو دشمن پیچھے چلی گئی، یہ دوسرے لوگ تو ہماری طرح اس دشمن کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ ابھی آپ نے جس آدمی کو دیکھا تھا، وہ قربان کا دادا بھرا بھان تھا۔ اسے ہمارے بارے میں خبر ہوئی تو اور قربان کے پیچھے چلا گیا کہ فریاد کا خیال دل سے نکال دو، یہ قربان نہیں مانا۔ وہاں سے چھپ چھپ کر باہر سے شہزادہ آ رہا۔ سبحان کو اس کا پتا چل گیا اور اس نے دشمن کی گرفت سے فریاد سے متاثر نہیں ہوا تو میں اسے اٹھا کر لے چلاں گا اور اس کی عزت خراب کر کے اٹش چوہری بلیا کر کے گھر کے سامنے پھینک دوں گا۔ قربان بھلی واری مجھ سے ملے آئے تھا قرآن نے مجھے یہ بات بتائی تھی لیکن ساتھ ہی

کرتے۔ اچھا یوں کہہ دو، ان دونوں کو اس دیرانے میں کھیر کر کھڑے ہوا اور کہتے ہو کہ گھر کا مسئلہ ہے۔ میں ابھی لوں کر کے پولیس کو بتاؤں۔“ قتلے میں وہ کراہیں کے اپنے گھارے کے قادیانہ کی اہل ہائے کی۔ اس نے ان کی نفست کا اندازہ کیا تھا اس نے اس سے اپنی زبان میں دت کر دیا تھا جو اس کی گھم میں آئے۔ اس کے پیچھے کھڑے مشاہیر خان نے غلط فہم کے تحت اپنا دھرم اور بھی ادا کیا تھا۔ اس صورت حال نے شہزادہ کو سارا ہوا۔

”پولیس تک بات نہ پہنچائیں مرنے یہ ایک کبر ہے۔“ یہ میرے دوسرے بھرا ہیں۔ پولیس تک بات پہنچی تو پڑی پڑنی ہوگی۔ آپ نے ابھی دیکھا ہی ہوگا کہ میں فریاد کی خاطر اپنی جان دینے کے لیے بھی تیار تھا۔ اس کی عزت اور جان کی حفاظت میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں اس لیے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ پولیس میں بات نہ جانے دیں، اس سے فریاد کی عزت کی بوجھ ہو جائے گی۔“ شہزادہ کو موہل پر گہرا لکھ کر دیکھ کر قربان نے آگے بڑھ کر اس سے درخواست کی۔

”نیک ہے، تم کہتے ہو تو میں اس معاملے میں پولیس کو نہ بلاؤں گے، لیکن یہ بتاؤ کہ اب آگے کیا کرنا ہے؟“ اسے خود بھی اندازہ تھا کہ پولیس میں بات جانی تو بدنامی تو لازمی ہوتی اور یہ دھرمی بھتیجے ایک طرف نفس کے ساتھ یہ پڑی تو پڑی توئی۔ اس سے قربان کی درخواست پر اس نے فوراً موہل بیس میں روک لیا۔ اس جگہ دیکھنے سے بہت کم آ رہے تھے اور اسے امید نہیں تھی کہ کسی قتلے سے دلچسپ ہو سکے گا۔

”میں اپنے بھرا کے ساتھ چلا جاتا ہوں۔ آپ فریاد کو اس کے گھر تک حفاظت سے پہنچا دیں۔ میں بھر بھیجیں کہ بات ختم۔“ شہزادہ کے ساتھ خدائات کی ذمہ داری تو جو ان قربان نے سنجال لی تھی اور اس کا پتہ خان بھائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھپ چھپ کر کھڑا تھا۔

”نیک ہے اس لڑکی کی عزت کی خاطر میں یہ بات مان لیتا ہوں ورنہ جو کچھ میں نے یہاں دیکھا تھا اس کے بعد ہونا تو یہ چاہتے تھا کہ میں تم سب کو قتلے میں بند کر دوں کہ تمہارے دامخہ درست کر دوں۔“ غصے سے کہتے ہوئے اس نے معاملہ ختم ہونے کا اشارہ دیا۔ دونوں کے پہلے سے وہ لوگ اس طرح زہر لگے کہ فریاد اس کے ساتھ تھی اور قربان اپنے بھائی اور اس کے آدمیوں کے ساتھ جا رہا تھا۔



اسے یہ بھی یقین تھا کہ سلطان بھرا صرف اسکا دل ہے،  
 کرے گا جو تمہیں اس لیے آج تک وہ مجھ سے ملے گا۔  
 جہاں آپ نے آج ہمیں دیکھا ہے، ہم یہاں ابھی ایک  
 دوسرے سے ملے ہیں۔ شاہ سلطان بھرا کو بھی یہ بات معلوم  
 تھی یہی قرآن کے پہلے ہی، اور وہاں بھی یہی تھا۔ اور  
 رب کا نرمل ہے کہ آپ آئے اور میری جان بچا لی۔ اس  
 کے چمکے ہوئے دل کے ساتھ ساتھ۔

”چند دوسری ہفتیوں کو اس معاملے کا کچھ علم ہے؟“  
 ”نہی۔ انہیں ہاتھ بھی نہیں پتا۔ آپ بھی انہیں کچھ نہ  
 بتانا۔“ اس کا سوال سن کر وہ جلدی سے ہوئی۔  
 ”تھیک ہے، انہیں بتاؤں گا۔“ شمریار نے اس سے  
 وعدہ کیا اور شرمین کی طرف حوجہ ہوتے ہوئے ہوئی۔  
 ”گڈ نائٹ سو! پچھلے آٹھ دن چھری ہفتیہ کے گھر چھوڑ  
 دیے ہیں۔“

”نہی... مگر یک چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔  
میں آپ ہی چلی جاؤں گی۔ جن سے خطرہ تھا وہ تو چلے گئے،  
اب مجھے کوئی اڑکھن۔ یہ میرا اپنا چہرہ ہے، یہاں کے سارے  
لوگ بھی میرے اپنے ہیں۔ یہاں والوں میں سے کوئی مجھے  
تھکان نہیں پہنچا سکتا، اگر میں آپ کی گتہ کی میں گھر تک گئی  
تو یہاں ہی کو کوئی گتہ نہ ملے گا۔ میں آپ کے ساتھ کیوں  
آئی ہوں۔“

فرچہ وہ اس کی خوش مناسبت سے صاف اٹار کر کے گاؤں سے اتر گیا۔ اس نے بھی کوئی تمس نہیں کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ فرچہ ہلکے کھڑی ہے۔ اسے وہاں ہی اس کے بچے مگر بچنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی البتہ اس کے ساتھ جانے پر وہ بات کہنے کا اندیشہ تھا جسے وہ چھپا کر اپنے جوتے کے سامنے کوٹھوڑے میں کوئی دھکی نہیں رکھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس طرح کی کئی کہانیاں اس کے ساتھ رکھ لی جوں کی توڑ وہ اسکا ہر کہانی میں خود کو ٹوٹ کر کے اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆  
 "ملا کلہم سرخی اے ایسا ایسا راجہ لا شیر کا کہتا ہے کہ ہا  
 ہوں۔"  
 "ہیکم السلام۔ کہہ کا کہ اس نے اے ایسا کے حلیے  
 میں تم نے کیا کیا؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ جلد آواز دے کہہ کا  
 کہہ کا اسے اس کے ہاں پہنچا دے، یہ ابھی تک تم نے  
 کوئی وجہ دے ہی نہیں دی۔" شیر کا کہہ کا آواز سن کر اس نے  
 فوراً اسے آواز دے کہہ کا۔

”اسی بارے میں تو رپورٹ دینے کے لیے آپ کو  
دست دے رہی ہے سچی! آپ کے حکم پر ہم دن رات کام کر رہے  
ہیں۔ سارا گاؤں بھان مارا۔  
اسوں کے اٹے بھی جاکر پھر چمکے گی کہ نہیں چمکے گا  
سے باہر تو نہیں نکلا مگر جو معلوم ہی نہیں ہو رہا ہے لیکن آج  
11 بجے میں سب ہاتھ ملایا۔ بڑے مسکینی خیر انکسار  
ہوئے ہیں۔ اتنے سالوں کی سروس میں نے آقا  
گمانا سنا ہی نہیں دیکھا۔ لوگوں کا ہاتھ پتا ہی نہیں پتا،  
سنا ہے اے اتنے نیک نظر آتے ہیں اور اندر سے پورے  
شیطان ہوتے ہیں۔ جو اللہ کے حکم میں کھینچ کر بھی لکھی  
گمانا توئی حرکتیں کرے، اسے شیطان کیا شیطان سے بھی  
بڑھ کر کھینچ دیا ہے۔“

خللات اور تیرہوں کے بغیر۔ میرے پاس آٹھالو گز زمین تھیں کہ تمہاری بے سرو پا ہوتا تھا۔ ستارہ جوں۔۔۔ میں نے کام کرنا شروع کیا۔

”میں اللہ کے کس کے سلسلے میں جا رہا تھا۔ اس کے بارے میں خبر نہ تھی، ہر ایک چیز میں ہے۔ آج ۱۱ بہر سے پہلے گاؤں کا ایک ٹوکا میرے پاس آیا تھا۔ لڑکے کا نام اور نہیں ہے۔ اللہ سے بھی کوئی سن چاہ رہا ہے۔ ۱۱۔ ۱۱۔ اور میں میرے پاس آیا اور لڑو دے دے گا کہ اگر مجھے اللہ کی تلاش ہے تو میں سبھی تلاشوں اور مومنوں کا نام ہے۔“

اس نے خیرِ ظاہر کی بجائے خیرِ باطن کی طرف توجہ دینی چاہی۔ اس نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے اپنے لیے جو کچھ کرنا ہے، وہ تو میرے دل کے لیے ہے، نہ کسی اور کے لیے۔ اس نے اپنے دل کے لیے جو کچھ کرنا ہے، وہ تو میرے دل کے لیے ہے، نہ کسی اور کے لیے۔ اس نے اپنے دل کے لیے جو کچھ کرنا ہے، وہ تو میرے دل کے لیے ہے، نہ کسی اور کے لیے۔

اپنی جیس پوری کرنے کے لیے استعمال کیا ہوگا۔ اس کو کبھی  
کوڑے سے اپنی وقت شک کے ساتھ سب چوہری القاری  
بیماری کی وجہ سے لپاٹ لپاٹ کے کمر میں لگاتے ہوئے تھے  
اور انہیں دوسرے میں مولوی کے پاس کھانا کمانا تھا۔  
بھوک سے بے حال انہیں کو بیچنا اس نے اپنے مطلب کے  
لیے مرضی کر لیا تھا لیکن سب لپاٹ لپاٹ کے حالات سدھرنے  
تو اس نے دوسرے کا راز کرنا پھوڑ دیا۔ کئی بار مولوی تمام  
لے بچوں سے پیام بھیج کر انہیں کو کھانا دیا۔ دوسرے چلے

چراغی نہیں ہوا۔ جس دن دو غائب ہوا، اس روز قیامت محمد  
نے بار پید کر اسے در سے بچھا تھا۔ بس پھر اس کے بعد وہ  
فلجی ملا۔ اور بس شب کے باوجود کسی کے سامنے زبان  
کھولنے کی ہمت نہیں کر سکا لیکن آج جب اس نے جو اس کو  
روستے پہنچا دیکھا تو اس سے اس کی حالت نہیں دیکھی گئی اور  
وہ پھر سے ہاس تھا لے آگیا۔ اور بس کی رپورٹ پر بس فوراً  
لے چلے پڑے لے کر مسجد پہنچا، یہ معلوم ہوا کہ مولوی غلام محمد  
آج صبح ہی اپنے کسی کام سے گاؤں سے باہر گیا ہے اور اس  
وقت موجود نہیں۔ مسجد میں دو تین بچے موجود تھے۔ انہوں  
نے بتایا کہ وہ مولوی صاحب کے حکم پر مسجد کی صفائی کر رہے  
تھے۔ ان بچوں سے یہ چچہ بچہ کرنے پر معلوم ہوا کہ جس روز  
اب اس غائب ہوا، اس روز وہ در سے آیا تھا لیکن مولوی  
صاحب اسے دیکھ کر بہت غصہ ہوئے اور بیٹھے میں اس کا نام

صاحب اسے راجہ بہت کھڑے اور سے اس کا ہاتھ  
 پکڑ کر دھڑکے کے لیے استعمال کرنے والے کمرے سے باہر  
 لے گئے کہ اب تجھے یہاں پڑھنے آنے کی ضرورت نہیں۔  
 کمال نے تیار کر دی اس صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑا اور

انہوں نے اس کے روانے کی آواز بھی سنی تھی لیکن پھر اس کی آواز آتے ہی بند ہو گئی اور سولوئی صاحبہ واپس آکر انہیں پوچھنے لگے۔ سارا واقعہ ہمیں پہلے ہی معلوم تھا لیکن انہیں کے جان کی روشنی میں وہ دراصل تو معاملہ منظر کے حکیم نے سمجھ کر ڈاڑھی لینے کا فیصلہ کیا۔ ساری سبکدھری ہوئی گئی لیکن وہ کراچی میں سولوئی خاندان میں مقیم تھے۔

[illegible]

میں نے جس بار معدودہ ہفتہ ملا تھا۔ اگر وہ مسئلہ کے لیے اپنا کمر لگا کر دیکھ کر بھی چلا جاتا تو کسی کو اس کے بارے میں بات نہ مل سکتی۔ میں نے بچوں سے پوچھ کر یہ بیہوش مولوی صاحب اپنی کمر خدو صاف کرتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں، بیہوش تو ہم ہی مسئلہ کرتے ہیں جس آج ہی مولوی صاحب ملا کر چلے گئے ہیں۔ اس بات کو سن کر میرا شک نہ ہو سکتا تھا۔ میں نے اپنے سنا ہیں سے کہا کہ کمر سے

کے فرش پر بھی پٹائی لگا دی۔ سب لوگوں نے ہنسی اٹھائی۔ اس پر وہ فرش سے چھٹی ہوئی تھی۔ اس پر وہ زور لگا کر پٹائی کو فرش سے اٹھا کر دیا۔ پٹائی پٹی تو تھی مگر اس پر ایک یقین میں بدل گیا۔ کہ اس فرش کھرا ہوا تھا اور صاف پٹ پٹا تھا کہ اسے کھودنے کے بعد دوبارہ مٹی ال کر برا کر دیا جائے۔ میں نے کمال اور پھر ان کو فریاد سنا کر دوبارہ کئی کئی بار دیکھی تو اسی رور میں مولوی کا جرم سامنے آ گیا۔ اس کی کاش دہائی ہو جوتھی اور اس کی حالت سے ظاہر تھا کہ اس کی کھانے پندرہ سال مجھے سے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ اس نے اپنے بچے سے میں نے ان کو دیکھا ہے کہ اسے گلوٹن کر رہا ہے۔ اس کی حالت بہت زارم ہونے کے بعد سامنے آ جائے گی۔ جبر کا کڑا اس کے علم پر تحصیل سے ساری دہشت ستا گیا اور وہ سب سارے محرمات کے ساتھ ساتھ لگا کر دیا۔

اس ساری تفصیل کو سننے پر اس کا ہوا کہ میں بھی روایت کا

دیکھ کر رجبہا ہر اس لمحہ سے باہر نکلاں اٹھا کھڑا تو اس نے اس وقت دوا سے باہر نکلنے سے کیا تھا بلکہ اپنے ذاتی اہنہل کے کمرے میں لے جا کر اسے پھونک کر اٹھا تھا۔ نہ کے بعد قوم کو لو کا دو فائدہ دینی ہوں چوری کرنا ہر دیکھیں جو بہنوں دن نگر نہ جانے کے بعد اسے اس میں ہوگا کہ الیاس کی ذاتی دن کی گم شدگی کے بعد اس کا بھڑ پڑا غصہ ایک بھیجی ہوئی ہے تو اس نے ان معصوم بچہ کو فخر کرنا چاہا کہ اس کے

اس نے اس منصوبہ پر کرم کر کے اپنے ہی کمرے میں اس کی کمر کھڑا کر اسے راکھ دیا۔ سواری خاتمہ ہو چکی ملاقات میں عرض اسے اب میں جس کا تھا کین بھر گئی اسے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کا وہاں کھڑے کر دیا تاکہ وہاں تک ہوگا۔ کچھ ایسے کام کرنے سے متاثر تھا وہ اسے سن کر تو اس کے اندر غصے سے جھلک اٹھے تھے اور بنی نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح وہ غلطی آج نہ مانتے آج اپنے توجہ سے اس کے کھوئے کمرے سے۔

”مولوی کے بارے میں کیا اطلاع ہے...؟“ وہاں گیا ہے اور کب تک وہاں آئے گا؟“ خود کچھ پیچیدگی کے ساتھ

”مولوی کسی کو نہ مانتا کرتو نہیں سمجھا، چہ میں نے اس کے پاس نہ جیسی کر دینی ہے اس سے پتا چاہے کہ وہ اور کون سے کسی گاؤں ہی گیا ہے۔ جس میں اس میں وہ پتا تھا۔ اس کے نہ پتہ نہ ملتا ہے کہ اللہ آؤ دیکھو میرے کسی ایک گاؤں کے قریب اتر آئے۔ صحیح جگہ سے پتا نہیں لگ سکتا۔ میں نے دلوں پر اپنے ہاتھ سے پیچھے ہیں۔ وہ وہاں نہیں آہی تو پھر پتا چس کے گاؤں کے مولوی کہاں ہے؟ وہ جہاں لگی ہوا،







میں ہنسنے پر لیے بیٹھے تھے اسے مکتبہ میں ہے۔ کل کے اخبار میں اسکو والے حادثے پر اس کا ایسا کاکٹ اور کالم شائع ہوا ہے کہ میں پڑھ کر آتش کر افغانی اس نے کی کا نام لیے بغیر اسے انداز میں حادثے کا ذکر کیا ہے کہ اسے داران کھچھی جانیں کہ کسی کی طرف اشارہ ہے اور کوئی اسے یہ بھی کہہ سکتے کہ تم نے میرا نام کیوں لیا؟" یہ آواز کے ذریعے میں رپورٹ دیتے دیتے عبداللہ انان نے ماسٹر آفاب کے بارے میں بھی رپورٹ دی۔ ماسٹر آفاب کے لیے اس کے لیے میں گہری سانس لیتی تھی۔

"آفاب بہت ذہین آدمی ہے لیکن مسلسل غطروں سے کھیل رہا ہے۔ مجھے اس کی طرف سے بڑی فکر رہتی ہے۔" وہ انہوں کے کھانے کے باوجود بھی خطرے کو خاطر میں لائے بغیر وہی جگہ کرتا تھا جو مناسب سمجھتا تھا لیکن آفاب کی طرف سے اسے کچھ فکر رہنے لگی تھی۔ خصوصاً کشمیر والے معاملہ سامنے آنے کے بعد اسے سخت تشویش تھی کہ اگر کسی کو اس بات کی ہلک چڑکتی تو آفاب کی خبریت سو فیصد خطرے میں پڑ جائے گی اور وہ ایک شخص اور کام کے آدمی کا شائع نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"ظہور ہم سب کے لیے ہی ہے سراسر اہم جن لوگوں کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں اور ہم سے زیادہ اختیار ہے۔ شک نہیں ہیں لیکن اس لیے زیادہ خطرناک ہیں کہ ان میں انسانیت نہ ہو کوئی چیز نہیں ہے۔ انسانوں کی جان سے ہلکا اور انہیں نقصان پہنچانے کے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ آپ کو بھی ایک نظام مل چکا ہے کہ جب چاہے راستے سے ہٹ جائیں اور نہ ان کی ہمارا بات حریف بڑھ سکتی ہے۔" اس کا اشارہ اس حادثے کی طرف تھا جس میں شہر یار کو قہر و غصہ کر کے قتل کیا گیا تھا۔

"میں انہی دیکھیں سے ڈرنے والا نہیں۔" اس نے بے غمازی سے شانے اٹھائے اور ایک دوا آجانے پر پوچھا۔ "تم نے اس اے ایس کی لاد کا کھیل کے گرو والوں کو بھی تقریب میں آنے کی دعوت دے دی ہے؟" اس میں چاہتا ہوں کہ اس تقریب میں ان دونوں خاندانوں کے لیے مالی مدد کا اہتمام کیا جائے۔ ان لوگوں کا جو نقصان ہوا ہے اسے تو جبراً نہیں کیا جاسکتا لیکن ان کی عزت افزائی اور مالی معاونت کے ذریعے دوسرے لوگوں کو یہ نظام توڑنا چاہئے کہ فرض ہے کہ ان کے لیے جان قربان کرنے والوں کو مالی راتوں میں جانی۔

"میں سراسر اس نے ان لوگوں کو دعوت بھجوا دی ہے۔ تقریب والے دن دفتر کی گاڑی انہیں لے جائے گی۔"

عبداللہ انان نے اطلاع دی۔ اسی وقت میز پر رکھائے ہوئے تھے۔ لگاؤ اس نے ایک قاتل کو کھولتے ہوئے عبداللہ انان کو کال پر کرنے کا اشارہ کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ایک منٹ کے لیے بات کی اور پھر ریسیور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تھا۔

"انہیں بی تارز صاحب انہیں پر میرا آپ سے ملی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے اپنی بی تارز کی اس بات کو چھپاتے ہوئے ریسیور پر مام کیا۔ اس شخص کو سخت ناپسند کرنے کے باوجود اس سے بات کرنے پر مجبور تھا۔ ایک ہی منٹ میں وہ کراہیوں کی ایک دوسرے سے بڑھ رہا تھا۔

دراستہ سے داروغہ کی وجہ سے دالے میں بیٹھے رہے۔ سجاد اور ان کی بیٹیں دہائی کے باوجود اب تک کوئی ایسی انتہائی چوڑی واضح نہیں ہوئی تھی کہ تارز سے نہایت مل جائے۔ اس شخص کی جڑیں بھی جیتے مضبوط نہیں اس لیے سجاد اسے بھی تنگ وہاں سے نکالنے کے لیے کما کما کر صاحب کیسے حراں تھا۔

"السلام علیکم اے بی صاحب! کیسے کیسے حراں ہیں آپ کے؟" اس کے ہلکے ہی دوسری طرف سے مضمر تارز کی تم جوش آواز سنائی دی۔

"والیکم السلام۔" فرمایا کیسے یاد فرمایا آپ نے؟"

انہی کی گرم جوش کو خاطر میں لائے بغیر اس نے رات راستہ کا کرنے کا مقصد وقت کیا۔

"آپ کو ایک اہم اطلاع اپنے کے لیے فون کیا تو دینے تو یہ پوچھیں کا معاملہ ہے لیکن چونکہ آپ پہلے ہی تھے اس معاملے میں دیکھی ظاہر کر چکے ہیں، اس لیے میں نے سوچا کہ آپ سے یہ معاملہ شیئر کرنا چاہئے۔ آپ پر مجھے ہر امکان ہے کہ آپ اس بات سے سخت معاملے میں بہت احتیاط سے کام لیں گے۔"

"کیا معاملہ؟" مضمر تارز کی ادھوری باتوں نے اس کے تجسس کو بھڑکایا۔

"میں ڈاکوؤں والے معاملے کی بات کر رہا ہوں۔" آپ نے جب مجھ سے اس معاملے پر بات کی تھی، تب سے ہی میں نے اس پر خصوصی غور رکھی ہوئی تھی۔ آج ہی ایک خبر پر اطلاع ملے کہ آج کے ڈاکو آج رات کارروائی کرنے والے ہیں۔ ان کا نشانہ بڑا بڑا میرا ہاتھ آباد ہیں۔ کوئی ایک گاڑی ہو سکتا ہے۔ خبر کو گاڑی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں لیکن یہ ہے کہ کارروائی آج رات ہی کی جائے گی۔ میں نے سوچا کہ آپ سے بھی مشورہ کروں۔ دینے تو میں نے اپنے طور پر پوچھیں فورس کے جوانوں کو ہدایات دے دی ہیں۔ ان خیل ہی مقامات پر پوچھیں فورس موجود رہے گی۔

ڈاکوؤں نے اس طرف کا بھی رخ کیا، انہیں سن کر کھاتی چلے گی لیکن آپ بھی اس سلسلے میں اگر کوئی چاہتے رہتے ہیں تو مجھے دے دیں۔ میں اس سے قائل تھا کہ ان کی کھانسی کروں گا۔" مضمر تارز کی دلی ہوئی اطلاع دہائی ہوئی اور وہ بھی۔ اگر وہ اس اطلاع کے مطابق کچھ کارروائی کرنے والے تھے تو یہ بہت اچھا موقع تھا کہ انہیں گھیر کر گرفتار کر لیا جائے۔

"آپ نے اس سلسلے میں جو تدابیر کیے ہیں اگر مجھے اس کی تفصیل بتا دینا تارز صاحب! اب ہی میں آپ کو کوئی مشورہ دے کے قاتل ہو سکوں گا۔ معاملہ ایسا تھا کہ وہ مارے اختلافات ہمارے بیچ کی تھی اس لیے کے ساتھ جھگڑ کر ملے لگا۔ اس نے بھی بتایا تھا کہ اپنے منصوبے کی مخالفت کر دی۔ اس کی بڑے کردہ سختی تھی بہت اچھی تھی اور اس کے پیچھے اس کا برس کا تجربہ عارف نظر آ رہا تھا۔

"دیکھیں! ہمیں تارز صاحب! شہرہ نے فوراً اسے حراں۔" آپ کی عکس مل چکی تھی۔ اس نے آپ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ پائیس فورس کے لوگ سادہ لباس میں اور بہت خاموشی سے ان تینوں جگہوں پر اپنی پوزیشن میں لیں۔ جس طرح ہمیں خبر ملی ہے اس طرح کوئی ڈاکوؤں کے لیے بھی جبری کر سکتا ہے۔ اگر انہیں پائیس والوں کی سہجائی کی ہلک بھی مل گئی تو وہ پیچھے ہٹ جائیں گے اور ہمارے ہاتھ سے انہیں گرفتار کرنے کا سہری موقع مل جائے گا۔"

"میں خیال رکھوں گا سراسر اس تھوڑی سی پریشانی ہے کہ میں تین گاڑیوں کو کرنے کی وجہ سے ہمیں لڑائی کی تھوڑی سی کامیابی ہے لیکن یہ ایسا وقت بھی ہے ہمارے پاس کڑا کو بے خبری میں آگیا ہے اس لیے ہمارے جوان ان پر کم تعداد کے باوجود بھی قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"یہ بہت بڑا ایسا وقت ہے تارز صاحب! بے خبری میں کمزورس کے ساتھ بھی آپ ڈاکوؤں کی بڑی تعداد پر قابو پا سکتے ہیں۔ اسی لیے تو میں نے آپ سے کہا ہے کہ آپ پروری کو کھینچ کر کسی کو کالوں کاں آپ کی کارروائی کا علم نہ ہو گے۔" مضمر تارز نے ذرا دیر سے کہا۔

"یہ بات تو میں ابھی طرح سمجھ گیا ہوں سراسر آپ کا کہہ کر میں کامیابی ملے۔"

"دش بہت آگے تک تارز صاحب!" اس نے اپنی بی تارز کی روئے راست کے جواب میں کہا اور فون بند کر کے اس خطروں سے اپنی طرف دیکھتے عبداللہ انان کی طرف

موجہ ہوا کر اسے ساری تفصیل کہہ سائی۔

"کیوں ان لوگوں نے آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے کوئی نیا پلان نہ بنایا؟" تارز کی بات سن کر عبداللہ انان نے ایک کا اظہار کیا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ حسب وقت پڑ جوش ہو چکا ہے اور اس سے کچھ نہیں تھا کہ وہ خود کارروائی میں حصہ لینے کے لیے پرتو لہرا رہا۔

"ہو سکتا ہے تمہارا شک یہ ہو سکتا ہے اس لیے نہ میں اس کے سامنے ایسا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا جس سے اسے گے کہ میں اس کارروائی میں شامل ہونا چاہتا ہوں، البتہ اس معاملے کی تصدیق کے لیے میں خود اس سے ہی کی لیکن ان لوگوں پر نظر ضرور رکھوں گا۔" وہ نقصان پہنچنے کی بات کر کر مت کر رہا تھا اس بار میں ہوشیار ہوں اور پہلے سے اپنی حفاظت کے لیے ایسے انتظامات کر کے جاؤں گا کہ کہیں نقصان پہنچانے کی خاطر اصرار نہ کرے۔ اسے اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکیں۔" اس کے اس جواب پر عبداللہ انان ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ اس چند ہائی باتوں کا اس کے ارادے سے باز نہیں رہ سکتا۔

رات دھیرے دھیرے گہری ہوتی جا رہی تھی۔ دہائی گاڑی میں ڈی ایس بی مشین کے ساتھ موجود تھے۔ اس کی گاڑی حسب معمول مشین میں ان کے رہا تھا۔ ان گاڑی کے پیچھے ایک پوچھیں جیپ بھی موجود تھی۔ اس نے بھی وقت پر پہنچا۔ بدل دیا تھا کہ اس میں ہم اپنی اہواں کو اس لیے تارز سے پریشانہ دیکھے گا۔ شام کے وقت خورانی کر کے اس نے اس لیے سے یہ خواہش ظہور کی تھی کہ وہ اس کے لیے ہونے انتظامات کا جائزہ لینے میں گاڑی کا دورہ کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس کی اس خواہش پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ البتہ یہ احساس ضرور دلائی تھا کہ اس کا یہ اقدام فورس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ حالات کا بگڑنا نہیں تھا۔ ڈاکو بھی وقت چوس رہے تھے کسی بھی گاڑی پر دھواں ہونے لگے تھے اور اگر وہ کسی ایسے گاڑی میں داخل ہوجاتے جہاں وہ موجود ہوتا تو اسے نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ انہیں لی کے اس خطہ کے کو خاطر میں نہیں لایا تھا اور اپنی غرض پر قائم رہتے ہوئے علاقہ ڈی ایس بی کو اپنے پاس پیچھے کے انتظامات دے دیتے تھے۔ اب ڈی ایس بی اس کے ساتھ تھا اور وہ لوگ میرا یاد اور میرا کاررو کر چکے تھے۔ وہ پائیس ی ایس بی مسلسل ان لوگوں سے دالے میں تھا۔ سوائی لٹو پر چمکام کام کرتے تھے اس لیے پائیس اس سوائے نہ ہوا۔

رات دھیرے دھیرے گہری ہوتی جا رہی تھی۔ دہائی گاڑی میں ڈی ایس بی مشین کے ساتھ موجود تھے۔ اس کی گاڑی حسب معمول مشین میں ان کے رہا تھا۔ ان گاڑی کے پیچھے ایک پوچھیں جیپ بھی موجود تھی۔ اس نے بھی وقت پر پہنچا۔ بدل دیا تھا کہ اس میں ہم اپنی اہواں کو اس لیے تارز سے پریشانہ دیکھے گا۔ شام کے وقت خورانی کر کے اس نے اس لیے سے یہ خواہش ظہور کی تھی کہ وہ اس کے لیے ہونے انتظامات کا جائزہ لینے میں گاڑی کا دورہ کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس کی اس خواہش پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ البتہ یہ احساس ضرور دلائی تھا کہ اس کا یہ اقدام فورس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ حالات کا بگڑنا نہیں تھا۔ ڈاکو بھی وقت چوس رہے تھے کسی بھی گاڑی پر دھواں ہونے لگے تھے اور اگر وہ کسی ایسے گاڑی میں داخل ہوجاتے جہاں وہ موجود ہوتا تو اسے نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ انہیں لی کے اس خطہ کے کو خاطر میں نہیں لایا تھا اور اپنی غرض پر قائم رہتے ہوئے علاقہ ڈی ایس بی کو اپنے پاس پیچھے کے انتظامات دے دیتے تھے۔ اب ڈی ایس بی اس کے ساتھ تھا اور وہ لوگ میرا یاد اور میرا کاررو کر چکے تھے۔ وہ پائیس ی ایس بی مسلسل ان لوگوں سے دالے میں تھا۔ سوائی لٹو پر چمکام کام کرتے تھے اس لیے پائیس اس سوائے نہ ہوا۔



کار آمد تھ۔ دو لوگ میرا سے لئے تو ایک بار پھر انیس بی بی نے ان لوگوں سے رابطہ کر لیا۔ ان تیس بی بیوں نے انیس بی بی حضور کے پاس تھا۔ پہلے اس نے انیس بی بی سے بات کی اور اسے بتایا کہ دو لوگ میرا سے نکل کر اب اللہ آباد کی طرف چائے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انیس بی بی کی خواہش پر اس نے شہر زاد سے بھی اس کی بات کر وادی، شہر زاد نے اس سے بات کرتے ہوئے ہی ارادہ میرا میں اس کے کہے گئے انتظامات پر مخلص اطمینان ظاہر کرتے ہوئے ایک بار پھر اسے اپنے اللہ آباد جانے کے بارے میں بتایا اور ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دی کہ وہیں سے لا رہے ہونے کے بعد وہ اپنے بچے بچے پر واپس چا جائے گا مالیت انیس بی بی جب یہ دفتر فون کر کے اس کے بی بی اے میرا میں سے رابطہ کر سکتا ہے۔ کسی بھی بچی صورت حال کے پیش نظر میرا میں آج کی رات دفتر میں ہی گزارنے والا تھا۔ انیس بی بی نے اس پیش کش پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اطمینان دلایا کہ پریس فورس آرام سے اس معاملے کو دیکھ لے گی۔ اس نے شہر زاد کو یہ احساس بھی دہ دیا تھا کہ رات بہت زیادہ ہو چکی ہے اور اب اسے جلد از جلد حضرت کے ان ملاکوں سے گلہ مانا چاہیے۔ جواباً اس نے انیس بی بی کو یہ بتا دیا کہ وہ اس کی اصل وجہ پہچانے کے لیے اسے وہیں گاؤں میں ملائے کے مسائل بتائے پر پانچ وقت صرف کرنا چاہتا۔ اس نے اپنے انداز سے سن دیا وقت تک گیا تھا لیکن اب اللہ آباد میں دو روزہ وقت لگانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اس ساری گفتگو کے بعد انیس بی بی اور ان کے دو ملاکوں رابطہ قطع ہو گیا اور وہ کبھی نہ کسی کے ساتھ مشاہیرم خان سے بولا۔ "اللہ آباد جانے کی کوئی ضرورت نہیں مشاہیرم خان کا گاؤں چلنے سے باہر جانے والی سڑک پر ملے لو۔" اس کے ساتھ بیٹا ڈی انیس بی بی اس حکم پر چکا اور سوالیہ نگرہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اللہ آباد میں پریس فورس کے ٹوٹ موجود ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہائی دلوں بھجوں کی طرف وہاں بھی بہت لپکا انتظام ہو گا۔ اس وقت ہم اللہ آباد کے بجائے وہاں چائیں گے جہاں ہماری زیادہ ضرورت ہے۔"

"تو پھر میں اس بی صاحب کو پورے کام کی اس تہیہ کے بارے میں اطلاع کر دیتا ہوں۔" انیس آپ کی پہلی طرف سے بہت گرجی اس لیے انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کی ساری سوانح سے انیس باخبر رکھوں۔ "ڈی انیس بی بی نے ان تیس بی بی کی طرف ہاتھ پڑھائے۔

"یقین میں انیس اپنی سوانح سے بے خبر رکھتا چلا

ہوں۔ اگر آپ میرا ساتھ دینی تو بہت فائدہ سے میں رہیں گے۔ آخر آپ کو بھی کوئی ایسے کسی کاروبار سے کی ضرورت نہ ہوگی؟  
 بس کے بعد آپ کا وہی ایسے ایسے سے ایسے فی بیٹے کا سفر آسان ہو جائے۔ اگر آپ ایسے فی صاحب کے انکار سے فی قبیل میں گئے۔ پتہ تو آپ کا کاروبار ایسے کاروباروں سے فی خلی عہد کے ہے اس لیے بھرتے کہ آپ میری ذات میں نہیں۔ اسی ایسے فی کاروبار میں کی طرف یہ محتاطانہ قدم لارہا  
 مٹی نیر لکھ میں سے لارہا۔  
 "میں آپ کا مطلب سمجھا سمجھا رہا ہوں" وہ اس کی بات میں حیران لکھا ہوا اتر آئے گا۔  
 "میرا مطلب بہت واضح ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو ڈرا، آپ کے میں فی صاحب نے راجا ہوا ہے، میں ہوں آپ اس سے بے خوف نہ بنیں اور اس جگہ تک جاؤں جہاں اصل تکمیل کیا جا رہا ہے۔ اب تک جو میں آپ کے ساتھ اور آخر کھوئے میں وقت پر یاد رہتا ہوں، وہ صرف اس لیے تھا کہ مجھے اس ڈرا سے میں اوارا کرنے والوں کو نہیں آجائے کہ میں ان کے لئے ہونے چاہئے سے بے خوف بن گیا ہوں لیکن یہ فی فی ہے۔ یہ ان لوگوں کو بھرتے میں جائے گا۔ بس اس کے لیے آپ کے کھوئے سے یہ حقان کی ضرورت ہے، یہ یقین چاہئے اس حقان کے نتیجے میں آپ نقصان میں لکھا میں گئے۔" وہ دوسرے دوسرے۔ اسی اس فی کو سارا چان لکھا لگا۔  
 آج شام ہی انور نے اسے فون پر اطلاع دی تھی کہ وہ بڑے لوڈز کے ذریعے لکڑی اور کھائیں دھر بھیجی جا رہی ہیں۔ اپنے ڈرے کے مطابق وہ فون کا کاروبار بہت ہوا تھا اور میں وقت پر ایک اہم اطلاع فراہم کر کے اسے ایسے فی کی چال میں سمجھنے سے بچا لیا تھا۔ انور کی کال کے بعد وہ انکی طرح سارا احاطہ لکھتا تھا لیکن ایسے فی کو یہ دستور ہے کہ وہ رہتا کہ وہ اس کے کھیلنے سے بچنے چال میں نہیں چلا ہے۔ اس پر شک و شبہ کرنے کے لیے اس نے ہاتھ دھوئے آج اور میر کا دورہ دہی کر ڈالا تھا لیکن اب اللہ تبارہ جانے کا لکھا اور وہ نہیں دیکھتا تھا۔ اب رات کا وہ حصہ شروع ہو چکا تھا جب اس کا اس مقام پر پہنچنا ضروری تھا جہاں اسے لارہا کہ وہ اپنے لیے "میں آپ کی ساری بات سمجھ گیا ہوں سراسر" آج کا ساتھ دینے کی کوئی احتیاط نہیں لیکن اس کام نے اسے ہارے پاس لکڑی بہت کم ہے۔ ان دنوں لارہا کے ساتھ ساتھ افراد ہو سکتے ہیں۔ لوڈز کو روکنے اور ان لارہا سے ہٹنے کے لیے ہمیں زیادہ فوری کی ضرورت ہوگی۔" ساری بات میں نہ لکھی

یہی اسی ظاہر کرنے کے ساتھ اسی انیس بی کے ایک اہم قسم کی طرف اس کی توجہ دلائی۔ اسے معلوم تھا کہ اسی انیس بی ماضی ہو چکا ہے گا۔ حالانکہ اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ اب تک وہیں جو کچھ ہوتا رہا تھا اس سے اسی انیس بی کی اصل طور پر زیادہ فکریں ہو گئے۔ وہ یہ بتاتا ہے کہ وہاں سے نکلی اور کہلوں کی غیر معمولی اسٹاک ہوئی۔ واقعی یہ لیکن اپنا بکھرتا بکھرتا نہ تو فکریں ہی اس کا ہار کر لیتا ہوگا، پر اب اس نے اسے اس آفریدی بھی اور وہ وہی اسی انیس بی کی پشت پناہی میں وہ یہ کارروائی کرتا تو خواہ اپنے لوہے والوں کے قلاب سے بھی محفوظ رہتا اور ملک میں ایک بار بار بھی اس کے حصے میں لگتا ہو جاتا۔ لیکن اس کی طرف سے اس کا رہنا تو کسرا ہے جانے کے ساتھ میڈیا کی طرف سے جو پڑھائی گئی ہو اس کا روٹائی کا ایک اور اس پر اسٹاک ہوئی۔

"نقزی کی طرف سے آپ گھر نہ کریں۔ اور کوٹ کے لئے لے کر کچھ ملک کی پٹائی صورت حال سے مسئلے کے لیے میں نے قحانے میں دیکھنے کی ہدایت دی تھی۔ وہاں ایک آدمی کا پیش کو پھوڑ کر سمجھاؤ بندوں کو اپنے ساتھ لے سکتے ہیں۔ اس کا انتظام کرتے ہوگا کہ کسی کو ان بندوں کے ہمارے ساتھ پہلے کاروری طور پر علم نہ ہو سکے۔ اس کے لیے میں نے سوچ لیا ہے کہ کوئی طور پر قحانے کے فون کو کارڈ کرنا کارورہ کرنا چاہئے گا۔ جب وہاں سے کسی کاروبار میں ہوگا تو یہ بھی مجھ سے پتا چل سکے گا کہ ہمارے ساتھ کوئی کیا ہے۔" وہ یہ واضح کر کے لے کر چکا تھا۔ اسی انیس بی اس کی ہدایات کے مطابق چل کر آ گیا۔ چلے وہ لوگ سارے انتظامات کے ساتھ اس مقام پر آ گئے تھے جہاں انہیں لوہار کو روکا گیا تھا۔ اس بار وہ پہلے کے علاقے میں زیادہ بڑے امید قحانے میں جڑی ہوئی زیادہ تھا۔ ان کے ساتھ موجود پریشی کے جوانوں نے سڑک پر رکاوٹیں کڑی کر دیں۔ اب کوئی بھی گاڑی بغیر چیکنگ کے وہاں سے نہیں گزر سکتی تھی۔ اس سارے محل کے دوران ایک بار پھر انیس بی کی کال آئی تھی اور اسی انیس بی نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا تھا کہ اسے ہی صاحب ملک کے تھے اس لیے ہاتھ آدھا کارورہ کیے بغیر ہی اپنے پیشے پر وہیں چلے گئے۔ خود اسے ہمارے میں اس نے قحانے کا کارورہ کر کے کسی قحانے میں موجود ہے گا اور مجھے ہی کہیں یہ لوگوں کی آدمی اطلاع لے لے اپنے ساتھ موجود رہا ہیں کو لے کر وہاں پہنچ جائے گا۔ انہیں بات کے بعد وہ زیادہ انیس بی نے رابطہ کی ذمہ داری کی کال اور وہ لوگ پورے امیدتان سے اپنے کام کر رہے تھے۔ انہیں بہت زیادہ دیر تک اطلاع کی ذمہ داری اٹھانی پڑی اور سڑک پر دو قوی وکیل لوہار آگے پیچھے دوڑنے اس طرف

آئے نظر آئے۔ آنے والے کوڑے رکاوٹ کے باقیوں  
قریب پہنچنے کے بعد ایک لگائی جیٹا سڑک پر پہنچا وہ  
رکاوٹ ان کے پہلے غیر متعلقہ تھی۔ انہیں آہنی کڑی کر  
لیا گیا تھا جو گاڑی کے دروازے پر لٹائی ہوئی تھی۔ انہیں  
مطابق ایوانی پر بند والے کئی دروازوں میں سے کسی ایک  
کی کڑی کا ہاتھ نہ کر کے آج راستہ کی تانہ کی جگہ کھپا دیا گیا۔  
ایسے میں اچانک اسے میں آئے والے پہلے رکاوٹ ہی کے  
پے پر چٹان میں گرفت ہوئی ہوگی۔ آگے والے کوڑے کے  
رکتے کے بعد پچھلے کوڑے کو بھی خود بخود رکنا پڑا تھا۔  
”کیا بات ہے سٹری باؤنڈا، راستہ کیوں بند کر کے  
کھڑے ہو؟“ اگلے ٹرک ڈرائیور نے ٹھوکر کی جگہ پر  
قریب آنے والے باپ سے پوچھا۔  
”میں اپنی گاڑی کی حفاظت کر رہا ہوں۔ تم لوگ بچاؤ  
کہ ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔“  
”اوہ ہار جی، اس علاقہ کی ایسی کوئی کام لوگ ہمارے  
ہیں۔ تجھ کے لئے مسئلہ نہیں ہے۔ یہاں یہ کام میں ہونا  
وقت ہمارا کرتا ہے۔“  
اس بار ڈرائیور کے ساتھ ایسا جھگڑا ہو گیا تھا کہ  
مفلکوں میں دھڑ دھڑاتے ہوئے گاڑی کو آگ لگا دی گئی تھی۔  
وہ اس جھگڑا میں گرفتار کرنے کی پڑائی میں نہیں فوجا  
جوانا تھی ہے۔ ”تو اس بندہ کو... ہمیں خبر ملی ہے کہ  
ان لوگوں پر غیر قانونی کاروبار ہے۔ ہمیں یہ حال نہ ان کی  
مداخلت کرنی ہے۔“  
”خیر سے ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ دوستی کاٹلے  
کے ہم ایسی کی بھی کر کے رکاوٹ کے تم لوگوں کی...“  
”میں بھارتی ہوں گا، ہمارے رپے والوں کے نیچے اترا لیگا ہوا  
اسے اعزاز ہو گیا کہ سامنے نظر آنے والے دوستوں ہمارے  
کے علاوہ بھی پچھلے کے بہت سے جان ان کے گھر  
ہیں جنہوں نے انہیں گھر لیا ہے۔“  
”تم لوگ خیر سے جانچو۔ پتہ ہے کہ یہ تھوڑا سا  
اور خود کو قانون کے زورے کر دو۔“ ڈرائیور نے آواز میں  
اطمان بھی خانی دیا۔ ان کے ہمدرد کی ملک کی صحیح جگہ کی  
پڑی کہ وہ لوگ کھینچے گئے ہیں۔ ہمارا دارا ہمارے بہت  
گنا چاہتے ہیں اور ہم انہیں ہمیں دلوں نے انہیں  
تھا، اس سے صاف باہر رہا کہ وہ ان کے واسطے  
باہر تھے۔ ایسی صورت میں یہ ممکن تھا کہ پولیس کو خبر نہ  
ہوئی۔ انہیں اپنے بچنے جانے کا شہ سے احساس نہ تھا  
وہ تھوڑا سا کر خود اپنی کے زورے بھی نہیں کر سکتے تھے۔



کے متعلق میں یہ پوچھنا مناسب سمجھا کہ کیا جاسکتا تھا۔  
اس قسم کے آپریشنز میں ایکن چھوٹی موٹی گاڑیوں کا استعمال  
کندہی پڑتا ہے۔

”سراواڑ میں بے کال آرٹھی ہے۔“ وہ لوگ ابھی اسے  
 معاملات کو دیکھ رہے تھے کہ مشاہیر تھان نے آکر اطلاع  
 دی۔ ڈی ایس پی کا دائرہ ایس جیٹ اسی کی گاڑی میں تھا۔ اس  
 اطلاع پر اس نے ”الیہ نظروں سے مشہور“ کی طرف دیکھا اور  
 اس کی طرف سے کال پر ہیجے کرنے کا اشارہ دے کر خود گاڑی  
 کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایس جیٹ آ کر اس کے  
 چہرے پر کچھ اشارات تھے۔ وہ کچھ پریشان بھی لگتا تھا۔  
 ”خبر ہے؟“ مشہور نے پوچھا۔

”ایس لی صاحب تھے۔ نور پور گاؤں پر لاکڑاں نے حملہ کر کے وہاں پر کافی لوٹ مار مچائی ہے اور سردار جوتے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ لاکڑاں کی وہاں آمد کی اطلاع بہت دیر سے ملی۔ اطلاع ملنے کے بعد ایس لی فوراً طور پر کارروائی جنس کی جانکی۔ جس کی ذیادہ قریب میں ہے آج، میرا دورانہ آباد کی حفاظت پر مامورگی۔ نوکوت تھانے میں موجود فوج کی بھی ہم اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ پھر تھانے کا فوج بھی ناکارہ قریب لے کر کوئی رابطہ نہیں ہو سکا۔ دوسری جگہوں پر موجود فوجیں کے ساتھ جب تک نور پور پہنچے، وہاں سے کھیل کھیل کر چلا تھا۔ ایس لی صاحب خود نور پور میں ہیں اور مجھے بھی وہیں گانا تھا ہے۔“ اس نے اطلاع دی تو شہزادہ کی مشہور رہ گیا۔ اور کچھ بات کر لاکڑاں کا تھانہ پر لکڑی نور کھانوں کی اس وقت کی طرف سے اس کی توجہ پنانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن وہاں تو جگہ لاکڑاں نے کارروائی لائی دی تھی، اب وہ جہن جہن کے بارے میں

اطلاع دی گئی تھی، ان سے ہٹ کر بالکل مختلف جہ پر کام ہوا تھا۔ اب یہ بھی معلوم تھا کہ ڈاکوؤں کو پولیس سے شک کن بیٹھے ہوئے کی خبر مل گئی تھی اس لیے انہوں نے اپنا رخ بدل دیا تھا۔ اصل ذرا، اسی طرح غمان کیا گیا تھا۔ یہ بات کوئی ہیہ از امکان نہیں تھی کہ ڈاکوؤں کے سینے کا ڈانچ بچ اس کی توجہ دتا ہے کہ لیے ہی بنا دیا گیا ہو اور اس ذرا نے حقیقت کا رنگ دینے کے لیے فوراً ہر گزٹ ہٹا کر دیا۔ اس طرح ذرا نے یہ حقیقت کا بھی کمان ہوتا ہوا، ڈاکو کی صورت دیکھ کر ہلکا ہوا بھی تھا۔ ذمہ داروں، پولیس اور ان کے آہن کا کتہہ جو کوئی بات تو نہیں تھی۔ تینوں کرہوں کے لوگ آپس کے مفاد کی خاطر ایک دوسرے کی عداوت اختیار کرتے ہی رہتے تھے۔

اس لیے میرا ہنس میں فوری حجب پر قابو نہ کھول دیا۔ فوراً ہی ہم بیس کی طرف سے بھی جوابی قاز ۱۵۱ لیکن وہ لوگ بہت محتاط قاز تک کر رہے تھے۔ شہر دار نے اس سلسلے میں خاص مبادیات دی تھی۔ وہ مجرموں کو زندہ رکھنا نہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ کہ ان کے اور بے اصل افراد تک پہنچا جائے۔ اس احتیاط پندی نے مجرموں کو موقع اے دیا کہ وہ موقع سے فراوانی نے کی کوشش کریں۔ اور اہل اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گئے۔ قاز کرتے ہوئے انہوں نے پہلے آہستہ آہستہ سڑک چھوڑ دی پھر کچے میں اتار کر اندر چرے کا حصہ بنا گئے۔ تیسرے نے بھی اپنے ساتھیوں کی بھیڑی کرنے کی کوشش کی لیکن اسے یہ موقع نہیں دیا گیا۔ اور اگلے سے یہ ایک وقت قاز ہوئے۔ ایک کوئی اس کے پیچھے نہیں گئی اور دوسری پشت میں محسوس کی۔ گولیوں کا کھاروہ ایک ٹھکے سے گرا تو پھر حرکت نہیں کی۔ شاید پشت پر کتنے دلی کوئی نے دل تک رسائی حاصل کر کے اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر جو مجھے بندے نے ہتھیار ہینچ کر کچھ اٹھا دیے۔ فوراً ہی ہم بیس کے جوانوں نے اسے خیر نر اس کے ہاتھوں میں جھٹکری ڈال دی۔ ذہنی نقص کا معائنہ کیا گیا تو دوسرا چٹکا۔ دونوں لواؤں کا سر ہری سا جائزہ لینے کے بعد ہی یہ بات سامنے آئی کہ انہوں نے وہی کئی اطلاع پہنچا رکھی۔ لواؤں پر وہی مال تھا۔ اٹھا جس کو اسے دونوں سے بکڑنے کی کوشش کی جاری تھی۔ اس کا ساتھی بہ شہر دار کا چہرہ جینگا نے لگا۔ اسی ایس بی منظر بھی بہت خوش تھا۔ اس ساری کارروائی میں اسے بہت روز کچھ خاص نہیں کرنا پڑی تھی لیکن کرپٹ بہت برا چلا رہا ہے۔ شہر دار اس پر سے بیس میں خود سامنے تھیں اسکا تھا۔ ساری سائنس پاپیس کے حصے میں آئی تھی۔

”اسے کھٹو چکر رکھنا۔ بڑے کام کا بندہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کی مدد سے ہم اصل مجرموں تک پہنچ سکتے ہیں۔“ گرفتار شدہ شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے چابوت دی جس کے جواب میں اسی انہی نے جلی فرما کر براداری سے انکیت میں سر ہلا دیا۔ اس وقت وہاں جلی ٹیل پڑی ہوئی تھی۔ گرفتار شخص کو کھٹو کا مقام پہنچا تاہم وہ آدمی کے لیے ایسا نہیں کا انتظام رات میں سینہ پر کو پوچھیں گی اس کا رد کرتی ہے آگود کرنے کے مساک در چل جئے۔ مختصر غری کے ساتھ یہ سارے محالہات نمٹانے کی کوشش تھی پھر ہی۔ مفرد افراد کے پیچھے جانے والے لگی اندھیرے میں نامک تو ہواں مار کر آتے تھے۔ ان لوگوں کے لڑاؤ نہ جانے کا اسے افسوس تھا لیکن جتنی جلی کا سامانی ہی تھی، اس

”آپ نے ایس پی صاحب کو یہاں کی صورت حال کے بارے میں آگاہ کیا تھا؟“ خود بھر میں یہ سادگی، ہمت، سوچنے کے بعد اس نے اسی ایس پی سے پوچھا۔

فہم کر دیا۔ مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

”ابنیں آپ کے ہاتھ پیر بھی ٹھوڑی اور میں معلوم ہو چکی ہے۔“

بھڑے اس ٹھوڑی سی سہات سے فائدہ اٹھا کر آپ اپنے کام مکمل کر لیں۔ میں ملو اور اپنے ارنایہ کے ساتھ فوراً روڑ کے لیے روانہ ہو جاؤں۔ آپ سے انہا ہارے میں کسی بھی قسم کی خرابی دینی نہ جائے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ ”کچھ کچھ کیا گیا“ اور اسے ہی صاحب کے کہنے پر کہا گیا۔ آپ کے دور پور پہنچنے کی وجہ میں خود اس کی بی صاحب کو بتا دوں گا۔“

کی انہیں اپنی کجاہب تک کر اس نے اس سے کہا اور جیو جیو  
 سے چلے ہو اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے جسم  
 پر پٹ پٹ برساتی ہوئی گولیوں نے گاڑی کو ہوائی جہاز بنا دیا۔ فرار کرنے بھرتی  
 ہوئی گاڑی جس تیزی سے نوپرہ کی طرف اوڑھ رہی تھی، وہی  
 گاڑی اسی سے اس کا نام بھی دوڑ رہا تھا۔ وہ اندازہ تو کر سکتا تھا کہ  
 کچھ کچھ ہو رہا ہے۔ اس پر اسے اس پر مار سے طوطا افراد نوپری  
 طرح غصا آئیں گے۔ بہر حال وہ انہیں دیکھ تو پیچھے چکا  
 تھا۔ اب وہ اپنے فکر کو کرتارہو نے والا تھا کہ انہوں نے  
 کچھ کچھ دیکھ کر تباہ نوپری کرتا ہے۔ نوپری انہیں کے چان کی جگہ پر اس جرم  
 کی طوطا کن افراد پر ٹرٹ کا اوجہ کرتی ہے؟ اپنی اس کامیابی  
 کے ساتھ ساتھ اسے نوپرہ کی کمر بستہ رہی تھی۔ اس بھونے  
 سے گاڑی میں ڈاکوؤں نے جانے تھی چلی چلی ہو گی؟  
 یہ سوچ رہا تھا کہ اس کو پہنچنے والے شخصان کے خیال نے اپنی اتنی  
 کی کامیابی کی خوشی کو بھرتا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

”میرے بچے ایسے عربیے کے تھے ہیں۔ جو عربیے یہود اور  
سامانی بھی ہم پر آزمائے رہے ہیں۔ وہ لوگ بھی خود کو  
عظیم اور محنت کے خزانے کے لئے آتے ہیں اور انسانی  
دور کی آزمائشیں محسوس کو کر کے وہ بھول کر گمراہی میں گر کے  
تھیں اپنا مسئولیت بٹا لیتے ہیں۔ ان کا کام حاصل مقصد ہمارے  
لوگوں کے لئے نہ بلکہ ان کے اپنے مذہب میں شامل کرنا ہوتا  
ہے۔ اب یہودی نے ایک اور چال چلی ہے۔ ان کا منصوبہ  
ہے کہ اگر وہ ایک مسلمان اپنا مذہب نہ چھوڑیں لیکن ان کے  
تعلیم کے اس طرح نہ چلائیں کہ وہ ہمیں ہر کے ہی مسلمان  
سمجھائیں۔ اس کام کے لیے وہ ایسے روشن خیالی کارما  
مندانے مسلمانوں کا استعمال کر رہے ہیں جنہیں قرآن

علائے میں آج کل سرگرمیہ ہے۔ ہر سے ملنے کے کافیا  
اے سی بھی انکی کو کوئی نہ سے ہے۔ ہوائے ہوائے لوگ  
بڑے حذر ہر ہے۔ جیسے ہوائے ان کی ہوائی کے کام کر دیا  
ہے لیکن انھیں یہ معلوم کر کے ہوائے ہوائے انھوں میں  
جو تعلیم دی جائے گی، اس سے مسلمان بچاں کا بھی خراب ہر  
جائے گا۔ وہ اپنے دین بھول جائے گا۔ اس چال باز  
اے سی کا پانچواں ایسے کرانے سے ہے جس کی ہوائے رسول  
ہے، ان کے دلائل۔ ان کی مصلحتوں میں ملے عام شراب پانی  
جانی ہے، جو ان کو بھی یاد ہے، جو ان کو یاد ہے۔ ان کے  
جسٹ کاؤنٹ ہراس کی کوئی ہے مگر ہے۔ ایسے ہے دین  
شعیر سے کیسے توجہ رکھ جائے گی کہ ان کا کوئی کام  
مسلمانوں کی ہوائی کے لیے ہو گا۔ ہجری ڈاؤن ویلاڈ  
مخلص اپنے سامنے بیٹھے پڑ جائے گے کہ ان کے نام سے  
شہادت کر دیا جائے۔ ان دنوں میں سے کسی کی عمر سوڑ سڑ  
سال سے زیادہ نہیں تھی۔ بہت توجہ سے ان کی عمر کی دین  
میں سے تھی۔

انگریزوں نے اس صاحبِ آواز کل ترقی دے خلع میں سے  
اس کی بجائی صوم ہے۔ کتب کتبہ جہاں دایک ایمان اور  
اور بھادو اسر ہے۔ اس کی جہ سے بھلا سے ہونے والی  
کلوی اور کھالوں کی اسٹاک کا بھٹا ہوتا ہے۔ " تقریباً  
چودہ سال کے ایک گروہ سے چار کسے نے شریک نہیں انکی  
بھٹکا شروع ہوئی تھیں۔ کاتوہ نقص اپنے انداز میں سستو  
جسے کہ بچے کی نواہی ہے مگر بچا جاتا ہے۔ پھر پہلے سے بھی  
نزدیک شفقت لکھ میں لکھ۔

”کیا تو وہ شخص ہے جس سے میرے بچے جنم سے وہ  
لوگوں کو حاکم کر چکا ہے۔ میرے شہر کی ان لوگوں کو  
میں دیکھ رہا ہوں۔ ابھی تک کھل کر کوئی بات نہ کرے نہیں آئی۔ چنانچہ  
غدری انداز میں اسے اور پولیس نے اس کے ساتھ ساتھ  
لوہا لگا دیا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ  
اس کے مرضی کو پورا نہیں دے گا۔ نہ ہی اسے تم  
کو دیکھ لینا کہ آئندہ اسے نہیں دیکھنا۔“

”میرے ہاں میں تو میں ایسے مارا لوگوں کو جان سے مارا ہوں۔ ایسے دو چار... جا رہی تھی ان کے ہاں سے انہوں نے داغ خود بخود فریضہ کا آج نہیں گئے۔“

ہندوستان کی شہادت سے سرشار ہوتے چہرے کے ساتھ تیز لہجے میں یہ جملہ بولنے والا لڑکا کی آواز پر پورے ہندوستان کا گونج رہا تھا۔

”میرے بچے اگلے سے اگلے سے نہیں بہت سچے تھے ان لوگوں سے غمناک ہو۔“

سرخ چہرے والے لڑکے



ہم ہند سے جلد بکھر کر رہا ہے ہیں۔" ٹوکوں نے اصرار کیا۔  
 "ابھی نہیں میرے بچے! ابھی حوصلے اور قوت کا وقت ہے۔ ضرور ہڑنے پر میں خود کو ٹوکوں کو تباہی کا کرکٹ کرنا ہے۔ ابھی تم لوگ انتظار کرو۔" اس نے ٹوکوں کو دیکھا کر کے کی ایسا اور چنگی مڑی کی طرف دیکھتے ہوئے ہلا۔

"وقت لڑاؤ ہو گیا ہے۔ اب تم لوگ گھر جاؤ اور پھر آرام کرو۔ میں بھی بکھر رہی ہوں۔" اس نے آرام کروں گا تاکہ تھک کے کچھ اٹھ سکوں۔ "اس علم پر لا کے لڑنا میری سہیلی ہے۔ جگہ سے جگہ سے ہونے والے اور حیدت سے اس کے ہاتھ کی پشت چوم کر رخصت لینے لگے۔ اس نے بھی ہڑنے کے سر پر ہڈی شفقت سے ہاتھ بکھیر کر ہر ایک کے لیے اظہارِ اذیٰ طور پر ٹیک خواہشات کا اظہار کیا۔

"عہد اٹھیں! آج تم سبھی رک جاؤ۔ آج میرے ساتھ ہی تھوڑے اور پھر چھوٹے۔" ان ٹوکوں میں سے سب سے زیادہ بڑا اور جوش نظر آنے والا لڑکا جب آخر میں اس سے رخصت لینے کے لیے آگے بڑھا تو اس نے بہت محبت سے اسے علم دیا۔ وہ فوراً اسی ہو گیا۔ اپنے استاد کے علم کی قیل کرنا تو اس پر فرض تھا اور پھر ان کے ساتھ محبت میں شریک ہونا بھی ایک سعادت تھی جس سے وہ بھی کبھی کسی لڑکے کو نواز نہ تھے۔ اس رات عہد اٹھیں کو نہ صرف یہ سعادت نصیب ہوئی بلکہ ایسا بہت کچھ سننے کو تھا جس کو ان کس کے بچنے لگے تھے۔  
 میں سکون سا آتا ہوں۔

☆☆☆

"اور سنا رہے! چڑکی کیا خبر لیا ہے؟ بڑے دنوں سے تو نے کبھی کی کوئی خبر نہیں دی۔" بڑی چوہر ان نے فرش پر ایک طرف بیٹھی، اپنے دوپٹے کے کنارے پر تلے، کچھ دیکھتے سے پوچھا۔ اس وقت وہ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرنے میں مشغول تھی اور ابھی اس کے پاس رہی تھی۔

"چڑکی کیا کوئی خبر ہوئی ہے؟ ابھی ابھی سے فریٹے کے پتھر والا مالہ (مخاف) ہوا ہے۔ پھر غریب چپ گئی ہے۔ اور اس کی سوتیلہ بہن کو کھلی ہے۔ قہار بھی کب چپ سا ہو گیا ہے۔ نہ بڑھو، کبھی آکر ہاں دیکھ لو کہ جانی ہے۔ پہل میں اسے سبکی کی باہر کی مٹائی کی ہو گئی ہے اس سے بیک میں لڑاؤ اول میں لگا۔ میں نے سنا ہے کہ اس نے وہ پہلے تارنا توں بھی لے لیا ہے۔ اس پر وہ میں سے بات کرتی ہے۔" اسے سبکی کہتے ہیں ان۔" چوہر ان کے چہرہ پر ہنسی نے وہ میں سے بات کرتی ہے۔

ہیں۔ تمہاری طرح خود میرا دل بھی غصے سے بھرا ہوا ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں نے مولوی غلام محمد پر جو رنگ اڑام لگا دیا ہے اس کے بارے میں سوچنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اٹھا ہے۔ ایک منظم اور سچے کے نام پر اپنا گندہ اڑام لہیوں نے لگا دیا ہے اس لیے کہ ان لوگوں کا دل بھی داہن دیکھنے والے افراد کی طرف سے گراہ ہو جائے۔ دنیا جانتی ہے کہ پچیس جو چاہے وہ کر سکتی ہے۔ جانتے ہیوں نے کب کس طرح اس معصوم بچے کو غائب کر کے اسے جان سے مارا اور بھرناس مولوی صاحب کے کمرے سے اور ذات کرلی۔ بے چارے مولوی غلام محمد میرے سارے سے آدمی تھے۔ وہ اس سازش سے کیسے غلط۔ بے چارے اپنی جان اور عزت بچانے کے لیے نہ جانے کہاں چھپ کر بیٹھے ہوں گے؟ وہ جھوٹا بادشاہ کاٹی کرے سے ماسٹر لوگوں کے دماغ خراب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی تو بڑے کرے سے خواہش تھی کہ سب ولادہ رس بند ہو جائے۔ اب اس سازش کے پھر تو ظاہر ہے اس کا مطلب پورا ہی ہو گیا ہوگا۔ میرے خیال میں تو وہ ماسٹر بھی اس سازش میں اسٹنٹ کسٹر کے ساتھ شامل ہوگا۔ بہر حال جس نے جھگڑا کیا ہے، ایک دن ضرور شکست کا۔ ہوں سمجھ لو کہ ابھی ان لکڑے کے ان کے گاروں کی دھڑی راز ہے۔ جس دن وہ جگمگائی، سب کا دم ناگ میں آ جائے گا۔" وہ کچھ میں بڑی محنت لیے ان معصوم ذہنوں میں بڑھ کر رہا تھا۔

"کیا ہم ان لوگوں کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے مولانا صاحب؟ اپنے دین کے خلاف سازش کر کے والے ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنا تو ہم سب پر فرض ہے۔" وہی لڑکا ایک بار بھر جوش سے ہلا۔

"اس کے لیے بڑے حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہے۔ جہاد جہاد پکارنا آگ بات ہے لیکن وقت پڑنے پر جان کی بازی لگانا پڑا مشکل ہے۔" اس نے چاہتے والی نظروں سے اپنے سامنے بیٹھے لوگوں کو دیکھا۔

"وقت پڑنے پر ہم اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں۔ ہمارا جذبہ صرف زبانی نہیں ہے، ہم عمل کی بھی امت دیتے ہیں۔" ان میں سے وہ تین لڑکے ایک ساتھ بول اٹھے۔

"شاہاش میرے بچے! ہمارے آجین کو تمہارے حق میں جاننا اور اندرونی کی ضرورت ہے۔ مجھے فکر ہے کہ تمہارے اندر یہ ہمت اور جذبہ میری تربیت نے پیدا کیا ہے۔ تمہاری ہمت سے میری آخرت بھی سنو رہا ہے۔" لوگوں کے اس جذبے پر وہ آجین دیکھ رہا تھا۔

"پھر آپ ہمیں بتائیں کہ ہم کیا کریں مولانا صاحب؟



”اے ہاں، وہی سونگل۔ اسی پر مبنی راتنی ہے اور پھر اسی راتنی پر مبنی راتنی ہے۔ اب ایسے حے کے کھڑے کر دیا اور وہ راتنی کے کیوں جانے لگی۔ تمہارا وہاں ہے ہاں ہی کو ان کے حے ہے۔“

”پھر لے لوگوں کو کچھ جانے تو وہ ایسے ہی ہو جانے ہیں۔ مے نے تھے اور وہ پانی تک، ابھی آپے میں نہیں رہے راتنی۔ زہرہ کو کھنگی میں اور کھدی ہوں۔ جب سے وہ وہاں ہے، تو میں اسے کر چکا تھا تک نہیں۔“ بوی چہ ہر اس نے چلے ہوئے کچھ میں تبصرہ کر کے ہر ہر ہوا کیا۔

”آہوئی! تو آب سولہ آنے لیک دی رہی ہیں۔  
 میں تو زہرہ کا جال رکھ کر کٹر کر لی ہوں کہ وہ ہاتھ واہ کر  
 دھر حویلی میں نہیں آسکی۔ زہرہ تو اسے سے روپے پا کر حق  
 آپ سے انکی باہر ہو گئی ہے کہ سہ سے منہ گل نہیں کرتی۔۔۔  
 مگر وہ دوسری باتیں بن کر حویلی آجاتی تو جانے طارے  
 ساتھ کیا سوک کرتی؟“ چدران کی کہانی میں ہاں ناٹے  
 ہوئے وسیع نے ایک انکی بات چھیندی تھی کہ چوہر ان کا  
 پاؤ کی سوت کے بعد بھی نہیں بھاگتی تھی۔ کئی کڑا اس معاملے  
 کو سب لوگوں سے چھپا لیا تھا لیکن حویلی میں کام کرنے  
 والے خود بخود ہی اس قصے سے واقف ہو گئے تھے اور مجھے  
 اور اس کی بیٹیاں تو قصیں بھی تو مایا ہی چوہر ان کی سرچھی۔  
 حویلی کے بہت سے افراد وہاں میں تیار تھی لیکن اس وقت  
 اسے یہ ذکر برا لگتا۔ اپنی ناگوار کا اکتھا کرنے کے لیے  
 وہ ہر دلی بھیڑ چھوڑ لی۔

”میں جیسا ہے تیرے انھوں میں؟“ ایسے بولے بولے  
انھوں سے پھر وہ اب دلی ہے جیسے چار اپنا سے تو ہے  
ہے۔“ اس نے اپنی ٹانگ اسی زور سے بھیجی کے پلازمی  
باری کر دھجکے سے زور جا کر گئی۔

"خمس سے بھر دیا تم بخت اور نہ میں تجھے ہونے  
 کوئے کردار کی؟ جن کا کھانی ہے ان کی خدمت کنیں کرے  
 کی تو کیا کرے گی؟ یکسا نہیں لہائے کے خاندان کا مال۔  
 زہا ہونے سرشتی دکھائی تھی، اس سیت پرے خانہ بان پرچ  
 سرکار کا قلم جال ہو گیا۔" رنجش نے تنک مٹولی، اگلائی کے  
 لیے فوراً بجلی کو داہتر گاتے ہوئے بے ہوا کی مٹائی۔ او  
 وہوں طرف کی ماؤں سا کہ نہ ملنے بلکہ ایگر مار پھر پہر حرات  
 کے قدموں میں چبڑ کر اس کے سج رہے تھے۔ اس بار و  
 زیادہ درنگ نہ تھی۔

”کاف (مخالف) کرنا بیچے گا اسے چودھرائی کی  
اصل میں آج کل ان دونوں بیڑوں پر کام کرنا تو بہت مشکل  
ہے۔ نورس نے جب سے حولی آنا چھوڑا ہے اس کے لیے

کا کام بھی میری دھماں ہی بیڑی (مذلتی) ہیں۔ وہ دینی کی  
جی تو کسی کام چوکی ہے ہی نہیں۔ سارا وقت غصہ کر رہی لیکن  
کمر سے میں ہنسی چلا رہی کرتی رہتی ہے۔ اور تو اور سب اس  
نے بن کی تکتا ہے ہنسی لے کر چمک مٹو شروع کر دیتی ہیں۔ ہنسی  
بھجی اور شاد ہو کر ہنسی سادی ہیں۔ انہیں کام سے بچنے کے لیے  
یہ چار کپڑے کرتی نہیں اور ہمیں کر کے رہ رہی لیکن کے آگے پیچھے کھینچ  
رہیں۔ ٹھیک ہے یہی اہم تو آپ کو ہی سمجھنی کا اصل نام  
کہتے ہیں اس لیے سب سے زیادہ آپ کی ہی خدمت کر کے  
خوش ہوتے ہیں۔ ”رہنے اب اپنی ٹھکانا ملتی دیتے ہوئے  
بڑی جالاک سے دوسروں کے خلاف چھوڑا کر کے کان بھر  
رہی تھی۔ انا چھوڑا اور مسرور چھوڑا تو اس کی خاتون میں  
آگیا اور نصیحتے ہوئی۔

”اس راہی کی بجائی کا تو میں ایک منٹ میں دہرا ٹھیک کر دوں گا، پھر پہلے مجھے کشور کا بھی کچھ بتا دو، کہ وہ کس عظیم کدہ کدہ کس کا راجہ بھی آسان ہے چڑھا رہا ہے سب نے اس کا جوتی چاہتا ہے، مڑا رہا ہے۔ تاہم یہ بھی بدعت دہی کی سلاش دینی رہتی ہے۔ مجھے بھی خوشامد میں کر کے راضی کر رہی ہے کہ میں چودھری صاحب سے اس کی کجائی خد ہی مٹوانے کے لیے سلاہ میں کروں، پھر مجھے بھی آپ سچ لیا ہے کہ اس کی کوئی کو اب دارا کا بیٹا میں کرتا ہے، اس نے لڑا وہی سر پہ چڑھ جائے گی۔“ بڑی چودھرائی کا ساتھ دیا اس واقعہ اس کے لیے سے ہوا کہ وہ تھا۔

آپ ایک کچی ہیں اور ای جی ہر ایک ایسے تیار  
ذات ہوں اور میرا کچھ کچھ نے منہ سے بڑی کچی  
ہے اور جی تو مانے کا دستور ہے جی کہ جیوں کو اور اندر  
دیکھو اب جی کا خدا کی عزت سلامت دیتی ہے۔ اب ج  
آپ کو کون سے کشور لپٹی کی وسعت بھی نے کر دے اور ج  
جی کے اندر ای جی آزادی دے والی کل ہے جی۔

”کیا کہا تو نے... کیا ہے کچھ، کے پاس؟“

[illegible]

جلی تھیں۔ اس کے پاس سوائس کی سرجو کی کاظمہ تے سی  
 یں کے پیٹ میں کھد بھہ نہ کی۔ سچ سوچ دیکھتے ہی ر مینے  
 فورا اس بات کو ہی چھوڑا جس کے ہم میں لے آئی۔ اس قسم  
 کی لالچ بھولی یوں ہی اس کی غفلت میں شامل تھی اور یہاں  
 اس کے نتیجے میں ماکان سے قریب دو جانے کا موقع نہ ہا  
 تھا چنانچہ اس نے بہت چالاک سے اس بات کو ہی  
 چھوڑا جس کے گوش گزار نہ ہو۔ نتیجہ سبب نفع نہ۔  
 چھوڑا جس سے اچھے فکری تھی جس کا مطلب تھا کہ اس نے  
 اس ماکان میں سہری روپی لے لی۔

”میں نے دیکھا کہ ایک اور بڑی سہولت تھی۔ اس کو نور علی بیگیاں نے فریچے سے ٹھکر رکھا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔  
 بچے کو لگتا ہے کہ چودھری صاحب سے بھی چپا کر یہ کام کیا گیا ہے۔ دو دو ہوتوں کو فون کے پاس بھی آسانی سے لٹکے جانے دے، ہلا کشور کو سواڈن کیسے دلا سکتے ہیں؟ جیسا کہ وہ اپنے صاحب پر کراچی دیکھی کو سونے دلا دیا ہے اور پھر ہو سکتا ہے اسے بھی خبر نہ ہو۔ کشور اتنی ہار کھینٹ کھینٹیں ٹھہریں ٹھہرنے کے بجائے شہر چلا جائے، وہ ہیں جنکے سے اس نے سواڈن کیس بھی خرید لیا۔ تو کسی طرح اصل میں مسموم کر کے اور ٹھکر رکھا کہ ٹھکر کس سے لگی کرتی ہے۔“ اس نے فوراً جیتے کوٹا سے ہاتھ ہٹا دیا۔

॥ ॥ ॥

[illegible]

”آپ اسمانی کی باتوں پر کان نہ دھریں اس لیے کہ  
مطلب اس کھیل کی خاطر ہے جو صرف کھیل ہی نوعی خلق  
کے لیے ہے۔ آپ اس طرف سے تو اس نے وہاں کے ساتھیوں نے  
وہاں کی ساری چیزیں اس کی طرف کی واردات کے بجائے میں  
کہ اس کی طرف کی طرف اس کی طرف سے اس کے گنہگار اور

کی بروقت اطلاع نے ان لوگوں کی یہ سازش نامکمل کر دی۔  
 مینڈا داڑے اٹھائے اور خوف نہیں ہیں کہ اس ملک کے  
 تہ اور کھلے لیے کی جانے والی کارروائی کی وجہ سے کچھ  
 سکھیں۔ انہوں نے اس کی بی بی نکھاس کو صرف "اے بی بی" کہتے ہیں۔  
 آپ کے کہنے پر آپ کے اور اس کے درمیان گفتگو کی  
 آئی ہے اور اب وہ اس آگ کو ہوا سے لے کر اپنے خدشات  
 کے لیے پتہ چلا خبریں حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔  
 نور پور کی غریب حوام کے ان کوڑوں کے ہاتھوں لہ جانے کی  
 خبریں بھی انہوں نے لوگوں کی توجہ حاصل کر کے لیے  
 چھاپی ہیں لیکن میرے خیال میں آج جب مت شراؤں میں  
 اعداد و شمار کا تقسیم کیے جائیں گے تو ایسی کسی کھلیت کا  
 ممکن نہیں رہا ہی نہیں رہے گی۔"

نور پر رسی اوڑھ کر لے کر آئے۔  
لوگوں کا بہت زبردست تھکان تھا۔ بس چھتر لگ گئے  
جو ستار ہوئے تھے۔ واردات کے اعجاز سے لوگوں کا ذہن  
بہت جلت میں اپنی کارروائی کر کے گرا رہا ہوئے ہوں۔  
یہ قاعدہ منسوب بہتری سے کیا جانے والی اکاؤنٹنٹری ٹیموں میں  
قد رتبہ دیکھتے ہیں کہیں آئی۔ ان کا پوری تفصیل کے دروازے  
کرتے ہیں لیکن وہ پورے میں حفاظت طلب تھا جس سے خود کو  
اپنے اس وقت پر اندر کی تین ہو گیا تھا کہ یہ ہر معمولی  
میٹ اپ تھا اور اکاؤنٹنٹری کی واردات صرف ارے میں  
حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے کارروائی ہو گئی۔

اکاڈمی کی اس واردات کو اللہ ہناتے ہوئے کچھ لوگوں نے وزیر تعلیم واپائی کے نوکر چڑھانے کو تباہی کے حساب سے دسک فرار دیتے ہوئے دینے لفظوں میں اس تقریب کو اپنے کرنے کی بھی مجموعہ چوٹی کی بھی ٹیگیں ملے ہیں اس نے وزیر صاحب سے وقتی طور پر یاد رکھے ان سے تقریب وقت پر ہی منتظر کرنے کی تائید حاصل کر لی۔ وہ خود اس بات پر متعلق تھے کہ ایک عامی واردات کو اہمیت دے نہ تقریب بھڑکی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ شہر باز نے بات کہنے کے اگلے ہی دن اخبارات میں اس کی یہ بیان شائع ہوا تھا کہ میں سوچتا ہوں کہ اس کی یہ واردات بہت ہی خوب اور ادا ہوئی تھی۔

شہزاد کے لیے فی الحال اتنی کافی نوک و نمبر صاحب نے آئے۔ اتنے لکھ کر کیا تھا تو سر صاحب نے ہی ملاحظہ ہو رہی تھی۔ ایک دن پہلے وہ خود نوک و نمبر لکھ کر سر صاحب کے سامنے پیش کیے جانے والے دستاویزات کے بارے میں مداخلت دے کر کہتا تھا۔ (اے کے کے) بعد غول زد ہو



جانے والے نور پور کے باشندوں سے بھی اس نے خاص طور پر بات چیت کی تھی اور انہیں سمجھاتا تھا کہ جو بکرو ہوا اسے بھول جائیں اور اسے یاد رکھیں کہ ان کے آنے والے نکل کو روکنے کا حکم مل سکتا ہے۔ گاؤں والے اس نئے کو کچھ گتے تھے اور اسے ایسے ہی کہ ان کے عقائد سے متفق نہ جانے والی آخری بہت صاحب رہیں۔

”میں انہیں لی لی کی زبان کا لای ہوں گوہاں بھی خاطر میں نہیں لانا ہوں لیکن جہاں تک مجھے اس کی فکر نہ کرنا ہوا ہے وہ یاد رکھنا ضروری ہے۔ اپنے آدمی سوجھنے پر باز ضرور لیجئے ہیں۔ اگر اس نے ولہ یعنی کی غلطی ہوئی تو آج کا دن اس کے لیے بھڑی ہے۔ سیکھ رہی ہیں ان کی طور پر اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کوئی ایسا سوجھ جلاش کر سکتا ہے جس کے ذریعے یہ ثابت کیا جائے کہ ذریعہ صاحب کا نور پور جانا سیکھ رہی کے حساب سے کچھ غلط نہ تھا۔ نور میں نے پورنامہ کو برقرار رکھتے پراسرار کر کے حقیقت کی ہے۔“

پیشانی کو لگی سے رگڑتے ہوئے اس نے عبد اللہ انان سے اپنے خدشہ کا اظہار کیا۔

”آپ گریہ کر رہے ہیں اس لیے خیال میں وہ انکی نفس نہیں کرے گا کیونکہ کسی بھی طرح کی صورت میں اس پر بھی اسے وار کی بات ہوگی لہذا وہ اسے دہرائی ہی نہ ہوگی۔ پھر بھی اگر آپ سمجھتے ہیں اور صاحب کی آہ سے پہلے نور پور کا پتہ لگا کر ایک دلدار اور جاندار لے لیتا ہوں تاکہ اگر کسی کوئی سخت نظر آئے تو اسے دور کیا جاسکے۔“ عبد اللہ انان نے اسے تسلی دیتے ہوئے مجھ پر غصہ کیا۔

”میرے خیال میں یہ مناسب رہے گا۔“ اس کا یہ پورا سا جملہ عبد اللہ انان کے لیے غم کا دھجکا تھا۔ نور پور کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد شہر نور پور سے اسور کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گیا۔ پورنامہ کے مطابق ذریعہ صاحب کو لاہور سے یہاں پہنچنے کے بعد بکروہ اس کے پہلے پر رکھا تھا۔ یہاں وہ تھوڑی دیر تک کراہا کرتے اور دوپہر کا کھانا کھاتے پھر اس کے بعد نور پور جا کر خیریت میں شرکت کرتے۔ وہ انکی بی ایک بار پھر انہیں اس کے پہلے پر رک کر شہر کی جانے پڑی تھی۔ یہ انتظام ۱۱۰۰ء سے نور پور تک کی طویل مسافت کو بھی پھر سکتے ہوئے کیا گیا تھا۔

ذریعہ صاحب کی آہ کے چلی نظر پہلے میں بھی خوب روٹی اور لٹن لگی ہوئی تھی۔ زورہ جیسے تک اس اٹھال نے پورہ کر سکی کا خصوصیت نہادہ اوزہ لیا۔ پہلے کے طرز میں اور انتظامیہ کے تحریک کے باوجود وہاں ایسا سکوت محسوس

ہوئے لگا جیسے وہاں مصروف عمل لوگ کسی خاص قسم کے راز سے تحقیق کیے گئے ہیں جن کے پتے پھرنے اور بات چیت کرنے کے کام میں کوئی ایسا تریب کار طرما ہے کہ بکروہ اپنا موت پاتا ہے لیکن آواز نہیں ابھرتے پانی۔ پوئے ایک بچے تک پہنچا تو ان کی نور پور سے واپس آگئے۔ اس نے وہاں نے اختلافات پر عمل نہیں کرنا خبر کرتے ہوئے اختلاف رائے کی کچھ کے چاروں طرف لگائی جانے والی دسیوں کو، جو لوگوں کو انکی سے دور رکھنے کے لیے ایک باڈی وائی انکی کے طور پر لگائی جاتی ہیں، کھلا کر اس نے اور ہار جرحہ کاٹنے سے گوارا دیا۔ اس طرح اگر کوئی شخص ان حد بندی کرنے والی دسیوں کو پہچان کر انکی تک پہنچنے کی کوشش بھی کرتا تو اسے موقع نہ ملتا اور وہ وہاں میں ہی دھریا جاتا۔ شہر والے اس کی یہی کارکردگی کو سراہا۔ ایک کچھ کا پانچ سو روپے پر کال موصول ہوئی کہ ذریعہ صاحب سوا ایک بجے تک ضلع کی حدود میں داخل ہو جائیں گے۔ اس کال کے موصول ہونے ہی وہ لوگ پہلے سے تیار گاڑیوں میں ان کے استقبال کے لیے روانہ ہو گئے۔ ٹھیک سوا ایک بجے انہوں نے اپنے ضلع کی حدود میں ذریعہ صاحب کا استقبال کیا پھر ایک مشترکہ کالے کی صورت میں پہلے پر بھی گئے۔ اس موقع پر ان کی بی بی صاحبہ بھی موجود تھیں۔ ۱۱۰۰ء تک انہیں اپنا اسرار اور ایمان ہی اسے بھی نہیں یہاں کے عوام کی فراہمی کی کارشرف حاصل تھا۔ کچھ دھل دھل ماحول میں کیا گیا۔ کچھ کے بعد وہ لوگ لٹ گئے گا میں آکر بیٹھے تو ذریعہ صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ کی جھلک دکھائی دی اور وہ شہر والے سے قلمب ہوئے ہوئے ہوئے۔

”آج آدھو بجے مسز شہر یار اچھا بار جب میں نے راز صاحب سے آپ کا ذکر کیا تھا وہی آپ کو بھی کیا تھا کہ آپ کوئی بک پر تھیں ہی ہوں گے۔ آپ کے کام میں جس قسم کا جوش اور حیرت نظر آتی ہے، اس کی ایک نو جوان سے ہی ایسے کی جا سکتی ہے۔“

”میرے خیال میں سر۔۔۔ یہ آدمی کے اندر وہی اساسات کی بات ہوئی ہے ساگر آدمی کے اندر چھپتا ہے نہ وہ جو عمر سے بہت زیادہ لڑتی ہیں پڑا۔ آپ میری اتنا کر آپ کے لڑنے میں لیکن پھر کیا اتنا لیا سطر نے کر کے یہاں تک لگا ہی گئے ہیں۔“ سوئے کی مناسبت سے ذریعہ صاحب کو تھوڑا سا خوش کروانے میں اس نے حریف نہیں کیا۔ وہ یہاں سے خوش واپس جاتے۔ وہی یہاں کے لوگوں کے لیے نور پور والے کے درمیان بیٹھے تھے۔ ذریعہ صاحب کی گہری ہوا مسکراہٹ نے ظاہر کیا کہ اس کا جملہ کارکردہات ہوا ہے اور

اس سے لطف اندوز ہوئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مہیا کے افراتو کو بچے منت کا نام دیا اور اپنے اسٹے لیے سڑک چن چن الوٹی سے تھی کرتے ہوئے وہ چار شخصوں چوہائی ٹپے ادا کیے۔ اس کارروائی کا پھٹکنے کے بعد وہ لوگ نور پور کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان زورہ اور شہر یار ایک ہی گاڑی میں تھے۔ راستے میں وہ انہیں ضلع میں کیے جانے والے فرقہ کی کاموں اور منصوبوں کی تفصیلات سناتا رہا۔ وہ خاموشی سے بلا تھرو سب کچھ سنتے رہے۔ اپنے پڑاؤ کی تفصیل سناتے ہوئے جب اس نے اپنے کام میں پیش آنے والی رکاوٹوں کا ذکر کیا پھر اتوارہ سے حد تھوڑے سے ہٹتے رہے پھر ایک دم ہی بولے۔

”جس طرح آپ کو شکایت ہیں اسی طرح دوسرے لوگوں کو بھی آپ سے کچھ شکایت ہیں مسز شہر یار ان لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ اپنے پہلی بیک ٹراڈز کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے تعینات سے تھوڑا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔“ ان کی بات نہ کر اسے اندازہ ہو گیا کہ جن لوگوں کے لیے وہ رکاوٹ بن رہا ہے، انہوں نے اپر اقدار کے اچانکوں میں اپنی فریاد پہنچا دی ہے۔ ذریعہ بھی وہاں کا ظاہر ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن انہیں موقع دیکھ کر یہاں کے گتے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔

”میرے خیال میں، میں نے انکی کوئی بات ہی نہیں کی۔ اسسٹنٹ کمشنر کی مشیت سے مجھے اقتدار حاصل ہے کہ میں اپنے ضلع میں ہونے والے ہر کام پر تھرو ہوں اور اس کی فکر و بعد کے لیے اقدار اٹھاؤں۔ آپ کے خیال میں اسکو اور محنت کے حرا کر قائم کرنے یا لوگوں کو بنیادی سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کرنے میں ایسا کیوں سا کام ہے جسے اختیارات سے تھوڑا کرنا قرار دیا جاسکے؟“ اس کا لہجہ نرم لیکن انھوں میں کات تھی۔ ذریعہ صاحب ذرا سا پہلو ہل کر وہ گئے پھر کھٹکھٹاتے ہوئے بولے۔

”میرا اشارہ پہلے لوگوں کی جانے والی اس کارروائی کی طرف ہے جس کے ذریعے لکڑی اور کھالوں کی اسٹاکنگ کو روکا گیا ہے۔ پڑا ہر دیکھی کہا گیا کہ سارا کاروبار ہی انکی ہی حضور کا تھا اور آپ نے صرف حضور کی ہی لیکن حقیقت سے آپ لیکن واقف ہیں اور میں بھی کہ آپ اس ساری کارروائی میں براہ راست شریک رہے تھے۔ انکی بی تادہ صاحب کو شکایت ہے کہ اس نے وقت کا کارروائی کی وجہ سے وہ نور پور میں ہونے والی اسٹی کی واردات کو روکنے کے لیے حوث اقدار اہمات نہیں کر سکے۔ آپ کو کچھ کرنے سے پہلے کم از

کم انہیں تو اہم: میں لیتا جا رہے تھا۔“

”میں انہیں احتیاط میں لے کر ایک بار پہلے بھی کارروائی کرنے کا تجربہ کر چکا ہوں۔ اس تجربے کی ناکامی نے مجھے مجبور کیا کہ میں ان تجربے کو دہرانے کی غلطی نہ کروں۔“ شہر یار نے بہت سوائی سے ذریعہ صاحب کی بات کا جواب دیا۔

”آپ کا یہ جملہ براہ راست الزام کے دوسرے میں آتا ہے۔“ انہوں نے یہ غور سے کاچھو دیا تھا۔

”میں نے آپ کو صرف اپنے تجربے کے بارے میں بتایا ہے۔“

”کیا کرنا ہوئے والے شخص نے اس طرح کا کوئی اشارہ دیا ہے؟“ انہوں نے اسے ٹھٹھٹے والی نظروں سے دیکھا۔ اس گاڑی میں ڈراما کے علاوہ اگلی نشست پر ان کا بی اے بھی بیٹھا تھا لیکن ان افراد کا شرعہ ہزار لوگوں میں ہوتا تھا اس لیے وہ کچھ کھٹکھٹا رہے تھے۔

”ہمیں اس نے ایک دوسرے افراد کا مہلیا ہے لیکن وہ شخص جس شخص کا حصہ ہے اس میں انکی بی صاحب بھی شامل ہیں۔ پورنامہ کے ساتھ آپ اس شخص کو بھی جملہ عدالت میں دیکھیں گے۔ اگر پولیس اس شخص کا ریمانڈ لینے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو وہ ان کے گتے میں پھنسا لایا جائے گا۔“ وہ جانتا تھا کہ یہ سب انہیں دیکھنے بھی پہلے انکی اس لیے طور سے بتا کر ان کا اندازہ حاصل کرنا مناسب سمجھا۔ کھٹکھٹے اس موقع پر آنے کے بعد ان کی گاڑی نور پور کی حدود میں داخل ہو گئی۔ یہاں لوگ ذریعہ صاحب کے اہلکارانہ استقبال کے لیے موجود تھے۔ چنانچہ کھٹکھٹو کو حرا آگے جاری رکھ لیکن نہیں تھا۔ لوگ ذریعہ صاحب کے لیے نور پور سے لگا رہے تھے۔ ان خبروں کے درمیان کوئی خورہ شہر یار کے لیے بھی بتائی دے جاتا تھا۔

نور پور سے لگے نور پور کی قاپ پر پانچ لوگوں کے درمیان گہری گاڑیاں بادی شکل سے ریشمی ہوئی پڑاں تک پہنچیں۔ پورنامہ کے مطابق پہلے ذریعہ صاحب کو یہاں مرنے والے سب انہیں آئی اور انہیں کے لواحقین کو تفریحی اسناد اور دلدار اور انکی دینے تھے۔ چھری پختیار اور ذریعہ صاحب کی تھوڑا فرائی ہی تھی۔ پورنامہ میں انکی سے متاثر ہونے والے نور پور کے باشندوں کے لیے پہلی بابت کے امدادی فیکس کی تنظیم کے پہلے کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ اس تہہ بی سے ذریعہ صاحب کو کھٹکی آگاہ کر دیا گیا تھا جس پر انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ ایک طرح سے یہ تہہ بی



ہی ان کے لیے مفید ہی تھی۔ آج کا دن تو دیسے ہی اس  
 تخریب کے لیے اٹھ کر چکے تھے۔ اگر آٹھ دس منٹ اس  
 کام میں خرچ بھی ہو جاتے تو کوئی رنج نہیں تھا بلکہ یہ بانی  
 بھرپور کوشش کی وجہ سے انہیں مزید شہرت ہی تھی۔ اس  
 قریب سے فارغ ہو کر وہ اسکول اور مرکز صحت کا سبب بنیا  
 رکھے اور پھر اس کے بعد انہی ہو چالی۔

گاریاں چند الی تک پہنچیں تو پاپس اور وزیر صاحب  
 کے آتی، انکو اس بل کر انسانی ہمسوں کی ایک صفائی و بار  
 کی بنا دی۔ اس وجہ کے حصار میں وزیر صاحب اور  
 والی بیکر کو حفاظت آنکھ تک پہنچا دیا گیا۔ آنکھ پر دھری  
 بلیئر پہلے سے موجود تھا۔ اس نے اپنی دیشیوں کے  
 سہارے خڑے ہو کر وزیر صاحب کا استقبال کیا۔ وزیر  
 صاحب نے بھی جوا اس سے بڑی شفقت بھری مسکراہٹ سے  
 توڑتے ہوئے اس سے صاف کیا۔ پھر تمام معرات نے اپنی  
 خصوصیتیں سنیاں لیں۔ قریب کا آواز روایتی طور پر  
 حلاوت قرآن پاک سے کیا گیا۔ کپڑے رنگ کی لے سے وادی  
 سنبھالنے کے لیے ہی آزاد سے باغریب کو بلایا گیا تھا۔  
 آنکھ اگر چہ اپنا سب سے فارغ ہو کر آچکا تھا لیکن ابھی اس  
 کے لیے اتنی اور آکر یہ اسے وادی سنبھالنا کایف وہ بہت  
 ہوتا اس لیے اسے بہت نہیں دلی کی تھی۔ حلاوت کے بعد  
 فیہ نے نور پور کے ذہیب اور دھری بلیئر کو اس پر آنے  
 کی دعوت دی۔ وہ دیشیوں کے سہارے پتا اس تک  
 پہنچا اور بڑے مؤثر انداز میں وزیر صاحب کی آمد پر خوشی کا  
 اظہار کرتے ہوئے بڑی خوب صورتی سے آہستہ آہستہ بات  
 کو نور پور کے مسائل کی طرف لے گیا۔ آنکھ کے پیچھے رکھے  
 جریز کے شور بہ معذرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے  
 نور پور میں بجلی کی کمزوری کے لیے بھی درخواست کر ڈالی۔ وہ  
 تقریر قسم کے اپنی نشست پر واپس آکر بیٹھا تو فیہ نے  
 وزیر صاحب کو ڈاس پر آنے کی دعوت دی۔ وہ مسکراتے  
 ہوئے اپنی نشست سے اٹھ کر اس تک آئے۔ ان کے ڈاس  
 پر آنے پر لوگوں نے ایک بار پھر خرسے بازی شروع کر دی۔  
 کچھ چند ہائی قسم کے نوجوان خرسے لگاتے ہوئے حلقہ حصار  
 کے طور پر لگائی جانے والی رقبے کے باہر قریب آ گئے۔ ان  
 نوجوانوں میں سے ایک پندرہ سالہ نوجوان جوش میں یک دم  
 ہی رقبہ بھانگ کر آنکھ اور دھری کے درمیان مہلک مہلک چہرے  
 آکر۔ اس نوجوان نے کھار وار شلوار کے ساتھ اسے اٹھا  
 کر تہہ پہن رکھا تھا۔ وہ جیتے ہی کو لوگوں کے درمیان میں  
 ان کی طرف آیا، حفاظت بہ باور دار، نور پور میں  
 آ گئے۔ انہیں اس چہرے بانی نوجوان کو کھار وار شلوار دھری کے اس

خرف موجودعوام کے درمیان پہنچا دینا تھا۔ دوسری طرف وہ  
 آنکھ تک پہنچنے کا خواہش مند نظر آتا تھا۔ نوجوان کی اس حرکت  
 پر آنکھ پر بیٹھا شہر بارہ بلیئر محسوس کرنے لگا۔ نوجوان کا چہرہ  
 اس کے لیے ٹھاسا تھا اور اس کے چہرے پر موجود تڑپاٹ  
 بھی کچھ بچے نہیں تھے۔ وہ کچھ نہیں ہار با تھا کہ چہرے بانی  
 نوجوان آنکھ پر پہنچ کر لڑائی کرنا چاہتے تھے۔ نوجوان نے  
 اسے بری طرح ہتھ پڑھا اور اسے آنکھ تک نہیں آنے دے  
 رہے تھے۔ اس پر وہ زور سے چیخا کہ: کچھ بول رہا تھا۔  
 قاصد زارہ ہونے کی وجہ سے آنکھ پر موجود افراد اس کے  
 الفاظ کچھ سمجھا پارہے تھے۔ قاصد پر کڑے وزیر صاحب نے  
 ابھی تک اپنی تقریر شروع نہیں کی تھی۔ ہاتھ پر کانڈی کی  
 آگئی ہی کھیرنے وہ خاموشی سے اس ہنگامے کے منت جانے کا  
 انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ذہنی بازی کارڈز ان کے دائیں  
 ہاتھ میں آکر کڑے ہو گئے تھے۔ ہنگامہ کرنے والے نوجوان بہت  
 تھا اس لیے صورت حال زیادہ تشویش کے قعر نہیں آ رہی تھی  
 اور وہ لوگ بھی قیاس کر رہے تھے کہ وہ وزیر صاحب کے  
 قریب پہنچ کر ان کی طور پر ان سے اپنا کوئی مسئلہ جان کر چاہتے  
 ہے۔ یہ ساری باتوں کی کہانی تھی اور سب لوگوں کو امید تھی کہ  
 بلیئر والے ایک آدھ منٹ میں اس مسئلے سے منت میں  
 کے نہیں یہ اطمینان میں پندرہ منٹ کا ہی تھا۔ اس نے بعد  
 واقعہ پیش آیا، وہ قیامت خیز صحنہ تھا۔ جوش سے بھرے  
 نوجوان کو بلیئر والے نے ٹھیک کر پڈاں سے باہر لے  
 جانے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ تو سب نے دیکھا لیکن اس  
 کے بعد جو کان بھار دھماکا سنائی دیا اور آگ کے پھیلے پند  
 ہوئے، اس نے کسی کو کچھ بھیجے کی جھلک نہیں دی۔ دھماکے  
 نے زمین کو لرزاد کر رکھا تھا اور گولی کا آنکھ اس لرزش کو  
 برداشت نہ کر کے ہائے اپنی جگہ دم نہیں رہ سکا تھا۔ وہ  
 ہوتے آنکھ پر موجود بیروں، کرسیوں، ڈاس، پاپس اور  
 آرائشی پھولوں سمیت انسانی وجود بھی جڑ جڑ ہو کر گر گئے تھے۔  
 اس جڑی میں کسی پر کیا گزری تھی، کچھ نہیں تھی۔ اس پر  
 طرہ مرنے ہوئے اور ذہنی انسانوں کی کڑیوں کے ساتھ  
 پند خوف زدہ چلیں جن میں جو جانی دے دی تھیں اور بلیئر کے  
 پے آگ کے پھیلنے کا دھم تھا۔ اس دھم میں نور پور نے  
 عوام کی خوشیاں اور امیدیں ان کے حلقہ زون سے انہوں نے  
 ساتھ ہی دم توڑ دی تھیں۔

مختلف وسائط کی شکل میں کی جانے والی سرگوداں  
 ہا بلو کی دلیلی جان سمجھنا اہل علم مند تھے



کتاب

55

پس از مدتی، دو فرزند گناہور میں لگا دیے۔ لیکن اس کی سزا  
ذرا زیادہ ہوئی۔ وہ روایتی نظام میں پڑھتی ہے تو اس کی معنی  
جو بدل کر رہ جائے ہیں مختلف خیالات میں تعصب سے ختم قانون  
کی معنی میں ہیں۔ لا تو صفا کی خوشنودی ہی قانون کی صفا  
نصیب، و تشریح نہیں ہے اور یہ تشریح کتابوں میں نہیں  
روایتوں میں نہ رہی ہوتی ہے۔ ایسی روایات جس میں قانون  
سب کے لیے ایک جیسے ہیں مثلاً مسخ اور جلا کا ہے جہاں  
مذکورہ جہتی حال کو تو دور و نزدیک پہچانی جاتا ہے  
پہچانتی ہے جو جہتی طبقہ میں ہو عدالت کو اور قانون کو  
ساتھ ہی یہ قانون میں تعصب معاشرہ کا نظریہ کے محبوب کا  
انتظام کرتی ہے یہ تو ہی ہو جاتی ہے یہ قانون کی پورا کوئی  
اور نہ ہی طالب اس کا رعبہ رول دیتی ہے البتہ اس آزمائشوں  
میں سرور گزرا سہا ہے زندگی کی سدا اور وقت کے ساتھ ...  
تعمیم کی مثال اور قدر کی جائیں ہیں ... کہی ہائی یکن  
ہیں جانی ہے اگر وقت توں کوں نہیں سکتا مگر قدر سدا دے دے  
پس ... اس وقت میں قانون کے معنی میں سب کے لیے ایک جہتی  
ہے جہتی معاشرہ جانی ہے اور یہ کہ معجزہ کو دے گھوسا  
معاشرہ کا ایک ایسا ہی سدا دے دے



وہاں کوئی قیامت کا سہارا نہ ملتا تھا۔ وہ قوت سے ہر دلی  
بشاکوں کی ہراساں اور بھڑکنے سے ان لوگوں کے اصرار کو  
اٹکی کر رہا تھا کہ جو اس حد سے میں باہر نکلوں گا ہے۔  
اسی اکتانہ کے واسطے سے وہ باہر نکلنے کی خواہش میں وہ ایک  
دوسرے سے ڈرتے اور بچتے ہوئے تھے۔  
لوگوں کے ہر بیان کی وہ لوگوں کی سوجھ بوجھ سے  
لپٹ کر اس شخص میں ہونے والی تھی کہ اس اکتانہ کے نتیجے  
میں جیسے وہ تھی سے مٹنے کے لیے تھک رہے تھے۔  
انہی میں سے ایک شہر یا کسی کو۔ حد سے کے وقت وہاں کا

ایک نئی ہر دانشمند قادرِ حاکم کے لیے ہفت انگلیت  
 بہت کم ہے۔ ۱۹۵۱ء کی کڑی سیاست اس کے لیے چھٹے نمبر  
 پر گزرنے سے اس کی تعلیم اور فتنوں سے بہت بڑے کئی  
 حصوں پر غور آج کل کے اوقات اسے اپنی چرچا ہوئی  
 اس کی فکر، قدرت کے سرِ قہر کی وہ بگڑا ہوا ہے۔  
 یہ نواز احمد اور اپنے رفیقوں کی طرف تو یہ ایک عجیب و غریب  
 کامیابی سے ان کی بینِ فکر و کمالی و بے ہمتی، بالکل  
 ایک صورتِ قادر اور اپنی تعلیم اور فتنوں اور حکام و ہدی  
 عرب، غار، شہر و اس کے قریب پہنچا تو وہ ان کی طرف سے









ی صاحب نے دوسری بار ہوا ہے کہ آپ کی طرف سے مجھے  
ہانے والے توفیق کاموں میں کرامت کرنی کی گئی ہے۔  
پچھلے آٹھ سالوں کے میں کوئی کام لگایا تو اب میں جب  
بازار کے گھٹے سے گھٹے پر بھی توجہ دے رہا ہوں۔ آپ کا  
مجھے ہیں۔ ان اخلاقیات کے پیچھے ان لوگوں کا ہاتھ ہے جو  
کوئی کام نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ جس قدر بھی  
عمر اور اپنی عمر کے لئے سزا کے ایک نمائندہ ہے۔  
اور کثرتِ اخلاق اور کثرتِ کثرت میں ہوا ہے۔  
ایسے لوگ ہیں۔ ان کے علم کی کمی ہے۔ ان کی بات اپنے  
میں لگے کہ نہ تو کوئی اس میں ترقیاتی کاموں سے بچنے  
کی کوشش نہ ہو۔ جو وہاں سے گھٹے سے گھٹے ہو کر  
آج اس میں جس قدر بھی رہا تو یہ دوسری بار کے لئے  
کوئی بہتر صورت نہیں رہا۔ یہ لوگ ہیں جو اپنے  
مردم کے لئے اس کے لئے اچھا وقت ہے۔ ان کی جانی مارا میں میں  
اک اور ایک کوئی دوسری چیز میں توجہ دینا ہے۔  
وہ لوگ ہیں جو اس کے لئے تیار ہیں۔ ان کی جانی مارا میں میں  
جہاں کہہ رہا ہے کہ اس کے لئے تیار ہیں۔ ان کی جانی مارا میں میں

[illegible]

ایک اور شخص نے اس سے سوال کیا کہ چاہا تو  
 کر سکتا تھا تو کرنا نہ کر کے دیکھ دیا اور کہا "آپ  
 نہ جانتے تھے کہ میں جو مانگوں گا، وہ آپ کو  
 عاقبت سے ملے گا۔" مجھے پھر پتہ نہ چلا کہ کیا  
 ہوا تو دیکھ لیں کہ میری اپنی اس اچھا بھلا دنیا ہے۔ خود  
 میں بھی خوش آتی ہوں۔ مجھے اور آپ بھی بہت سے  
 عادت و عریضے ہیں۔ ان کے بغیر آپ کو اب مجھے پہاڑ  
 نہیں ملے گا۔ خدا تعالیٰ جو آپ کو دیکھ کر دعا کر رہا ہے اس کے  
 چہرے پر ہنسنا دیکھ لیں کہ ان کی کافر مریضی تھی۔

”کہاں چلے جاؤ گے؟“

[illegible]

ایک قوم پر ہمارا کیا دل ہے؟ ہمیں بہت اہم سے کرتے  
 ہیں اور کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ ان کی عیسیٰ جس  
 - - - ان سے وہ جیسے سے کسی پیچھے پیادہ ان سے کیا شوق  
 کو ۱۰۰ بہت پریشان ہے۔ اس کا شوق شہر پر غارت گروہ  
 - - - ان کے جانے کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ کیا یہ بھی تھا  
 یہ کہ جب کسی سڑکی پر بہت پہلے تو راجہ سے گزرتے تھے  
 تھی۔ ان کے گھر تھیں تھے۔ اسے میں ہی۔ یہ وہ فون  
 اس کے جانے کی خبر پہنچا دی گئی۔ مگر یہ بھی ممکن ہے  
 ہو۔ یہ سنا کر وہ شہر سے گھٹنے پہ گئے۔ ان کا وہ گروہ  
 تھی اور اپنے اہلکار سے بڑھ کر وہی مہاجرین کو اپنے  
 زخمی ہونے لگی۔ اس میں بہت سے جانے گئے۔ لپے ہوا  
 ہوتے تھے۔ ان کے ہر ایک کام کرنے سے یہ نہیں

[illegible]

ہوئی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہی وہی کوئی نہ ہو سکتی ہیں۔  
 میں نے نوادارہ کی کہ میں جو ہر ایک کو اس کے لئے چاہتا ہوں  
 تم سے کہہ رہا ہوں کہ یہ سب ہی ایک ہی بات ہے کہ وہی کے لئے وہی  
 ہو سکتا ہے کہ وہی ہے۔"

آپ نے بہت اچھا کیا۔ ابھی تک وہ ہے مگر بہت  
صبر و ہمت۔ نہ اذیل مجھے ذرا دیر تو ہے مگر نہ کچھ  
کے منتظر ہے۔ امید ہے کہ کچھ دنوں کے اندر وہ  
میں پہنچ جائے گا۔ اسٹریٹوگراف میں ایک اسٹور سے ملے  
پتھر کی خریدنے کے بعد وہیں چلے گئے۔ انہی کی طرف  
دیکھتے ہوئے اس نے سوچا کہ اسے یہ بھی ہے۔  
"میں سب سے پہلے دیکھوں گا کہ یہ کیا ہے؟" وہ  
"میں اب اسے اپنی جگہ پر لائے گا۔ اس نے بھی کچھ  
دیکھنے سے گریزا نہیں۔"

"یہ ہے اعلیٰ شجرہ، اس کا ایک کونہ ایک ۱۲۰ فٹ قطر پر پکا  
چمکے گا۔ آج سے عاقلانہ شکر کی شین سے منہ کے چھبیں ہاتھ  
چمکنے لگی ہیں۔ تو پھر نہ احتیاج دے کہ کوئی اور جگہ سے ملو  
لے گا۔ برصغیر ہندوستان پر ان کی یہ داشت قبضہ کر سکتے۔"

[illegible]

”لو کہ میں دیکھ چکا ہوں۔ دیکھیں خود بھی معلوم ہے کہ اس فرشتے کا کہنا کہ میں دیکھ چکا ہوں جتنا ہے عجیب حال! میں دیکھتا ہوں کہ یہ کیسا سست ہے۔ میری قیادت میں ہوں کہ کھلی کالہ کے ساتھ جھوٹا خرزا اور وہی سیدہ معلوم بھی لگا رہا ہے۔“

[illegible]







[illegible][illegible][illegible][illegible]























سے لڑائی کا نہ ہونے کے باوجود اس مسئلے پر اس کو محدود حوالہ دینے سے اسے فوج پر زیادہ بھروسہ نہیں دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے پہلے اپنے کے لیے جو قواعد ثابت کرنا چاہے، ان کو عمل میں لائے۔ کیے۔ پھر دوسری فوجی کوششوں سے یہی ممکن بنایا کہ نہ صرف وہ حوالہ دے کر اس کو اپنی کافر کے بارے میں راز کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دل میں غفلت پیدا نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ برقی قیام کا قانون بنانے کے لیے یہاں بہت نوبت سوچ رہے تھے لیکن میں بتاؤں اسے اس بارے میں اس کے مصروف خیال سے بھی غافل کرنے کے لیے۔ ”یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے جہاز کا جواب دیتے ہوئے آخر میں اس کا لچرہ رنگ بدلتا جس کا نقش لکھتے ہوئے اس کو سمجھتی ہے نیز لکھتے ہیں اس بارے میں اس کا ایک اور سوال درج ذیل ہے۔

تو نے دیکھ کر فریاد مچا دی کہ "اے خداوندی! یہ تو کون سا جہنم ہے؟"

”اے علیؑ! آپ کے سہم سے بچاؤ اور کوئی دھوکا  
 نہیں ہے۔ یہاں تک کہ حق پر غلبہ ہوئے اور اے ابراہیمؑ  
 سے ”آئیک دم“ ہوئی ہے تو سولہ ہوتا۔“  
 ”آئیک دم“ ہوتا نہیں ہے۔ ابھی پانچ تھیں بروری  
 ہے، یہ چھ تھیں۔ بالکل اتنی ہی عمر میں ہیں۔ کوئی واقعہ  
 بات سامنے نہ آئے کہ ان کے بعد میں سے ایک کو کھانا  
 پانے کا ”بھوکھ لگیوں“ سے اس سوال کا جواب دینے کے  
 بعد اس نے اپنے چھ بچوں کو لے لیا۔ رات کی طرف بھا  
 دیے۔ کوئی ان کی اس جان بچانے کے لیے تیار نہیں  
 تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ یہ تیرہ تیرہ تیرہ تیرہ تیرہ  
 لی جان بچانے کی تھی۔

"یہ تو عید النور ہے۔" "۱۵؍ ۱۰ پر کے قریب پہنچے  
وہ سڑک..... اجال میں زمین کی حرارت جرسی سے کام لیا

ہاتھ سے ہی اسے یہ اطلاع مل گئی تھی کہ وہ اسے جتنی ہی چاہے  
 پہنچا سکتا ہے۔ اس حکم سے اس نے اپنے ہنگامہ میں طاقت کو  
 اور دھوکے سے حقیقت کی مسدودات کو بھڑکانے سے ساجھ  
 سہا چھوڑا۔ لیکن اب بھی ان کے سامنے جان کر رہا۔  
 اس طاقت کے وہاں اس کی نفس کی فکر بھی وہاں موجود  
 تھی۔ حکم کے ارکان سے اس کا تعلق کدو تھے جو اس  
 نے جنس کھجور کی کہ ابتدا سے اس میں تپا ہوا ہے اس کے ساتھ  
 ساتھ کام کرنے کی جہ سے وہ اس سے لیے ایک کامیاب  
 ثابت ہو سکتا ہے اس لیے اسے اپنے ساتھ رکھ کر لے گیا۔  
 ارکان نے اس کی گود میں گلوں کو رکھا۔ چاہے ہیں کہ جہ وہ لوگ  
 کی انکسیری حلقوں کی انسانی مشورہ دے کے ہے وہ ان سے  
 سکے۔ جب تک کہ ان کے اپنے انکسیری کھینچنے کا موقع ملے گا۔  
 وہ ان کو ان سے اس طاقت میں سے اپنے ساتھ  
 نہیں لے گا تھا کہ وہ دفتر میں ہی رو کر اپنی معاملات منبہ تا  
 رہے۔ کل کو پھر سے اس کے اپنے اب جان کر ان  
 ان کی ایک دوسرے سے طاقت دوری کی اس لیے اس  
 نے اس سے یہاں کی تھا۔

”چالیس سوڑے رنگوں کے بہت اچھے اور بھگت  
 تھے۔ بھرپور دھڑکنے والے اور کڑے طور سے بے چین  
 گزر گئی تھی جس سے اب بھرپور محسوس کروا رہا تھا۔“  
 میں نے جواب دیا پھر آئینہ سٹمس کے ماتھے پر  
 تھامے ہوئے۔ ”پھر مرنے والے غم کے ۱۹۷۰ کی سٹ  
 ہے۔ مگر یہ بہت اصرار کر کے میں نے یہ مصیبت  
 ٹھکرائی ہے۔ ان کے دور کے بچے یہ افسانے کی کہانی  
 کے وقت آسٹریلیا کی خاص طرح ضرورت تھی۔ کی اے  
 بے شمار بے گھر بچے تھے۔ بچوں کو اور اعلیٰ تعلیم  
 کی سٹ لے کر آئے۔“

”چونکہ تمکب یاد آئی اور فیاضی کی طرح یاد آئی۔  
 جس تہذیب کے لیے ”جس صدی کی جی ایسٹ“ سے یاد آئی۔  
 جس نے ہوتے ہیں کہ سوچ شایان وگ خوشامقدم ہی نہیں  
 اور اس کا قصہ جڑ پڑھنا ہے۔ ”جس سے سب کو  
 چٹ کر دیکھنے کو ہے کہ چاہئے ان کے ”جس سے سب کو  
 دوسرے میں تیار ہو کر ہے۔ ”جس سے دیا جانی لفظ  
 کاروائی دیکھ کر ہی ہوتی ہے۔ ”جس سے دیا جانی  
 تہذیبی خوشامقدم اور اپنی ”جس سے سب کو  
 کرنے کے لیے ہے۔ ”جس سے سب کو کرنے کے لیے ہے۔“

”اس سیکل میں میرے پاس بہت سا ذخیرہ ہے۔ مٹ نہیں  
سکتا۔ اس لیے یہ سب ضرورت سے زیادہ اچھا ہے۔“

[illegible]

”وہ کہہ کر اس کے گھر پر مہمانانِ نورؑ کو بلا کر  
 حرمِ حیات لگا۔“ اپنی اس سرحد پر وہ ان کا شکستہ ٹکڑی  
 کا خاصہ انتہاء کیا تھا۔ اس میں نے حرمِ نورؑ پر  
 ہر شکوائے کے لیے بہرِ وجہ، امید کے کہ وہ سمجھتے  
 رہے کہ اپنا تعلق جاہلی ہے۔ یہ سب اس کے دل میں  
 کی دہائی کا، رستہ بازوں میں تھکا ہوا، دیکھا ہے۔  
 ”بہت اچھی بات ہے۔“ انہی حرم پر چاہنے والے  
 معائنے پر نظرِ محرمِ انہی کی کامیاب تلاش ہے۔ وہ کسی بھی  
 حرم پر جا رہے کہ وہ ایک ہی ایک تھوڑے سے میں کا سہارا  
 ہو گیا تو یہ بات اور دہرائے گا۔ اب بھی وہ مجھے ایک ہاتھ اور  
 چاکے کی طرح میں چاہتا ہوں۔ یہ وہی ہے۔ ”مہمانانِ نورؑ  
 کا راز تو یہ ہے کہ اس نے حرمِ حیات دینے کے  
 ساتھ ساتھ بہت سی۔“

”نہ سوچتے، ہر شخص ہی صاحب کا یہ دایہ پھری ہو گی  
 سے ہر جہت۔ اس وقت تو اس واقعہ کی ضرورت ہے کہ  
 صاحب رحمہ اللہ کو یہ کہنا کہ ان لوگوں کا اس سے جھٹلنے کا  
 حال تو یہ تو محض شہسوار کی جھنم ہو گئے۔“

[illegible][illegible]



میں نے کہا: "اے اللہ! میں نے تو اس کو اپنے لیے ہی چاہا تھا۔"  
 اللہ نے فرمایا: "اے محمد! اس کو اپنے لیے ہی چاہا تھا۔"  
 اللہ نے فرمایا: "اے محمد! اس کو اپنے لیے ہی چاہا تھا۔"

[illegible][illegible][illegible]

نورِ جہاں و نورِ کائنات سے ہے آئی جی صاحبہ اکی

[illegible][illegible][illegible][illegible]

یہ کہ جو تھوڑے عرصے میں ہونے کے بعد اس وقت کا دلی و کان  
فٹنہ تھا۔ وہ عید الفتن کا شامت سے دو اقلہ و کما کے تھے  
پھر بھی نہ موش تھا تو اس کا معاش تھا کہ اس کے زمین میں  
کئی ہزار منسود چھلے رہے۔

[illegible][illegible]

”میں نے یہاں پر رہ کر دیکھا ہے کہ یہاں پر جو لوگ ہیں وہ سب ہی  
 آپ کی ہی طرف سے ہیں۔ یہاں پر جو لوگ ہیں وہ سب ہی  
 آپ کی ہی طرف سے ہیں۔ یہاں پر جو لوگ ہیں وہ سب ہی







تو مجھے تو اسے ہی صاحب و بچی خیال رہا ہے، انہوں نے تو مجھ کو ۱۰۰ اور صحت کی حالت اور سب سے زیادہ صحت بھی راہیں گی۔"

[illegible]

میں نے کہا: "آپ نے کیا ہے؟"

”کوئی کیس جو عدالت پہنچ کر وہ جہاں سے دھماکے  
 مطلق رہا وہاں پہنچتا ہے۔ اس کے انوارات کا کیا کیا تو  
 کر کے انہوں نے اس پر غصے کے سخت خطوط دیے۔“

خود پر مطلقہ کا نائب رہے۔ کافی تعلیمی ہدیٰ کی کمی ان کی صاحب پر کہ انہوں نے اس اہم سہ سے بے تعلقی غیرت سے واری کا حکومت دلی ارمو سے انہوں کی طاعت کی سے ہے چنانچہ کہہ سکتے ہیں۔ "اس نے ان کی پیش کی بے اد

پارٹ کے اعلیٰ افسر کے ساتھ مل کر۔ انہیں  
برائے حد گاڑی سے نکلنے کے لیے انہیں پارٹ ۱۱۰ پر چھڑی  
اٹھارہ فی فیوہی اہانت پر دیکھ کر کئی کئی۔ کوئی کس کو  
نہیں کہ سسرال پر دیکھ کر انہیں ہے۔ اٹھارہ چھڑی

ی رشتہ تو سچی میں سورج ہائی کی ان کی بی بی کی  
 حکایت دیکھتے ہیں یہی ہے۔ تھے اچھا عربی کی خواہش  
 کو نہ کی کرتی ہوا ہے جو نے دیکھ کر کہتے ہیں کہ  
 جہان نے تو گمان میں مسماں ہے، نیکیاں بھی تو کرتی

شاہ ولی بہت سادہ و سلیس ہوا کرتے تھے۔ ان کی طبیعت بہت نرم و لطیف تھی۔ ان کی طبیعت میں نہ تو کڑواہٹ تھی نہ تلخی۔ ان کی طبیعت میں نہ تو کڑواہٹ تھی نہ تلخی۔ ان کی طبیعت میں نہ تو کڑواہٹ تھی نہ تلخی۔

”اس بارے میں مجھے کئی طرح سے شک کی بات ہوئی  
 کہ فیروز صاحب ایک ماہر اور آگاہی ہیں۔ وہ جانتے  
 ان کو کسی کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا  
 بہت عرصہ بعد کہ ان کو ان کے ساتھ واپس نہ لے جائے۔

کس جگہ سے ہوں گے۔ آپ کو نہایت گھبراہٹ ہو گئی۔  
ہائے! انہی دنوں میں بہت زیادہ دھرم سماعت ہو گئی۔ ہوائی  
ہوائی پر آری کو چھوٹ جاتا ہے تو یہاں بہت گھبراہٹ ہو گئی ہے  
موجودہ امریکی سارا لگا کر شہر میں ہوائی جہازوں کو اس قدر

یہ سن ہو جاتے ہیں۔ پانچ سو شہر بہت بچاتے ہیں کہ ہم مہذب  
کے درجے میں آگے بڑھ گئے ہیں۔ یہ ہے جس اور عوام کی خدمت  
کے لئے ہیں لیکن وہ بھی مانگوں گے کہ یہ بچے پاتے ہیں۔

چند گھنٹوں میں چکر دوہراتے تھے۔ شہر کے لیے یہ آفتاب  
سے بہت گہرے رنگ کے سب سے زیادہ سبب وقت ہوتا تھا۔ قریب کا  
دیکھو وہاں ایک ایسے بہت سے خطے کے نمایاں رنگ ہوتے تھے  
اور اس کی وجہ سے بہت گہرے رنگ کے لیے کافی تھی۔

بچے کے لیے طبعی دیگر خصوصیات کو اسے جاننے کے لیے جاننا  
 چاہیے کہ وہ کون سے بات کرنے میں مشکل محسوس کرتی  
 تھی۔ ان خصوصیات کا کیا فیصلہ کیا گیا تھا اور اسے  
 اس میں کون سے مداخلتیں کی گئیں اور کتنے بار تھیں۔

یہاں پہلے لیکن افسوس کہ اس کے سبب انھوں نے لوگوں میں غم پیدا کیا۔  
 یہاں اس کی حیثیت سب رسول کے برابر تھی۔  
 اور اس کے جتنے چاہنے والے اور ساتھی تھے ان کے لئے  
 حیات کے قیام تک یہی اور اس کے لئے خیرات کا

حیات دینے ہوئے اس نے لیے ایک نئے کو ظروہی قرار  
 دیا۔ اس طرح اسے صرف اپنا جواز و اذکار سے  
 کرنے کا کوئی حق نہ تھا بلکہ شہرہ سے چھٹکارا کا سلسلہ بھی  
 کے صحت سے آئے ہی ہو تھا۔

تکرمیل اور عزائم کی ہوتے ہیں ان کی تعلیم میں وہ ایک  
دوسرے کو جاننا اور اپنی طرف سے سمجھنے کے لئے۔ آقا کی تعلیمات  
اور بہت وقت وہ تعلیمی سلسلہ میں وہ خود بھی کثرت کی تعلیمات  
میں سے اور بہت اہمیت سے واقف ہوتا رہا۔ پہلے

وہ اپنے جذبہ کی شدت تک پہنچے نہ تھے کہ آپ مثلاً  
 میں کاغذ سے برقی کچھ تو اپنی خوشامی کی کہہ سکتا  
 بھی چلی گئی تھی۔ اپنے مصروف شہنشاہ میں سے  
 کے لیے روزانہ وقت نکال کر سے گزار بھی کر دیتے

[illegible]

شعور کی بات سے جواب میں وہ خود بھی ہنسی بکھیر کر کہے: ”واقعی درست کہا آپ نے۔ بہت افسوسناک واقعہ پیش آیا ہے فوراً۔ میں۔ ایسے حادثات جہاں بھی پیش آئیں، قابلِ مذمت ہوتے ہیں کیونکہ وہ جس آئے والے چہرے پر ہنسی اور

۳۰۔ جیسے جہ شہرؤں کے داخلے میں ہوئی ہو، نور ہر چہ  
تھوڑے سے گاؤں کے ہوتے ہیں، یہ گناہیں ہیں۔ بہت  
نور ہر کے موجب ہے یہ واقعہ اس اعتبار سے نیا  
قصہ جاب ہے کہ اسے روح میں ملے اور اہل کی کوئی

ترقیاتی منصوبے شروع کرنے کا فیصلہ آپا تھا لیکن اس دہشت گردی کے بعد تیسرا وہ منصوبہ چننا تک ممکن ہے کہے ہیں

جو کھانے پینے کے لیے تیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔  
اس نے ان کے لیے کھانا اور پانی تیار کیا۔  
پھر ان کے لیے کھانا اور پانی تیار کیا۔  
پھر ان کے لیے کھانا اور پانی تیار کیا۔

تھے کہ میں نے اپنے خاتمہ کا اندازہ کیا۔  
 مصلحتی نہ تھی وہاں مجھے تو یہی سمجھا رہا تھا کہ یہ سی  
 صاحب نے یہ خود بخود یہ خدائی جی اور آپ اس کے خلاف  
 کچھ نہیں کرتے۔ خود بخود رہا۔

”لوگوں کو بتانی دینی میں ہی نہیں ہے چاہے میں  
 اپنے فقیہ یا صاحبِ کرامت کو بتانی اور کچھ کرامات کی بھی  
 دیکھی تھیں۔ اس لیے انہیں پندرہ سو برس سے ان کے حقیقی  
 سے حجاب ہے۔“

موتی جناب کوپ، ہوسا جسے "نہ وشنو" کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کی موت کی کہانی سن کر ہمیں یاد آئے گا کہ وہ ایک ایسا ہیرو تھا جو اپنے ملک کی آزادی کے لیے لڑتا رہا۔

[illegible]

اگر ہماری زندگی میں یہ بات نہ آئے تو ہماری زندگی بے  
 فائدہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں اس بات کو ملحوظ رکھنا  
 چاہیے کہ اگر ہماری زندگی میں یہ بات نہ آئے تو ہماری  
 زندگی بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں اس بات کو  
 ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر ہماری زندگی میں یہ بات نہ  
 آئے تو ہماری زندگی بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں  
 اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر ہماری زندگی میں  
 یہ بات نہ آئے تو ہماری زندگی بے فائدہ ہو جاتی ہے۔

[illegible]

”میری جان انکی مصیبت میں آتی ہوئی ہے۔ صبر  
سب کا ہے ہاں میں لیکن پڑا میں کیا ہی جاؤں گا کواہست

اچھے بھائی۔۔۔ انہوں نے جلد ہی بہت سے کاموں پر جان بھر کر لگا دی۔  
 جب سے اس کی شہرہ بگڑی، وہ کہیں بکری کی جھنڈ میں اس کا  
 حال خود اسے معلوم تھا کہ یہ جوار، پست آجندہ اس پر اسے  
 بھی خاک ہوئی ہے اور اس پر وہ بھی اس سے اس کی شہرہ  
 سنا کر کہہ رہا تھا کہ یہ جوار، پست آجندہ اس پر اسے

کلیں گے۔ اس کے لیے اس میں ایک خاص کام ہے۔

ہمارے کامیاب اور ناکام معاملات کو نکال کر دیکھیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ کی زندگی میں کتنی چیزیں ہو چکی ہیں جن کی وجہ سے آپ کی زندگی میں تبدیلی آئی ہے۔

جس نے اس طرح اس ذاتِ حیات سے ملنے کی کوشش کی وہ جیسا کہ  
 آج بھی اب بھی ہے۔ یہاں تک کہ اس نے اس کی کوشش کی  
 کہ جس نے اس کی کوشش کی وہ جیسا کہ آج بھی ہے۔ یہاں تک کہ  
 اس نے اس کی کوشش کی وہ جیسا کہ آج بھی ہے۔ یہاں تک کہ

[illegible]

(ایڈیٹر) محضوی پھولیں کے بارہ کرکے ان کے شہ  
زبان چنے دیں۔ بھر نے اندر دست کر دیا ہے کہ وہ کسی  
مردن آج پانچ سو روپے بن گئے تھے جس سے وہ اپنی  
سے مل جاتا تھا، اس روز کے لیے تو نے آپ کو مفود دینا

موت کے بعد بھی جو جیسے "موتوں کے حلقوں" میں رہتا ہے۔ آپ نے  
 "موتوں کے حلقوں" میں رہتا ہے۔ آپ نے

پھر وہی کہانی سنانے لگا۔

جنگل سے ایک گاؤں کو لے کر ہر سڑک سے گزرتے ہوئے گاؤں کے لوگوں کو بتاتے ہوئے کہ "گرمیوں کا موسم ہے، ہوا میں آلودگی ہے، اس لیے اس وقت جنگل سے دور رہیں۔" ان کے ہاتھ میں ایک پلاسٹک کیٹکٹ تھا جس پر "گرمیوں کا موسم ہے، ہوا میں آلودگی ہے، اس لیے اس وقت جنگل سے دور رہیں۔" ان کے ہاتھ میں ایک پلاسٹک کیٹکٹ تھا جس پر "گرمیوں کا موسم ہے، ہوا میں آلودگی ہے، اس لیے اس وقت جنگل سے دور رہیں۔"

ہے۔ جو چاہو اس سے اپنی مرضی سے کرنا ہے۔ اگرچہ وہاں  
لوگوں نے ہماری تحویل لینا ہے، اب تک تو پیشروانوں  
نے استبداد پر اس سے سب کچھ مضمون کر لیا ہوگا، اس کا  
جان بھیجے پس منظر ہے۔ اور ان کی تمام شاخیں ہرگز

میں نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کو دیکھنا ہے۔

نام چل کر نکلا تھوڑے کا۔ پھر مرنے لے سے اٹھتا ہے۔







تاریخ و جغرافیہ

[illegible][illegible][illegible]

”آپ ویٹ کریں۔ میں تھوڑی دیر بعد آپ کو  
 آتے ہوں۔“ اس نے فوراً ہی بیڈ کی کال حقیق کی اور  
 چلے گئے۔ اس نے اندر سے صوفیہ کا کمرہ دیکھا۔ اندر  
 صوفیہ کی بے لزامی تھی۔ وہ صوفیہ کے مشابہت  
 کی طرح بھی صوفیہ کی تھی اور یہ تھی یہ دیکھ ہی نہ سکی  
 تھی۔ وہ اس کے ساتھ جتنا دیر سے بیٹھ کر غور سے دیکھ رہی  
 تھی۔ وہ صوفیہ کی سادہ دکان کی طرح دیکھ رہی تھی۔  
 اس کے اندر کچھ تھا۔ دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے  
 ساتھ دکان کی طرح آتی تھی۔ وہ اس کے ساتھ  
 دکان کے ساتھ آتی تھی۔ وہ اس کے ساتھ  
 دکان کے ساتھ آتی تھی۔ وہ اس کے ساتھ

[illegible][illegible]

ایسی چیز۔ کہ جس کا ذکر کرتے ہوئے وہ جتنی خوش ہو۔  
 یہ کائنات کا بیانیہ نام ہے جو ہماری حق۔ اور حق سے  
 ہمیں شرف ہے۔ ہر حق کہ ایسے شرف اس طرح کا ہے  
 جاتے ہیں۔ جو ہر وقت ہائی نورانی فیاضیت کو کر رہے  
 ہیں اس لیے اس کے لیے ایسے شرف حاصل کرنے کوئی ممکن  
 کام نہیں ہے۔

[illegible][illegible]

میں حسین کی نفس کا کر دے اور کہا: یہ رگدور، اقدار۔  
 یہ سنت میں ہیں، یہ سچے بعد جان پر لینا، یہ گمراہوں کا  
 رواج ہے، یہ حسین اس گمراہ کے جان پر لینے کا مطلب تھا۔  
 نفس کا یہ رگدور ہے۔

[illegible]

”یہ سب سرکاری کاموں اور سڑکیں بنانے کے لئے تھے۔  
 ان کے لئے کروڑوں روپے خرچ کیے گئے تھے۔“

اس صبر سے حال کو اٹھایا۔ ہدایت میں یہ ہیں چل کر تے ہوئے اسی الشکر نے حضورؐ نے جہان میں اس کی اقدار و قدر کے بیان کیا ہے اسے موردِ انوار و عطا کیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر میں اور ولایت کا ہے ان شکوک کو بھی مٹا دیا۔ جو دنیا کو سب سے زیادہ اہمیت کا گواہی ہی کی نگاہ میں ہے۔ وہ کہہ دیتا ہے کہ اس کا مطلب تھا کہ پائیس ہے نہ کچھ۔ مگر اس کلمہ کی پائیس کے لئے اسے حیران کر دیا۔ اس میں شک و شبہ تھا۔ اس کا وہ کلمہ ہی نہ کہتے جس کی خدمت کرنا۔ اس کا سبب ہو پاتا۔ مگر اسے اپنے بیان میں یہ ہر گاہ کہ وہ سمجھتے تھے۔ اس کے سامنے دارِ پوری اور اس کی سے کوئی ایسی چال چلی ہوگی کہ گرفتار



ظاہر تھا کہ وہ کچھ لمحوں کی مہلت دے گا۔ مگر بھی وہی کاروائی پوری کرنے کے لیے اسے پتہ چلے جاتا ہے کہ اس کے پاس ایک ایسی ہی ایکسٹریٹنگ فیس ہے جس کی مدد سے وہ اس وقت کے لیے اس کی مہلت دے گا۔ مگر بھی وہی کاروائی پوری کرنے کے لیے اسے پتہ چلے جاتا ہے کہ اس کے پاس ایک ایسی ہی ایکسٹریٹنگ فیس ہے جس کی مدد سے وہ اس وقت کے لیے اس کی مہلت دے گا۔

☆☆☆

”دن کے بھلی، رات کو غیب کی باتیں آپ آؤں گے۔“  
 اس نے ہمارا دلی گیس پنی تو سر سے اٹھکھٹکھٹا کر رو کر  
 میں نے آرام سے طعانت پر ہوا جو کہان کے ہاتھ سے گل  
 ہوں۔ اسے تو کون بھی نہیں کا کا۔ اس کا وارہ لست میر  
 ”تو بچ بیٹا ہرل سے گا۔“ اقبال کا ہونے کسی بچہ کی  
 طرح فکری رہی، دے ہو کہ ہر ہاتھ میں تو نے جو م سے  
 الیہ کا سرکھنوں ہر ہاتھ میں اس کی طرح گواہی، بے کے  
 بچے کے ہاتھ اس کے اہوں دوست اور دینی بھٹے سے  
 بھٹے، بھٹے تھے۔ اس کے ایک دن دن ہونے کی دعوت  
 نے اور پنی کا وارہ دینی میرا دینی میرا سے ہونے کے لیے  
 دینی نہیں ہونے تھے اور اس کا ہونے سے تھے۔ اور بھٹے  
 ہونے کے ہاتھ ہونے تو ہونے ہی دینی ہونے ہونے سے  
 کہ ہونے ہی ہونے ہونے۔ اور ہونے ہی ہونے ہونے ہونے  
 ہونے ہی ہونے ہونے ہونے ہونے ہونے ہونے ہونے  
 ”دینے اس نے اپنا جان ہونے ہونے ہونے ہونے ہونے  
 اس کے ہونے ہونے ہی ہونے ہونے۔“ ہونے کا ہونے  
 ہونے ہی ہونے ہونے ہونے ہونے ہونے ہونے ہونے

[illegible]

”خیر، آپ لوگوں نے تو اس کا مجھ دوری ادا کیا ہے۔“  
”دو اس بات کی سزا تھی کہ اس کے پیچھے میرے  
دوڑنے لڑنے کا خیال نہ پائی جیسے آقا صاحب کا انا تو ہم پر ہوا۔“

۱۰۔ ایک جگہ چلی گئی۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۱۱۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۱۲۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۱۳۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۱۴۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۱۵۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۱۶۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۱۷۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۱۸۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۱۹۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔  
 ۲۰۔ وہ پڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد شیش چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔

[illegible]



ایلی ٹھکوسا، جس کی بہتری ٹھکوسا کا مکان ہوا، تو چلے گیا۔  
ہر ایک نے جلدی دے دی اور اس کی جگہ پر سرخ ٹھکوسا  
بہت غریب رہا۔

[illegible]

”پائل بھی، کیا میں سے میرے خیروں کا کما کر  
تین تیسوا ڈالر ہے۔ پچھلی روز کوں چھپے ہی گاڑی میں  
تھی کہ انہ رحمان کے انتظار کے لئے آگیا۔ میں  
بھی اسی ایک بندہ اور غولہ کوں ہی دیکھ رہا تھا جسے  
میں نے پہچان لیا تھا۔ وہ غولہ بہت طول تو رہی ملک  
تھے۔ ان کے ساتھ دس ایک بے گنی اور غولہ غولہ  
روٹی تھی کہ صاف گد گد امران کے مٹا رہی تھیں۔  
چلوں کے کپ لہو لہو شے سو جو نہیں ہوتی تو وہ اپنے  
لے کوئی چھوٹا ڈالہا جاتا۔ کھٹی سے صاف نہ رہتے  
بہرحال نہ مکران کوں ہی کھتی رہی۔

اس کا کہنا کہ اس کو بے خبر کر دیا۔ اس نے خود کو لے لیا۔  
اس نے کہا کہ اس کو بے خبر کر دیا۔ اس نے خود کو لے لیا۔

[illegible][illegible][illegible]

جس کی انور اہلی کا سوا دوں فی تیری ملک  
حالی کی "خز خرقہ کا پتہ" اور کچھ دھڑی سے سرتے چلنے کے  
گیا تو اس نے سوچ کر اس سے اس گیا۔  
مجھے حال آمدیہ کا کارنامہ ہے جسے سب تہتر  
پہنچا، مہری کہ وہاں کی حالت بہت خراب تھی۔ میں نے فقی  
کا کہہ کر وہاں کی پر اسے پہنچا لیکن اسے کاہنہ است  
میں نے نہ دیا، اور مہری مرد عالمی تھی مجھے بہت فہم  
میں نے جسے سب سے پہلے دیا اسے اس کی فہمی کر دیا۔ "اور  
میں نے اسے اس کے ہاتھ لے کر اس کی فہمی کر دیا۔  
میں نے اسے اس کے ہاتھ لے کر اس کی فہمی کر دیا۔

[illegible][illegible]







[illegible][illegible][illegible][illegible]









## گدابی

اسحاق دہری

پیش قدم

ہمارے سماج میں قاتلون کتابوں میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کی ہنگامہ بازی اور جھجکاؤں کے روایتی نظام میں پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہی بدل کے رہ جاتے ہیں۔ مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی کئی رخ ہیں۔ بالا تو طبقے کی خوشنودی ہی قانون کی اصل تعریف و تشریح نہیں رہی ہے اور نہ تشریح کتابوں میں نہیں۔ روایتوں میں تحریر ہوتی ہے۔ ایسی روایتیں جس میں قانون سب کے لیے ایک جیسا نہیں ہوتا۔ سمندر اور چال کا سنا ہے جہاں طاقتور مچھلی چال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔ پھنستا رہی ہے جو درمیانے طبقے سے ہو محبت نہ تو روایتوں کو مانگتی ہے نہ طبقوں میں تقسیم معاشی کا تجربہ کر کے محبوب کا انتخاب کرتی ہے یہ تو میں ہو جاتی ہے۔ دل طبقوں کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اسے آزمائشوں سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ زندگی کی بساط اور وقت کی دھارہ ... سب قسمت کی باتیں اور مقدر کی چالیں ہیں ... کبھی بازی ہوتی بھی جاتی ہے۔ گزرا وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر ملکر سماتہ دے جاتا ہے۔ اس وقت تک ہلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہ چکا ہوتا ہے جرم، سرکشی، جاگیرداری اور بیمار کے محور کے گرد گھومنا آزمائشوں کا یہ ایسا ہی منسلک تر سلسلہ۔

شعرا کی باتیں، ان کے خیالات، ان کے عقائد، ان کے فلسفے، ان کے خیالات، ان کے خیالات



”کیا مطلب؟ کہاں ملی؟“ ”تھو“ ”اچھا“ نے اس کے ذہن میں جو خیال جاگرایا۔ ایک پتھر و سارہ لڑکی کے اپنا نہ لے کر یہ مطلب تو نہیں رہا جاسکتا کہ وہ کسی چھوٹے بچے کی طرف سے کہہ رہا ہے۔ اس نے بھول کر ہی سمجھ لیا کہ اس نے اس کے لپٹا ہو کر کا مطلب تھا۔ اسے کسی نے نہ سب کچھ دیا۔ یہ پانچواں اپنی مرضی سے سمجھا چلا گئی ہے۔ یہ دونوں ہی صورتوں میں اپنے تئیں تھو کہتے ہیں۔

ایسی ہی کارروائی تھی اور کسی نے غائب کیا تو اس کے پیچھے تین دنوں تہری سازش تھی۔ یہ دوران کوئی کام سے روکے یا اس سے کوئی معاملہ نمٹانے کے لیے اس کی حرکت نہ کر سکی تھی۔ جب دوسری صورت بھی حلیہ زنا مکان میں تھی۔ شہنشاہی و شک و بھون بھالی ہیما جو کے جس جیسے سے گزری تھی وہ بہت دن تک تھا۔ اس عمری فریوں کو راستے سے بھٹکا دینے والے بہت ہوتے ہیں۔

”اگر تمہاں کی، توجہ پانچویں میں رہا۔ مجھے تو خود اپنی  
تعموزی اور پہلے اس بار سے میں بتا دینا چاہیے۔ ورنہ تمہارے  
اچھوں اور بیکاروں نے ہی مجھ سے یہ بات چھپائی تھی۔  
اب بھی انہوں نے مجھے مریم کی وجہ سے اطلاع دی ہے۔  
کے نائب ہوئے کی وجہ سے۔ پیشانی میں اس کا پی پی شاکر  
کیا ہے۔ میں اس وقت خود کے مریم مریم کی کے پاس  
ہوں۔ مریم کو آخر کوئی دو اے کر رہا ہے۔ میں کی وجہ سے وہ  
کوئی ہے۔ میرا دل انکے سے بہت صبر اور ہمت ہے۔ یہ میں  
نے کہیں فری کر لیا۔“ اسے ان کی آواز میں ”سودا کی  
پیش صاف محسوس ہو رہی تھی۔“

”اچھا آپ پریشان مت ہوں۔ میں خود دھارم آتا ہوں۔ میرا اس مسئلے کو حل کرتے ہیں۔“ اس نے نہیں سہی اپنے کی طرف اشارہ کیا۔

”تھک چکا ہے، جہاں میں قبروں کا گھر ہے۔“ ان کی بات کا غور کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے ان کی جلدی والی کھینچ کر لے کر وہاں سے بھی زیادہ دیر پر بھروسہ کرتی تھیں۔ اس نے ان کی طرح ہی آج بھی بیٹے کے اور بھروسہ مند کے بھروسہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتے لگا۔ دشمن دشمنوں کے بعد انہوں نے اس کی کال پر سوجھ بوجھ نہ کی۔

”میں نے کہا کہ میں دیکھوں گا کہ وہ کون سا ہے... چھٹا... چھٹا... چھٹا...  
 ”تو وہ کہاں گیا اور مجھے کون سے تھیں؟“ ان کی آواز  
 ”مجھے نہیں پتا... میں نے کہا تھا کہ وہ کون سا ہے...  
 ”تو وہ کہاں گیا اور مجھے کون سے تھیں؟“ ان کی آواز  
 ”مجھے نہیں پتا... میں نے کہا تھا کہ وہ کون سا ہے...“

قیصر پریشان تھے لیکن اپنے بچہ کو سنبھال کر اٹھ کھڑے ہوئے۔  
 ”مجھے پریشان ہونا چاہیے۔ میری بیٹی کو اسے  
 غائب ہے اور مجھے خبر بھی نہیں دی آپ نے۔“ اس وقت وہ  
 اس کے خیر و برکت کے لیے ایک بچی کو چاہتی تھی جسے غائب  
 ہونے پر ہر طرف پریشان تھا۔ ”مجھے یقین ہے کہ یہ بچی  
 کبھی لاپتہ ہو گئی ہوگی۔“ آخر اس طرح چند ایسے غائب ہو گئے تھے۔  
 یہاں تک کہ اس کی موت کا جواب دینے میں چار سو تھوڑے یا  
 کچھ دنوں کے اندر اس کی موت کا جواب دینے میں چار سو تھوڑے یا

”انہری کچھ خوش خود بھی، پھر کھسک آ کر کہ دو وہاں غائب  
 ہوئی ہے۔ کچھ دوسرے دن جبکہ کے قریب اڑا کر کے  
 تھوڑا اسکول کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ آج اس کے سکول  
 میں کوئی نقصان تو اس سے اسے اسکول میں غائب ہے۔ نہ کہ  
 ہے وہاں کو کھانا تو اس کی کچی ہے۔ سے نکل پاتا تھا۔ مریخ  
 کچی ہے۔ پانچ دن وہاں کے قریب اس کا مجھے فون آتا کہ  
 کھرچکتا تھا۔ انہری کھی ہے۔ شمس سر پہنچا تو سر لے کر اڑا کر  
 پاتا رہی تھی۔ اس نے دوسرے دن راز میں۔ سے اس کے  
 تھوڑے بعد سر اڑا رہے تھے۔ شمس نے اس سے اس صبح بہت دیر  
 کے بارے میں پچھا تو اس نے بتایا کہ کھی کھسک غائب ہوئی  
 ہے۔ اور یہ اطلاع سے کراٹنے والا اڑا کر ہے۔ شمس نے  
 انہری سے پوچھا کہ کھی تو اس نے بتایا کہ کھی جب وہ شمس کو  
 کھرچنے سے غماز کرتا تھا تو اس کے سر سے کھی کی بی بی کا  
 ن آتے۔ کھی نے اسے بتایا کہ کھی رانی ماں کی کھی بہت  
 سب کھی رہی ہے اور کھی شمس کی کھی دوسرا کھی کھی۔ اڑا کر

[illegible]

دینے اور اس کی حرارت پہنچنے میں سے دن پر امت کا اہمیت  
 لگ رہی۔ دن پر امت بعد وہ دن اس جگہ پر چھان گاڑی  
 کھڑی کی جی تو اس نے دیکھا کہ چھان گاڑی میں نہیں اس  
 نے اور وہ دیکھتا ہے میں اسے تلاش کیا مین وہ اس کی کوئی  
 جگہ نہیں تھی چھان چھان ہو سکتی۔ میں نے خود پر کر اس علاقے  
 کا احاطہ کیا ہے۔ وہی اس تو قوی دن وغیرہ ایک نہیں کہ  
 ہو چکا جاسکے کہ چھان کی چیز کی خریداری کے لیے ہی گاڑی  
 سے اتاری ہو۔ بہر حال ادارہ کے مطابق اس نے اپنے  
 محل پر چھان کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور پھر مزید دن پندرہ  
 صحت کے انتظام کرتا رہا کہ اگر چھان کی ضرورت کے تحت  
 گاڑی سے تار نہیں کی ہے تو اس دن میں وہ اس سے اسے  
 لیکن جب وہ اس کی قیادت میں اس کی کمرشہ کی افراط سے نہ  
 کر سکتا تھا۔ مزید سے اسے اس کی سب پرانی پر پیچھے خوب  
 ادا کیا پھر اس کی قیادت کے مصروف کیا کہ چھان وہ دن نہیں  
 تھا ہے۔ یہ کہ یقین تھا کہ میں ضرور اس کو پہنچا جی ہوئی۔  
 اس نے دیکھا کہ گاڑی کے اندر وہ بھی رہی ہے تو اس نے کسی

[illegible]

”میرا بھی لکھ رہا ہوں یہاں۔ ہے۔ جلد ہی آپ کے  
پہنچ جائیگا۔“ ان کی چار دیواری تھنے کے بعد اس نے  
”اچھا“ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف لوٹ گیا۔

”جہاں ہم سب کو کوشش کرنا ہے یہاں ہم سب کو کوشش کرنا ہے۔“

[illegible]

بہت ضروری محسوس ہوا۔ تاہم وہ جس نئی کاہلی ہی آئی تھی، وہ آتی ہی اور وہاں پہنچتا ہوا اس کی جوش بیس کوئی نہ کر دیتی۔ چنانچہ اس کی جوش یہاں سے دور ہو گیا۔

”ٹھیک ہے جیسے کہ یہی مرضی۔ تمہارے آئے سے  
میرے روکی کو تھوڑا سا جھول جاسے گا۔“ اسے اپنے  
مادے کے سن دیکھ کر کہہ جانے جواب دینے اور سلسلہ متفقہ  
مرا۔ اس نے بیٹے کے کمرے پر سامان کی پست کر کے کاغذ دیا  
میرا سامان کوٹن کر کے اپنے غریب صوف پر چھوڑ دیا۔  
علاقہ اصرار دینے کے بعد ضرورتوں کی حیات دینے لگا۔  
پرائمن کو چھپنے پر ٹھیکہ داران کی تہہ پر چمتے ہوئی ہوئی  
ہو اس نے نئی سوالیہ ٹیکہ پر ہوا سوئی۔ اس کی ساری  
یات نکلا رہا اس کا منہ فرش اوڑھنے کے بعد وہ ہمدی  
کی تیار ہوا۔ اس دوران کی کاغذ اور سامان کی یہ کیا  
تھا۔ ٹھیک چہرہ۔ دست۔ چھوڑنا ہمدی کے چہرہ والی روٹ

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱



تے ایک لڑکے اپنی جگہ بھی رہی۔

"بھئی تھو جان، کیاں غرے سوجھ رہے ہیں؟" بچھے؟  
خواب؟ ہمیں بھی دیر نہ لائے گی۔ بھئی غامضی شام کی  
ہے۔ میں نے سچ راوی لڑکا روٹو شادی واہے گھر جاتا ہے  
تھے۔ اسے تیار نہ کر سہی گئے، وہیں جاتا ہے گھر تو تیار نہ ہو  
مائی سے بچھڑتے تھے تو تھوڑا سا بھینجا کر رہی۔

"شیراز کو کہہ دے۔" آج یہ میرے ساتھ رہے گی۔  
اس سے قبل کہ شیراز ہی ان دنوں کے صبر اور پرانی جڑ بھڑک  
تیار ہونے کے لیے اگلی کمر سے ش ایک آواز کوئی۔ یہ آواز  
ان سب کے گھر اس کی تھی۔

"لے جانے دین: کرادی شیراز کی گاہیں اپنے  
ساتھ۔" آج ہی کئی کاچہ نہیں ہے۔ شیراز کی ساتھ دینی تو  
زیادہ پیسے ہیں گے۔ "رانی نے ٹھنک کر دیکھ لی۔

"کیاں تو اچھا سا رانا بھڑکوں گی؟ کیا بھڑکوں نے  
تھوڑے دن پچھو کر نہ لے لیا؟" بچھے؟ میں نے اس کی بات سے تو  
میں بچھے اپنے زمرے سے چٹا کر لی ہوں۔ تیری جگہ کن اور  
آجائے گا۔" گھر لے کر آئے ہیں۔

"ایک کوئی بات نہیں کر دی اورانی میں بھی یہ رہا ہوا  
ہے۔ میں تو نہیں اس سے کہہ رہی گی کہ شیراز کی جڑ بھڑکوں  
بھول ہے۔ اس کے دھول کی قہر پر میں اس سے بھتی  
ہوں۔" رانی نے جلدی سے اپنی منافی فرمائی۔

"کوئی بات نہیں، آج نکار دھول بھائے گی۔" بچھے؟  
تو یہی بھائی رہی ہے اور تو لوگ ان کے دھول پر نہ گناہ  
کئی رہی ہو۔ آج شیراز کی سے بچھے کام ہے نہ بچھے اسے  
روک رہی ہوں۔ گھر پر کچھ بھی گناہ کرنا نہیں چاہتا  
کس کی؟" گھر لے کر آئے ہیں۔

سے قہر ہو رہے تھے۔ "تو تیار ہو جا۔" آج بچھے  
میرے ساتھ ایک جگہ چن رہے۔ "تھوڑا سا دھول کرنے کے بعد  
اس نے کمرے میں مزید رکھنے کی وجہ نہیں کی تھی۔

شیراز کی آواز سے نکتہ فرات تھی اور اس کا۔ میں  
چاہتا تھا کہ اس کا کوئی تھم۔ میں گھر نہ بھڑکوں کے  
دوسرا کر دی حیثیت ایک طعنے کرنا کی تھی جو اپنے گھر سے  
فراموشی کر رہی تھی۔ رشتہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بچھے میں  
کے اندر کی طرح سے میرے گھر کے جڑ سے مل کر رہا تھا۔  
اپنے آپ بھی اس جڑ سے چن رہے تھے ان کے گھر پر نہیں کرنے کے  
لیے تھوڑی سی ہوئی۔ گھر نے اس کی تیار کی تھی۔ وہی۔ اس  
نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ گھر کے لیے سبک دینے سے  
بائیں ہوں کہ وہ تو اور بچھے میں نہیں رہا تھا۔

سرف اس جڑ سے نہ تھے۔ لیکن یہ تھے کہ قدرت نے  
ایک ایک وسیع میشت دینے کے بجائے نہ بکھڑ نہ کر دی  
میں اتنا راقی۔ دو تیرا جڑ موثر ہے کے ان افراد کے لیے  
جو ہر طرح سے مکمل تھے، ایک گونا گونی تو تھا لیکن  
موتھ نے ان سے جو سوک، وار کھا تھا، اس سے سال  
خارج تھا کہ بھوکے طور پر چارہ کھا کر اس آواز میں نہ کام ہو  
چکا ہے۔ لیکن موتھ سے یہ بھوکا تو تو تو تھوڑا تھوڑا  
بھوکا تھا۔ لوگ نہیں روزگار کے موقع دینے کو رہنا مند نہیں  
ہوتے لیکن چند تھے بھوکے میں دینے کے بعد خود کو سرخ رو  
کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان میں بھی بھڑکی اور  
دور اندی کے امن کے ساتھ بھوکے اپنے اسے کمرے  
تھے۔ زیادہ تر ان کی بھوکہ کی آوازوں سے بھوکے چوسوں کی  
حرکت، اتلیوں کی پھانسی اور اصول کی اچھا صاحب سے تیار  
کر رہے تھے۔ وہ وہ تو تھے سے ٹھنک کر نہ ہونے کے بھڑکی  
فرات تھے۔ ایک ختم تھوڑا دن شوقین عروں کی بھی تھی  
جنہیں دوا میں دینے کے لیے لے آئے تھے۔ وہ وہ سے معاہدہ  
ہی کرتے تھے۔ اپنے ساتھ ہونے ان کی زبانی پر آواز  
استحاج بلکہ کرنے کے بجائے اس تیسرے طبقے کے زیادہ تر  
افراد نے معاہدے کے آگے پھر زبانی دینے میں سب کچھ تھا  
اور اپنی ایک ایک دہا کہ رمارا دوروں میں پہنچائے تھی  
خوش رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کے ساتھ اس ٹھنک  
تاریک گھر میں موجود افراد کی بچھے ہی تھے جن کے  
وہ نے تو نہیں ہائے کیا نہ دے تھے لیکن وہ وہ کو ملکہ  
رانی تھوڑا کھانا خوش نہ تھے۔ اسے بھی یہاں شیراز کی کے  
عہد سے پر زور کرنا تھا۔ اپنی شیراز کی کے عہد سے چھ  
کے پاس کوئی اختیار نہ ہو سکتا تھا۔ اور وہ ان کے ساتھ جو کر  
دھول بھٹکی تھی، جب تک کہ نہ کر وہ چند روز بچھے تھے  
جن کے سہارے زندگی کی گاڑی کھینچے جاتے۔

"شیراز کی آواز کا بولوں کی طرح بھٹکی سبک رہی  
ہے۔" تھوڑا کہہ کر کہیں نہیں ہوتی۔ اسے بہت دیر سے کسی  
عمر پہنچے کو کچھ نہ ملنے سے ٹھنک۔ وہ خود آئینے کے سامنے  
کھڑی تیار ہو رہی تھی۔ بچھے گروں سے ڈرا پیچھے تک آئے  
بالوں میں اس نے کئی بالوں کی چھوٹ گوندھی تھی اور اب اس  
چھوٹا سا زور اور سہری رنگ کا پندہ والی رہی تھی۔

"ہاں ہاں، جلدی تھو جان۔" دیکھ کر اس نے تیرے  
پے سے سرخ رنگ کا جوتا لٹا ہے۔ تو جلدی ہے۔ تھوڑا کہ  
بچھے ہوں۔ یہ بچھے تیرا ایک آپ بھی کرنا ہوگا۔ رانی  
نے بھی ملکہ کا ساتھ دینے ہونے سے تو کچھ اور بھٹکی دیا



جائے کسی اور کا محسوس نہ رہا تھا۔  
 "ہاں ابھی شہزادی اتھار ہو گئی تو" "اچھی وہ آج اپنے میں  
 اپنا مازو لے کر عریضی گھر کے گرنے چلے سے" "کرچ چھا۔ اس  
 نے ٹھنکنا ایسا تھا میں سرور اگر اس کی بات کا نہ اب دل۔  
 "چل تو پھر کل ٹھیک۔" "اماں! اتھار نہ رہ رہا ہو گا۔" "کر  
 نے کہا تو وہ اس کے پیچھے چل پڑی مگر یہ پانچہ کی ضرورت  
 محسوس نہیں کی کہ نہیں نہیں جانا ہے۔ اور کون ان کا انتظار کر رہا  
 ہے اس کا بھی خیال تھا کہ وہ کون اسے کی خوشی کے گھر میں  
 کوئی کے خیال سے لے جا رہا ہے۔ ایسے یہ بات نہ ملاحظہ  
 محسوس تھی۔ مگر عموں گھر میں عریضہ تھا۔ کی نے دھانے کی  
 اسے داری اس کے سر پر نہیں تھی۔ ہاں اگر کہیں کوئی بڑا  
 فکشن ہو رہا ہو تو وہ خود اپنی بھر کے ساتھ گھر کی کے لیے ضرور  
 نہ تھا۔ آج نہ جانے اسے کہاں جانا تھا کہ اس نے بولی تھو کہ  
 ساتھ لے جا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ وہی دن میں ابھی دو گرا  
 کے پیچھے چلتی رہی۔ پہلی پتلی گھول میں سے گزر کے جہاں  
 جبکہ نہ کسی کے اچھے کے تھے وہ دونوں مل جاتے تھے۔  
 جبکہ میں راہ تو نہیں لی تھی لیکن اس سے رشتہ اور کسی وغیرہ  
 آسانی سے مل جاتے تھے۔ اس وقت بھی گرا نے ہاتھ دے  
 کر یہ نہانی کی روکا۔

[illegible]

کھائی جس میں ٹیسی تھی۔ اس کا لیکن اس صورت میں حال کو چاندی  
 طرف بھٹنے سے صرف۔  
 "اے شہزادی! اتر رہے۔ کیا اس مسئلہ سے بے ساختہ  
 جانے کا ارادہ ہے؟" یہ ایک بیٹا دیکھ کر کہنے سے آیا  
 اس نے ایک کھول کر اپنی طرف اشارہ کر دیا اور لیکن ابھی  
 چلتا تو کس پائی تھی کہ ارادہ سے اٹھ کر بیٹھے بیٹھے پیچھے کی  
 طرف جب رخصتی سے اور زوردار وہاں پہنچا۔ شہزادی  
 کے محل سے ایک زوردار آئی تھی۔ اس کا درمیان میں رخ ہوا  
 اور وہ زوردار نے کہا کہ یہ بڑی طرف بھٹ گیا۔ ارادہ  
 سے زوردار نے کہنے کے بعد اس سمیت ٹیسی کو پیچھے لے  
 جانے کا ارادہ کرنا تھا۔ اس پیچھے زوردار بھٹ گیا۔ گرا کے  
 کچھ اور اس وقت ہی کافی تھا۔ اس نے زوردار کی طرف کا  
 ہاتھ کھول کر اسے گریبان سے پکڑ کر پیچھے کھینچا اور دونوں  
 گھول سے بڑی سرعت سے شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کی  
 لڑکی سے چل رہے تھے کہ زوردار اپنا ہی کچھ جس کچھ رہا  
 اللہ کے قریب سے گزرنے والی گزرا اور اس زوردار  
 چھوڑ کر اس تانے کو کھینچنے کے لیے بیٹھ بیٹھ گئے۔ لیکن  
 شہزادی کے ایک منہ سے کہے ہاتھوں سے لکڑی روکنے سے  
 اور دلچسپ کام بہت اور اس میں بہت تھا۔

مگر وہ نے خود کے دروازے کے ساتھ کاٹنے کا مشق کیا اور باقی  
خود اسی دروازہ پر داخل ہو گیا۔  
"کیا اہل اس ایسے ہی جی نہیں دیتے؟" کیٹ کو لے  
والے نے جو بھی ہوا، خود اسی کے ہاتھ سے ہتھ مارے  
تو وہ کہہ کر فوراً چلا۔  
"میں اس کی طبیعت کو ہی غماز کیا تو یہ کہہ رہا ہے کہ  
صحت آگئی۔" مگر وہ خود اسی کے زخمی ہونے پر بے رحم  
تھا چنانچہ اس طرح اسے ہاتھ پکڑتے ہوئے تار پھٹے اس کی  
دراں چاروں سوئے ان کا۔ تار پکڑ رہا ہے۔  
"تم اسے لے کر اندر چلا جا کہ اس کی مریم ہائی کی جا  
گئے۔ اس کے مشورے پر مگر اسے عمل کی سادہ کر رہے  
تھے مگر وہ اسے صوفے پر بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر ہندھا  
اور وہ کہہ گئے۔ "دو چھ مہینے ہی ایک۔" اور پھر ان کا اقرار  
دیا کہ وہ جو تھکیں اس دوران ان کی سہارا بنے اور فرست اپنے  
کس سے کر سکتا تھا۔ اس نے اور کہہ کر اسے فرستوا دی کے  
لی جا کر مریم ہائی کی۔ اس کام سے فوراً کہہ کر وہ لوگ  
ان کی سہارا بنے اور ان کی فرست اپنے جس سے کہہ رہے تھے کہ  
لی جا کر وہ اور فرست اپنے جس سے کہہ رہے تھے کہ







شہر سے باہر جانے والے راستوں کی ناک بندی کر دی گئی ہے۔ ٹریفک کے دھن میں ناخوشگوار آوازوں کو ٹھنکنا چاہیگا۔ پولیس کے تجربہ شہر میں سرگرم تمام جرائم پیشہ افراد کی سرگرمیوں کے بارے میں جان میں رکھنے کے لیے جیلنگ مکھ سے بھی ایسا معمولی سا کام کیا نہیں جائے گا۔ چار رات کے بارانگ رام میں اس وقت وہ چار افراد قتل تھے جن کا شہر سے ہے یہ قتل فی رشتہ تھا۔ وہ چاروں ہی ملک کے باشندے۔ افراد میں شمار کرتے تھے جن میں اس وقت چاروں ہی سے یہ بات نظر آ رہی تھی۔

سے ایک نازک سوال آیا۔ دو رات سے یہاں آج ہو تھا اور  
ہیچا کی دوا لڑی گئی تھی مگر جانے والی کوششوں میں سب  
کے ساتھ تھا لیکن کہیں سے یہاں کوئی کچھ نہیں مل سکا۔ جس  
سے یہ کان کھاتا کہ اسے انکار کیا جائے۔ ایسے میں ہمیں  
کے اپنی مرضی سے نہیں چلنے پونے والی بات خود بخود ہی  
اچانک میں آدھی گئی۔ لیکن ایک تو دوا خود بخود تھوڑا سا جھلی  
میں دوا لڑی گئی ہے۔ دوسرا ایسے کی دوا کوئی دکان  
انما بہت اذیت دہی تھا اس لیے اب یہ سب نہیں مل سکا  
تھا۔ مگر ہر طرف سے ہونے والی دوا کے اسباب یہ والی  
کر کے یہ مجھ کو دیا تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حد تک دشمنی میں آگے جانتے والے  
کون ہو سکتا ہے؟ بہر حال اس امکان کو ہم نے نظر انداز نہ  
کرنی چاہیے۔ اور ہمارے ہندو ہمارے مسلمانوں کی توہین لینے کی  
کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر تمہیں یہ کوئی معمولی  
جگہ بات پتا چلی تو ہمیں معلوم ہو جائے گی لیکن یہ معاملہ  
بڑا مشکل اور افرامی نکلتا ہے۔ ہمارا کوئی بھی اس کی  
فرمانبرداری نہیں کرے گا۔ یہاں پر ضرور یہ کہنا چاہیے کہ ہم  
کے ملک کے اس کا اظہار حال کریں گے کہ انہوں نے یہ  
پابندی اور رکھی ہے۔ "اس بات پر اس نے ایک خاموشی سے  
توجہ دیا۔ لیکن اس نے یہ کہہ دیا کہ اس کی یہ بات واقعی  
بڑی مشکل ہے۔" ہمارا کوئی معمولی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس  
سوال پر دونوں طرف کے لوگ بے حد اصرار تھے۔ اس لیے  
میں نے اسے یہ کہہ دیا کہ یہ معاملہ آسان نہیں تھا۔

[illegible]















کرنے کے ارادے سے گاڑی سے تڑپ ہو گئی اور وہ بدبخت  
اسے انکار کر کے اپنے ساتھ سے لے گئے۔ سچا تو آپ کو "آوارہ  
دیں کہ ان لوگوں کے قبضے سے میری بیٹی کو برآمد کیا جائے۔"  
آخر پر جتنے کے بعد میرے جوش سے بولی آپ کی اس الجھن  
کا جواب دینے کی کوشش کا کافی سے کیا ہی تھی۔

"میں بھی آوارہ لوگوں کے گروہ میں شامل ہوں گے  
جو گروہ مختلف علاقوں میں سرگرم ہیں، فوری طور پر ان کی  
سرکشیوں کا جائزہ لیا جائے اور انھیں گروہوں سے غلاف  
بٹھان لیا جائے۔" گلیا جھگڑانے پر جاندارانہ خود بھی جوش میں  
"میں اور اپنے ارادے سے عمل درآمد کے لیے فون کی طرف  
جھگڑا دیا، مگر فوری طور پر خبر داخل کرنے کے بجائے  
شہر بار سے مخاطب ہوتے ہوئے بولے۔ "کیا خیال ہے  
شہری اس اس خطروں کی کوئی قضاے جانوں؟ اس نے  
کھسکے کہ وہ ان لوگوں کو کبھی بھی کسی گریٹر اکیلا ہے کہ وہ  
ان کے لیے قوتی ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں یہ سب سب کچھ ہوگا۔ میری انسانیت کے نام پر  
کی بھی اور خواہش کے نتیجے میں اس لڑکی کے اپنے گھر والوں  
سے پوپ کر بھی یہ اصرار دی ہے اور اصرار اپنے کے  
ساتھ یہ وہ بھی چاہا ہے کہ اس حالت میں اس کا نہیں ہو  
نہیں ہوگا۔ اس لڑکی کا اس قسم کے کام کرنے سے میں چاہتا  
ہوں کہ اس کی خواہش کا احترام کیا جائے۔ اور اسے قضاے  
ہونا اس کے لیے مستعد بھی بن سکتا ہے۔ وہ ان علاقوں سے  
مخلع رہتی ہے، وہاں لڑکیوں کو پہلے ہی بہت سے مسائل کا  
سامنا ہوتا ہے۔ میرا اس کے لیے ایک اور مسئلہ قرار دینا یہ  
بہت سب کچھ ہوگا۔ اس نے ان کی تجویز کی مخالفت کی۔

"او کے اگر تم کہتے ہو تو رہنے دیتے ہیں۔" انہوں  
نے فوراً اس کی بات مٹا دی۔ شاید یہی جتنی کہ جی نے ان  
کے دل کو زیادہ نرم کر دیا تھا کہ وہ کسی اور لڑکی کی مشکل کو سمجھتی  
سے مجھے لگے کہ وہ ان کی مدد سے کرتے کرتے وہ خود اچھے  
خاتون سے متحرک ہو چکے تھے۔

۱۰۰۰

گروہ کے لیے نیکو اور ایک کھارو، لیکن بھی  
نیکو۔ آپ بار بار اس اور چلیا کر بھی پڑا ہوں۔ ان کے ارادوں  
وقت وہ بہت ہی باہر سے نہیں جاتی، لیکن پھر ان کے غماز  
بہت سے نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ان کے اپنے دل والے جتنی بھی  
آتی تھیں وہ بھی بہت ہی سچی تھیں۔ ان کی ہر بات میں سچ ہے  
اس لیے وہ بھی لڑاؤ دیکھ جاتی تھیں کہ وہ خود میں بھی لڑاؤ نہ ہو  
لڑتی تھیں۔ ان کی ہر بات میں ان وقت ان کے ارادوں کو

میں ہی رہتے تھے اس لیے وہ بہت جھجھکاؤ سے نماز پڑھ رہی  
تھی۔ لڑاؤ نہیں کرنے کے بعد اس نے وہی اور منہ پر ہاتھ  
بچھ کر لیٹنے کو بولے جاتے تھے کہ لڑکی بھی کہیں پر نظر نہ  
گئی۔ جاتے تھے کہ اس کی جگہ پر رکھنے کے بعد وہ اس کے  
قریب آتی اور ان پر چومکھ دے کر اس کے بعد پڑھنے لگی۔

"آپ کتنی عورتیں نے میری شادی کی؟" اس نے  
بولی جواب نہیں دیا، وہ والی کی خاموشی کی پوری رائے لے کر  
بولی رہی۔ "تو نے تو راز داری کر رہا تھا۔ اتنا تیرے راز دار  
سے بار بار دہرا کرنا تھا۔ ہر لوگ تو میری ہی کے لیے جانے  
ہو گیا تھے، شہر سے لے کر کالج تک میری عورت اور ان میں  
ہے وہ دن بڑی مشکل ہو جاتی۔ اپنا حال جان کر وہاں کوئی  
آسان کام سے ہم لوگوں کے لیے۔ لوگ ایسے انھیں چہرے  
بھڑک کر دیکھتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں جیسے ہم انسان ہی  
نہیں کہ ہمیں بھی چار چارے پڑنے پر وہ راز داری ضرورت پڑے۔"  
اس کے لیے میں وہی دھڑکاؤ جواز دے رہی تھی جیسے لوگوں کے  
مقدور میں کھو گیا تھا۔

"تم تو مجھے کسی بہت اچھے گھر کی تھی تو پھر راز داری  
ہیں کتنی سچی؟" اس نے پھر سے پوچھا۔

"نہیں کہتی ہو، میرا کہہ کر انہیں اچھا تھا۔ سارے لڑائی  
پر ہر گوارہ تھا اور ان کے اپنے اپنے کام تھے۔ مجھے بھی ان میں  
میں ہی لڑاؤ پڑھنے کی بات پڑی تھی لیکن ان میں کسی شہر  
کی طرف فوراً ہی گزرا کہ وہاں پر بھیجے اس نے ہاتھ لگا کر  
اپنے گھر والوں کے لیے شہر میں لے کر چلا گیا۔ اس نے سب کچھ  
دیکھ لیا۔ اس نے گھر میں چاہے ہوئے ہی مجھے اس پر جو کرے  
اپنا گھر چھوڑ دیا اور وہاں رہا کہ اس کے پاس کتنی تھی۔ اس  
نے اپنی پہلی کسی اور کھجوری، سناپ حیات چند مہینوں میں  
کر دیا۔

"نہیں گرا کے ساتھ رہنے میں مشکل نہیں ہوتی۔" میر  
مطلب سے وہ ادا خلت، ان کے بار سے دینے سے ہے۔ کہ اس  
کے ساتھ تھے کہ وہ لڑائی ہو۔"

"بھولتی انسان سے سب کچھ کرنا چاہیے ہے۔ کہ میں  
نہ ہوں۔" تو کہہ کر وہ ان میں تو کہہ لیا کہ اس نے پھر  
کا خیال دیا ہے۔ یہ بہت ہے۔ ان کے لیے سب کچھ کی بات  
پانہ کی تھی۔

"کہ میں بھی لڑاؤ پڑھنے سے لڑاؤ نہیں کرنا چاہتا۔  
میرا کہہ کر وہ ایک کھارو، لیکن بھی  
نیکو۔ آپ بار بار اس اور چلیا کر بھی پڑا ہوں۔ ان کے ارادوں  
وقت وہ بہت ہی باہر سے نہیں جاتی، لیکن پھر ان کے غماز  
بہت سے نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ان کے اپنے دل والے جتنی بھی  
آتی تھیں وہ بھی بہت ہی سچی تھیں۔ ان کی ہر بات میں سچ ہے  
اس لیے وہ بھی لڑاؤ دیکھ جاتی تھیں کہ وہ خود میں بھی لڑاؤ نہ ہو  
لڑتی تھیں۔ ان کی ہر بات میں ان وقت ان کے ارادوں کو

بول۔  
"کیا تم نے ہر گوارہ ہے۔" جیسے کیسے معلوم ہوئی  
ہو بات۔"

"اس دن سب وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اب میں  
نے اس کا مکمل رول ادا کیا۔ وہ جتنا بھی کھانڈا تھا اس  
سے نہیں لڑا، وہ سب کچھ ادا کر دیا۔" یہ میرے بولنے کو  
اس کی آواز کی طرح لپٹا گئی اور اس میں جگہ بچنے لڑنے  
کا۔

"مجھے وہی طرف میں تھا تو اس دن سب وہ میرا  
کے ساتھ تھی تھی تو کیا ہوا؟" کہہ کر مجھے کہیں لے گیا تھا؟  
نے وہاں کیا دیکھ کر میری ہی حالت ہو گئی؟" کہہ کر  
اسے بھگڑتے ہوئے پوچھا۔

"مگر انسان نہیں شیطان ہے۔ وہ سارے شیطان  
ہیں۔ انہوں نے اس معلوم تو کی کہ وہ بھگڑا اور سب کچھ  
کے سامنے وہ سب کچھ دیتی تھی جس نے اس کے سامنے اس  
کی اس پرانی ہی کوئی کے سامنے میں دیکھا تھا۔ گرا انھیں  
چلائے یہ داستان کتنی بڑی داستان کے اندر تک اس کی  
حالت بہت تھی تو وہ بھی گئی۔ کہہ کر وہ اس کی لڑائی بہت  
خلیہ ہو جانے کی۔ وہ اسے سننا ہی کی کوشش کرنے لگی۔

"وہی لڑائی وہی، سناپ حیات چند مہینوں میں  
وہ لوگ یہاں نہ آیا تھا۔" اس نے اسے اس کے سامنے لایا پھر  
لگا کر ایک کان میں پانی بھرا لی اور اسے بہا کر اس کے  
مٹانے کے بعد گلاس اس کے ہاتھوں سے لگا دیا۔ وہ میں  
مکھوت پانی پینے کے بعد اس کی طبیعت زور پھیلنے لگی۔

"نیکو آرام سے لیٹ جا۔" میں میں ہوں تو سے  
اس۔" میرا سر اٹھ دیا ہوں۔ لگا اور رانی بار دیکھنے میں  
کھا پکار رہی ہیں۔ کھا چپ جائے تو پھر میں جیسے لڑاؤ کھلی  
ہوں۔ ان کی کڑاؤ ہو گئی تو۔" اچھا کہ جسے بھگڑانے کی ہے  
کی وجہ ہی جس میں جان آئے گی۔" میرا سرس بول رہی تھی  
اور اس کا دیریاں جانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کہہ کر وہاں ہے۔" وہ تو میری اور خاموش لیٹ رہی پھر  
کہہ کر وہ چلا۔

"وہاں جاؤ۔" کہہ کر کے لپٹ میں کر کے لیے واضح  
ظہر اور بہا رہی تھی۔ یہ وہاں کی کھانڈا تھا پھر  
ان لوگوں کو وہ میں دیکھا۔ اس نے اس سے لڑائی کا جان  
کر دیا۔ وہاں سے اس نے دل میں غرت سے بھرا  
آپ میری ہی بات تھی۔ ان کے سر سے بولے وہ لپٹ کر  
کے لیے غرت کا کھجور کر کے تھی۔

"مگر کے کڑوت تو مجھے شرم سے بندھیں۔" نے  
میں معلوم کر وہ لگا اور رانی کو کانے پہانے کے علاوہ  
اور سے اس کے لیے بھگڑا ہے۔ یہ وہاں کی کھانڈا تھا  
پوری رات کر وہاں نہیں آئیں تو ان اس سے۔ پوری ہوں  
ہیں۔ جاتے جاتے بہت اور حرام ہو جانے والے  
پڑے وہ ہیں یہاں اور نہ ہتھ دیکھ ان کے سامنے  
ہیں۔ مجھے بھی اس نے اس رانی کے سامنے ہی تھی لیکن  
میں راز داری میں نہیں ہوتی تو مجھے میرے دل پر پھیر  
دیا۔ یہ اب اس کا اصل رول چل کر میرا رول ادا تھا کہ  
ہے۔ ہر دوں کے سامنے ان کے کا یہ معلوم نہیں کہ کہ سب  
کیا کر چکا۔ مجھے تو وہ راز اس معلوم لڑاؤ کا خیال آ رہا  
ہے جسے ان خالوں نے اپنی دیکھی ہوں کے ہاتھوں میں  
بھگڑ کر چلا دیا۔ معلوم نہیں کس کے سر کا کھجور تھی سب  
چوری۔ جیسے کالم ہیں۔ انسان کھانا کے تو لڑائی میں یہ  
لڑتے۔"

"کیا کر رہی ہو تم دونوں؟ کیا تم میں بھی ہیں  
تھوڑے اور میان؟" اچانک ہی کر وہ ہوں پھر اور سخت  
لپٹ میں ان دونوں سے پوچھے گئے۔

"کچھ نہیں گرا، شہر والی کے سر میں درد ہوا تھا اس  
لپٹ میں اس کا سر اٹھ رہی تھی۔" انکار سے جواب دیا۔

"اس بہت کچھ لپٹ ہے اس کے اس سے ہو کہ اب  
پچھ کی جان پھوڑے سارے پچھ لپٹانے دھمکے کی لڑاؤ۔" کہہ  
نے کوئی اس کے ہاتھ لپٹانے سے لپٹے اسے میں نہیں  
کہہ کر وہ لڑاؤ کر رہا اور وہ دونوں سر بھا کر کھجور تھیں۔

۱۰۰۰

"کیا اصرار ہے چار بھائی؟" پھر معلوم ہو دینے کے  
یہ دھمکے میں؟" وہ اپنی انھیں بھگڑ رہی تھی وہ سے اور سے  
واپس لپٹا تھا۔ اس کے شمع میں کئی مساک تھے جی تو پھر وہ  
ضروری تو اس سے اس کا رول لاہور میں دیکھا کھجور نہیں رہا  
تھا۔

"کہاں دارا کچھ معلوم ہی نہیں ہو؟" اسے اس میں  
اس انکھی معلوم ہو کر اسے کچھ سر اس کا ایک اور مسئلہ  
اپنے لپٹانے سے کھانڈا ہے۔ میرا کہہ کر وہ اس کے  
کھانڈا ہے کہ وہ راز داری ہے۔ اس لیے مجھے نہیں ہے  
کہ میں نے انھیں بھی لڑاؤ لڑاؤ۔ سب میں یہ راز داری کر رہا  
انہوں نے کہاں چلا گیا، پھر معلوم نہیں کہ اب سب کچھ کیا  
ہی چارہ دیکھ ہے کہ اپنے تمام کہ وہاں کے لپٹوں پر  
پناہ پڑاؤں۔ انہوں نے لڑاؤ لڑاؤ میں اٹھایا۔







نہیں دے اور لیے لیے آگ بھڑک رہا ہو۔

”یہ سندر رام“ انکی کے گیت پر کسی نہایت پر لکھا  
”ایہ نام پڑھنے کے بعد انہوں نے ذرا حیرانہ اور حیرانہ  
نے فوراً زور اور آواز میں کافی کا ہونے پر حیرانہ۔  
ایہی اور انہوں کو لپکا پچا پچا ہوا۔

”آئی آئی جی اور صاحب صاحب“ ان کے پاس  
سندر رام سے ان کی اس وقت ملاقات کے لیے آ رہا  
نے تیار ہو کر دیکھ کر بھرتی سے بڑا ایت کھلنے لگا۔  
یہ سندر رام کی طرف سے پہلے ہی آئی آئی جی اور ان کی  
آدم کے در سے میں اطلاع دے رہی تھی۔ گیت سے گزرتے  
ان کی گاڑی پر دیکھ کر میں دیکھ کر میں سندر رام ان کے  
استعمال کے لیے خود وہاں پہنچا۔ یہی گیت کھڑے کے بعد  
چوکیدار نے سب سے پہلے ان کے گھر پر اطلاع کر دی تھی۔  
سندر رام ایک مشہور صنعت کار تھا جس کی ٹیکنیکل مین  
رہی تھی۔ اس کی دولت کے سامنے دولت کاوش میں داخل یہ  
پانی کی کوئی بہت معمولی اور اور جانے والوں کو حیرت میں  
دیکھ کر ان کی حیرت میں حیرت کا ایک آئی آئی جی میں  
یوں رہتا تھا۔

”آپ کی طرف سے ملاقات کی خواہش نہ رہی کی تو  
ہی آئی ہوئی۔ آپ کی پہلی کا تو نام ہے۔ آئی آئی جی  
کی ایک شخصیت تھی۔ یہاں پہنچا ہے یہ سب کے بعد میں  
نے اپنی ساری مصروفیات ختم کر لی اور آپ کا انتظار  
کرنے لگا۔ بہت جلد خوشی سے ان کا استقبال کرنے  
کے بعد وہ انکی اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہوئے ہوا۔

یہ سندر رام کے بعد اس کی اور بہت سال کی اور  
ایہ سندر رام کے بعد اس کے دو چھاپے سے سندر رام کے  
پاکستان کے بعد میں اس کے بڑوں نے اپنا کاروبار سمیٹ  
کر یہاں سے ہجرت کر کے ہمارے چلے جانے کے بعد  
میں رہتا تھا۔ سب کچھ تھا اور ان کا یہ فیصلہ اس حساب سے  
بہت سوچا تھا کہ وہ پاکستان میں رہ کر کون کون کچھ  
تھے۔

”نیک“ یہ سندر رام صاحب مجھے ان کے آپ  
بہت سہولت ہیں۔ یہی طرف سے ملاقات کی اس لیے  
ان کی یہ سب سے آپ کا پہلا دل ان کے لیے  
معاذ کی ایک تھا کہ ان کی طرف سے آپ سے ملاقات کرنا  
نہو رہی تھی۔ سندر رام کے اشارے سے یہ سندر رام نے اپنے  
دوسرے انہوں نے یہ وہ سندر رام کے ساتھ تھا۔

دوسرے سولے پر پڑھنا تھا۔

”کیوں نہیں دیکھتی بات کر رہے ہیں وہ صاحب  
آپ کے لیے کچھ سارا سارا سب بوجھ دیکھنے والے انہوں کا  
میں نے چاہے میں نے آپ کو یہ سب دیکھنے پر نہیں  
تو دیکھا ہے۔“

”اپنی انکی نے لیے فریب خانے کی اصطلاح خوب  
انتہا کی آپ نے۔“ اپنے آپ ہی کافی ٹھیک ٹھاک ہے  
لیکن آپ جیسے اصرار سے دیکھنے کے انتظار سے تو یہ آئی فریب  
نہو رہی تھی۔“ سندر رام نے ان کی اس کیفیت پر ہنس کر  
آئینہ تھا۔ ایک پھولی کی بات کا راز تھا کہ بہت خوب صورتی  
سے لکھ کر اپنے مطلب کے راز پر ہنس کر۔

”یہ بات بہت ٹھیک کہتے ہیں۔ میں نے لیکن میں اس کو  
میں ہی رہتے ہوئے کہتا ہوں۔ اصل میں یہ کوئی میرے بڑوں  
نے اس وقت ملائی تھی جب میں اور وہ کوئی اور ملاقات  
نہیں تھی۔ یہ کوئی کی کتابی اس کو کوئی کو چھوڑنے پر میرا  
ملائی تھا۔ اس کے ہاں پہلے ساتھ ہوتے تو اس کو کوئی کو چھوڑ  
کر میں چلے نہ ہو رہا۔ جی رول کر رہا۔ یہ تو سب سندر  
کی۔ جی رول کر رہا۔ جی رول کر رہا۔ جی رول کر رہا۔  
نے چھوڑ کر انہوں نے کا تو اپنے سے اپنی مرضی سے پتہ  
سے ملائی کوئی اور کوئی اندیشہ نہ لگے۔ تب تک میں اپنے  
بڑوں کی اس کتابی کے ساتھ خوش ہوں۔“ اس نے آرا  
نہیں سے ان کے دماغ کا سہارا۔

”آپ کے طرز کی سادگی ہے جو آپ اس طرح  
سوچتے ہیں اور وہ دنیا کا تو یہ سب ہے کہ سارا سارا سارا  
آپ انہوں اور سب کچھ بھلا کر اپنے سے اچھا اٹھنے کی فکر  
میں داخل ہے۔“ انہوں نے دیکھ کر وہ سارا سارا  
ایک بات تھی۔ یہ وقت ان کی دیکھ کر انہوں نے سارا سارا  
کی وجہ سے ان کی وجہ سے ان کی وجہ سے ان کی وجہ سے  
پر ان کی وجہ سے ان کی وجہ سے ان کی وجہ سے

”یہ سندر رام کے سارا سارا سارا سارا سارا  
ہو۔ یہ سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
تو سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
ہاں کی یہ سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
کی یہ سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
اور کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کی سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
خود ہی جانتے ہیں کہ ان کی سارا سارا سارا سارا سارا  
ہو کر انہوں کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا

کو دیکھ کر سندر رام نے خود ہی ساری کا سارا سارا سارا

”کی ہاں، مجھے اندازہ ہے۔“ انہوں نے سر پر ہی  
میں ان کی بات کا جواب دیا اور پھر ان کا سارا سارا سارا  
ہوئے۔“ یہی اس وقت آپ کے سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے جانتے تھے۔ سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
کے پاس انہوں نے اپنے آئی آئی جی کے سارا سارا سارا  
ہو کر انہوں نے اپنے آئی آئی جی کے سارا سارا سارا  
سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
جس کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”ایہ سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
کوئی جرم ہوا ہے لیکن وہ سارا سارا سارا سارا سارا  
نہیں۔“ سندر رام نے سارا سارا سارا سارا سارا  
”سوئی کوئی سے وہ نہیں جانتے تھے۔“ انہوں نے  
سے جن کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
کی کوئی سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
ان انہوں کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
نہیں کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”انہوں نے ان کی سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
اپنی کوئی سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
”انہوں نے ان کی سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
سوئی نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
کوئی سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
میں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
کی کوئی سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”میں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
کی کوئی سارا سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا

تم نے اپنی کچھ سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”میں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا

”انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا  
انہوں نے ان کے سارا سارا سارا سارا سارا سارا



اے جانے کی اجازت دی۔

”کیسے ہو چکے ہو؟“ ایسی ہی صاحبہ کو خبر  
ہوئے مانی کو دینی ہے۔ آپ کی یہیں آہ سے توجہی ظاہر  
ہو رہی ہے کہ کونسی کھل کر بہت باؤ کرانے سے ہے۔  
مشرام نے ان سے ہوا کرتے ہوئے خود ہی ایک فیصلہ  
میں جھپٹ کر رہا۔

”آپ کا خیال درست ہے۔ زور و تمہیدات نہ تھے  
 سے میں مطلع ہوں۔“ انہوں نے اسے جواب دیا اور اٹھ  
 کھڑے ہوئے۔ سدرہ رحمٰن نے بھی دائرہ اپنی جگہ چھوڑ دی  
 اور صبح سے چور۔ اگر کبھی اسے اس کوئی خدمت ہو  
 تو ضرور بتائے گی۔ سوائی بھی ہر وقت آپ کے ساتھ حق و ان  
 کرنے کے لیے تیار رہے گی۔“

”تھیک ہے“ اس کی چشمیں سر سے جواب میں اٹھیں  
نے فکرات کی کہا اور پھر سر سے ہاتھ مٹا کر ہر نکل گئے۔  
اور ایسا وہ کب ہادی کا روتے نہیں دیکھتے ہی پھرئی سے گاڑی کا  
پہنچا اور گاڑی کو ادا ران کے چلنے کے بعد واپس واپس کر کے  
آؤ اور انہیں جگہ جیت پر آگیا۔ گاڑی چار دیوے سے نکل کر میں  
گیت پر پہنچی وہ چار دیوے گیت کھلیں گا چار دیوے ان کے اشارے سے  
اور ایسا وہ نے گاڑی گیت سے دہرے چلے جانے کے جانے  
اور پھر اس میں وہ ایک اور چار دیوے اور اشارے سے نے گاڑی  
پر پہنچا۔

”نیا سیم ہے صاحب؟“ پانچویں بار مجھ کو کہا تھا کہ کازمی کو کراسے دیا ہے والا کون ہے جان لے مجھ کی نشست پر بیٹھنے کا وارنا ہے کمر کی میں جھک کر رہا تھا۔

”مجھے نہیں معلوم صاحب! حکومت والے دن میں ڈیوٹی نہیں آتے۔“

اس وقت ان کے پاس یہ مایوسی اور بھٹکا ہوا ہے جو ان کی زندگی میں ان کے بارے میں ہوا افسانہ وار واقعہ، جو بھی ہے کارہا  
نیا تھا اور وہ اس کی مثالیں میں ہنوز کا کام تھے۔ آج کھلی در

انہیں ایسے افراد کا خیال آ رہا تھا جو عوام میں ہمارے ہونے کے باعث اپنی جان، مال اور عزت میں سے کچھ بھی نہ گننے والے ہو۔ انہیں انہیں کے پکری کا فائدہ ہو جاتا ہے لیکن انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ اس سے ہمارے ہونے کے یہودی اپنی دنیا کا حصہ نہ کر سکتے تھے اور انہی نے یہودی انسان کو قتل کیا۔ یہودی امیر و غریب، ان کے خراب خیالوں کی نظر آتے تھے۔

نہن پتہ اے نیرے نیرے  
دھول جانے اے نیرے نیرے

ہے سری آوازوں میں گائے جانے والے گانے کے  
یوں گاساتھ بھانے کے لیے پیشانی تک اونچا اڑھے اور  
سر جھکا کے منحنی انداز میں اصول جاری رکھی۔ دھڑکتے ہوئے  
کے اندر دھڑکوں پر چڑنے والی ہر تھاپ بڑی نئی تھی جس  
کی دھکم بھڑک اپنے دل پر محسوس کر سکتا تھا۔ ملکہ، دانی اور  
بھار فٹھہ لگتی، اصول کی گنے پر اپنی بھڑکی آواز میں جب  
جھک کر گاری نہیں۔ ان کے گرد موجود دھڑکوں، بچوں اور  
مردوں کا مجمع ٹوب لٹک لٹک ہزار ہا تھا۔ تالیوں بٹھا جاتا  
یہ آوازوں میں داخل ہادی تھی لیکن یہ دارا کی تھی جس میں  
نور کا پھولوں کی طرح تھا۔ اور اس تو شاید مادی میں اپنے  
اور دل کے ساتھ سے اور نہ تو براشت کرنے کی۔ لیکن اور جو جڑوں  
کے ساتھ شامل کی تھی، یہ آواز کی اذیت کے ساتھ یہ ہے

مکمل تھی۔ اس وقت تک اس کے چہرے پر میرے اور حق تعالیٰ  
 پر مبنی محبت کی ہر بات سے بے خبری کے چہرے سے کبھی ہنسنا  
 سولی کے باعث اس سر پر دو دیکھا کھسکا جاتا تھا۔ ان  
 تینوں کے ساتھ شاہنشاہ نور اس کرنے والے دو چہروں سے  
 چاروں بھی کسی کے ساتھ باہر چھڑا کر کے سے کچھ دینے پر  
 مجبور کر کے کھڑے رہا ہے۔ دھول بھائی دسی۔ خدا خدا کر کے  
 گئے اور نہ پھنکے کا سلسلہ ختم ہوا تو حاضرین کی طرف سے  
 خدا خدا کیے گئے تو کھٹے پھٹے پائے لگے۔ وہ اس کام میں جس  
 کام میں ہوئی اور دھول کی اور پول کی ایک عرب تھی

”اے آفریقہ! رات اے اعلیٰ جاتے کے لیے تیرے  
 ایک میں، ہم لوگوں کا آفریقہ ہے، دکھانے کا کام دیکھو  
 احکامات اعلیٰ جان، کسی انہیں آفریقہ کا اچھا معلوم  
 جانتی ہے، آپ اس کو دیکھیں تو وہ کام میں جو ہے کہ  
 ہر جگہ اپنے کام میں مصروف تھی کہ سے یہ لڑی  
 دھڑکی ہو۔“

”وہاں غراب بنے گا، اداست جہاں لکھو سے کو یہاں  
 روک کر بھیجے تو کوئی کیسٹ مٹی ہیں کیا؟“ خالد کہہ کر خط طلب  
 کی کہ اپنی عورت نے سخت کچھ بھیج دیا وہاں  
 ”کوئی نہیں نہ سے گا، تمہیں آپ کے سامنے کسی کی کیا  
 چاہا کہ بکھرے۔“ اس بار خوشہ سے فائدہ لیا گیا۔  
 ”اے اہل خاندان! اب وہ باطل ٹیکہ ہر دہی ہے۔“ ٹیکہ اور  
 آواز بڑی ہی دور پہنچا رہا تھا۔ وہی مٹی لڑکیاں اس عورت کے  
 پیچھے لگ گئیں۔ لانے کی لڑکیوں کی حمایت کرنے کے۔ شاید  
 انہیں قریب کا یہ کہہ کر موقع ملے کہ تھوڑے تھوڑے خراکوں  
 عورت کو بھیجا رہا ہے چہ ۷۰ ۷۱ دنوں ہاتھ اٹھاتے  
 ہوئے کرست واز میں رہی۔

”چپ کر جاؤ، مگر بجھتا سن لی ہے میں نے تمہاری بات۔۔۔ پھر اگلے لوگوں سے تو پوچھ بیٹو۔“ پھر وہ اس کی طرف رخ کرتے ہوئے دیں۔ وہ بھی: ”کیا ارادہ ہے تمہارا؟ رات یہاں؟ ہاں۔۔۔ پانچ سو روپے کی۔“ وہ چپ بیٹھی۔

اس کی وجہ سے میرے لیے یہاں بس چھوڑ کر چلا گئے۔ یہ پڑی ہوئی کتاب، اپنی گھر پر لائی تھی۔ ”مطلبہ خیراتی“ لکھنؤ، دکن میں لائی بنیادی ہیبت سے گرو میں سب سے زیادہ متاثر ہوئی تھی، اب وہ اپنے لیے لے کر چلے گئے۔ ”مطلبہ خیراتی“ کوئی ایسا اس کے ساتھ رکھ کر دے گا۔

گی۔ ساتھ ایک جڑا، مٹھائی کا پلہ اور تھوڑا سا زعفران بھی دیا۔  
 گا۔ ”ملکہ نے فوراً اسوے پڑی شروع کر دی۔“

”چھٹک ہے، چھٹک ہے... دے دوں گی۔ میری  
ہاتھیوں سے چھٹکوں نے قرب کشی ہے۔ اب میں پس کرنے  
کے بعد ان معنوں میں اس کے پیچھے ان کا دل تو میں تو  
سکتی۔“ عورت نے یہ سہ شانہ انداز میں جواب دیا جس پر  
وہاں موجود کئی عورتوں نے زور دیا کہ غریبے گائے

[illegible]

"مجھے علوم ہے اب کچھ زیادہ پیش نہ دے۔"

[illegible]

یہ اچھا مصیبت ہے۔ پیسے کے افراط میں وہ لوگوں میں  
مات برزالت بننے کے لیے یہاں چھوڑ گئے۔ تنہائی جیسی  
میں نے دیکھی تو ان میں ہمارے سامنے اپنی جگہ ماری کا نہر

”میں نے خوف اچھا ہے کہ وہ لوگ اکیلی میں تھے یہاں  
ہوئے مجھے سمجھ لے گا کہ ان کے لئے کچھ ہے مجھے آدنی  
میں کرنے کا ایک موقع مل گیا ہے۔ ایسے تو سب قوم  
پر کھڑے گا کہ چھوڑے جاتے ہیں کہ تو اصرار نہ ہو جائے۔“  
یہ اساتذہ میں اس لئے ہوئے انکار نے سے جواب دیا  
وہ میری طرف سے اس لئے ہوئے انکار نے سے جواب دیا۔

اور انہیں دیکھ کر ہاتھوں کی گتیاں کھینچ کر کہنے لگا:

میں ہاتھ سے لگی ہوئی تو زہر واپس نہ اُٹھا بلکہ اس نے  
 ہاتھوں کو بھی دکھاتے ہوئے کہا کہ یہ بڑی کڑی ہے۔  
 اس ماحول سے زہر کی خواہش مند مگلی ٹھوس کڑی  
 روپ دیکھنے کے بعد تو اس کی غرت کی مثال دے مگلی  
 اپنی جگہ سے ہٹ کر مصیبت میں داخلہ سے گور اور جیس  
 نے اس کی تھوٹ میں نہ کر سکا کہ اسے مگلی اڑانے والے  
 زہر سے تھک جائے اور جلد ہی مرنے چلائے ہوئے غور

[illegible]



بھئی اور نگر میں ہے ساختہ اپنے دھمی چھک کی طرف نہیں۔  
 وہاں موجود دھرم مندوں نے لکھا۔ اس دھم نے اسے بہت  
 تکلیف دی تھی لیکن اب اسے انسان پر ہاتھ کر کہ توہم زنی کی  
 تکلیف اس کی زندگی کی حفاظت میں لگی تھی۔

”میں نے اسے اسی لیے کہا، ہم سب نے اسے نہ توئی ہو  
 اپنے پیٹے سے یہاں سے اُٹھ جائیں گے۔ اب لوگوں سے  
 دباؤ نہیں رہتا، میں ہی وصول کروں گی۔“ مجھے یہاں بڑا  
 بڑا جیلا ہانا تھا۔ اس لیے کہ یہاں جاؤں گی۔ مجھے بھی میں  
 اپنے ساتھ ہی لے جاتی تھی۔ مجھے معلوم ہے کہ گروہ کی حالت  
 میں سب سے پہلے وہیں پہنچے گا۔ میری تو خبر ہے۔ ”خدا  
 میرے لیے ہے، وہاں جاؤں اور وہاں رہاؤں گی۔ میری جان بچانے  
 کے لیے یہ جگہ نہ ضرور کرنی کے لیکن مجھے وہاں نہ رہنے کے  
 لیے۔ میرا اپنے گروہ والوں پر جس جگہ نہ تو تھا مجھے بھی اپنے  
 ساتھ لے کر جاتی تھی۔ میں خود بخود ہوں... وہاں نہ رہاؤں گے کہ  
 میرے دل میں میرے لیے کسی نہیں چھپا چھپا رہا ہو گیا  
 ہے۔“ وہاں سے اپنے منصوبے سے آگاہ کرنی ہوئی تھی اس لیے  
 میں جلی۔

”تم میرے بچے جہان نوری کا دیکھو، وہ اب بھی بہت ہے۔“  
تبداری اس توہانی نے تو مجھے میری اپنی آنکھوں کی پروا دلوائی  
ہے۔“ اس نے نگاہ کا ہاتھ قائم کر رکھا، گہرے سبز میں چاہا، ادا  
”اوسرے ہاتھ سے پیادہ مجھے انداز میں اس کا ہاتھ  
تھپتھپانے لگی، گریب، دھڑکیں اس کا ہاتھ ہلاتے ہوئے کہی۔  
”میں بہت ڈرتا، ڈرتا، ہاتھ لگاتی تھی۔“ لے کر میری لہجہ ابھی  
غلط کر رہی ہے۔“ یہ کہنے کے ساتھ اس نے آنکھوں کے  
دوران ایک طرف دیکھ دی جانے والی اپنی ہیٹ اداوار،  
الغالب۔ شہزادی ابھی مسکرائی ہوئی اپنی ہیٹ کی طرف متوجہ ہو  
گئی۔ وہ دونوں کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھی سی تھیں کہ  
قریبوں نے سکر ابھیں صبر کیا۔ صحن میں پڑی سی دلی ہر  
کوند نہ بچھا کر ٹھکس کھائی گئی۔ ہانپاں تھیں، انہیں اور  
پاسکائی کی کانوں اور ہر سکر کے کھانے کے شہزادہ مانتھیں  
سیت پر شہزادی کی آواز کی جانے لگی۔ نگاہوں کو لکھیں کہ  
ساتھ دینے میں خوش تھی، البتہ اس نے سب مضمون  
ہر لٹ لے گئے۔

”اے جبار! دریاں لگ کر گئے ہیں۔ جس کی خاطر ہم اپنا گلابازار رہتے ہیں، وہ مختصر مدت آرام سے سو رہی ہیں۔ ذرا اس کے سر پر بجی ہوئی گلابزار لگا جائے تو کراہنے پنا چلے کر یاد کرنا کوئی ایسی آسان بات نہیں۔“ گئے گئے کھائے ایکے ٹکڑی نے آتھیں یاد دہانے سب سے پہلے کیا کمر جبار یاں بر ذرا

فاسطے پر بیٹھے لڑکے احتجاج کرنے لگے۔ انھیں دایوں بچی  
 انجمن کے کمرے میں جانے کی اجازت نہیں تھی اور خدیجہ  
 کے ساتھ چلے جانے کی صورت میں ان کی تفریح ختم ہو جاتی۔  
 ”نہایت ہے تم سب اندھا دھن ان دلوں کو نہ بھکنا۔“  
 چمکے گا۔“ اور اسی بحث نے بعد میں اسی اور نگار کی طرف سے  
 اصرار کرتے ہوئے الجھنے لڑنے کی شروعات کی۔

”ابھی تو تم کٹن روک ملتے۔ کٹن تو ہمارے ماتر  
ساتھی رہتا ہوا گا۔ ہم نے حالہ سے کہہ کر انہیں روکا ہے۔  
ایک لڑکی نے چمک کر جواب دیا۔  
”تین حالہ نے عورتوں اور لڑکیوں کے سوانحی دور  
دہن کے کمرے میں جو ہے۔ یہ بھی تو صلیح ہے۔“ اسی  
لڑکے نے اعتراض کیا۔

”ہاں تو یہ کون سا مرد ہیں؟“ لڑکی نے بے تہذیبی سے جواب دیا۔

”خودت بھی تو نہیں۔“ فوراً اعتراض ہوا جس پر سب نے زوردار قہقہہ مارا۔ یہ سہ پہے بغیر کہ ان کے اس فکس فٹنمول پر کسی کی دل آزادی ہو رہی ہے۔

”مگر جو بھی ہو، ہم انہیں اسکا ساتھ اور نئے ہائیڈروجن کے ذریعے کاٹنے کا طریقہ تو تلاش کریں گے۔“

”بہت سوسنی بنی تھی۔ اب چھوڑ دیں، ہر سے ساتھ چلیں۔“  
 ہمیں پھر ٹیکس کے بیگانگی کی شادی میں عبد اللہ کے ہاتھ ملے۔  
 چھپیں بھی ہمارا ساتھ دینا ہوگا۔ اس کی فکروں کے سوال کا  
 جواب فوراً دیا گیا۔

”میں بہت تھک گئی ہوں۔ سو ناچا ہتی ہوں۔“ اس نے  
 پہن رنی سے کہا۔

”کھڑی ہو جاؤ۔“ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے ایک تہوار سے بہتی بھی گئی ہے۔ اسی کے لیے تو ہمیں جانکوی چرے کا نشانہ بنی ہے۔ زاری کی طغیانی اٹھ اٹھ رہی ہے تو سہی کے لیے اچھا چرہ نہیں ہے۔ وہاں بیٹھ گیا۔ ایک بار بھر کانٹے سے لکڑی کا سٹروٹ بھاگ گیا۔ وہ سب سے سس کر گئی تھی۔ تھری دار چوٹی چھوٹا تھا۔ عام حالت میں دو رات بھر بھی یہ کام کرتی تھی لیکن اب ہاتھ کا زخم سے یہ تکلیف

دینے لگا تو اس لیے معمول بن گیا۔

یہاں اس دور کی شہر ویاہریا۔ اس نے اپنا تمام سامان کر لیا۔

”اگرچہ میں نے اسے دیکھا ہے۔“

اسی کا مسئلہ بھی اور قرآن سے وسوسلے پیدا ہوا ایک طرف  
... جو کہ وہ کہتا ہے: "وہی ان کا رہا، وہی ان کے لیے ابھی تھا"

مردمانی بہت سی۔ اسی ایرلی مہلت نے ایرلی تھکا دی تھا۔  
مردمان سے اکثر جانے والی پانچو کو تارام دیئے گئے۔ یہ اس نے

ایسی وقت اس کی فکر  
 بچے چلی ایک پاسپورٹ سے تصویر پر چلی۔

میں نے کہا کہ اگرچہ میں نے ان سے پہلے شکار ان سے باج نہیں کیا تھا  
میں نے ان کو چنے سے وہاں سے اٹھایا۔ تصویر میں موجود شخص سے  
وہاں سے اٹھ گیا۔ ان کے پاس ایک گاڑی تھی۔

یہاں تک کہ وہ اس کی شادی پر خوش نہیں اور اس کے خوش ہونے کی وجہ سے

”اسے نیکو اور دانا کہوں یا بے گناہ کہوں؟“

”اے اٹھ! یہ کیا ہو گا؟“ گانے کی دھڑکنی بھی مہندی لگی ہے، پر رات کے بائیس بج رہی ہے تو یہی انہی مہندی لگی ہے۔

”میں لگا دوں لیکن وہ مہندی مجھے جڑی اونچی مہندی  
آتی ہے۔“ ان کی پریشانی دیکھ کر میں نے ہماری آواز

”جیسا... جیسا کہ میں نے تم سے کہا تھا۔ تم کو کوئی اور بات  
 جاننے سے روکنا چاہتا ہوں۔ یہ غور سے سوچو کہ ایک لڑکی نے حیرت  
 انگیز بات کہی ہے۔ اس پر غور کرو۔“

”چلتی ہو گی“ پر وہ کہو، ہندی لگانے کے سرف  
اسے الکی۔ نہ پاؤ، ملے، تھی۔ ”عورت کا تو پھر

وہی کس نے کیا تھا۔ اس نے اس کی پیش کش قبول کرنے کے ساتھ ہی اپنی شرط بھی عطا کی۔ اس نے فوراً ہی منظور

۱۰۔ ایک جرنی نے اسے کوئی منہ نہ کی اور اسے دی۔ اور وہ

روکر و تخرؤی۔ موت باہر جا چکی تھی اور خریاں دوبارہ

سے گائے میں صوف ہو چکی تھیں۔ اور نہ ہتھیلی پر مری  
تصور فرما رہے تھے کہ مخالف میں بیٹھا ہے۔

لی تعلیمی پر بھی غور فرماتے ہیں اس لیے یہی آراء ہیں

”تم تم کون ہو؟“ اس کے جواب میں وہ بے چارے

”میں جو بھی ہوں، اتنا جانتی ہوں کہ یہ سچ ہے۔“

سے محبت کرتے ہیں۔ کیا محمدؐ کی محبت میں کوئی ۹۲ سال کا آدمی اور ۱۰ سال کی لڑکی کے درمیان ان کی بے حد جھگی آواز میں کوئی

...ہاں، میں نہیں جانتی... سرحد کی فہرست... ہاں

حضرت نور محمدؑ کا نام مبارک ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

نہی اور سے شادی کر دی ہو؟ اس - یک - چہن ہا

انہوں نے اپنی شریعتیں ہر مل سے تکیوں کی شریعتوں سے جو ان کے اندر آتی تھیں، میری ساری تکیوں سے ان کے

تھے اس کی خواہش تھی کہ بھری شادی اس کے بھائی

جائے۔ وہ ٹھیکہ دار سے لے کر اس عورت سے شادی کرے

میرے ہی اچھے پر غصہ لگائے بیٹھا تھا۔ چائے پیری سوئی۔

تھے پر اسی بوسیدہ بجے تو لگا ہے کہ یہ موت میرے با  
ئی نئے والی چیز چاہتا ہے جس کی وجہ سے اہل مسلمان

۳۰۔ دسجے ہیں یا مسمیئے دسجے ہیں دس کا جز  
ہے وہ من مانی مری پھرتی ہے۔ شرعاً تو اس نے

[illegible]

اگرچہ اس کے لیے کہ اس نے اپنے لیے ایک نیا ہیرو بنایا ہے، لیکن اس نے اپنے لیے ایک نیا ہیرو بنایا ہے۔

نہ سے یہ غلط ہے۔ اس کے ساتھ ہی کہ جس نے یہ سچا ہے

مادرِ اہل کبر نہایا۔







کالی بات پر یطین نہیں کر سکتے۔ ہمیں قبرہ سے مگر کی کافی  
 ملتی ہوئی۔ "ملکی کوئی پر زار اور ہاتھ دے رہے ہوئے ہیں  
 اے نے اے جے اے۔ ملکی حالت سے ظاہر ہو رہا  
 تھا کہ اس کی تھک کر حالت دہلی ہے۔ شاید اس حالت  
 سے نتیجہ میں ہو رہی ہو۔ انسانی میں پتلیں والوں کی یہاں  
 تھکے کے لئے ہی۔ اور ان سے چھپنے جانی شہزادی کا  
 دور دور سے دھڑکنے لگا۔ پتلیں والے کی زبان پر  
 آ رہا۔ "کون کون ہو مگر کون کون ہو۔ پتلیں والے  
 پتلیں والے کا سر ان کے لئے تھکے ہیں۔ پتلیں والے ہے۔"

”مشرکوں کے گھروں کی تلاشی اپنے ہتھیار کی جانی  
 صاحب! پیسے وارنٹ لکھاؤ پھر تلاشی لیتے۔“ عیلم کی سوتیلی  
 والدہ نے اپنی قانون دانگی بکھاری۔

”کون ہے کار میں روڑے کا کارہی ہے، رشید! اپنے  
 دس فیس جی۔ تی را کی چارہ ہے“ ایس ہے کار میں برسات  
 میں اپنی قیمت بھانے کا شوق ہے تجھے۔“ اسی وقت ایک  
 مرد نے ہواست کرتے ہوئے تیز و طرار رشید کو ٹکڑا۔ وہ  
 مرد شاید ٹیکس کا۔

”تم پہ زور معلوم ہو گیا ہے نہی! اگر ہے نہی  
 نہی اور چاہاں نے ۱۱۱۱ء میں باقی بچ رہی ہیں۔  
 ان پانچوں دلوں کا نام محمد، ماکہ، شامی، سہیل اور چوہدر  
 شمس الدین غلام ہوئی اور سلطان نے ان کو اپنا حبیب اور  
 سہیل بنو کر دیوئی بچ رہی ہیں ان میں سے دو عورت چلیا  
 ملائی ہیں میں چلیا شمس الدین غلام اور سہیل  
 کے ساتھ چلیا شمس الدین غلام کے ساتھ اور  
 کہ اب پانچوں دلوں کی عورتیں شمس الدین غلام کے  
 جگہ اور چوہدر شمس الدین غلام کے ساتھ اور  
 ان کے ساتھ چوہدر شمس الدین غلام کے ساتھ اور

یہ دیکھو... یہی شہزادی۔ ان کو میں نے بچہ کو بھی  
 کبھی اندر ہی چھپا دیا۔ سب سے پہلے مہر کی اس پر  
 نظر پڑی اور وہ زور سے نکلی۔  
 "اگر مہر نہیں ہے تو کیسی عورت ہے؟" وہ  
 "اے! اس نے ہاتھ منہ کے بالوں پر رکھے ہیں۔  
 وہ نے وہ نے ہاتھ منہ کے بالوں پر رکھے ہیں۔  
 وہ نے وہ نے ہاتھ منہ کے بالوں پر رکھے ہیں۔

[illegible][illegible]

”مسند بہت صاف ہے، تفسیر یہ صورت تعلیمی کی ہے۔  
 یہ ہے جو اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کر دی گئی ہے۔  
 بڑے سے کر رہی تھی۔ رات بھر نیند سے ساجھا ہوا دور  
 بھر کی جتنے والی تھی۔ میں نے اس سے وہ درویشوں کی کس  
 اسے پہل سے نجات دلا دیا۔ وہ میرے کچھ سے کہیں کر  
 نگار کے ساتھ یہاں سے نکلی۔ اب تک امید ہے۔  
 محفوظ باتوں میں چلی ہوگی۔“ اس نے غصہ اُٹھا کر  
 فرمایا۔

شیراز کے شہر کا نام۔

”میرا چاہتا تھا کہ اس کے خلاف کارروائی ہو جائے۔ میرا چاہتا تھا کہ اس کے خلاف کارروائی ہو جائے۔ میرا چاہتا تھا کہ اس کے خلاف کارروائی ہو جائے۔“

”اس مسئلے کو عدسہ دیکھیں گے بی بی! ابھی آپ  
کارے ہو تو چھو جائیں۔ جس ادب و اداس آپ کے لیے جو نہ  
ہدایت تھی وہی ہے۔“ سہیل نے یہ اعلیٰ کرتے ہوئے  
بٹک کر پڑھنے سے باز آجائیں کہ جو وہاں پر۔ ان سے  
سہیل کی ہمت نہ بی بی! فوراً ہی ان کو ٹھونکیا جس سے وہ  
میں سے نکلی۔ چپکے سیر۔ غلامان و غلامہ نہ تھے۔

[illegible]

”پر مادی تخیلات مگر صرف انہی کو نہ مکتی ہوں جن کے ختم پر آپ نے مجھے تاش کیا ہے۔“ اس نے اسٹیکو کو ہاتھ لگایا تھا۔ ”مے کریا نہا۔ ودا سر دتھن کر کا۔“ چٹنی اور سے آزاد ہٹ تھے۔ اس نے میں نے زور دیا۔ ”کر کر لائی کا خضق کسی بہت اوچے خانداں سے نہ۔ ایسے لوگوں کے معاملات کے بارے میں ضرورت سے زور دیکھیں لگانے سے انتہا ہی اس کے لیے مناسب تھا۔ اس کا نہیں اس کے لیے کسی مصیبت کا اور معلوم ہے۔ اس کے مقابلے میں کیا مناسب تھا؟ وہ خاموش رہے اور ترکیبی دنیوی بی نا کا نام اہم دینا کے بجائے مسرتے دے اے اہم و ترکیبی کا انداز کرے۔“ تھانے چٹنی کر مکھ کو دعا میں دیکھنا مبارک سے احرام سے اپنے کمرے میں دھو کر اسٹیکو فون پر کسی سے بات کرنے لگا۔ ”تم تخیلات سے آگاہ کرنے کے بعد اس نے فون رکھ دیا۔“

”میں نے اور احسان کر دی ہے۔ وہیں سے رڈز آجائے تو ہم آپ کو آپ کے ہر پچانو میں گئے۔ چپ تک آپ بتائیں۔ میں آپ کی کاغذ مت کروں۔“ مگر ہمیں تو ہائیکم ہاؤس۔“

تھیں۔ یہ سب کچھ کافی لڑائی و جھگڑوں کی وجہ سے  
محرم الحرام ۱۲۸۱ھ میں اسے پناہ میں لے لیا گیا۔ یہاں پہلے  
ہوئے کے بعد اس کی اہلیت میں اس کا پرچم اٹھانے والوں  
نہیں جا رہا تھا۔

”کیسی آپ کی مرضی۔ میں ایسا کرنا ہوں۔ یہ سال  
ہائے متکوالتہ ہوں۔“ ایسے بھانوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے  
ہوئے اس نے سنتری کو بلانے کے لیے کھنٹی کاغذیں ڈال دیں  
سنتری کی آہ سے کھنٹی فون کی کھنٹی بجے گی۔ اس نے  
فون اٹھایا اور دوسری طرف کی بات کرنا نہیں سہہ نہیں سہہ  
کی گویا گردان رہا تھا۔ فون بند ہوا تو وہ کھنٹی کی آواز پر اندر  
آئے دے سنتری کو اپنے پیسے دے کے مطابق رقم دیا  
بھول چکا تھا۔

[illegible]

حمی کرتے دانتے دانتے ہیں اور طاقت افراد سے پہلے  
 اصول قرار ہے ہیں۔ لیکن اپنے اسی اثران کے استغناء  
 کے لیے خود کو سے دیر نکل رہا ہے کا تھا۔  
 "تو یہ سب جائز" آپ کی ملامت کا غنا اور مسرت  
 ہیں۔ "تاہم سے لے کر آواز غالی ہی اور بکریوں پر کر  
 افراد کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اس نے کون موڑ کر  
 خاطر وہاں آئے دانتے آئی ہی اور آئی کو دیکھا۔ اس  
 کے چہرے پر ٹھہرے ہی ان دونوں کے چہروں پر یہ یک  
 وقت حیرت اور حیرت کی کڑواہٹ بھرے۔  
 "خیر، کون ہو؟" ای آئی جی چہرہ نے سر سر  
 آواز میں یہ ٹھیک سے سوال کیا۔

☆☆☆

[illegible]

اسکول کی انتظامی تحریک کے موقع پر پیش کیے جانے والے اورانی پرامن اور اخلاقی جذبہ کو بھی بھلی نگاہی تھی۔ اس سب کو بھی اسی رنگ دینے کے لیے بڑی پرمروانی سنہ ۱۹۸۱ء کی کچی کدو اور شیش بن کی آواز اچھی ہے یہ وہ آواز نا تھی جسے انھوں نے اپنے ناکام کام پر دے کر توڑیں تھیں۔ ہم نے اس کے لیے وہ بہت سے تجاویز بھی اپنے ماتحتوں کو ارسال کر دی تھیں۔ شہر کی وہ سب سے بڑی اور بڑے لیے ایپ فرائی بھی تیار کر لئی تھی۔ شیشی پرانے کدو پر اور انھیں جس کافی وقت لگا کر شہر کے اعلیٰ دست سے معصوم تھیں اور ان کی شکایت کرتے ہوئے ان کی واپس نہ کی فرمائش کر دی تھی۔ سب کی یہ فرمائشیں سن کر پھر







ماں ٹبرہ کی خوشی سارے خدشے اور واہجے بھول کر مٹاتا چلتی ہوں۔ میں نے اتنا خطرہ مول لے کر یہاں تک آنے کی راہ اس لیے دکھائی کہ میں انکی جہنم کی آگ میں نہ جاؤں۔ اس نے مجھے کی جگہ کی گارنٹی۔

”نیک ہے ہاں اب نہیں کروں گا لیکن آپ  
نیک نہ کامیں۔“ اس نے غوراً ہی معذرت کرتے ہوئے  
اس نے ہاتھ میں پھرتی تھوٹی اور نیک چمچی سوم قہاں راشی  
کرنے لگا۔ شور نے نیک کا آواز ایک پھانسا سا عین اس کی  
طرف بڑھا۔ اس نے ذرا سا کمر اوڑھی جین اپنے ہاتھ  
سے اپنے کھلائے۔ وقت کے ان لمحات میں وہ ایک دوسرے  
کے ساتھ گھن بھر طرح کے اندیشوں سے آزاد اور بے فکر ہو  
گئے تھے۔

”مائیجے اب میرا قہر و بیچر۔“ کشور نے اس سے قریب لڑکی کو اس نے ایک سے قریب رکھی ستاروں میں سے ایک ستارہ اٹھ کر اس کے ہاتھ میں تھم گئی۔ اس نے کتاب کھول کر دیکھی۔

”بی زندگی کی سال ٹروہاں کے لیے پھانسا تھا۔“  
پہلے ہی سننے پر غریب صورت نہرونی مروف میں یہ غریب نفس  
نہوکی تھی۔ کل رات غریب پرکھتنگہ کے اور ان کے گھر کے کھڑا  
تھا کہ اس کے کانوں پر غریب کتاب پہنچ کر آجیل ہے۔ لی  
ان کتاب کی راولی کی تقریب یہ زندگی کسی نیکو بیادہ نے  
اسے کتاب کی چند ہیرا بھرا دی تھی۔

[illegible]

”یقیناً جالب آئی ہے۔ ہمارے زندگی میں نہ تو بھی  
 پچاس سال گزرے گا اور اس طرح صورت نہ آئے گی کوئی ایسا  
 شاندار قہر۔“ شکر ہے کہ اگر محبت کے اصولوں کے خلاف نہ  
 ہو تو میرا آپ کا شکر ہے خداوند آفرین۔“  
 ”شکر ہے اگر کرنے کی ضرورت سے بھی نہیں۔“

آپ بھی مجھے اس خوب صورت موقع پر ایک تحفہ دے سکتے ہیں۔ اس تحفہ میں گرامر سے لے کر سائنس کے سب سے تازہ ترین کتب شامل ہیں۔ یہ سب آپ کے لیے مفت ہے۔

”مجھے اس لمحہ الہی کوئی خط پہنچے بھی نہیں سنا  
اپنے دلوں سے چاہتے تھے کہ میری اس کتاب کی قیمت نہ  
پڑے۔“ اس نے کتاب کی دوسری جہد معلوم فراس کی۔ یہ  
میری اور اپنی بیبیہ میں انکا جین ڈال کر اسے تھاوی۔۔۔ یہی  
خاتمِ کربہ میرے لیے پتھر ہوئی یہی پتھر کتاب کے لیے  
پڑ گئی تھی۔ دوسرے سن ۱۸۷۱ء سے انہم کے رشتہ خوار بہت  
مہینے سے اور بھی مٹی جا رہا اب کچھ بے ترتیب ہوئی تھی اور  
پتھر کے نیچے سے جھانک کر اس کے کچے سبز رنگ کا ہاتھ اسے  
خیر نہ تھا۔

”آج کی تیاری میرے لیے کی گئی تھی۔ ہر لمحے  
میں کیوں محروم رکھا گیا؟“ وہ کتاب پر اس کے سر  
پر مائل ہو کر اس کے بعد کا رخ کر کے اس نے غصہ کیا۔ اور اُس  
میں اس کا مطلب سمجھ گیا اور بچہ سے سر ہٹا کر دیکھا۔ تاہم  
اس نے کتاب کی قربانیوں اور لکڑی کی اور پتی کی چادر پر  
ازایف طرف رکھ دی۔ چادر کے نیچے اس نے ہر دست  
نے لپس کا نام رکھ دیا اور اچھا اور برا رکھ دیا۔ اس نے  
مکھڑوں پر بہت خوبصورت لیٹل لگی ہوئی تھیں۔  
پھر دست کا پورا پورا چھوڑ دی طرف اس نے دھانی لکھ دی  
اور ہاتھ لکھنے کے لیے گزرتا ہوا تھا اور اس کے وجود کی جگہ  
خوب خوب اپنی جگہ لکھ رہی تھیں۔ کتاب نے جلیں پر  
سے ہوں خیر چادر کے دیکھ کر چھانچھاپی نظر اس کے  
جڑ سے بندے کے بھیجنا کا کہہ رہا۔

بہت دیر ہو گئی۔ اب مجھے چتا چاہیے۔" اور  
تھی۔ اس کی خوراک کی زبان چھ لینا اس کے لیے بہت  
تھکا دیتی تھی۔ چنانچہ کوئی بڑی لمبی لمبی وقت بچتی  
تھی۔ شرمیلی ہوئی ہوئی اور ایک جانب رہ گئی تھی۔  
لطف باہر ملا۔

[illegible]

ہم سے واہ دہل بھی ایسا تھا جو واہی واہی گھوم کر آنے کے  
پانچ دس سو زمین پر ٹھیک رہا تھا۔ یہ اہل عمل نہیں جانتا  
زمین میرے بڑے بھائی کی تھی اس وقت وہ واہ کے بھائی کی  
ملک ہوئی۔ وہ انہوں نے اپنی انہی انہی مائیں کو نبھاتے  
تھے وہ انہی مائیں تھے۔

”نہایت ہے۔“ اومہا قہقی می کر اٹھ اپنے اونی رانی  
 ہے جس سے اسے وقت کا احساس دانے کی خوشی کی ہے  
 اس لیے بھرتی ہے چار اٹھ کر اپنے کر دیکھنی اور بھی نظروں  
 سے آگاہ ہے اس لیے۔

”مکمل۔“ اس نے جواب دیا تو کشور نے قدم دروازے کی طرف بڑھا دیے۔

”میری کستاقی: گوارہ نژدی جو تو میں اس کے لیے  
معاذی اللہ ہوتا ہوں۔“

وہ بچے سے آہستہ آواز میں بولا تو وہ سوپ کر حوی  
اور گھوڑوں کے انداز میں بولی۔ "آپ کو تو یہ بھی یاد نہیں کہ  
محبت میں شریعہ کی طرح مہذرت کرنا بھی اصولی ہے  
خدا کا ہے۔"

”بہت اچھی طرح یاد ہے لیکن میرا ماننا یہ ہے کہ چوٹی کی عظمت، تین تعلق کو اور بھی ضرور فراقت ہے۔ محبت میں جیسا کہ چوٹی اور سلسلہ آدمی کی نامی چوٹی ہے جو اسے اپنے قصور پر معذرت کرنے سے روک دیتی ہے۔ اذیت اور حریف محبت کو تو آدمی کے قصور کو بھی جائز محض کر دیتا ہے۔“ اس نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا جسے میں زبردست تسلیم اور شکر کرتا ہوں۔ چوٹی کی عظمتوں کے ساتھ چوٹی۔

”تو جب کا خیال ہے کہ درحقیقت آپ سے کوئی  
مکمل غلط فہمی ہوئی اور آپ جس طرحی ہم سے مکمل مضبوط رکھے  
کے لیے معذرت کر رہے ہیں۔“

”آپ کو جی بہت ڈر رہا ہے۔ میرا مطلب یہی ہے کہ آپ کو اس کی وجہ سے ڈر رہا ہے۔“

اب ہمیں پتہ چلے گا کہ "اے" اس نے اس کی عقل کو کتنا اگامی ہلکا کر دیا ہے۔

”تھیک ہو انی اسیا دہی ہے سے آنا مجھے اسی نوہ کی  
 کوئی ان مولی نویشی می چیا۔“ رانی کا ہاتھ تھا کہ اس نے  
 کی کہ کھریا ادا کیا اور مجھ دو دونوں وہاں سے ہر نکل کر اس  
 سے مرگیاں، اس نے جو روشتہ کے اور مجھ تک یہ ہوتا تھا

جہاں انہوں نے ڈرامہ کر گاڑی سمیت سمجھا دیا تھا۔ پوری  
سے انہوں نے دیکھ کر کچھ گڑبگڑ کی کھینٹ اٹھا ہے اور قریب  
کھڑا اور ڈرامہ پیش سے اصرار نہ کر رہا ہے۔ ان دنوں  
کو آج کل کے ہر پر ایمان چھوٹا ہے۔ ہاں ہاں  
اس نے بھرتی سے گاڑی کا پچھلے اور اڑھائی اور  
ڈرامہ پیش چھوڑ کر گاڑی اٹھاتے کر دی۔ ان دنوں  
کے گاڑی میں چیتے ہی گاڑی فراتے بھرتی دی سوچنی  
صرف رہا ہوگی۔ اس تیز رفتاری سے وقت کے فرق قائم  
نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن یہ ڈرامہ کا خطرہ ہی مل تھا کہ  
اشوری طور پر اسکو خوش آمدید تھا۔

☆ ☆ ☆

”کامیاب نہیں ہے عبداللہ! سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے۔“ گامیاب ہی آزادی حدود میں داخل ہونے کو کہتے ہیں۔ عبداللہ کا خبرگاہ اس سے پوچھا۔ ”جی ہاں! میں چاہتی تھی کہ خیریت کے انتظامات سنبھالنے کے لیے عبداللہ کو اس سے وہاں پہنچاؤں تھا جبکہ وہ خود پور کے در سے چرچہ مچا رہا تھا۔ ایک دن اسے وہاں جاری رہنمائی کاموں کو ہاتھ لگنا تھا۔ دوسرے دن وہ آدھ میں زیادہ وقت نہیں گزارا۔ چاہتا تھا کہ یہاں شریعت کرنے کے باعث اسے اپنی بہت چارہ کی ساتھ گزارا جائے۔“ جبکہ چارہ کی اور دو دھنک وہاں کے بندے تھے، چنانچہ چارہ کی کو یہ داشت کہ اس نے اپنے کسی لائے احسان سے کم نہیں تھا۔ خود اس احسان میں زیادہ دیر نہ ہونے سے چمانے کے لیے اس نے چاہا تھا کہ شہزادوں کی طرح ترتیب دے تاکہ وہ آزادی میں محدود وقت کے لیے غصہ نہ کرے اور اب اسے شہزادوں کے مطابق وہ مقررہ وقت پر ہی آزادی حدود میں داخل ہو چکا تھا۔

”اچھری ٹھنگ اتر آں مائت سرائے تقریباً ابھی چلتا ہے۔ میرے ساتھ آنے والے خاتون صفائی اہل خانہ کے سوچو ہیں اور تقریب کی کوڑا کر رہی ہیں۔ حویلی کی خوشن کے علاوہ جن خوشن کو گھٹا تاے بھیجے گئے تھے، ان میں سے ایک بی بی صاحبہ اور ایک مسعودی کی سسٹرن بھی وہاں تھیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ کھینٹے شہزادہ کے ہمراہ تھیں۔ وہاں کے اور ہفتہ رخ ہوا جا چکی تھیں۔“

میں نے کہا کہ میں نے تم کو کبھی نہیں دیکھا ہے۔ وہ نے کہا کہ میں نے تم کو کبھی نہیں دیکھا ہے۔ وہ نے کہا کہ میں نے تم کو کبھی نہیں دیکھا ہے۔



وہ دے میں تو جانتی ہی نہیں کہ کسی قدر شہزادہ لوگ ہیں۔  
 پیچھے چودھری صاحب نے سخت رپ کواہنی شکایت کے شایان  
 شان منعقد کرنے کے پتھر میں پھینکا اور اب ان کی بکھر گئی  
 کی کسر پوری کر دی گئی ہے۔ یہ اللہ، دین اور انسانوں کی صفائی سے  
 رابطہ ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جی چاہیے چودھری صاحب  
 اتر کر آنے سے دوا میں ٹکس ہیں۔ پیچھے دوا کی شے سے دم پر  
 اچھا خاصہ وقت لگایا اور اب تصویریں منظرانے کا ملکہ  
 جاری ہے۔ چودھری صاحب کی طرف سے سفارشات میں  
 کوئی نئی درخواستیں کی تصویریں شائع کرنے پر پابندی ہے لیکن  
 چودھری ان پانچواں فی سیرانے کر آئی ہے اور اب انہوں نے  
 ہماری میکنی ہونے کی خاتون صفائی کو اپنا نوکر لے رکھا ہے۔  
 عبداللہ ان سے بے نی ہے تو۔

”اے احمق! تو کوشش کرو کہ جلد از جلد تہذیبِ قسم ہو جائے۔ میں جیسا کہ پہلے چکا ہوں اور اب جیسا کہ تجھے ہی والا ہوں۔ تم فارغ ہوئے ہی وہاں آ جانا۔“ صاحبِ الزمان کی بھاری گونجی تھی اس نے سنی ہوئی بیخفا جانتے پر غور کیا اور اسے جانتے ہی اپنے کے بعد ملکہِ شعلہ سے روکا۔ اگلے دو منٹ میں وہ نہی پہنچ چکا تھا۔

اور اس کی عیسیٰ کو ایفہ دوسری گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے  
آئی۔ اس نے گاڑی سے اترنے سے پہلے ہی پہلی گاڑی سے  
دو ٹکڑے برآمد ہوئے۔ ان میں سے ایک دو چار لمبے چار  
میں چھوٹی ہونے کی وجہ سے دوسری گاڑی سے بچان پڑا۔ وہ اس  
مازہ میں جس کو اس نے لہوور کے اچھٹن میں آکھ کے  
سمجھنے سے پرہیز کیا تھا۔ اس مازہ کو دیکھ کر وہ کہی قیاس  
کر سکتا تھا کہ دو چار لمبے آکھ کے سمجھ کر سکتا ہے۔ وہ  
گاڑی سے اترنے کے بعد جب تک اندر نہیں چلی گئی، وہ  
مستحقانہ اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا۔ چوتھی گاڑی دیکھ کر  
اس کا حیرانہ لہجہ تھا۔

اگر کوئی شخص کوئی نئی چیز کہے تو اسے سچے سے مراد ہے۔ باقی  
 دنیاں میری اہلی گدھی میں بیٹھے وہاں آئیں گی۔" مشاہیر  
 لندن نے اس کے لیے گاڑی کا وارڈ اور گھوڑے جب اس کے  
 گانا میں جھجکی گاڑی سے ادا راج سے کہہ لیا یہ بللہ پڑا۔  
 "تمہیں بھی وہ وہاں ہواں گا۔" لہ لہ کی عینیت  
 فرما پڑی تھی۔ "یہ اچھا ہڈی اٹھائی میں، یہ نصیب  
 کی قربانی کرنا ہے میں تم کو ہی فرما پڑی۔" اسی مشکل  
 سے میں نے اسے ٹھیک کیا۔ جب کہیں جا کر ہم ادا راج کے  
 جیسے خود غلط رویے سے کہہ کر اٹھ گئی کہ اٹھو۔ پورا ہو گا۔

وادی پور دھرائی تو خست تھا ہوں گی کہ میں نے تھی کہ وہاں  
لکھی... پرس کیا کرتا؟ خائیتوں کا وہی بھروسہ تھا کہ وہاں  
ہے، اچانک سے آئی، وہاں... یہ وہی جیسے...  
ہوئے اراغ رہی ہیں کرد و سر سے حال اس...  
میں بھی چاہی جس کہیں رو... مجھ کا یہ فقر...  
سے ہوا دھرائی ہدی اچانک آئی...  
کرنے والے لازم ہے...  
روم تک پہنچا دیا... وہاں پور دھرائی ہے...  
پہلے سے جو دھرائی... وہاں شہر کی ہادی ہاں...  
پہلے تھے۔

”آجیے اے ہی صاحب! ہم آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ ہوش و سادگی آپ نے۔“ سے دیکھتے ہی چہرہ نے عجیب و غریب انداز میں استغناء کرتے ہوئے ٹھوکتا۔

”جی ہاں، اصل میں آج مجھے نور احمد کے دور سے پر بھی جانا تھا۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ وہاں بھی...“ سے

پاکستان پر کاسم پور ہے۔ جس وہاں سے اگلے آتے کچھ تاخیر ہوئی۔ چہرہ اور انداز میں دونوں سے

پوری دہری مصداق کرتے ہوئے اس نے اپنے دہریہ

لی... تالی۔

”اکیس عرصہ میں آپ کی بھیجی ہوئی چیز چمکے ہیں۔ یہ  
 فی صاحب! اب ان کو تو آپ نے میں نے لے لی ہے۔ اب  
 آپ کو لے لیا ہے۔ بہت وقت چاہا اب اس طرح  
 کے خوش و خرم کرنے کے لیے۔“ اس کے ساتھ ساتھ  
 دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی اسے غور رہا۔

[illegible]

یہی نہیں۔ آپ جس سے یہی بھی بات ہوتی ہے۔ ان  
سب کو نصیحت نہیں۔ آپ عمل جاری رکھیے۔ میں جانتا

کہیں کہ انہیں لیا کہ جب خود کو مانتے ہے بچاتے کے لیے یا  
 تو کب نکراتے ہیں اس نے مسکراتی ہوئی فرمایا کہ مجھے میں  
 جواب دیا جسے نہ سمجھتے ہوئے وہ وہاں ایک اور پھر کیل کی  
 طرف متوجہ ہو گئے لیکن اس نے عرض ہی ادا تک دم میں  
 ہر چال سا کہتا ہے جو چاہیے ہی نہ رہا اُن نے وہاں سے اٹھ کر  
 چل کر ایک دو چار تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر وہاں سے  
 دھڑکتے اس کی تانی مہر دور کی کا انہیں خبر نہ تھی۔

”میر یہاں بیٹھوں گا۔“ فرمائی اور مجھے نہیں بھی کہیں  
 چلنے دیتیں۔“ اور اپنی ہوتی ملازمہ سے صاحب تھا جو  
 اسے منہا لے کر کوشش کر رہی تھی۔ ملازمہ سے کہتے ہو  
 باہر میں پانچ گھنٹہ کے پہلے سے دراز نگہ روم میں جے جی  
 انکوار میں چمکا کھانسی کی خرابی ہو کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی  
 دیکھتے چار انکوار میں ہیں اس کے بے ہوشی اور زمین آ کر زمین  
 ہیں اس کے بعد چھ چار ہو گئے۔ اور دیکھ رہا تھا کہ ہر  
 لڑنے والے انکوار میں ہیں کے ساتھ ساتھ ملازمہ کے  
 پر سے ہر چھائے فون۔ اور ہر ایک کے ہاں کمرے نوٹے  
 رہے تھے۔

[illegible]

ہم نے ان کے لئے ایک اور کام بھی کیا ہے۔ ان کے لئے ایک اور کام بھی کیا ہے۔ ان کے لئے ایک اور کام بھی کیا ہے۔

”تیرا تو میں بعد میں فیصلہ کروں گا۔ اس کی اپنی فکر ہو۔“  
 کچھ عرصے کے بعد اس نے ”پروگریس ٹمپ“ کے نام سے ایک نیا جہاز ۱۹۰۰ء  
 میں جاری کی اس کی بات سن کر اس کی پروگریس ٹمپ کے نام سے  
 لکھا جس میں عربی زبان کے کتبے تھے اس نے اپنے  
 نام پر لکھا۔ اس کے نام کے ساتھ اس کے بعد ایک دوسری

مازمہ آکر وہاں موجود پھیلا، سمیٹے گی۔

چاندھری کے چہرے کے تاثرات سے غلام غلام کا  
 حراج بڑی طرح برسمو چکا ہے اور اسے اپنا موٹا کرنے  
 میں فٹ شوار کی خوش آری ہے۔

”پلوٹو تحریف نہیں، میں ابھی تو انی ایس ایس  
واپس آئے ہوں۔“ ڈاکٹر فریڈرکس نے کہا۔ یہ کہتے ہوئے  
ڈاکٹر گھبراہٹ سے زبر جانے لگا۔

”اُن کے لیے وہ صاحبِ زادے“ شہزادہ یہ تو مجھ پر ناگوار لڑکے کا نقشہ بدھری کے خاندان میں ہے، اُن نے بدھری سے اس کا رشتہ معلوم کرنے کے لیے یہ سوال کیا۔

”پندرہویں صاحب کا سب سے چھوٹا بیٹا بڑا شاد تھا۔  
 جبے، خور، پتلی طور پر سفید ہے۔“ (انس لی) نے بتایا تو دھڑک  
 دھکی دھکی کھینچ دے کر خاموش رہا۔ پندرہویں صاحب  
 بھی دھس آ گیا۔ اب اس کے چہرے کے تاثرات قدرے  
 نرم ہو گئے تھے۔

”میں نے ملازموں کو کھانا پکانے کا کہہ دیا ہے۔ ہم  
 آج کل کھانا کھا رہے ہیں۔ خواہ مخواہ توڑی ہوئی روٹی اور  
 آٹا میں کی تو ان کے لیے آگ و سڑخوان کھ جائے گا۔  
 میں نے یہ عرض کیا کہ اب تو یہی کہ جس طرح توڑی ہوئی  
 اپنے ساتھ رکھ لی ہے تو آج کل۔ مہمان سہافی خانہ سے ان  
 کی تقریب کے بارے میں راسخ ہو گئی۔ غصہ توڑی کے لیے  
 تاکہ اندازہ ہو سکے کہ وہ انتہاء کے لیے کتنی دھڑکتا  
 کر رہی ہے۔“

ایک سونے پر بیٹھے ہوئے اس نے کھد کھانے کی اطلاع دینے کے ساتھ آگے کا پرہیز بھی بتادے۔ حویلی میں کھانے کا اگر آپ شہزادی بیعت پر تیار ہو کر گئے، تو کھانے کی ایک دو ملاقاتوں میں دوس نے وہاں پہنچی کھانے سے سخت اشتیاق کھا لیکن آج ایسی کوئی چائیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اپنی اندرونی کیفیت کو سمجھاتے وہ بہت چہرے کے ساتھ دہرا بیٹھا رہا۔ اسی وقت اس نے نوپائش کی اور بیٹن صحت پڑا چوک کولی، اسے کال کر لیا۔ اس نے دوسرے کال کر لیا۔ پھر اس نے ۱۱ بجے کال کر لیا۔ کال آ رہی تھی۔ "ہیں" کال میں ۱۰ بجے وہ نے کال

یہاں تھے شیریں انیس دہائیوں سے قومیں کیسے کرتے  
 کی کوشش کر رہے تھے۔ جس سے مطمئن ہو کر قسم دے رہے تھے کہ  
 وہاں پر کئی کرنے کوئی رہا جس کی قومیں تھیں۔







## گلاب

آئینہ

پہلے سماج میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کی باگ ڈور جب پائلر سماج کے روایتی نظام میں پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہی بدل کے رہ جاتے ہیں۔ مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی کئی رخ ہیں۔ بالا تر طبقہ کی خودمختاری ہی قانون کی اصل تعریف و تشویش نہیں رہتی ہے اور یہ تشویش کتابوں میں نہیں، روایتوں میں تحریر ہوتی ہے۔ ایسی روایتیں جس میں قانون صوب کے لیے ایک جیسا نہیں بلکہ سمندر اور جل کا سا ہے جہاں طاقتور مچھلے جال کو تو زکو اور کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔ پھنستا وہی ہے جو درمیانے طبقے سے ہو۔ محبت نہ تو روایتوں کو مانگتی ہے نہ طبقات میں تقسیم معاشرے کا تجزیہ کر کے محبوب کا انتخاب کرتی ہے۔ یہ تو بس پوچھتی ہے دل طبقات کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اسے آزمائشوں سے ضرور گزرنا پڑتا ہے، زندگی کی بساط نور و وقت کے دھارے ... سب قسم کی باتیں اور مقصد کی چلیں ہیں ... کہیں بازی پلٹ بھی جاتی ہے۔ گزرا وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر مقصد ساتھ لے جاتا ہے۔ اس وقت تک پسوں کے نیچے سے بہت سنا پانی بہہ چکا ہوتا ہے۔ جرم، افسر شاپی، جاگیر بازی اور پیار کے محور کے گرد گھومت آزمائشوں کا ایک ایسا ہی سلسلہ در سلسلہ۔





مرد سے زندہ نہیں ہو سکتے تھیں دو ہو گئی تھی۔ وہ جس کے نام کی قبر پر آباد کے قبرستان میں موجود تھی، اس کے سامنے زعم و سلامت ملتی جاتی حالت میں بیٹھی تھی۔ پہلے کے مقابلے میں اس میں کوئی فرق آیا تھا تو صرف یہ کہ اس کی صحت کافی گہری تھی اور چہرے پر زور کی کھنڈی ہو گئی تھی۔

"یہ سب کیا ہے ماؤ؟ تم زخم زدہ ہو تو وہ کون کون تھے تمہارے ہم پروردگار؟ تم اسے مرے کہاں غائب ہیں؟"

"آپ کے ان سارے سوالوں کا جواب دینے کے لیے میں آپ کا اپنے ساتھ بیٹھنے والے واقعات سناتی ہوں۔"

اس نے پوچھنے کے لیے اس کے سوالوں کے جواب میں کہا اور پھر ذرا سا کھٹکھٹاتی ہوئی روایتی سے شروع ہوئی۔

"آپ کو معلوم والا صاحب اور ان کی بیوی کا تو علم ہوگا ہی۔ اس واقعے کی رات مولیٰ والا صاحب کے ڈرائیور سرہ نے مجھے اپنے ایک دوست عامر کے گھر منتقل کر دیا تھا۔ میں عامر کے گھر اس کی بیوی کے ساتھ رہنے لگی۔ اسی گھر میں جیلہ نامی ایک لڑکی رہتی تھی۔ افسر کی شخصیت کہ اس نے اس سے چاروی کو کھل کر نصیحت کی تھی۔ خود سر اور اس کے ایک گروہ کی اس پر نظر پڑی تو اسے اپنے ساتھ گھر کر لے جانے کے پتھر میں پڑ گئے۔ ایک روز وہ عامر کی اسی کی حرا ج پر کی گئی۔ لیکن آئی تو بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اسی وقت اس نے مجھے اپنی نصیحت سے آگاہ کیا۔ وہ اتنی ڈر رہی تھی کہ وہاں اپنے گھر جانے کی بھی جرات نہیں کر پائی تھی۔ میں نے یہ ترکیب نکالی کہ اس کا اور اپنا ہاتھ آپس میں بدل لیا اور اس سے کہا کہ میں اس کے گھر تک چلی ہوں۔ جو لوگ تمہارے پیچھے گئے ہیں وہ دھوکا کھا کر میرے پیچھے لگ جائیں گے، تم اتنے میں چپکے سے اپنے گھر چلی جانا۔ میرا اندازہ صحیح نکلا۔ جیلہ کا گھر چاروں والے پڑاؤں سے دھوکا کھا کر میرے پیچھے لگ گئے۔ میرا ارادہ تھا کہ کچھ پرچھنے کے بعد میں اپنے چہرے پر سے چادر ہٹا دوں گی تاکہ وہ لوگ یہ جاننے کے بعد کہ میں جیلہ نہیں ہوں، میرا بیچھا چھوڑ دیں۔ مگر یہاں بھی سے اندازہ نہ کی گئی ہوگی۔ اس سے پہلے کہ میں اس بیوی کی گئی تھی کہ کچھ پرچھیں ان لوگوں نے مجھ پر ایک بیوی ہی چادر ڈال کر مجھے قاتل کر دیا اور مجھے اپنے ساتھ اپنے ڈیرے پر لے گئے۔ وہاں جا کر ان پر یہ بات کہی کہ وہ جیلہ کے بھائی کے ساتھ اور کوٹھارہ لائے ہیں۔ وہ مجھ کے گھر ان کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ مجھے میں ان کے گروہ نے مجھے بری طرح مارا پیچھا اور دیکھیں سے وہ نہ کر ایک طرف ڈال دیا کہ جب میں جیلہ سے مل گئی، وہ یی تجھے چھوڑ دیں گے۔ دوسرے دن وہ لوگ

روا پر وہ اس گھر میں گئے اور انہیں پتا چلا کہ عامر کا گھر دھوکے سے اڑ چکا ہے اور اس واقعے میں اس کی ماں اور بہن لڑکی رہی ہوگی۔ میں تو ان کے قتلے میں گئی تھی۔ انہیں نہیں سنے کچھ لیا کہ میرے والے ان کی جیلہ تھی، ان کا گروہ ایک ظالم اور خشنور شخص تھا۔ جیلہ کے ہاتھ سے گلے جانے کا اس نے مجھ سے پورا پورا انتقام لیا۔ اس کی باز پھینک اور تھکد سے گھر پر میں اس کا یہ مطالبہ کرتے ہوئے رہی ہوگی کہ میں جیلہ کے بدلے میں ان کے ساتھ وہ گروہ کرکام کر دوں گی۔ وہ لوگ اگلے سیدھے گئے پڑاؤں اور ایک آپ کے ذریعے میرا حلیہ دکاڑ کر مجھے اپنے ساتھ اپنے دھندے پر لے جانے۔ ان لوگوں کی سخت گھرائی اور تھکد سے خوف زدہ ہو کر میرا ذہن اس بیوی خراب ہوا کہ مجھ میں تو اتنی اہمیت ہی نہیں رہی۔ مگر کچھ دن تک میں نے آپ کو لاہور میں دیکھا اسی دن مجھ پر یہ حقیقت بھی کھلی کہ گروہ اس ایک جگہ ہے۔ ان دنوں ہاتھوں نے میرے کچھ جاننے والے عامر کو بھل کر دیا۔ گروہ نے اپنے گروہ سے بھی اپنی حقیقت چھپا دی تھی۔ میں نے ان میں سے ایک کو اس راز سے آگاہ کر دیا اور پھر مجھے اس کی ہمدردیاں حاصل ہو گئیں۔ کچھ رات وہ اور میں ایک شادی والے گھر میں دے ہوئے تھے۔ ہم نے منصوبہ بنایا کہ وہاں سے فرار ہو جائیں۔ لیکن اتفاق سے مجھے معلوم ہو گیا کہ جس لڑکی کی شادی ہو رہی ہے وہ سرمد کی محبوبہ نہیں ہے اور اسے مجھ کر کے زبردستی اس کی شادی ایک بوڑھے سے کی جارہی ہے۔ میں نے تعلیم کو گھر کے ساتھ وہاں سے فرار ہوا دینا اور خود ان کی جگہ لے لی۔ میں نے یہاں سے ہاتھ مرے۔ کوئی پیغام بھی بھیجا تھا کہ وہ کسی طرح آپ سے رابطہ کر کے مجھے بارے میں اطلاع دے دے۔ لیکن پھر میں نہیں کر سکی۔ انہیں خود سر اور ان کے قتلے میں موجود ایک اور شخصہ لڑکی کی تلاش تھی۔ میں بھی کچھ سرمد کا آپ سے رابطہ ہوئی ہے اور آپ نے پالیس کو بھیجا ہے لیکن ابھی جب ڈی ٹی میں صاحب خانے پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ تو کوئی اور لڑکی تھی جسے جوش کیا جا رہا تھا۔ میں جانتی تھی کہ ڈی ٹی میں صاحب آپ کے کون ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ میرے بارے میں اطلاع دے دی جائے۔ میں پھر اس کے بعد وہ مجھے اپنے ساتھ یہاں لے آئے لیکن معلوم نہیں سرمد نے آپ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟ مجھے گھر ہو رہی ہے یہ نہیں اس کے پاس خیریت سے بیٹھی تھی ہے یہ نہیں؟ ساری داستان اختصار سے سنانے کے بعد اس نے آخر میں یہ کہہ کر میں تشویش کا اظہار کیا۔

"سرمد کچھ سے رابطہ ہو گیا تھا۔ نیم اس کے پاس پہنچ گئی ہے اور ان دنوں نے تلاش بھی کر لی ہے۔" اس کی سلی کے لیے شہر بارے میں اسے اطلاع دی اور پھر چاروں کی طرف حجب ہو گیا جو اس ساری مشین کو دو دنوں تک خاموش بیٹھے رہے تھے۔ شینہ کے لئے کی امید بندھنے کے بعد بے دلی لڑکی نے اسے یہ ہمدردی دے دیا تھا لیکن پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح خود کو سنبھالنے لگے تھے۔

"خوبہ سرائی کا گروہ گرفتار ہو چکا ہے۔ فرار ہونے والے خود سر اور کوئی اس کے گھر سے کھوا گیا تھا۔ ان کا گروہ اب باہر نہیں آ سکا۔ گروہ اس جرم سے ملے ان تینوں کو بھی اعانہ جرم میں سزا دی جائے گی۔" عباد نے اسے اپنی طرف رخ کرتے دیکھ کر خود ہی بتایا۔

"ان افراد کی گرفتاری کے علاوہ اسٹیبلشمنٹ کو کھر سے بھی بچ چکے ضروری ہے۔ وہ وہاں کے کسی پرکام کر رہا تھا۔ آخر اس سے اتنی بڑی فطرت کیسے ہوئی کہ اس نے جیلہ کو لاہور قسیر کر لیا؟ سر نے انوں کا پوسٹ مارٹم ہوتا تو یہ بات واضح ہو جاتی کہ جو لڑکی سرمد، وہ وہاں نہیں تھی۔" اس نے ایک لوجیکل شک کا اظہار کیا۔ ایک ماڈل لڑکی اور تیسری بیٹی سے ملنے دیکھنے والے فرد کا فرق تو سرسری جائزے سے بھی فوراً واضح ہو جاتا لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ وہ شخص کو کھر نے یہ پروا نہ رکھی ہے۔

"فرار ہونے کے بعد یہ ہے۔ میں ابھی اس سے زنت کرتا ہوں۔" عباد نے اس کی زندگی اور فرائض تو ان پر کسی سے رابطہ کر کے حکم دینے کی مشین کو کھر سے بات کرانی چاہے۔ دو دن بعد ہی اس شخص کو کھر کا فون آ گیا۔

"قریباً سرائی آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

اس نے سوچ نہ کیے میں ان سے ہاتھ۔

"مکان چھپنے کے قریب مجھے میں بلاست میں ماہر ہونا ہی پڑا کہ ہلاک ہوئی تھی۔ تم نے اس کا پوسٹ مارٹم کر دیا تھا؟"

"نہیں سر۔" اس نے فوراً انہماک میں جواب دیا مگر کچھ سے پڑتی جھک رہی تھی۔

"پھر وہ مفت میں وہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میرے پاس لے کر آؤ۔" عباد نے اسے گھر دیا۔

"آئی جلدی سرائی رپورٹ تو پڑاؤ میں احوال پزیر ہے گا۔ وہ یہ خیریت تو ہے۔" وہ اس کی گھر میں نہ تھکا اور پھر کہا۔ اس کی یہ خبر اہمیت تھی کہ وہ کسی بھی شہر کا اندازہ رپورٹ ہے اور ہاسٹ مارٹم کا کارروائی سر سے کی گئی تھی۔

"میری طرف تو سرخبریت سے ملے تھامی خبریت ملے گی۔" اس نے جھک کر بیٹھنے کے لیے اس واقعے میں ہلاک ہونے والوں کا پوسٹ مارٹم سر سے کر دیا لیکن کچھ گیا تھا۔ "سوائی نے سرمد کیس کا جواب دیا۔"

"اس کی کوئی بات نہیں سر۔" اس کا لہجہ خود رفتی پھر بھی وہ اپنی بات پرازا ہوا تھا۔

"اس کی بات ہے، ان کا ثبوت یہ ہے کہ جس ماش کو لاہور قسیر لڑکی کے نام سے شناخت کیا گیا تھا اس وقت وہ میرے سامنے زندہ حالت میں بیٹھی ہوئی ہے۔"

"سر۔" مگر لڑکی کے کچھ دیر بعد اس کی شناخت ہوئی تھی۔ "وہ کچھ مسموم شہر خرابی اور گروہ کی دلیل دیتی۔"

"تمہاری اس تاہلی نے جیت کر دیا ہے کہ تم پالیس کے گھر میں کام کرنے کے نہیں۔ تم اپنی اہمیت سے جانے آپ کو کارخانہ کچھ۔ تحریری آواز دہی جلد تک نکلی جائیں گے۔" اس نے اسے کہتے ہوئے فون پر دیا۔

"میری اس شخص سے رات ہوئی تھی تو مجھے کافی اہلی ہفتہ بند لگا تھا لیکن تاہلی سے اس منظر سے کے بعد پتا چلا ہے کہ کھر "اندازہ والا تھا۔" شہر نے خبر کیا۔

"اب اسے اپنی اس ڈی ٹی کی سزا سنائی پڑے گی تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ پالیس کی جاب کوئی ذات نہیں۔ اس جیسے نااہلوں کی وجہ سے ہی تو پالیس کا گلہ بدنام ہو کر رہ گیا ہے۔" دو شہرے میں کچھ تھا۔

"یہ بیس سرائی کی آواز خراب نہ ہو کر لڑکی سے تو معاملات کیسے سنبھالیں گے۔" اس نے انہیں خطہ کرنے کی کوشش کی اور پھر خاموشی تو اس کی ہی، وہ لوگ طرف رخ کرتے ہوئے نکلا۔ "تم کیسے روم میں جا کر آرام کرو۔"

وہ اس گھر پر اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔ اس کے لاہور پہنچنے تک بھی وہ دست و پا میں تھی کہ اس لیے وہاں تک کا راستہ معلوم تھا۔

"سہارا دیکھیں میں نے ڈی ٹی کی یہ تصویریں نکالی ہیں۔ آپ بدلتی کا خیال چھوڑ دیں اور یہ تصویریں سارے اخبارات میں چھپا دیں۔ جو سوتیلے کے تصویریں اخبارات میں نہیں تو کوئی نہیں ہفتے کے بارے میں اطلاع دے دے۔" اس کے باہر گھر سے پتھر مارا تو ریلوں حالت میں ہاتھ میں بہت سی تصویریں لیے اپنی جہتی آئی اور دو ساری تصویریں سینٹرل میں پر اس انداز میں رکھی کہ وہ پھر بھی نہ ہٹیں۔

"ماؤ، تو جس کی توجہ دے دو۔ ڈی ٹی اس طرف سب ڈال ہوئی تھی، تصویروں پر نظر پڑنے پہلی طرح چاکی اور پھر



ایک تصویر، ہاتھ میں لے کر یہ غور اس کا جائزہ لینے لگی۔ جیسے وہ تصویر کا جائزہ لے رہی تھی اس کے چہرے کا رنگ بدل چلا تھا۔

"مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ کہنے سے سزا دے کر آپ میرے ساتھ گیسٹ روم تک چل سکتے ہیں؟" بالآخر ایک فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ کر اس نے شہرہ سے درخواست کی۔ وہ کچھ نہ کہنے کے باوجود اس کے لہجے کی تجدید کو محسوس کر کے اس کی بات ماننے پر رضی ہو گیا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے گیسٹ روم تک پہنچے۔

"ہاں بھئی۔ کیا کہنا تھا جی جی تم؟"

"میں اس تصویر والی لڑکی کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی۔ وہ کون کون ہے؟"

"وہ چار بھائی کی بیٹی ہیں۔ بھوروز پچیس اے خواہہ سراؤں کے ایک گروہ نے خواہہ کر لیا تھا لیکن اب تک بھرائی تمام تر کوشش کے باوجود اسے تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ مگر تم کیوں اس بار سے میں چھ رہی ہو؟" اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے اس نے زرا محک کر کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ میں نے اس لڑکی کو دیکھا ہے اور۔۔۔"

اور مجھے یہ یقین ہے کہ اب وہ زندہ نہیں ہے۔" اس نے۔۔۔ پرنسپل اسے یہ اطلاع دی۔ ہاں ہاؤنڈ کی کوئی شکل یاد جانے والا خیر نہیں تھا اس کی یادداشت سے بالکل محسوس ہوا تھا اور اب اس کی تصویر دیکھ کر وہ بھی شدت سے اس پر سدا لگنے کی راہ لگ گئی۔

"تم کسی چیز سے یہ سب کہہ رہی ہو؟ مجھے تفصیل سے پوری بات بتاؤ۔" شہرہ نے اس سے کہا تو جواب دیا کہ ایک کرمادار لفظ سے لے کر۔ ساری بات سن کر وہ تیر کی مانند تیزی سے گیسٹ روم سے باہر نکل گیا۔ اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ اس کے اندر تو غضب کی ایک آگ سی لڑک رہی ہے جس میں وہ سب بکھرا کر جسم کر رہے گا۔

☆ ☆ ☆

تھیں لہذا یہ اطمینان تھا کہ وہ اور شاہرام خان کی کہانیاں سوچا اور کو آرام سے سنبھل لیں گے۔ سندھ رام جیسے معترف شخص کا تو اس وقت کوئی پرو چرہ نہ لگے گا لیکن کس قدر اسے اپنی اصل میں سونی نام کے اس کردار سے دور ہونا پڑتا ہے جس کا ذکر وہاں نے بھی کیا تھا۔ وہ سوچا۔۔۔

گاڑی سندھ رام کی کوئی کے سامنے جا کر رکی تو شاہرام خان نے اس کے اشارے پر باران دی۔ دو تین بار باران دینے کے باوجود اندر سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔

"تر کر تھیں بھائی۔" اس نے غصہ دیا۔ شاہرام خان نے غصہ کی جس کی گھر میں دے کر اسے اندر سے نکلتے ہی کی آواز سنائی نہیں دی۔ جانے کتنی غراب بھی یہ بندہ کر رہی تھی۔ اس نے کوسے کے دروازے کے کدے سے کوب کیا۔ بندہ دروازہ کھلی لے کر نکلا۔ دوسری طرف ایسی خاموشی تھی کہ کوئی خان پڑی ہو۔

"دوسری طرف کو کر اندر۔" اس نے کہی۔ وہ دروازے میں پہنچا ہوا اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ منظر یہ دکھائی دیا کہ شاہرام خان نے کمرے کی کھلی اور گیسٹ روم کی طرف کو کر دینی اور اندر کھول دی۔ وہ فوراً کھلے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اسی وقت اس کی غصہ والی نوازی کی پٹریوں کی جھلک دکھائی۔ وہ چلتے ہوئے عورت کی گلی کی اندرونی عورت سے ٹکرا کر زمین پر گری گئی۔

گلی میں دو تین بوٹی کوئی کے بھی حصے میں جاری تھی۔

"تم اندر دیکھو میں پہنچے جاتا ہوں۔" اس نے شاہرام خان کو جوابی پشت کا حشر کیا۔ دیکھ کر وہ تیزی سے صدمہ اور خود کی اس کی طرف دوڑا۔ گلی پار کر کے وہ کوئی کے کتبہ میں پہنچا تو وہ عورت کی پٹریوں پر چڑھ کر سندھ رام کی کوئی کی عقب سے جڑی ہوئی دوسری کوئی میں اترنے کے چکر میں لگی۔ اس نے سمجھ کر اس کی پٹریوں پر گھبراہٹ سے چڑھ کر کھڑکی میں عورت نے اپنی دائیں ہاتھ چابی۔

شہرہ کے چہرے پر اس کی ڈانٹ کی طرف گئی لیکن چونکہ وہ دونوں ہاتھوں کی مدد سے دروازے کی کوئی کی اور اس کی ایک ہاتھ بھی اس کی گرفت میں تھی اس لیے شہرہ نے زبردستی نہیں کی۔ اس کے باوجود وہ جھپٹا گیا اور پھر دیکھ کر عورت کو سمجھنے۔ اس پر وہ دروازے پر اپنے ہاتھوں کی دھڑکنے میں کامیاب نہیں ہو سکی اور وہ چپ سے زمین پر آری لیکن بچے گرنے ہی اس نے خود کو حیرت انگیز بھرنے سے سنبھلا اور اچھل کر سیدھی کڑی ہو گئی۔ اس وقت شہرہ کو

اور اک ہا کہ وہ کوئی عورت تھیں بلکہ لڑکیاں تھیں۔ جس کا قد چھ فٹ سے ایک آدھ فٹ کی کم ہوگا۔ سیدھے کمرے کے کدے کے بعد وہ سن پٹی بھر کے لیے دیکھا ہوا گھر پر آئی اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے حملہ کرنے کا انداز ایسا تھا کہ شہرہ مارنے فوراً ہی جا بھا گیا کہ وہ جڑو کے فٹ میں ماہر ہے۔ دائیں جانب جھٹک کر اس نے خود کو اس کے بارے سے جاننے کی کوشش کی لیکن یہاں اس سے اندازے کی کوشش ہوئی۔ حملہ آور نے بائیں طرف حملے کا ذریعہ دے کر اس کے دائیں شانے پر کڑی پھینک کر وہ دروازہ پر لگا ہوا تھا۔ دائیں شانے پر لگنے والی یہ ضرب اتنی زور دہی تھی کہ اسے گناہ اس کے شانے پر گرنے والی یہ ضرب انسانی ہڈی کے بجائے لوبہ کی کسی عضو کو مارا سے لگائی گئی ہو۔ وہ آخر انہیں اس نے ساری زندگی سونوں پر تالیاں بجا بجا کر بھگتا کھتے دیکھا تھا ان میں سے کوئی لڑکی لڑائی کے فٹ میں اتنا برہمی ہو سکتا ہے۔ اسے یہ جان کر حیرت سی ہوئی لیکن اس وقت اس حیرت کا اظہار کرنے کی فرصت نہیں تھی۔ اپنے شانے پر گرنے والی ضرب سے فوراً کھٹکتے ہوئے اس نے اپنی دائیں ہاتھ چلنی جو حملہ آور کے چلو میں تھی۔ ضرب زوردار ہونے کے باوجود اسے آرام سے سہا گیا اور خود بھی اپنی ہاتھ تانگ سے ایک بار بھر اس کے شانے کو کٹا۔ ٹاپا۔ دروازہ کی جگہ جوت کا گر شہرہ زوردار سا لڑکھا۔ اس نے خود ایک زمانے میں مارشل آرٹ سیکھا تھا لیکن اسی زمانے میں اس آرٹ کو اڑانے کی اسے بھی ضرورت نہیں پڑی تھی جبکہ سامنے والے کی بھڑکی قوت اور شکاری سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس فٹ میں پوری پوری مہارت رکھتا ہے۔ شانے پر ضرب لگنے کے بعد بھی وہ دیکھا کہ ایک منٹ سے ایک زوردار مارا لگا لگتے ہوئے ایک بار بھر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کے دونوں پہلوؤں میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے ضرب لگائی۔ یہ بھی کی طرح کاٹ دینے والی یہ ضرب کھار کر اس کے منہ سے اور اس کی آواز نکلی اور وہ زمین پر گر گیا۔ گرنے کے بعد اس نے کوشش اور کے بالوں کو بھڑک کر اس کا سر زمین پر مارنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن جیسے ہی اس کے پاؤں اس کے ہاتھ میں رہ گئے اور وہ لگا لگا شہرہ کے ہاتھوں میں آ جانے والے بال حاصل ایک دھچک تھی جس کے سر سے الگ ہو جانے کے بعد اسے زوردار کمر دانا بھڑکنا دیکھا جا سکتا تھا۔ ٹرسٹ چہرے پر اور تو اس نے سبک اپ اور لیاں کے ساتھ یہ مردانہ بھڑکنا کھل بہت عجیب لگ رہا تھا اور اس کی جیس ایک بار بھر کھڑک ہوئی تھی۔ وہ جیتنا خوبہ سرا کے روپ میں کوئی مرد تھا

☆ ☆ ☆

چہرے سے وہ ایک ہوجانے پر ذرا سا کھٹکا ضرور مگر بھر کے خیر کرے ہوئے شہرہ کے چہرے میں ایک زوردار ضرب لگائی اور ایک بار بھر کھٹکا دیا اور کی طرف دوڑ گیا۔ وہ اپنے ہر چہرہ کو دوسری طرف پھلٹے میں اس نے بند کی بھڑکی دکھائی۔ سب تک شہرہ پر سنبھل کر اس کے پیچھے دوڑا تا وہ دوسری طرف کو چکا تھا۔ اس کی بھڑکی میں کوئی تو وہ سب سے باہر نکل چکا تھا۔ وہ جب اس کو بھی میں کوئی تو وہ سب سے باہر نکل چکا تھا۔ اس کے قد قب میں اس نے بھی سب کا رگہ آدھے راستے میں ہی اسے باہر سے ہی گاڑی کا آگن اشارت ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ سب سے پہلے اسے باہر سے بندہ پایا۔ جب تک اس نے گیت پر پہنچا کہ دوسری طرف پھلٹک لگائی گاڑی بہت دور چلی گئی۔ اسے صاف بتا دیا تھا کہ گاڑی کا ٹریفک میں کی جا سکتا تھا لیکن اس نے یہ ضرور دیکھ لیا تھا کہ وہ سڑک پر لڑکی کی آگ تھی۔ اس آگ کا تھا قب کرنے کے لیے گاڑی کی ضرورت تھی اور اس کی گاڑی سندھ رام کی کوئی کے سامنے گڑی تھی۔ یہاں سے اس تک پہنچنے کے لیے پوری گلی پار کر کے ایک لمبا چکر کا پڑنا۔ اس راستے کو اختیار کرنے کے بجائے وہ جس راستے سے آتا تھا اسی پر وہاں پہنچا اور پھر دیکھا کہ سندھ رام کی کوئی میں چلنے کی گیت کی طرف بھاگا۔ اس دوران اسے اس نے پتہ نہ لگا تھا کہ کوئی کے اندر وہی حصے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ شاہرام خان اس آگ کی وجہ سے ہی معترف ہو گیا تھا جو اس کی طرف لپٹ کر نہیں آیا تھا۔ وہ خود اس آگ کو نظر انداز کر کے گیت پر پہنچی اپنی گاڑی تک پہنچا۔ وہ لوگ ایسی صورت حال میں کوئی کے اندر داخل ہوئے تھے کہ شاہرام خان کو گاڑی لاک کرنے یا چابی لانے کا خیال نہیں آیا تھا۔ ایک کر گاڑی میں سوار ہونے کے بعد اس نے اسے اشارت کیا اور نقل اپنیٹ میں اس جانب دوڑا یا جس طرف سڑک پر آلو گئی تھی لیکن تمام تر بھڑکی کے باوجود اسے دیر ہو چکی تھی۔ کوشش کے باوجود وہ آلو کی چوٹی میں لپٹا ہوا سندھ رام کی کوئی کا دیر اور دیر کی سڑکوں پر پہنچنے کے بعد وہاں سندھ رام کی کوئی کا رہنا کر لیا۔ وہاں کا نقشہ بدلا ہوا تھا۔ لاکر بھڑکی کی گاڑیاں کوئی کے گیت کے سامنے عریض صاف نظر آ رہی تھیں اور اس کا لہجہ بھی اس کی آگ بھڑکا تھا۔

"آپ کیوں چلے گئے تھے سر؟ میں آپ کے صوبہ کی راہباز کرنے کی کوشش کرتا ہوں آپ نے گاڑی دیکھ لی تھی۔" اسے ایسی ہی شاہرام خان پٹ کر اس کے قریب







آئی گیا تھا لیکن سنا گیا کہ اسٹینل سٹانے کو مزید گھیر کر با  
قرا۔ اس سرے ۱۱۸۷ زہر کا۔ سٹول اٹھا کر نہیں تھا جس سے  
اندازہ نہ تھا کہ قتل کوئی معلوم شخص نہیں۔

”یہ تین افراد وہی ہیں جن کے بارے میں شک تھا کہ انہوں نے علی گڑھ کو آگ لگایا ہے۔ ان تینوں افراد کو پکڑ کر شہر کبڑ میں دھڑھکی دیا۔ وہ یہاں پیچھے پیچھے ہوں گے، ورنہ اندازہ نہیں تھا۔“ وہ سہارا کے قریب جا کر کھڑا ہوا تو اس نے تین غلام برادروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے ویسوی آواز میں بتایا۔ آواز ویسکی ہونے کے باوجود اس کے لہجے کا بھانپنا محسوس کیا جاسکتا تھا۔

”مجھ سے قطعی جو جی کر میں لے سندھ رام کی حیثیت دیکھتے ہو اس کی بات پر اعتبار کر لیا۔ اگر میں ان وقت اسے اور اس کی ملازمہ اور اٹھارہ گھرانے سے جوڑ کر تار قلعہ کا جال معلوم ہو جاتا۔“ ”اچھے دماغیں ہاتھ کی کھنٹی ہاں مجھ کی قطعی پر ہرستے ہوئے اس نے مجھے کا اعتبار کیا اور گرفت مجری لگا دے سندھ امر کی لاش کو دیکھا۔“

جس طرح اس شخص کی لاش ان غلہ سرائوں کے ساتھ ملی ہے۔ اس سے تو یقینی اندازہ ہوتا ہے کہ کمان کے دو سون بہت قریب مرا رہے۔ جب لوگ اس دھڑی میں موجود ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ جیسا بھی کہیں کہیں ہو گی۔" (داد اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جوش سے اپنی طرف لگا۔

ایک صحت سجاد بھائی: "آپ رگ جائیں۔ میں یہ کام کرتا ہوں۔" اس نے فوراً ایک کر سجاد کا بازو پکڑتے ہوئے اسے روکا تو وہ ٹھک رہے مگر اس کی بات مان لی۔

”میرے ذلیل میں آپ دھرم کے کمرے میں چلی کر  
 بیٹھیں۔ میں خود بھی دین ۷۶ ہوں۔“ اسے اپنے ٹیس کی ٹین  
 سجاد نے یہ بات بھی غلطی تو قح مان لی اور ہچکچاہٹ سے  
 انکار میں کمرے سے ہٹ کر چلی گئی۔

خاتون نے کہا: "آئیں یہاں سے فارغ ہو کر تم اپنی بیوی کو گھر پر  
 خانے میں لے جانا۔ وہاں سے تم لوگوں کو خصوصاً سائون کا کوئی  
 نمونہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ  
 وہاں سوجا اور چتر سے بڑا سوئی پر سے ٹکڑا بھی مل جائے  
 ہے۔" خاتون نے گھر کے باہر نکلنے کے بعد وہاں سے آئیں  
 خطاب ہوا اور اسے ہم اپنے کے ساتھ ساتھ تھوڑے خانے تک  
 لے گئے۔ کاروائی بھی مکمل ہو۔

”جس کمرے میں آگ لگی ہے اس کے بارے میں پتہ  
معلوم ہوا کہ وہاں کیا تھا؟ وہ کمرہ کس شخص کے لیے استعمال

ہر تہہ ۹" یا ۱۰" ہر تھلے تھلے اس نے پلٹ کر آفسر سے پوچھا۔  
 "میں سراسر احمی نے معلوم کیا ہے۔" احمی میں ایک  
 نیچے دو کردوں میں کئی کئی دور کا قصہ بخیر و بد چھڑک کر لگا

مئی تھی۔ ایسے تو آگ نے سب کچھ جلا کر خاکستر کر دیا ہے لیکن کروڑوں کا جائزہ لینے پر اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں سے نصف کراچی، دہرا دوسرا اسلامی روہتھا۔ "آفسیر نے بتایا تو وہ سر ہٹاتا ہوا ہار لگ کر مینا۔ یہ اطلاع بھی بدی حق تھی۔ مولانا لوگ اپنی پرسنل اشیا خصوصاً ڈائریج اور کائنات اور غیرہ ان کی در جیجیوں پر رکھتے ہیں۔ ان دنوں ان کیجیوں پر آگ لگ گئے جس نے کا مطلب تھا کہ سترہ راکٹیں زمین کی میں کوئی ایسا راتھا جس کو

چھپنے کے لیے یہ قدم اٹھایا گیا۔ اس واقعے نے اسے اتنے زیادہ کے درد سے کنی یاد دلادی تھی۔ وہاں بھی کچھ مشکوک چیزوں کو اسے خراجِ گماگما کر ان کا جود چھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔ وہ ایک سپاہی کی نشان دہی پر اس سرے میں پہنچا جس میں جہازوں اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے چلائے تھے۔ وہ ایک صوفے کی پشت سے کھلبکھلبائے پچیس سو گئے۔

بیٹھا نظر آیا اس کے چہرے پر پریشانی اور دکھ جال سا چھایا۔  
 "تھیں۔ اس کی آہٹ پا کر کاؤ نے فوراً انھیں کھولی دیں۔  
 اس کی آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا کہ وہ شیوہ  
 گرہ کی کوئی شش کرتا ہوا۔  
 "مجھے شینا کے بارے میں بتاؤ شیوہ۔ اس کے ساتھ  
 کیا ہوا ہے؟" وہ ہے مکی کی آنکھیں؟" آخری سوال کرتے

ہوئے اس کی تہوار کا پتہ مل گیا۔ شہادت دہانے پائیس کی  
بازمت میں برسوں گزارے تھے اور اس کے مقابلے میں  
تیسری زیادہ فخریہ کا تھا۔ اس لیے اس کے رویے سے :

مجاہدین کے لیے یہ ایک نئی بات تھی۔ ان کی رائے میں یہ لوگ تو اچھے انسان ہیں، لیکن ان کے لیے مشکل نہیں تھا۔ شاید شہر دار..... کے طور پر وہ سب کے درمیان سے بہت کم تر اور ایک تنہا کمرے میں آکر بیٹھنے پر بھی کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا کہ اسے خود کو مہمان نہ سمجھنا چاہیے۔

تھے۔ آپ نے خود ہی کی صحت اور کارآمدی۔  
 "فی الحال کچھ بہت مشکل ہے۔ کوشش میں ابھی تک  
 ایسا کوئی سرسراہٹ نہیں ملے کہ شیعہ کی یہاں موجود کی حکومت  
 مل سکے۔" اپنے میں وہ ان کو جس اطلاع کو سن کر یہاں پہنچا  
 تھا، اس اطلاع کے ساتھ جی بہت ہی باتوں کی تصدیق نہ  
 تھی۔ یہ اور یوں لگتا ہے کہ ان کے ساتھ جتنی خدمتات درج  
 ثابت ہوں گے۔ "وہاں بہت آہستہ آہستہ مارے لگے ہیں ان کے سر

میں لاتا چلا گیا۔  
”میری بیٹی کا خون رانگاں نہیں جائے گا۔ میں اس کے

قہقہوں کو زمین کی حد سے بھی نیچے کھولوں گا۔" ساری بات سن کر، ایک جوش کے عالم میں بولا اور تیز تیز قدموں سے چلے ہوا دہان سے باہر نکل گیا۔ اتر کے کمرے سے باہر نکلتے سے کسی شخص نے اس کی آنکھوں کا رنگ دیکھا تھا۔ وہ پہلے سے بھی کتنے زیادہ سرخ ہو گئی تھیں اور ہنر نگہ رہا تھا کہ کسی بھی لمحے ان آنکھوں سے خون چھٹک نہ سکے گا۔

”بی بی! کھانا تیار ہے۔ آپ کے لیے کھانا لے آؤں گا۔“  
ڈاکٹر منگھیا بے ہوش ہو گئی۔ وہ ایک کتاب کا جو کچھ سرسری سا مطالعہ کر رہی تھی کہ ملازمہ دھنگے اسے کرائیو داخل ہوئی اور اس سے کہا۔ وہ کھانا اسے گھر میں ہی کھائے۔ یہاں اس کا

ایک مہمان کی طرح خیال رکھ جا رہا تھا لیکن یہ عزت اور مہمان خوانی اسے کسی چنگ کی طرح ڈوٹے اپنے مستقبل سے بے فکر نہیں کر سکتی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ اسے یہاں سے کچھ فخر بھی اور نہ ہی بے ہے اور نہ کیا کے بارے میں۔

اس وقت بھی دوسرے ایک نوٹوں کا مل کرنے کے لیے جیسے ہی بی بی  
 طرح پھنس گئی تھی۔ گرو دالان کا کچھ بے ادبی جان کر مکمل  
 کر کے اس کے غم کے لیے آئے والوں کو دوسرے دو دو چھری  
 غم کے بارے میں بھی جانتی۔ دولت کے لئے میں پھر جوں  
 کے اس پجاری سے بچنے کے لیے وہ انہیں سے دور دوسرے  
 محرم رہی کہ ایک ایک باقی کے ساتھ گرو دالان کے

کمال تھے۔ قسمت اسے اس قید سے قوت عطا کرانی تھی جس میں وہ اس کی زندگی بھر رہا۔

اس سے اس شخص پر ہدایت کرنے پر چاہی گئی لیکن وہ بھی اسے

کسی وقت ان دنوں کی گھر واپس ہوئی تھی اور آج بھر وہی  
جہاں عیسیٰ مرنا ہوا ہو گئے تھے۔ ان حالات میں اسٹریٹ لائٹس سے  
بے حلق کوئی بات کرنے کا موقع کہاں سے نکلتی؟ چنانچہ  
ان کی سبھی رہنے پر مجبور تھی۔

”آپ نے بتا دیا کہ جیسی بی بی آپ کا: کہاں کہاں  
”اے ملازم نے اس سوالیہ دہرایا تو وہ نے خیالات سے  
لڑکائی کی طرف متوجہ ہوئی۔

”ایسا کرو، ڈاکٹر کیل پر ہی کیا: ڈاکٹر کیل سمجھتے ہیں“

”تو کھانا نہیں کھائے گا، ہم دونوں پر حقن کرتی کھائیں گے۔“  
”مگر تیرے صاحب کو مطلع کرنا چاہتا ہوں۔“ شران سے بچ کر  
آئی ہو۔ ”اس کی بات سن کر وہ نے انکار کر دیا۔  
”تو کھانا نہیں کھائے گا، ہم دونوں پر حقن کرتی کھائیں گے۔“

[illegible]

وچند سالوں کے بعد اس کی صحبت کی بجائے چہ چار  
بچپن لیا تھا اور وہ اب تک اس کی زندگی اس کی  
دراصل کی بہتر تھی۔  
"خیریت... کوئی کام ہے؟" وہ اس  
کی آہٹ پر تھوہرے سے غریب بنائی کی طرف جواب دہی  
اور تھوہرے جیت سے پوچھا۔  
"نہیں... کوئی کام نہیں ہے۔"

کھا: کھا: کھا: کا پالک بھی دل تھیں پوربا۔ اس نے اپنا دعا مانا کیا۔

میں نے یہ کہہ کر خود اُمت بہت لکھا چڑھا تو: "اے اللہ! میں تم سے کہتا ہوں کہ تم نے مجھے اس کے بعد جب اس نے خود اپنے لئے سے مریم کی پلٹ میں لکھا، تاکہ اس نے بے ساختہ نہ یہ بات کہی۔ مریم کی اس

”اے بھئی! یہ تو میری بہن ہے۔ اس کے ساتھ کھانا کھا لے۔“

[illegible]

”پامنی پر میں قصیں اپنے تکرار بن لار سے بھی



ہونے کے بعد مریم کو اپنے سونے کی کادھین آیا لیکن اس سے  
نکل کر وہ ڈانٹنگ روم سے باہر نکلی، اسے کھلے دروازے کی  
دوسری طرف ایک ڈھانچہ پیش نہیں تھا۔ اس نے ایک کر  
دروازے کو بند کر دیا اور آؤٹ لاک لاک لگانے کے ساتھ ساتھ  
اوپر کی چٹائی بھی چھوڑ دی۔ ڈھانچہ پیش جہاں اس طرف حجب نہیں  
تھا دروازہ بند ہونے کی آواز پر چونک کر متحجب ہوا۔

"اوہ یہاں ہے۔ اس کمرے میں کبھی ہے شاید۔" اس  
کی آواز بند دروازے کے پیچھے سے ان لوگوں کو سنائی دی۔  
پھر فوراً ہی دروازے کے لاک پر گھلاڑ کیا گیا۔ یہ دھڑلے سے کیے  
گئے گھلاڑ تھے جس نے لاک کے پر پھٹنے اور کھڑکھڑانے سے ایک  
کوئی اطلاع نہ کر پانے والی مارتھ کے کہہ سونے بھی ممکن  
نہیں تھی۔ وہ بھی طبعاً چٹائی ہوئی فرش پر گر کر اور ترے کی۔ مریم  
کی قسمت اچھی تھی کہ وہ دروازہ بند کرنے کے بعد ایک طرف  
بہت جی جی دھڑلے سے مریم کے ساتھ ساتھ وہ بھی کوئی کی زد میں  
آ سکتی تھی۔ لاک ٹوٹنے کے بعد وہ باہر سے دھکا دے کر  
دروازے کی چٹائی اٹھانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ سال  
خاطر کہ یہ چٹائی زبردستی نہیں ٹوٹ سکتی۔

"کا! اوہر سے باہر نکلتے ہیں۔" مریم نے سلا بلاجنگ  
ادھوں کی طرف قدم بڑھانے ہوئے اس سے کہا۔ زمین سے  
چھٹ بھٹانے میں سلا بلاجنگ ادھوں کی طرف گولی کا ان تھ۔ وہ  
دونوں ہاری ہاری دوسری طرف کود گئیں۔ خود اس کے لیے تو  
کوئی مسئلہ تھا کہ جسے پھٹنے کے ساتھ ساتھ اپنی پھٹیل  
نظر کی وجہ سے اسے اس طرح کی اچھل کود کرنے کی مشق  
تھی لیکن مریم قدم سے جھکے ہوئے جسم کی ایک تھی۔ ساتھ  
ہی اسے اپنی بے حد آرام دہ زندگی کی وجہ سے ایسی کسی  
مشقت کی حالت نہیں تھی اس لیے اسے دوسری طرف  
کودنے میں ٹھوڑی سی دقت پیش آئی اور باہر تو اسے سہارا  
دینے پڑا۔ جس نے ان دونوں نے لان میں قدم رکھے  
ڈانٹنگ روم کے دروازے کی چٹائی ٹوٹ گئی اور دھکا دینے  
والے اندر داخل ہو گئے۔

"اوہر دیکھو۔ اوہر سے کبھی ہیں شاید۔" اوہر مریم سے  
ساتھ روزنی ہوئی تھی۔ وہ مریم کے ساتھ ساتھ دروازے کی طرف  
جا رہی تھی۔ جب کسی کی چٹائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ان دونوں  
نے اپنے قدموں کی رفتار اور بھی تیز کر دی۔

"اسے ادک چو۔" اور نہ کوئی ماروں گا۔" اسے بھر میں  
ہی وہ زبردستی اپنے والی اس آواز پر ان دونوں کو اس سے  
ہوا کہ انکس دیکھ کر گھبرا گیا۔ بند کمرے میں سورج وہلی ہوئی  
ساتھ بلاجنگ ادھوں کو دیکھ کر کھنکھار رہا ہے ان کے فرار کی سمت کا

لوٹاؤں کی۔ میری در کی تو زبردستی ہو گئی ہے لیکن سجاد کی بھی کی  
ہو۔ یہ مجھے ان کی کی زیادہ محسوس نہیں ہوئی۔ آخر میں آگئی  
بہت کاٹھ اور سوٹ ہیں۔ وہ میرے پاس ہی دوسری میں  
لیکن انکل کا پانی بہت شہت کر گیا تھا اور ان کے انکل کا کی  
تھکلی کی شہت ہو گئی تھی اس لیے ان کی وجہ سے آخر میں  
آگئی کو کمرہ واپس جانا پڑا۔ ڈانٹنے سے متحجب رہا تھا کہ انکل  
نیشنش والے ہاتھوں سے اور دکھا جائے۔ وہ خود ہی اسے  
سب سے کچھ بتائی جا رہی تھی۔ وہ چھٹی تھوہ سے اس کی بات سن  
رہی تھی۔ اس وقت اسے اس پر بھی کبھی ماروں عورت اور اپنی  
ان پڑھ سیدھی سادی ہے ہے میں کوئی فرق نہیں لگ رہا تھا۔  
اسے یقین تھا کہ یہ ہے بھی اس کی جدائی میں اتنی کیفیت  
سے تروری ہوئی۔

"ارے تم تو کچھ کھاؤ۔ صرف میری تھیں سنتے میں کی  
ہوئی ہو۔" ہاتھ کرتے کرتے مریم کا ہیمان اس کی پلیٹ کی  
طرف گئے تو اس نے اسے ٹوکا اور خود سن کی دھن اس کی  
پلیٹ کے قریب کرتے ہوئے اس کی پلیٹ میں سامان ڈالنے  
لگی۔ اسی وقت لٹائیں کو بیس کی طرف بہت گولی۔ اس آواز  
کو سن کر وہ دونوں ہی بری طرح چٹکیں بھر مریم نے تیزی  
سے اپنی جگہ چھوڑنے ہوئے دروازے کا رخ کیا۔ وہ آؤٹ لاک  
اس کے پیچھے کھڑکی گران دونوں کے ڈانٹنگ روم سے باہر نکلتے  
سے گئی تھی۔ ایک ملازمت روزنی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"پتا نہیں کون لوگ ہیں کچھ صاحب۔" وہ مریم کے ساتھ  
چپکے سے اندر گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گاؤڑ نے دیکھ لیا  
اور کاڑھول دیا۔ جواب میں وہ ٹوٹ گئی فائرنگ کر رہے  
ہیں۔ "ملازمت سے غلہ زدہ ہے کچھ میں نہیں اطلاع دی۔  
"کون ٹوٹ ہو سکتے ہیں؟ یہاں مجھے کی کوشش کرنے  
کے لیے بڑی حماقت چاہیے۔" وہ بڑبڑاتی بھر اس کی نظر  
گھبراہٹ ہوئی۔ باہر کے چہرے پر چڑی۔ فوراً ہی اس کے  
اچھ میں ایک جھماکا سا ہوا۔

"مجھے لگتا ہے کہ تمہاری یہاں سورج دی کی خبر لگ ہو گئی  
ہے اور اسی پتھر میں وہ لوگ یہاں آتے ہیں۔" مریم نے اپنی  
مارے کا شہر لکھا اور تیزی سے ڈانٹنگ روم میں ہی سورج و  
فون کی طرف چپکے کر اگے ہی۔ نیسے اسے ہی کا سامنا کرنا  
پڑا۔ ٹیلی فون اس نے چاٹ لی۔ دوسری طرف باہر سے سنائی  
پڑنے والی فائرنگ کی آواز کہ بھر کے لیے بھی نہیں رک رہی  
تھی۔

"میرا سورج شہر پتھر روم میں ہی رہ گیا ہے۔ میں  
وہاں جا کر سجاد کو کال کرتی ہوں۔" فون کی طرف سے ہاتھ



اعجاز و کمال خداوند کے لیے ذرا مشکل ثابت نہ ہوا۔ وہ باوجود اپنے بڑے بڑے دشمنوں کے ساتھ بھی ہنس مچھڑاتا تھا۔ ایک خوب چٹن بچہ جس کی عمر نوک گئی تھی وہ وہاں سے لڑائی میں وہ رہا تھا۔ اسی نے پیٹھ اٹھیں کوئی مارنے کی دھمکی دی تھی لیکن وہ دونوں ہی اس دھمکی کو خاطر میں نہ لے کر ہنس مچھڑاتے تھے۔ یہ سرفراز کوہر اب اس دو چار قدم کے ہی فاصلے پر تھے۔ یہ فاصلہ ختم ہوتا اس سے پہلے ہی ان کے پیچھے آنے والے شخص نے لگا کر دو تین فائر کیے۔ گولیاں سانس میں گھس گھس کر گئی تھیں ان کے دامن میں سے گزرتی تھیں۔ مگر گولی کی اپنی ایک دہشت ہوتی ہے۔ محظوظ رہنے کے باوجود مریم اپنے اسے قریب سے گزرنے والی گولیاں سے اس کی بڑی فحش دہشت زدہ ہوئی کہ اس کے قدم ہلکا کر گئے اور وہ سین سرفراز کوہر کے دروازے پر گر پڑی۔ وہ پاؤں سے ہمارا کر اپنے پیچھے دیکھا۔ وہ غلبہ چٹن بچوں میں فخر لے لیں۔ فحش دہشت زدہ ہے۔ وہ دونوں ان کے شکستے پیچھے چھینچھین اس کے باوجود دونوں نے وہ دروازہ لگا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ایک ایک اسے اور اک اور اک حملہ آور چھینچھین ان کی جان لینے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ انھیں زندہ بچا کر لے جاتے ہیں۔ ابھی جو فائر ان پر کیے گئے تھے اس کا متعدد بھی صرف ان کی دہشت زدہ کرنا تھا۔ وہ نہ اس کی جگہ پر وہ دونوں ہی اسے واضح طور پر ان کے شکستے پر چھین کر دو گولیاں چاہتے تو آسانی سے انھیں قتل نہ کیا ہوتا۔ چٹن کی طرف سے ملنے والی اس بے گبری کے احساس نے اسے حوصلہ دیا اور وہ سہارا دے کر مریم کو اٹھنے میں مدد دینے لگی۔ اسی وقت دو فائر چرہ پر ہونے اور گولیاں مریم کے بالکل قریب زمین پر گر گئیں۔ ان کو یوں کے زمین پر گرنے کی وجہ سے اس جگہ کی تھوڑی سی مٹی اٹھری اور مریم اور اس کے چہرے کو نوک آلود کردہ۔ مریم کے منہ سے ایک بار پھر دہشت زدہ لہجہ نکلیں بلند ہوئیں۔ خود اس کے اپنے چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا۔ غلبہ کے اس عالم میں وہ چاہتی تو خود سرفراز کوہر میں داخل ہو کر اپنے آپ کو محظوظ کرنے کی کوشش کر سکتی تھی لیکن اسے مریم کو چوں کہ مجبور دینا گوارا نہیں تھا۔ مریم کے شخص کو اپنے ہاتھوں کی حرکت میں لے کر اس نے اسے گواہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس بار خود مریم نے بھی ہمت سے کام لیا اور کڑی ہونے میں کامیاب ہوئی۔ گھر سے ہونے کے بعد سرفراز کوہر میں داخل ہونے کے لیے باقی رہا۔ وہ ایک قدم کا فاصلہ ملے کر اندر داخل ہوئی۔ اس نے ایک قدم کو اٹھانے میں اپنی تھوڑی سی کوشش کی کہ قاتل قبضہ میں آنے والے غلبہ چٹن

ان کے سر پر پڑی تھی۔ وہ تو پورا یقین تھا کہ جب اس نے گواہ کر دیا تو وہ اندر بند کیا تو وہ لازماً اسے سوجھا آدمی کی ناک سے نکال دیا ہوگا۔

یہ چھوٹا سا گواہ کچھ میں کام کرنے والے ملک کے زیر استعمال تھا اور اس کا دروازہ اتنا مضبوط نہیں تھا کہ وہ دونوں نے دروازہ پر کے لیے اپنے قاتل قبضہ میں آنے والوں سے محفوظ رہ سکتیں۔ ان کی فوج کے سینے میں باہر سے دروازے کو توڑنے کی کوشش کی جانے لگی لیکن اس کے ساتھ ہی انھوں نے ایک ایک آواز دی تھی۔ جس نے انھیں حوصلہ دیا۔ یہ پوچھنے کی گواہوں کے سامنے اس کی آواز میں جس جملہ یہ طور پر آتی تھیں وہی تھیں۔

"بلیئر آپ میرے ساتھ مل کر اسے دروازے کے سامنے رکھتے ہیں مدد کریں۔" گواہ میں موجود وہ سائنز کے ایک جتنی صندوق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے مریم سے درخواست کی۔ وہ اس کا مشفقہ کچھ فوراً ہی مدد کے لیے آگے بڑھی۔ اس جتنی صندوق کی چوڑائی اتنی تھی کہ وہ چاروں طرف دروازے کے سامنے ٹٹ پڑا۔ بلندی کے اشارے سے بھی صندوق اتنا اونچا ضرور تھا کہ نصف دروازے کی بلندی تک پہنچ سکتا تھا۔ یہ صندوق بند دروازے کے بالکل ساتھ مل کر رکھا دیا جاتا تو چھینچھین کے باوجود دروازہ گرنے سے محفوظ رہتا اور انھیں تھوڑی سی سہولت مل جاتی۔ اس نے صندوق میں جیتھیا کف لٹا دے اور دوسرے کوئی بھاری سامان رکھا ہوا تھا جس کی وجہ سے انھیں اسے بچھنے کے لیے سخت ہرجا کرنا پڑی تھی۔ صرف یہ خود محفوظ رکھنے کی جتنی خواہش تھی جو وہ دونوں خواہش والی خصوصیات ناک حراستی کو قراؤش کیے یہ سخت کام کر رہی تھیں۔ دروازے کے خرد ہڑتے لپٹے بھی انھیں سمجھ کر رہے تھے۔ کسی بھی سے یہ چھینچھین خود پر گزر جاتے اور دروازہ اندر آگرتا۔ پہچان دیتے ہوتے ان دونوں نے اپنی تمام تر قوت صرف کرتے ہوئے باخراش ہوئے۔

صندوق کو دروازے کے سامنے پہنچا دیا۔ لیکن وہ تھا جب دروازے کے چھینچھین طور پر آگے چھینچھین تھے لیکن صندوق سامنے آ جانے کے باعث دروازہ گر گیا۔

"سائینز نے دروازے کے سامنے کوئی بھاری چیز رکھ دی ہے۔" انھیں باہر سے کسی چھینچھین ہوئی آواز سنائی دی۔

"بھلا وہ دروازے کے سامنے کونسی چیز رکھی گئی ہے۔ یہاں سے کھینچ کر دروازہ نہ چلے گا۔" انھیں نے ایک دوسرے سے گفتگو کی کہ دروازے کی کوشش میں یہ ضرور۔ اس قسم کے ساتھ مل

دروازے پر جاری کارروائی بند ہو گئی اور دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یہ آوازیں کچھ بڑھتی تھیں سے دور جا رہی تھیں۔ ان آوازوں کو سن کر ان دونوں ہی نے سکون کا سانس لیا اور کچھ کچھ اعجاز میں منہ اسی کے ساتھ ہی اپنی پشت کا فرش پر پڑ گئیں۔

پولیس ہیڈ کوارٹر میں موجود دو کرا انسانی چٹنوں سے گھر رہا تھا۔ یہ چٹنیں اس شخص کے قتل سے برآمد ہوئی تھیں جو چھت میں لٹے آٹھ گھر سے رقی کی مدد سے لٹا لٹا کر ہڈیوں کی طرح بھول رہا تھا۔ ایک تو اٹھ کھینے کی اہلیت دوسرے قریب کھڑے سادہ لباس پوشیدہ والے کے ہاتھ میں موجود ہیکل کی شکل حرکت میں لگا کر اس کی چٹنیں اٹھاتے تھے۔ چٹنیں نہ ہلکتی تھیں نہ اس کی چٹنیں اس کی کمر سے مل کر موجود کسی شخص کا دل نہیں کانپ رہا تھا۔ وہ شخص اس ناخوشی نہ تھا کہ اس پر رحم کیا جاتا۔ اس کی گردن پر تو اتنی مصوم زندہ گولیاں گرنے کا پتہ تھا کہ اگر ان کو گولیاں گولیاں سے چنداں مصومت حاصل نہ کرتی ہوتیں تو اسی وقت وہ دونوں کے چہرے گردن کے قتل ہی اس آٹھ گھر کے ساتھ لگا ہوا ہوتا۔ وہ شخص گردن اٹھا کر اسے اونگہ بڑی جھڑپ کے بعد اٹھوٹے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ سدرام کی کوٹھی سے نکلتے ہی سدرام نے اپنے سپر آئی کی عمارت کے ساتھ مل کر شہر بھر کے خواجہ سراؤں پر ہل چل دیا تھا۔ ہینے کے انور کے سلسلے میں خواجہ سراؤں کے قوت ہونے کا مصوم ہونے پر پہلے ہی ان کو گولی کی شامت آتی ہوئی تھی اور اب تو کسی ان لوگوں پر مصیبت ہی ٹوٹ پڑی تھی۔ کسی مظلوم اور بے قصور لوگ بھی اس کارروائی کی ذمہ داری آئے تھے۔ یہ بھی شخص دارا محظوظ لگا تھا۔ اسے گواہ کر کے قتل میں بند کر دیا گیا تھا اور اس سے یہ مدد تھی کے ساتھ یہ چھینچھین کی چوڑی تھی۔ پولیس کی یہ کارروائی میڈیا کی نظر میں بھی آئی تھی اور وہ لوگ خواجہ سراؤں کے دور میں رہ چکے تھے خلاف کھڑے ہو گئے تھے۔ کل شرم بھی شہر کے بہت سے خواجہ سراؤں نے میڈیا کے افراد کے ساتھ مل کر یہ سن کھب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا تھا۔ کئی دہائیوں کی اور ای کی جی کی تھی۔ یہ راہدہ کر کے اس صورت حال کے بارے میں مصروفیت سے محفل کرنے کی کوشش کر چکے تھے لیکن انھیں کوئی بہت درجہ اب نہیں دیا گیا تھا۔ چاروں طرف سے مراد دونوں ہی ایک ہونا ماسوائے جس کے باعث وہ کسی تھوڑی سی فحش کو نہ مریم میں نہیں لارہے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ ذرا بھی کی طرف سے

آنے والی کوئی کچھ بھی نظر انداز کر دیا گیا تھا اور انھیں یہ کہہ کر قتل و سہولت کی جگہ بہت اہم اور بے شکرت معاملے کی جھان میں لے لیے یہ کارروائی کا زور ہے۔ مسلسل تحقیقات کے نتیجے میں جو حالات سامنے آ رہے تھے، اس سے یہ بات کچھ بھی چھٹی دکھائی دے رہی تھی کہ واقعی معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ اس پیچیدہ معاملے کی تک پہنچنے کے لیے وہ سب چوری طرح سرگرم تھے۔ ذاتی دھکے ان کی سرگرمی کو کمزور کر کے بہت تھک کر رہا تھا۔ مقررہ روزانہ سبک دوساں بھی اسی سرگرمی کی وجہ سے چھین ہو چکی تھی۔ اس سلسلے میں انھوں نے گواہ کا قتل حاصل کیا تھا۔ اسے خواجہ سراؤں کے کئی ایسے لٹکانوں کا قتل قاتل کے بارے میں پوچھنے لگی تھیں لیکن کچھ نہیں جانتی تھی۔ اس کی مدد سے وہ ان لٹکانوں پر مردانہ کو کھڑکتے رہے تھے۔ گواہ کی گمراہی اور مدد کے لیے وہ پولیس والے بھی غویہ سرا کا دل و دھار کر اس کے ساتھ ساتھ رہے تھے۔ بالآخر اندرون شہر کی گلیوں میں پہنچتے پہنچتے وہ لوگ اس جگہ پہنچے جہاں کامیاب ہو گئے جہاں گردن اٹھا کر اپنے شکستے سے ہٹا گئے تھے اور وہی تھا۔ پولیس والوں نے وہ گھنٹے کل اس کے اس کے شکستے کو کچھ کر دیکھا تھا اور اسے گواہ کر کے یہاں لے آئے تھے اور اب وہ لٹکانے کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔ جہاں کئی سوال کا جواب دیتے ہیں اس کی زبان اٹھتی، وہاں اس کے سر پر مسئلہ سادہ لباس شخص کا کچھ متحرک ہو جاتا اور اس وقت تک متحرک رہتا جب تک اس کی زبان وہ دروازہ نہ چل پڑتی۔

"کتنی قریب تو گھر کر چکے ہو تم اپنی دینی و بیعت دینے کے نام پر؟"

"صرف تین!" اس نے سسکاری بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"صرف تین... تیرے ذرا ایک تین انسانی جانیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں؟"

سوال کرنے والے سجاد رات نے اس کے منہ پر ایک ڈورہ چھینا اور پھر گواہ کی زبان چلا گیا۔

"آخری بار تو لوگوں نے جس لڑکی کو قتل کیا تھا اس کی لاش کہاں ہے؟"

شہر پار لے آئے بڑھ کر سجاد رات کو ہاتھ سے پکڑ کر پیچھے ہٹاتے ہوئے اس سے سوال کیا۔ وہ اس سوال کے جواب میں خاموش رہا لیکن پھر ہلکی سی ہر ہے۔ ضرور اس نے اسے زبان کھولتے ہوئے گواہ اور وہ اس جگہ کا پتہ بتانے لگا جس جگہ کو۔۔ نے اسے ابداس کی لاش کو گولی کیا تھا۔

"پارٹی تیار کرو۔۔۔ اس کی تالی ہوئی جگہ پہنچ کر ہمیں



ناش و اس کو کرتی ہے۔ "سادہ لباس پہنیں آفسر کو یہ عمر دیتے ہوئے سادہ آٹا مٹی والا کاتب کی اور دو تیزی سے چلت کر اس کمرے سے باہر نکل گیا۔" خبردار اور مختار مرد اور بھی اس کے پیچھے گئے۔ وہ اپنے کلس میں گیا تھا اور پہلو پر سر رکھ کر کسی بچے کی طرح بچھوت بچھوت کر رو رہا تھا۔ اسی پہلو پر ایک فاسک شیٹ دوڑ پڑی تھی جو جو کھس جن میں بیٹھ سادہ آرام کی کوئی کرسی ہوئے والے افراد کی پوست بارگزر پر پوش اور پس اور ہوتے پر پائی جانے والی دیگر شہادتوں کی تحصیل موجود تھی۔ پوست بارگزر کی رپڑوں نے تصدیق کر دی تھی کہ کلس ہونے والے پانچوں افراد کی موت سائنات کی وجہ سے ہوئی ہے جو شراب کے ذریعے ان کے جسم میں داخل کیا گیا تھا۔ چونکہ دکانی موت کا سبب سر پر لٹائی جانے والی مہک خرب بھی۔ شراب کی بوتل اور گلاسوں پر مرنے والوں کے سوا کسی کی انگلیوں کے نشانات نہیں پائے گئے تھے اور شہرہ و گورجی طرح واقعہ کہ کوئی میں اس کی جس شخص سے نہ بھول ہوئی تھی، اس نے اپنے ہاتھوں میں ؛ کیوں کے ہار یک دست نے ہاتھ رکھے تھے۔ ان پر پوش میں سب سے اہم رپڑوت خون کے اس نمونے کی کھی جسے نہ خانے میں موجود کوئی پرستہ صحن کیا گیا تھا۔ اس نمونے کا جو کچھ پینٹ کیا گیا تھا اس کے مطابق اس بات کا کوئی امکان تھا کہ یہ عین ہی کا خون ہے مگر بھی انھیں سوہوم ہی امید تھی کہ شاید عین مری نہ ہو اور صرف دکانی ہوئی ہو لیکن ایسا سے صحن ہونے والی معلومات کے بعد سوہوم ہی امید ہی ختم ہو گئی تھی۔ اس کی زبانی عین کی موت کی تصدیق کے علاوہ دیگر بھی کئی حیرت انگیز کشائفات ہونے لگی تھیں۔ اس کے مطابق ہندو خلیج سڑک پر مشکل ان لوگوں کی ایک عظیم کھی جو سال بھر سے کام کر رہی تھی۔ اس شخص میں ملک کے ہر حصے کے افراد شامل تھے لیکن ان افراد کا انتخاب بہت احتیاط سے کیا جاتا تھا۔ اس لیے ان کی کھی تھا اور ان کے زیادہ نہیں تھی۔ ان افراد کو سہارو کی حیثیت سے بھانپنے جانے والے ایک شخص نے منظم کیا تھا۔ ناہود عین سوئی اس کی مددگار تھی اور اسی کے ذریعے وہ لوگ اس عظیم میں شامل ہوئے تھے۔ اس سے جس عظیم کے دیگر افراد کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس کے مطابق سہارو کی طرف سے انھیں آپس میں مٹلے لئے اور ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ عظیم اس لیے دیا گیا تھا کہ اگر اتفاق سے کوئی پکڑا جائے تو قوی افراد محفوظ رہیں اور ان کے نزدیک شروع کیا جانے والا شخص متنبہ جاری رہے۔ اس کے بیان سے یہی سمجھا جاتا تھا

حاصلی و تہجست (178) فروری 2010ء

کہ کہا ہو کوئی نہایت مشاطہ اور منسوبہ ساز شخص ہے جو اپنے کسی خاص شخصہ کے لیے ان لوگوں کے لہجوں کو سکرانہ کر کے اپنا الوسیہ خاکہ کر رہا تھا۔ اس خیال کی توثیق الماس کی قافی اس بات سے ملتی ہے کہ وہ اپنے گرد میں شامل خوب صورت اور جوان خوب سر اؤں کو کشش المرائی دینا چاہتی کے لیے بھی بھیج رہے تھے۔ ان کو گورنر نے مگ دیا جانا تھا کہ وہ جب بھی کسی ایسے شخص کے پاس جاوے تو دعوت و جلوس دونوں میں پیش آنے والی معمولات سے معمولی بات ہو، حیان اور بھی اور اس کی تفصیلی رپورٹ دیں۔ ہر مردہ کا گمراہ پرچہ جس پر ہر نوید پہنچتا تھا۔ ہمارے گردن مطوعات کا کیا کرتا تھا، انہیں علم نہیں تھا۔ ہمارے کسی شخصیت پر کسی پراسرار مٹی۔ وہ اپنی مرضی سے اس سے ملاقات بھی نہیں کر سکتے تھے۔ بس وہ کسی خاص اجتماع کے موقع پر ہی ان کے سامنے آتا تھا۔ اس کے علاوہ باقی دنوں میں وہ لوگ سولی سے ہی مارے میں رہتے تھے۔

الماس کے کیے گئے ان انکشافات نے ان سب کے لہجوں کو بے طرح الجھا دیا تھا۔ ان باتوں سے یہ اشارہ مل جاتا تھا کہ یہ خبر چند دنوں کی خواہر سر اؤں پر مشتمل ہے عظیم برحقیت کی اور مشن پر کام کر رہی ہے لیکن خود عظیم کے ممبران کو بھی صحیح طرح اندازہ نہیں تھا کہ وہ اصل انہیں کسی شخصہ کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ وہ کچھ دنوں کی طرح ہمارے گرد کے شانداروں پر پڑتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ کی تکمیل کرتے تھے۔ ان لوگوں کو کتنے سندرام جیسے نامور شخص کی پشت پناہی کی حاصل تھی۔ اس کی پشت پناہی کے علم پر لیکن ہی نہیں تھا کہ اس کی طاقت اس کی کوئی پر اس قسم کے اجتماعات کو دیتی تھی۔ اس کی دانش میں طرح میں خواہر سر اؤں کے ساتھ چالی تھی لیکن اس سے یہ بات حیرت و حیرت ہو جاتی تھی کہ اس کے لوگوں کے ساتھ صرف خفیہ تصفات تھے۔ تب ہی تو وہ ان کے ساتھ کھڑے کر شرب نوشی کر رہا تھا اور بیٹھ کر ہر ایک سے بات کے کلمات بھی اترامیہ تھے۔ جو بھی فریاد اُٹھتا ان سب لوگوں کے پیچھے تھے انہیں نے یہ جان لینے کے بعد کہ مندر کی کوئی اور وہ خبر ہمیں کی نظر ان میں آچکا ہے اسے کانٹے لگانے میں دیر نہیں کی۔ صفحا کا ان جاننے میں کیا سننے والا اُٹھان کے محلے میں ایک مہا تھا۔ خواہر سر اؤں میں ہر گروہ نے اسے غور کیا تھا، انہیں خبر بھی نہیں ہوئی کہ وہ آئی کی کسی بیٹی کا کھانا کر کے لے جا رہے ہیں اور یہ اُٹھان لیے معصیت بن جاسے گا۔۔۔ بیروماں، محضر پر موجود وہ افراد صلہ دوستی سے ملا رہے تھے۔ ملوہ الماس مقرر رہے انہیں جو مطوعات حاصل ہوئی تھیں، وہ بھی جس

جن کے ذریعے کوئی قسمی رائے قائم نہ ہو سکتی تھی۔ مندرام کی کوئی سے بھی انجمن کوئی کچھ نہیں لیا تھا۔ اگرچہ ہر جگہ تو دور ہو گیا۔ مگر جس طرح ہر جگہ ہوا۔

”حوصلے سے کام لو۔ اگرچہ اس طرح سے بہت بار پہلے تو میرا کوئی حوصلہ نہ تھا؟“ دوروں کا یاد آنا کہ پہلے کمرے میں آنے کے بعد کچھ دیر پاگل خاموشی کمرے سے باہر آ کر کمرے میں آنے کے بعد کچھ کمرے سے حوصلہ لینے کی کوشش کی۔ البتہ اس کوشش میں وہ خود بھی خطر رہے تھے۔ خود ان کا ہاتھ بھی تو الگ نہیں تھا۔ نہیں لے لیا کی انکوئی کوئی کوئی کوئی۔

”مجھے سمجھ گئی کہ آ رہا کہ میں مریم کو کیسے جھڑک دوں؟“  
 میں ہر روز اسے یہ کہتی رہے کہ گھر سے نکل جا کر ہر شخص کو  
 دھو کر اس کے پاس سے کون کھینچ لے کر معصومہ کو  
 بھی لپیٹ لیں ایک لاش کی صورت میں ہے۔ میں مریم کے  
 سامنے اس کی لاش کی طرح لے کر گئے جہاں ”۱۹“ ہے۔  
 سوات تھے جوان میں سے ہر ایک کے انہوں میں تھے۔  
 اسے قتل دینے والے عمار مراد کی لاش، جنہوں سے بھی آنسو  
 نکل رہے۔ پولیس کی عازمت لگی تھی جس میں ان لوگوں کا  
 دن رات داخل ہے۔ وہ اہل چاہ تھا۔ ہر لوگوں کی طرح خود  
 ان کا اپنا بھی یہی خیال تھا کہ اچھی باتیں، اسے دہشت  
 دیکھ چکے ہیں کہ ان کا دل خست ہو گیا ہے اور اب میں اس  
 بات کا اثر نہیں ہونے والا۔ لیکن اس وقت جرم کا پہلا تھا،  
 اس نے ان کے خیال کو قطعاً ثابت کر دیا تھا اور وہ اپنے دل  
 میں دہشت کی تکلیف محسوس کر رہے تھے لیکن جیسے اپنے  
 چاروں کو دیکھنے والے کوئی بھی شخص جنہوں کو رسوا کر سکتا ہے ان کی  
 تکلیف دہروں سے دھچک رہی تھی۔ طاقت اور بہت سا  
 احتیاج اب مجھ میں ہوئے۔ وہ جہازوں سے بڑے تھکان سے  
 کیسے چارہ ہو گئے تھے۔ انہیں کھنچ لیں آ جا تھا۔

عبداللہ باغی ایک سہارے ہیں جو باغی ہائی: وہ کہ  
 ہے شک بہت ہے: اے لیکن اب سمجھئے: اسے سہارے کے سوا  
 ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں رہا ہے۔ ہم خود خود کو رہنا  
 کے تو دراصل ابھی سنبھال سکتے ہیں۔ لیکن اس وقت ہمارے  
 شانوں پر جو سب سے بڑی آگے زادی ہے: وہ اٹھتا ہے  
 اصل قاصد تھک رہی اور فیس ٹیکر گردنک پہنچا رہا ہے۔  
 مجھے یقین ہے کہ ابھی ہم اس خواہش انسان کی زبان میں  
 طور پر نکلائے ہیں کہ اب نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس پر ہمیں  
 حریف کام کرنا ہوگا تاکہ عمل صورت حاصل ہو سکے۔ ہمیں  
 نیچے زادی اس کو ہوجائے تو ہم اس معاملے کو ابھی طر

دیکھتے ہیں۔ ”شہزادہ خود بھی شہنشاہ کی موت سے بڑی طرح متاثر ہوا تھا لیکن اس نے شہزادہ خود پر قابو پا لیا تھا۔ اصل میں خود راہنہ لے کر جہاز پر سفر کرنے والی مصنوعات کے بعد ہی سمجھ گیا تھا کہ شہنشاہ کی جا بھٹی ہے۔ اس کی اب تک کی ساری ہرج مہرج روڈز میں اسی بات کی تصدیق کے لیے تھی جبکہ سجادہ: ایک باپ کی حیثیت سے سب کچھ جانتے ہوئے بھی امید کا کسی قدر ہے۔ پتے تھا اس ہے اسے خود کو سنبھالنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔

”شہا ماموں جان کو فون کر کے کہتا ہوں کہ وہ اور آفرین مکانی آپ کے گھر پہنچ جائیں۔ ہم چھپا کر گھر پہنچیں۔ اس سے پہلے عرب بھائی کے پاس کسی کا ہونا ضروری ہے۔“ اس نے دیکھ کر اس کی باتوں کا ان پر خاطر خواہ اثر ہوا تھا اور انہوں نے خود کو پھد زن شروع کر دیا تھا چنانچہ دوسری طرف توجہ دی اور اپنے سواہل سے آفرین رات کا فیصلہ لیا۔

”جانی بوجہ شیریں! لاہور میں وہ کہتا تھا کہ کچھ چاہیں چلیں رہا۔ اسے ماموں جان کی طبیعت تک معلوم کرنے میں آئے؟“ اس کی آواز سن کر انہوں نے فوراً منہ سے شروع کر دی۔

فہم آ۔ گ۔ آپ ایسے گریز کہ ماموں جان کے ساتھ آئے۔  
وہ مجھے میں سجاد بھائی کے گھر پہنچ جائیں۔ دو تین دن  
بچے کے اہتمام کے ساتھ آئیے گا۔ میں بھی تھوڑی دیر میں  
پہنچ رہا ہوں۔“

میں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ "انہوں نے امر چاہا لیکن  
ناراضی رہے۔" آج کل وہ لوگ جن حالات سے گزر  
رہے تھے، ان کے باعث آفرین مانا کا ٹکٹ جاتا کچھ غلط  
تھا۔

”ابھی تک آپ کو تعلیمات میں جتنا مسکا، بس آپ میری بات پر عمل کریں اور اہل ہادی کے گھر چلی جائیں۔ وہاں سب لوگوں کی ضرورت ہے۔“ اس نے یہ مشکل یہ چھوٹے کپڑے کا کمال متعلق کر دی۔ اسی وقت پیر پر گئے اکثر کچا کچا۔

سجاد انا اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دوسری طرف وہی چلے گئے

آئیے تھ جس کے ذمے انہوں نے چلے جانے کی تیار کرنے کا کام لگا تھا۔ وہ انہیں یہ کہتے تیار ہونے کی اطلاع دے رہا تھا۔ کئی دن تک وہی چلے جانے والی ناش و کھجور کو دیکھنے کے لیے خصوصی تعلیمات کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان تعلیمات کو کرنے میں ہی یہ عہدہ سہارا لگ رہا تھا۔







پھر بھی وہ خواہش مند تھا کہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے لیکن کشور اپنی خودی پر مبنی ہے اس کے ہر ارادے کو حاصل دیتی تھی۔ اس وقت بھی اسے یہ صحیح سمجھے کہ بعد اس لئے اپنا سواگن آف کر دیا تھا۔ سمجھا اسے آٹھ بجے کے بعد بعد راتھ اور اس کے بعد سے وہ مسلسل کشور کا خبر لہنی کر رہا تھا لیکن ہر بار سنائی دینے والی رپکار دنگ اسے بتا رہی تھی کہ اس کا مطلوبہ فہم۔ آف ہونے کی وجہ سے رابطہ ممکن نہیں۔ اس نے کال کی طرف سے باتوں ہونے کے بعد کشور کو دو تین منٹ بھی بھیجے تھے کہ اگر وہ کسی لمحے اپنا سواگن آن کرے تو اسے وہ منٹیکوٹا جائیں لیکن بھیجے گئے منٹیکوٹا ڈیجیٹل رپورٹ نہ آنے پر اسے معلوم ہو گیا کہ کشور نے ایک منٹ کے لیے لیکن اپنا سواگن دوبارہ آن نہیں آیا ہے۔ یعنی طور پر وہ جانتی تھی کہ اس کا پیغام ملے پر آفتاب کی طرف سے اسے روکنے کی کوشش کی جائے گی۔ وہ اس کی ایسی کسی برٹش کو کامیاب نہیں کرے رہتا چاہتی ہوئی، اس لیے راپلے کی واحد صورت ہی تم کر رہی تھی۔ اتنا یقین تو اسے بھی ہو گا کہ وہ لاکھ بھلائے، طاقت کرے مگر اس کا پیغام ملنے کے بعد اسے کا ضرور۔ یہ تو یوں سمجھا کہ وہ اپنی جان کا خطرہ مول لے کر حریف کی اونچی دیواروں کو خاطر میں لانے کے لیے رات کے

انگریزوں سے اس سے ملاقات کے لیے پہنچی اور وہ خود وہاں نہ جہ کر اسے مایوس کر دیا۔ دماغ کے شعور سے اور محسوس کی کھالی ہوئی احتیاطیں اپنی جگہ نہیں جب معاملوں کا ہوتا تھا دل کو پاسان محسوس کو رخصت کر کے یہ ڈانٹ ڈھٹ کر چپ کر دوانے کے بعد اپنے دل کی عیاشی پرتی ہے۔ اس نے بھی یہی کیا۔ سارے مایوسہ بیچ تک جب اس کا شعور سے کوئی رابطہ نہ ہو سکا تو وہ اس سے ملاقات کے سچے جانے کے لیے تیار ہونے لگا۔ لہا اس کے معاملے میں بہت سارے حرائق ہونے کے وہ جو اس وقت اس نے ڈراما لکف سے کام لیا تو اور اپنا ایک بھڑپا ہوا ترنیم تھیں تو یہ تھیں کہ اس کے ساتھ ساتھ پرلوم کا گھر سے بھی کیا۔ اس کے سامنے رات کو بھینڈی سو جانے کے عادی تھے، چنانچہ جب وہاں پہنچے۔ یہ ہاتھ نہیں گھر سے روانہ ہوا تو ان میں سے کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اسے یہیں ہی گھر سے اسکوٹ سے بھٹکا اظہر ملے ہوم تک کا سفر طے کرنا تھا۔ یہ چندہ منٹ کا فاصلہ تھا۔ وہ ۱۰۰۰ بجے میں دس منٹ گھر سے بھٹکا تھا، اس حساب سے ۱۰۰ بجے گھر پہنچے منٹ پر وہ مقررہ جگہ پہنچ گیا۔ شعور نے بار بار بچے کے بعد ہی اپنے آنے کی احساس دل کی تھی اور اسے امید تھی کہ وہ اس سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاتے گا۔ ٹھیک ۱۰ بجے گھر پہنچے منٹ پر وہ

لیکن آپ نے تو اس دوسرے کا بھی تو جیسا رکھا۔  
 آپ صراحتیں بھیجئے جیسے مسافر کی کیفیت سمجھتے ہیں  
 آداب۔ ایسے مسافر کے سامنے اگر خط سے ملے پانی کا  
 چشمہ آجائے تو کیا وہ خود کو اس پانی سے سیراب کیے بغیر وہ  
 کے چہرہ پر بھی نہیں۔ مگر ابھی تک حل ہے۔ جس بہت  
 بھاری تھی۔ کہ تھا ایک دن اسی عیسیٰ کے ساتھ جو خدا کی  
 لیکن پھر آپ میری زندگی میں چلے آئے۔ کسی کی محبت کو  
 تو سے میرے پاس سے جن میں امید کی ایک کوئیل پھوٹ  
 پڑی۔ اس نئی پھوٹنے والی کوئیل نے مجھے حوصلہ دے کر زندگی  
 پر بھی اُٹھائی تھی۔ جس میں اپنے اندر پھوٹنے والی امید اور  
 خوشی کی کوئیل کو آپ کی محبت سے سیراب کرنے کے  
 لیے آپ کے کہاں آتی ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ میرا مزاج بہت  
 حساس تھا۔ مگر اب نہیں رہا۔ اس ماز کے ٹھلنے کے بعد مجھے  
 اپنی جان بچانے کا بھی خطرہ ہے اس لیے میں چاہتی ہوں  
 کہ اس تھوڑی سی سہلت میں ہی آپ کا میرا راز عبادتوں  
 تاکہ جب مردوں کو میرے اندر کوئی شے نہ ہو۔ اس کی آواز  
 بھرانے لگی۔ جس سے آفتاب کو اندازہ ہوا کہ وہ دور ہی ہے۔  
 وہ روزانہ میرا چہرہ۔

"اچھا آئیں، اور بیٹہ کر بات کرتے ہیں۔ یوں  
 کڑے کڑے تو آپ تھک جائیں گی۔" کشور ابھی تک  
 دوڑاؤ سے بے پشت گا کر گزرتی ہوئی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ  
 قلم گرفتار کر لیں اور کئی طرف لے گئی۔ انٹرپرائز ہوٹل کی  
 حیثیت رکھنے والے اس کمرے میں دو دروازوں کے ساتھ  
 مکان والی سلامتی عینیں بھی ہوئی تھیں۔ ان عینوں پر کام  
 کرنے والوں کے لیے بیٹھنے کی نشستیں اس طرح لڑائی ہوئی  
 تھیں کہ انہیں وہاں سے الگ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اس  
 کشور کے ساتھ ہاتھ کی کڑھائی و لہجہ ورنے والی خاتون  
 بیٹھ کر کام کرنے کے لیے بیٹھ گئی وہی کڑھائی کارخانہ تھا۔  
 وہی دروازے پر دو ایک دوسرے کے پہلو پہ پہلو بیٹھ سکتے تھے۔  
 یہاں پر بیٹھنے کے بعد اس نے ہاتھ پر کشور کو تھک سے دیکھا۔  
 اس کے قریب ہونے کی روشنی بہت کم تھی اور یہی تھی اس  
 سے بہت کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اب وہ جس جگہ بیٹھ گئی تھی،  
 ان دونوں پر ہی روشنی ابھی خراب چڑھ رہی تھی۔ اس  
 سبب وہ کشور کا گھبراہٹ رنگ کا خوب صورت خیال دیکھ سکتی  
 اس لباس کے ساتھ اس نے بیٹھنے کا بیگن سا دروازہ  
 رکھا تھا۔ وہ پلاٹر جس پر اور بیٹھنے پر پلاٹر کا روڑھا تھا  
 یہ عین بیٹھنے کی تھی اور اس نے اس کی بھی تھک والی  
 تھوکانہ تھی۔ اس دوپٹے کے پار اس کی کلی سیاہ دھس

بھی خطر آ رہی تھیں اور کافور اور گجے کیسا پہتا زبرد بھی۔  
زبرد اور لباس کے اس اجتماع سے ملاوہ آنکھوں میں موجود  
کالیں اور پتھروں پر چھتی لب آنکھ بھی اس بات کی گواہی  
دے رہی تھی کہ آج اس عداوت کے لیے اس سے مخصوص  
تیار کی گئی ہے۔

”ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟“ وہ جو اس کی نظر میں اچھے سے لے کر ہمارا احترام کرے گا کیسی۔ اسے مشکل اٹھانی طرف دیکھنا کہ وہ تجھ کی طرف سے ہو کر چلے گی۔

”اپنی طرف سے کتنی بڑے زور دیا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نے سب کچھ دیکھ لیا ہو گا اور اب میرے لیے کیا ہے؟“

”جہاں جہاں بہت اچھا لگ رہا ہے۔“ ”آپ نے اس کی تادیب طرف اشارہ کیا۔“

”خود کی تیاری کو نہی کہ ہے اس کی تفسیر لکھا گیا ہے کہ  
 صدمہ دور سے ہی چاہتا تھا کہ آپ آ کر رہے ہیں۔“ اس نے  
 مجھ کے لیے اس پر نظر ڈالی اور مجھ جی شروں کے ساتھ  
 رہے۔

وہ اس کی ہمت نہ کر سکا۔ اچھر یوں: "بھئی چٹاری تو  
 کی تھی۔ کوئی تھارے لیے آٹا کھٹ اٹھائے تو کیا اٹھاروں  
 راجا ہے گا اس کی خیر میں مجھے کو۔"

”آپ تیار ہو کر آئے جب میں مجھے ایسے تکتے۔ جہاں  
بیٹے بول رہے تھے وہی جیسے ایسے تکتے ہیں۔“ اس نے اپنا  
تپ کے کندھے پر رکھا دیا۔ اس کی خوشبو آفتاب کے  
شہسرت کرنے لگی۔

”آج کی اس ملاقات کا اظہار ہو گیا تھا آپ نے اپنی  
 دوسرے خاص کے تعاون سے کیا ہوگا۔ کہاں سے وہ؟  
 کہ جس نظر میں تھا۔“ وہ جانتا تھا کہ اس خوشبو کی گرفت  
 لکھ بہت مشکل سے ہو کر بھی رہی دھڑا دھڑکی یا تیس چھوڑ  
 لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ بھی اس سے کہہ دے کہ میں نے اپنے محنت کے ساتھ اس  
کے لیے بھی سب کچھ کر دیا ہے۔ اس نے سرسری  
دیکھا اور اس کے حوالے پر کبھی نہ کی۔ اب صرف  
پتہ تو یہی کہ اس نے ایک مصلحتی آج بھی  
کے دہانے میں چھٹی جارہی تھی۔ نہ چاہے ہوئے بھی  
ساتھ چلا گیا اور کوششوں سے کہنے لگا۔ اس کے  
دور دور سے جانتے کہ کب کا وہ چلا جائے اور اس  
کے لیے بھی نہ ہو۔

میں، ایک خواب مجھے جس آفتاب: ایک ایسا خواب  
مردانوں، ایک چھوٹا سا گھر، اور اس گھر میں







کئی قسمی مشاہیر خان آتا ہوا نظر آیا۔ جیسے کئی کچل لشت پر  
 مسبب ہو کر ام پر تھے میں جس کا ہوا تو کئی کئی۔ جیسے تھری  
 سے اس سوز پر سے گزرتی۔ اس نے چونکہ اپنی گاڑی ایسے  
 زونے سے گزرتی کہ کئی کئی نظروں میں نہ آ سکے اس  
 لیے وہ لوگ اسے نہیں دیکھ سکے۔ ان کے سوز پر سے گزر  
 جانے کے بعد اس نے اپنی گاڑی اٹھارتھ کی۔ وہ دھڑوے  
 تک ان کے پیچھے جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ  
 اگر کوئی ان دونوں کے پیچھے ہوا تو وہ ہندو میں ہی نہیں  
 ٹھہرنے کی کوشش کرے گا اور شہر سے باہر نکلے گا مگر میں  
 دے گا۔ ابھی تک ایک کوئی صورت حال پیش نہیں آئی تھی اس  
 لیے اسے ہنسنے لگا۔ یہاں تک کہ چلتا تھا کہ پتا چلا کہ وہ ہر حال اس  
 نے تھری میں نہیں کیا تھا۔ گاڑی اشارت کر کے وہ دھڑوے  
 "گاڑی گرنے سے کئی جیسے کے تعاقب میں آئے والی ایک  
 سوز سانگیل کو دیکھ کر اسے اپنے پیچھے کی روٹی کا حسرت ہوا۔  
 اب سوز اس انداز میں جاری تھا کہ سب سے آگے مشاہیر  
 خان کی جیسے تھی اور میان میں سوز سانگیل سوار اور پیچھے کافی  
 فاصلے پر وہ خود مختار مکان روڑ شروع ہونے سے جس سوز  
 سانگیل کی رفتار ایک سو تیرہ تھی وہ وہ جیسے کو روک کر دیکھ کر دیکھ کر  
 ہونے لگی تھی۔ آگے لگنے کی کوشش کرتے تھے۔ سوز سانگیل  
 سوار کی اس حرکت پر اس کا جسم کڑوا گیا۔ اسے خطر محسوس  
 ہوا کہ کبھی وہ پلٹی جیسے میں مشاہیر خان یا ہوا تو کوئی نشانہ  
 نہ ملے گا تو کوشش نہ کرے۔ اس نے خود بھی جھٹ اپنا پائل  
 نکالی لی لیکن خیر گزرتی اور اس کے اندیشوں کے برعکس سوز  
 سانگیل سوار تھری سے آگے نکل گیا۔ اب مکان روڑ کا آغاز  
 ہو گیا تھا۔ اس روڑ پر مشہور زمانہ شاہ نور اسٹوڈیو کے علاوہ کئی  
 دکانیں ایک میاں، ایک چنگ، ایک میاں اور کچھ اور کچھ میاں بھی  
 تھیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے اس دھندلے میں یہ سارے  
 مقامات مستحکم پڑے تھے۔ ان سارے مقامات پر روٹی  
 لگانے والے اتنی جگہ تھیں کہ دھمت کرنے کے وہی نہیں  
 تھے۔ چنانچہ ان احوال مکان روڑ پر جیسے وہ طریقہ ہموار وہی  
 اندیز میں گئے شہر ہادی ہر دوڑ کی ہی اجارہ داری تھی۔ مکان  
 روڑ پر سڑکا "گاڑی گرنے والی پہلی سوار سوز سانگیل تھی اس  
 کے پیچھے مشاہیر خان کی جیسے تھی اور اصولاً تھری گاڑی اس  
 کی ہوتی چاہیے تھی لیکن اس سے کئی ایک سوز شیراز نے  
 بازی بازی۔ اب وہ سوز شیراز اس کی گاڑی اور مشہور  
 خان کی جیسے کے درمیان سوز کر رہی تھی۔ یہ کوئی غیر معمولی  
 بات نہیں تھی۔ سڑک پر کئی ایک فرد یہ گاڑی کی اجارہ داری  
 نہیں ہوتی کہ اس کی جگہ کوئی دوسری گاڑی نہیں لے سکتی۔

جب کوئی شخص سڑک پر تھا تو خود دیکھ گاڑیوں کو اور دیکھ  
 کرتا ہے اور دیکھ ہی گاڑیاں اسے اور دیکھ کرتی ہیں  
 چنانچہ اس نے سوز شیراز کے اپنے ایک ارادہ ہونے کا خاص  
 نوٹ نہیں لیا اور وہ غلط فہمی سے متاثر ہو جانے کا خاص  
 اطمینان لے کر گاڑی تھا۔ سوز سانگیل سوار جیسے ظاہر سڑک پر  
 سیدھا جا رہا تھا اس نے اپنا ایک ہی اپنی رفتار گزرتی۔ ساتھ  
 ہی سوز شیراز کی رفتار ایک سو دو تھی۔ سوز سانگیل سوار نے  
 اپنی سوز سانگیل سڑک پر تھری گزرتی کرتے ہوئے تھری  
 سے مشاہیر خان والی جیسے کے نزدیک نہ جانے۔ فحاشی باز  
 پلٹنے کی زوردار آواز کو گئی اور جیسے نے اس کی تھری مشہور خان  
 نے مہارت سے اسے بے قابو ہونے سے بچا لیا۔ اس دوران  
 سوز سانگیل سوار دوسرا گاڑی پر چکا تھا جس نے جیسے کے  
 دوسرے ٹائر کو دیکھ کر دھڑوے۔ جیسے کی کوئی تھری مشہور خان نے  
 اپنی جانب کا روڑاڑا کھول کر باہر چھوٹ گئی اور ان میں  
 ہاتھ میں موجود گین سے سوز سانگیل سوار پر قاز کیا۔ مگر اس  
 کے سینے پر دھمکی جانب جا کر گئی لیکن بے اثر تھی۔ نتیجہ اس  
 نے اپنے پیچھے اشارت کے سوز شروع اور پلٹے گزرتا تھا۔ اسے اپ  
 کے پیچھے بہت بڑا ہولت ہوئی تھی۔ گئی تھی اس لیے کوئی کھار  
 بھی اطمینان سے گزرتا تھا۔  
 لیکن چونکہ کہ ہاتھ اوپر تھا اور نہ جانے سے جا  
 گے۔ "سوز شیراز" اسے اس دوران اس کے سر پر پلٹے تھے  
 تھے۔ وہ خدا اس چار تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنے  
 راتھل مشاہیر خان پر تھرتے ہوئے اسے یہ دھمکی دی تھی۔  
 دھمکی سننے کے بعد وہ اس نے گین نہیں کھینچی اور تھرتا ہونے کے  
 نہ لمبے گزرا۔  
 "بھاری تھرتے کوئی دھمکی نہیں ہے۔ میں صرف دھمکی  
 دے رہا ہوں۔ میں تھرتے سے جانے والا ہوں۔ لیکن میں تھرتے  
 نہیں گئے۔" اسی شخص نے ایک بار پھر زبان کھولتے ہوئے  
 جیسے کی کچلی فحاشی کی طرف اشارہ کیا۔ دور سے اب وہاں  
 برقع پوش ۱۰۰ فوٹ تھیں آ رہی تھیں۔ وہ سڑک سمنان کی جگہ  
 پر بیٹھ کے کچھ دیکھ کر چلتی تھی مگر تھرتا کرنے والوں کو دیکھ  
 اندازہ تھا کہ وہاں ہوتی ہی ہے۔ یہاں نے مشاہیر خان  
 سے تھرتا کر اس کا آغاز کیا۔ ان مذاکرات کے کسی بھی مرحلے  
 میں داخل ہونے سے کئی شہر و راہی گاڑی سمیت ان کے  
 سوا کسی بھی گاڑی کا تھرتا۔ گاڑی میں اپنے اپنے پتے کی سب سے ایک  
 فزائی۔ کوئی راتھل بردار نہیں کے ہاتھ میں جاری اور اس  
 کے ہاتھ سے راتھل چھوٹ گئی۔ شہر و راہی گزرتا ہر خان  
 ایک ایک سے لے کر سب تک ہو گیا تھا۔ ایک بار پھر اپنی جن

میں لوٹ آیا۔ اس نے بھی اپنی گین سیدھی کی اور ایک فرد پر  
 گولی چلائی۔ گولی اس کے زونہ میں گئی اور وہ تھرتا ہوا۔ وہ  
 افراد کے دھمکی ہونے کے بعد وہ تھرتا اور وہ تھرتا ہوا۔ وہ  
 برقع پوشی حاصل تھی۔ سوز سانگیل سوار سمیت ان کے دو آدمی  
 اب بھی راتھل کی سلامت تھے۔ ان دونوں آدمیوں نے  
 گھڑی سے شیراز کی آڑ میں پناہ لے لی جبکہ سوز سانگیل سوار  
 نے اپنے ہتھیار سے مشاہیر خان کو نشانہ بنایا۔ وہ اس وقت  
 شیراز کے پیچھے چھینے دونوں کی طرف ایک رہا تھا، چنانچہ سوز  
 سانگیل سوار کاٹ نہ سکا۔ اور کوئی سانگیل کی آواز کے ساتھ  
 اس کے قریب سے گزرتی۔ اس دوران شیراز کے پیچھے چھینے  
 والوں نے شیراز کی گاڑی پر قاز کیا شروع کر دی تھی۔ اگر وہ  
 گاڑی میں بیٹھا رہتا تو گولیوں کا نشانہ بن جاتا۔ پہلا قاز  
 کرتے وقت ہی اسے معلوم تھا کہ جہاں قاز کر رہا ہے ضروری  
 جانے کی، چنانچہ وہ خود گزرتے کے ساتھ ہی خود اور آواز کو کھول  
 کر اپنی سب سے آخر کر رہا تھا۔ گاڑی کے کچھ حصے میں چا  
 گیا تھا۔ وہاں بھی اس نے شیراز والوں پر جہاں قاز کیا  
 کی۔ اس ساری پوچھ میں شیراز اسے اور مشاہیر خان کی  
 زیادہ ذہن پر تھرتا میں تھے۔ ہاتھ ایک طرف سے ان کی  
 پوزیشن عجیب اور عجیب تھی۔ وہ ایک پتے ہوئے تھرتے تھے اور  
 دوسروں کو بھی پتہ نہیں ہو تھا۔ شیراز اور سوز سانگیل سوار  
 قدرے پہلے پوزیشن میں تھے۔ وہ چلتے تو وہاں سے قز رہی  
 ہو سکتے تھے لیکن ظاہر ہے وہ وہاں نہ جانے کے لیے اس کو زانی  
 میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ وہاں نے قاز کیا کا سلسلہ  
 جاری رکھا۔ آخر کار سوز سانگیل سوار کو کامیابی حاصل ہوئی اور  
 میں اس وقت جب مشاہیر خان دونوں گھروں پر فروغ کے  
 ہتھیار اپنے قبضے میں لینے کے بعد انہیں اپنی جیسے کی فحاشی  
 لشت پر پلٹ کر پتہ رہا تھا۔ وہاں سوز سانگیل سوار کی گولی  
 گئی ایک اور اس کے جسم میں جگہ ہو گئی۔ وہ ایک جگہ  
 کھا کر سڑک پر گر کر اس کا جسم بھی اس نے زونہ اپنی گین  
 ہاتھ سے چھوڑی اور نہ ہی بہت داری۔ اور یہ پناہ گزرتا  
 بمذاقت سے کام لیتا ہوا جیسے کے پیچھے رہ گیا۔ اب وہ  
 قدرے تھرتا پوزیشن میں تھا لیکن اس دوران ہی اسے کھانا کھا  
 اٹھا۔ ہونے والوں گھروں پر شیراز کی آڑ میں چھپے اپنے  
 دونوں ساتھیوں سے جانے تھے۔ ان لوگوں کے پاس بھی  
 طور پر اضافی ہتھیار بھی موجود تھے۔ چنانچہ ان کے اپنے  
 ساتھیوں کے ساتھ شامل ہوئے ہی ایک آدمی قاز کیا۔ اپنے  
 گزرتی آئی۔ وہ لوگ اپنی دونوں جانب قاز کیا کر رہے  
 تھے ان حالات میں نہ تو مشہور خان جیسے کے پیچھے سے

نکل سکتا تھا اور نہ ہی شہر و راہی پناہ گزرتا کر آگے بڑھ سکتا  
 تھا۔ اس دور قاز کیا کا سلسلہ جو جاری و ساری تھا اور  
 اس قاز کیا سے ملنے والی گولی رہا تھا۔ شہر و راہی پناہ گزرتی  
 پناہ گزرتی اور پناہ گزرتی کی گولیوں سے انہیں جانے والے  
 سارے آواز کے وہی مکان روڑ پر راتھل ایک ہی سوز سانگیل کا  
 راج تھا۔ اس سوز سانگیل کی جیسے ہی پناہ گزرتی روڑ پر سڑک کرنے  
 کا ارادہ رکھتے والے ڈرائیور حضرات کی کات کر گزرتے  
 چارے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ سوز سانگیل روڑ کی پناہ گزرتی کے  
 بجائے اس کے جسم سے پناہ گزرتے جانے میں زیادہ معاون و  
 ہر گز راتھت ہوتی ہے۔ اب پہلے سے لوگ زندگی کو کتنی ہی برا  
 بھلا تھیں۔ اس سے پناہ گزرتی کا اطمینان کرنا مگر حقیقت میں  
 زندگی سب ہی کو اپنی پناہ گزرتی سے بچانے والا سارے خطرہ نظر  
 آیا، وہاں سے روڑ پھیر لیا۔ چنانچہ وہاں کوئی سوز سانگیل سے  
 لطف کھڑو ہونے کے لیے ہتھیار بند ہو سکتا تھا کہ سوز سانگیل  
 بھی شہر سے کچھ دھمکی تھی۔ یہ تو کئی سوز سانگیل روڑی سے اپنی  
 پناہ گزرتی دیکھتے تھے۔ سب کو معلوم تھا کہ جس کا  
 ہاتھ رکھا اس کی زندگی کا گارنٹ بھی وہیں دم توڑے گا۔ شیراز  
 والے چاروں افراد کے وہ ہاتھ ہاتھ ہاتھ جانے کی جگہ سے ان کا  
 زور بڑھ گیا تھا۔ شیراز کا ساتھ دینے کے لیے مشاہیر خان  
 بھی انہی کی طرف توجہ دے رہا تھا۔ شہر و راہی حالت میں اس  
 کی یہ کارکردگی کئی قاز کیا تھیں تھی اور اگر وہ اپنے عقب میں  
 موجود سوز سانگیل سوار کی طرف سے خاص ہو گیا تھا تو یہ ایک  
 قاز کیا گرفت ہوتی تھی۔ سوز سانگیل اسے لے اس کی  
 اس فحاشی کا قاز کیا تھا۔ اب جیسے کی طرف بڑھ چکا تھا وہ بھی  
 حصے میں موجود ہوا تو قاز کیا میں کر کے اس کو زانی کا فیصلہ کرنا  
 چاہتا تھا۔ بہت بڑے ذہن دیکھتے اور سب سے بہتے بہتے نے اس کا  
 انداز بہت بڑا ہوا تھا۔ چنانچہ وہاں چلتی گولیوں کی زد میں  
 آئے کی یہ ایک فحاشی وہ جیسے کے کچھ حصے کی طرف بڑھتا چلا  
 گیا۔ اسے امید ہوئی کہ لشت کے کچھ حصے کی ہوتی ہوا یا کوئی  
 کئی بندھی ہوئی ہوئی اور وہی حراست کا سامنا کیے بغیر اس  
 پر قابو پائے گا لیکن اس کی فحاشی اور خود احتدائی اسے لے  
 ڈوٹی۔ وہ جیسے ہی جیسے کے قریب پہنچا ایک راتھل کی نال  
 اس کے بیٹھ کے راتھل چلتے تھے۔ مگر اسے لگے ہی پناہ گزرتی  
 بری طرح چلتا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے کی طرف گزرتا۔ بہت بڑے  
 جگہ کی حفاظت سے محروم اس حصے میں راتھل کی گولی نے  
 راتھل کو ایک بہت بڑا سوراخ کر دیا تھا اور سوز سانگیل سے  
 فوراً ہی کی طرح خون چھل کر باہر رہا تھا۔ وہ کوئی کاز  
 میں حاصل کی گئی تھی کی فزائی گزرتی کے ان قاز کیا



حالت میں اس کے کام آئی تھی۔ اس کی ہلکی ٹریک کے  
 اور یہ اگر کوئی بھی طالب علم بھاریوں کے استعمال میں  
 باہر تو نہیں جوسکتا لیکن اس لائق تو بہر حال ہو جاتا ہے کہ  
 لوڈز داخل کی نہیں دیا کہ غرض کرتے۔ اس نے بھی لکھی کیا  
 تھی۔ مشاہیر خان نے عہد اوروں سے چھین کر جیب کے بھی  
 حصے میں جو رکھ رکھتے تھے، ان میں سے ایک اس نے اپنے  
 قبضے میں لے لی تھی اور وقت گزرتے پان کا بڑی تھیر سے  
 استعمال بھی کرتا تھا۔ اپنی اس کامیابی نے اس کا حوصلہ بڑھ کر  
 دیا اور وہ دہلے گا پڑی جھانچے سے اسے اتار کر ایک طرف  
 رکھنے لگا۔ ہاتھ وہ طور پر سر کے میں شامل ہونے کے  
 ارادے سے نشست پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ سوز سانبھل سوار  
 سڑک پر کی جھیر جانور کی طرح پڑا ٹوٹ پھوٹا تھا جبکہ  
 اس کے سامنے ابھی شیراز کی آڑ لے ہوئے قزاق میں  
 مصروف تھے۔ مشاہیر خان اور شیراز کے ساتھ بیٹھے تھے۔  
 ایک پڑاٹن میں بھی کھڑے وہ ٹوک صاف بھر آ رہے تھے۔  
 اس نے راکٹر کبھی شوش انداز میں اپنے دائیں شانے کے  
 ساتھ ٹکا اور سامنے روک کر ان کی طرف قازق کر دیا۔ اس  
 جھکی ناٹائی سے امید نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ اتنے دھلے سے  
 درست نشانہ لے سکتی ہے لیکن وہاں چار چار ہدف مسرہ جوتے  
 اور ایک دوسرے سے قریب بھی تھے۔ اس نے جس شخص کا  
 نشانہ ہاتھ کر قازق کیا تھا، اسے تو کوئی نہیں لگتا لیکن اس کے  
 ساتھ چوہ جڑ کر بیٹھا اس کا سامنی ڈوبیں چھیں۔ اس کی  
 کھوپڑی کے پچھے سے اڑنے لگے اور بچھا نکل کر اس کے کی  
 ٹھوکرے اس کے سامنے کے گھبراہٹ پر جا کر گئے۔ جس شخص کو اس  
 نے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی، اس نے بے پناہ بھرتی کا  
 مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی طرف جالی قازق کیا مگر خوش قسمتی  
 سے وہ اپنے کیے ہوئے قازق کے بجائے سے سنبھلے میں ڈاکم  
 ہونے کے باعث نشست پر جا کر گر گیا۔ چنانچہ ہال وال ٹکا  
 گئی۔ موت کو اسے قریب سے گزرنے دیکھ کر ایک لمبے کے  
 لیے اس کے ہاتھ پر خنجر سے چمچے مگر پھر اس نے خود ہی  
 اپنے آپ کو بھلیا کہ اس طرح ہاتھ پر چوہ گزرتے جھپٹے جانے سے  
 زندگی کی بچاؤ ممکن نہیں۔ وہ جس نہر اب میں بیٹھ گیا۔ اس  
 سے لگنے کے لیے اسے خود ہی بہت کرنی پڑے کی اور نہ ہو  
 سکا کہ ایک وقت وہ بھی آجائے کہ اس کے حافی بھی  
 بہت ہار کر پہاڑی اقتدار کر لیں۔ پہاڑی میں ذلت اور موت  
 دونوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہونے والا تھا۔ چنانچہ اس نے  
 ایک بار پھر داخل پر اپنی گرفت مضبوط کی اور احتیاط سے سر  
 اٹھاتے ہوئے پیچھے کی جانب دیکھا۔ اسے کرتے دیکھ کر اس

پر گزرتے والا شاید یہ سمجھتا تھا کہ وہ گولی کا نشانہ بن چکی ہے  
 اس لیے اس طرف توجہ نہیں دیا اور پیٹ کے بل لیٹ کر  
 دھیرے دھیرے آگے کی طرف دیکھتا ہوا مشاہیر خان کی  
 طرف بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے راکٹر سے بھی  
 اور پوری احتیاط سے اس شخص کا نشانہ ہاتھ نہ لگا۔ اس ہمارے  
 نشانہ اپنے ہدف سے چوک کر کسی دوسری طرف ٹپک کر نکلا۔  
 گولی سڑک پر اترنے سے لپٹے شخص کے پیٹ میں جا گئی۔ تین  
 ساتھیں کی موت نے جہاں ملتا اوروں کے دوسان خطا کیے،  
 وہیں شیراز اور مشاہیر خان کو بھی سمجھت ہو گئی۔ مشاہیر منہ  
 تو خیر دھکی ہوئے کی وجہ سے زیادہ دھڑکی سے حرکت کرنے کے  
 قائل نہیں تھے لیکن شیراز نے سوتے کے قاعدہ اٹھایا۔ باقی ٹکا  
 جانے والے دو افراد جو اب تک اس کی طرف قازق  
 کر رہے تھے، عقب سے ہونے والے قازق سے گھبرا کر پلٹ  
 کر اٹھا اور مشاہیر کی طرف قازق کرنے لگے۔ وہاں اپنے  
 پہلے قازق کاروں کی دیکھ چکی تھی اس لیے اس نے وہ قازق کرنے  
 کے بعد خود ہی اپنے دیکھ کر بھی گئی۔ یہ قسمت کی سودمند ثابت  
 ہوئی اور وہ کسی گولی کی زد میں نہ گئی۔ اس دوران شیراز  
 اپنی گاڑی کی آڑ سے نکل کر اس پڑاٹن پر پہنچ چکا تھا کہ ان  
 دونوں کو نشانہ بنائے مگر اس نے گولی ہلاکت خیر قازق کرنے  
 کے بجائے ان کے گھروں کو نشانہ بن دیا۔ یہی کافی سمجھا۔ ان  
 دونوں کی جھپٹوں کے ساتھ ہی مشاہیر خان، روڈ پر پوری قازق کی  
 گورانی قلم ہوئی اور پھر اس کی گاڑیوں کے سائرن سن کر  
 دیکھ گئے۔ ان سائرن پر کان دھرے لیکن وہ اپنی گاڑی کی  
 غلغلہ لپکا اور ڈھیل بدلا کر چلے ہوا ہو بل اٹھ کر کچھ اور ان کا  
 قبر ڈال کیا۔ جب تک انہیں نے کال ریڈیو کی چلیس کی  
 سائرن بجائی ہوئی گاڑیاں ان کے قریب آکر رگ بھی  
 تھیں۔  
 "زیر دو تعلیمات بتانے کا وقت نہیں ہے سہا بہائی ا  
 بس اتنا جانتا سکتا ہوں کہ اسے میں بھلا افراد نے ماہ کو کو انوار  
 کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان افراد سے اچھا خاصا مسرہ کر رہا  
 ہے اور میرے خیال میں تین تہہ سے مارے گئے ہیں۔ میرا  
 ڈراما پھر مشاہیر خان کی زندگی ہوا ہے۔ آپ کے گلے کے گم  
 مسب روایت سارا معاملہ سننے کے بعد سوتے ہوئے پہنچ گئے ہیں  
 اور پھر یہاں اب یہ لوگ کارروائی کے نام پر وقت ضائع کرنے کی  
 کوشش کریں گے میری آپ سے بس اتنی گزارش ہے کہ ان  
 لوگوں کو قتل کر دیں۔ ان کا انتقام کر دیں۔" اس نے جلدی  
 جلدی غلام بیان کرتے ہوئے سادہ جملے کیے۔  
 "تم کہیں جگہ پر ہو؟" انہوں نے بھی زبرد تعلیمات

میں جانے کے بجائے جمیڈی سے پوچھا۔  
 "مقتن روڈ پر... شہرہ نور اسٹوڈیو کے بالکل قریب۔"  
 اس نے بتا دیا۔  
 "اوکے! میں ابھی تمہاری جان چھڑانے کا بندوبست  
 کرتا ہوں۔" انہوں نے کبر کے ساتھ مطلع کر دیا۔ فون سے  
 قازق ہونے کے بعد وہ دھکی مٹا رہم شان کی طرف توجہ ہوا۔  
 وہ جیب کے بجے سے گلے آیا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ اور بازو  
 پر گولیاں لگی تھیں جس سے خون کی بہت بڑی تھلاہٹ نکلنے کے  
 باعث اس کے کپڑے سرخ رنگ میں لدا ہوئے تھے۔ وہ محسوس  
 ہو رہے تھے۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔  
 "اے سڑا پیر سب کیا ہوا ہے... کیا آپ میں تھکتے  
 ہیں؟" اس کی گاڑی اور اس سے اس کی اصل حیثیت کا نہ  
 سکی مگر اس بات کا تو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی صاحب  
 ثروت آدمی ہے، اس لیے اس نے اپنی جیب پر لگے  
 پائیس اٹھانے سے سر سے تھکانا دھتے انداز میں سوال کیا۔  
 "اے سی شہرہ نور!... خود کو پکارے جانے کے  
 انداز پر قدر سے برادار بنے ہوئے اس نے اپنا تھوڑا کر دیا  
 اور دوبارہ مشاہیر خان کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "یہاں  
 کیا ہوا ہے یہ تو قہورزی دہر میں آپ کو آپ کے گلے کے ڈی  
 آئی تھی سہارہ صاحبہ خود تادیہ گئے، لی انہیں آپ سب  
 سے پہلے زلیوں اور ناٹوں کو اسپتال پہنچنے کے لیے  
 لے کر لے گئے۔ ان کا پتہ اندازہ ہے۔ اس کا پتہ اندازہ ہے۔ اس کا پتہ  
 ڈی آئی کی ہے اس کے ساتھ کھانا لے کر اسے اس کا پتہ  
 پتہ سنا گیا۔ یہ چورے کی کھٹکھٹ آ رہا تھا کہ اس کی بات  
 پر یقین کرے یا نہیں۔ ایک آدھ صحت خدشہ میں رہنے  
 کے بعد اس نے میں سب سمجھا کہ پہلے کم از کم ایجوکیشن د  
 ملو۔ جس بندے کے ہمارے کسی دو مذہب کا کھانا تھا،  
 وہ کھانے کا کھانا تھا۔ پھر اس سے ایک طرح سے  
 یہ ثابت ہوتا تھا کہ وہ اپنے بیان میں سچا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے  
 سواگ پر ایجوکیشن کے لیے گاہ کرتے تھے۔ اس کال سے  
 قازق ہو کر اس نے اپنے پیہوں کو بندہ آواز میں ایک دو  
 احکامات دی دیے تھے کہ وہاں پہنچے تھے۔ اس نے غلط انداز  
 میں کال ریڈیو کی۔ اگلے ہی لمحے وہ اس طرح اٹھ بیٹھ نکلا تھا  
 کہ کسی آدمی کی صاحب فون پر اس سے صاحب نہ ہوں  
 کہہ کر کسی شخص سے ملے کڑے ہوں۔ "تیس سر" کی گردان  
 کے ساتھ اس نے ان کی قریب جہاں تھیں اس طرف بند ہونے  
 کے بعد ایک گھر سامنے لپکا جو شیراز کی طرف بڑھا۔ وہ  
 مشاہیر خان کے قریب بیٹھ اس سے کوئی بات نہ کر رہا تھا۔

"ایجوکیشن ابھی تک نہیں پہنچی ابھی اس کا صاحب پڑا"  
 اسے اپنے قریب پائیس نے پتہ کر دیا۔  
 "تیس نے کال کر دی ہے میرا ابھی پہنچ چکی ہوگی۔" اس  
 نے سادہ جواب دیا۔ اس وقت ایجوکیشن کا مخصوص سائرن  
 سنائی دینے لگا۔  
 "تم میری گاڑی میں جا کر بیٹھو۔" اس کا یہ جملہ سن کر  
 ایس ایچ اور جوش باہر فون کی طرف توجہ ہوا۔ پائیس کی  
 گاڑی کا سائرن سن کر وہ جیب میں سے ایک گولی اٹھا اور دوبارہ  
 کھینچ کر اسے پتہ کر دیا۔ پتہ کر دیا۔ پتہ کر دیا۔ پتہ کر دیا۔  
 ایس ایچ جیب سے پتہ کر دیا۔ پتہ کر دیا۔ پتہ کر دیا۔ پتہ کر دیا۔  
 اس پر نظر پڑی تھی۔ شیراز کی حیثیت کے مطابق وہ اس کی  
 گاڑی کی طرف بڑھ کر اس کا ایس ایچ اور سائرن ٹھکروں سے اس کی  
 طرف دیکھ کر فرار ہو گیا لیکن زلیوں پر کوئی سوال لانے کی  
 جرأت نہیں کر سکا۔  
 "یہ غلام بندہ ہے۔ اس کے طعن کے لیے ڈانڈ  
 کو خصوصی حیثیت دینی ہوگی آپ کو۔ باقی بندوں کے بارے  
 میں بھی مناسب بندوبست کر کے رپورٹ دینا درست ڈی  
 آئی کی صاحب کو دیکھئے گا۔ آگے وہ جو جہاں تھیں وہیں ان پر  
 حمل کیجئے گا۔" مشاہیر خان کو ایجوکیشن میں حمل کیا جا رہا تھا۔  
 تب اس نے ایس ایچ کو ایک جہاں تھیں اور خود اپنی گاڑی  
 کی طرف بڑھ گیا۔ گاڑی کی چابی لکھتے پر ماہ پڑاٹن بھی تھی  
 اور دونوں ہاتھوں میں چوہ چھپائے سسکیاں لے رہی تھی۔  
 "کیا یہ ہے... کچھ رو رہی ہو؟" اس نے سڑک اس  
 سے پوچھا۔  
 "تیس نے تین تین بندوں کو مار ڈالا۔ اب پائیس مجھے  
 ان کے گلے کے ٹوک سے فراموش کر لے گی۔" اس نے حریفانہ  
 سسکیوں کے درمیان بیٹھ کر اپنے ہونے کی جھٹکا۔  
 "اپنے اٹھائیں میں کسی کو مارنے پر توفیق کی طرف سے  
 کافی بھولت ہے۔ مگر پھر سے تو کسی نے اب تک ایک تھک بھی  
 نہیں پوچھا تو تمہیں کیوں فکر ہو رہی ہے؟ اس سارے  
 سوائے کو پھر دیکھ اپنے طریقے سے چننا کر لیں گے۔ تمہیں  
 اس سسٹم سے فطرتی پڑھنے ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس  
 نے اسے بھلا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔  
 "اب ہر لوگ کہاں جاتے ہیں گے۔ کیا وہ اپنی ڈی آئی  
 کی صاحب کے گھر؟" اس کی سسکیوں پر ذرا مطمئن ہوتے ہوئے  
 اس نے آگے کا روٹر مپ جاننے کی کوشش کی۔  
 "نہیں۔" جیسے جلد از جلد یہاں سے نکلا اب اور بھی  
 ضروری ہو گیا ہے۔ قریب ڈراما کے مطابق ابھی کا گھر سے



ی جاؤ گی۔ البتہ اب مشاہیرم خان جھیں وہاں تک نہیں پہنچا  
سکتا، چنانچہ اس کے مشورے سے بے پلے پایا ہے کہ میں خود  
جھیں بٹام تک پہنچاؤں گا۔ وہاں سے جھیں مشاہیرم خان کا  
خود بھی باہر دکانی سوت کا یقین آ گیا تھا۔ اب وہ چارہ نہیں  
دے گی۔ لیکن باہر چارہ موجود نہیں، اور اس چارہ کے بغیر کچھ اور کرنی  
لا ضروری ہی نہ لگے رہی تھی۔

”تم فریش جاتا جا کہ تو جاؤ، میں پانکھونی میں ہوں۔“

موسئل فون کر کے اس سے نیت کرنے کی خواہش کریں تو بات ہو جائے گی اور نہ وہ بھی بھولا چھوٹا مضمحل ضرور ہی پہنچ جائے گا۔ "اس سے تیار اور بھرا پنے صوبوں پر کوئی خبرداروں گھسنے لگا۔ رابطہ ہونے کے بعد اس نے ملک کو آغا ز کیا تو وہ بانو کو اندازہ ہو گیا کہ وہ کے فو موسٹل کے فون پر بات کر رہا ہے اور اسے وہاں مشاہیر م خان کا کہاں لی ٹھہرایا ہے۔ اس فون سے فارغ ہونے کے بعد اس نے سجاد خان کو فون کیا اور انھیں سارے اہل قے کی تفصیل سنانے کے بعد میرٹھ م خان کا خصوصی لیٹس رکھنے کے ساتھ ساتھ محلے کی تفصیلات کرواتے ن درخواست کی۔ سونڈرے پر ستر کا آغا ز ہونے کے بعد اس نے موسئل کو واپس واپس پورہ ڈال دیا۔

"جاو تو اب تم اپنا بدلہ ادا کر سکتی ہو۔ موسم کافی گرم ہو رہا ہے کہیں تمہیں تکلیف نہ ہو۔" گاڑی ٹھکرا کر کسی دھواؤں پر رینچی، سولہویں کے لیے ترانے لگے سرخ بھاڑوں کے درمیان سے گزرونی تھی، تب اس نے مادہ نو سے یہ بات کہی۔ گاڑی میں چلنے ایئر کنڈیشنر کی وجہ سے آرتھروائڈ کا موسم خاصا خوش و ماروا تھا مگر بھی اس نے شہریاری کی بات پر غصہ کیا۔ عادت نہ ہونے کے باعث وہ ہر قسم میں خود کو بے آرام محسوس کر رہی تھی۔ اب اجازت فی جو بیٹ بڑھ اتار کر اس کی جگہ اپنے ایک سے ایک دو ہنگاموں پر گامزن کرنا شروع کیا۔ چہنیے رنگ کا ایک بڑا ماسوئی در چلتا تھا جسے اچھی طرح اپنے گرو پیئنے کے بعد وہ سیٹ سے پشت لگا کر بیٹھ گئی۔ پچھلے دو تین دن بہت زیادہ فیلڈشپ میں گزارے تھے اور وہ کچھ طرح سا بھی ٹھنک چکی تھی۔ اب جو بیٹ سے قریب لگا کر بیٹھتی تو اسے خود بھی اٹھارہ نو ہوا اور وہ ٹھنڈی گاڑی میں چاٹتی۔ گاڑی ڈرائیج کرتے شہر پارے۔ ایک دیوہ مرد میں سے متحذر بکھا۔ ایسے دوڑنے کے بالے میں غم و اہوتوں کے ساتھ ٹنڈ میں ڈوبی وہ بہت خوب صورت لکڑی تھی لیکن پھر بھی ایک کی سی تھی۔ یہ کی لینے پھولوں والی اس سپاہ چار کی تھی جس میں وہ اول روز سے اسے دیکھتا رہا تھا اور یہ عامر کے گھر پر ریاست میں مرنے والی جیل کے ساتھ ہی بیٹھتا تھا وہ بھی کی۔ جیل کی میت کے ساتھ چار کے بانی مادہ کو سے کچھ کر رہی تو اسے

مٹھرمیں کسی آرکسٹر سے کھڑی حرم موسیقی کی۔ اندھکوں سے برباد تھا۔ اس انوکھی موسیقی میں ہم گروہ بکھڑو کے لیے سب کچھ فراموش کر بیٹھا۔ جیت کی پھل مارنے وہ سے بہرہ کرانے والے وہ بے سندھکس بکھڑو کی انوکھی بات ہے کہ آئی عمر وہ ہوئے انھیں کس، روٹھ۔ وہ بھی کچھ غلوں کے لیے اس طرح کی ہو گیا لیکن پھر جلدی اس کا کسی طرف اس کا دھماکا مٹا دینے کرنے کے اور اسے سے وہ کہوئی کہ آیا تھا۔ اسے دور فون کر کے بھاڑو اسے وہاں کے حالات کے بارے میں معلوم کرنا تھا، چنانچہ ہاتھ میں پڑے موبائل کی طرف متوجہ ہو گئی مگر اچانک مایوس کن تھا۔ موبائل کی بیٹری بالکل ڈاؤن ہو چکی تھی اور اسے وہی پڑی کے بغیر استعمال نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چار گزائر۔ ڈی میں چڑھا۔ کویت کے حاکم میں وہ چار جرانے کے اور اسے سے مرنے سے دہر لگا۔ ریٹینشن کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے خیال آیا کہ کیوں نہ اپنے لائن پر ہی بات کر نی جائے۔ موبائل کوئی چار پڑنے کے بعد بھی ضرورت حال جانے کیا ہوئی؟ اس علاقے میں سیکٹر بھی ٹھیک طرح سے آتے ہیں یا نہیں، اسے علم نہیں تھا۔ ریٹینشن پر ہی رک کر ان غیر لکھوں کے قمار ہونے کا انتظام کرنے لگا جو اپنے سب اپنے سے امریکی لگ رہے تھے۔ چار پانچ افراد پر مشتمل دو گروپ شاید کبھی اس میں چار تھا اور بیٹھ میں اسے کا اور وہ رکھا تھا۔ دیکھتے دیکھتے ان میں

کی چاہاں پکڑاؤں میں تو وہاں سے ہٹ گئے اور اس نے آگے بڑھ کر مدعا بیان کیا۔ استحقاقیہ کلرک نے مسکراتے ہوئے فون اس کی جانب کھسکا دیا۔ کھوڑی زبر احمد وہ سجادہ دار ہے نہایت کرود تھا۔

”ہم لوگ بدنام ہو چکے ہیں۔ آپ تو ہمیں وہاں کی کیا صورت حال ہے؟“ اس نے خطاطی لفظ میں ٹھٹھو کا آواز کیا۔  
 ”ایک چٹا چٹا پر کھڑے ہو کر ٹھٹھو کرنے میں سیاحت گزار رہی گی۔“  
 ”یہاں تو سوتھرے جال بہت پیچیدہ و داغ اختیار ہو چکی ہیں۔“  
 ”مقامی روز پر جن لوگوں سے تمہارا واسطہ ہے، ان کی مخالفت ہو چکی ہے۔“ وہ ایک ایسے ٹھٹھک سے فحش رکھتے ہیں جو  
 تم کے عوض غور و فکر، دنگل و سب بکھرنے کے لیے تیار  
 ہے۔ ان الزام کی تخیلی کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ  
 انھوں نے ہی میرے گھر پر حملہ کیا تھا۔ متعدد دلوں وقفہ  
 تک یہی تھا۔ وہ لوگ دوبارہ غور کرتے چاہتے تھے۔ اس کام  
 کے عوض انھیں بہت بڑی رقم الا کی جا رہی تھی اس لیے  
 غلطی کے ساتھ دور رہیں ہو گئے۔“ سوچو دانستے بتایا۔  
 ”وہ کس کے ہے کام کر رہے تھے، یہ تمہیں بتایا انہوں  
 نے؟“

”تایا ہے اور نام تن کر میں حیران و حیران ہوں کہ سچے معمولی آدمی کی کیا سیاحت کہ وہ اتنی بڑی رقم ادا کرے۔۔۔ پھر اس کا ماہانہ سولے سو روپے کی تنخواہ بھی نہیں۔ اسپیکر رتنی کو کھوکھلا کام سامنے آیا ہے اس لئے میں اسے خوش کیا جا رہا ہے لیکن وہ مجھے لگا ہے۔ غائب ہے۔ خود کو کھٹل کیے جانے کے بعد اس نے القانچہ پوری انکار سے ساز باز کرتی ہے اور خود کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کے ذریعے یہ کام کرنا ہے۔“

”شہنشاہ کا خیال بالکل صحیح ہے۔ میں بھی اسی رخ پر سوچ رہا ہوں۔“ اس نے فوراً ان کے خیال کی تائید کی۔

[illegible]

تھے، ان کی چاکریت مادہ پانوں کے ہاتھوں میں چھپا تھا کہ حالات کے گرداب میں کبھی وہ مشکل میں نہ پڑے۔ جو افراد مار سے جگمگاتے تھے وہ مجرم تھے اور یہی گئے تھا کہ اگر انہیں موقع ملا تو وہ اسے برسرِ میدانِ توکل کر کے باہر نکالنے کے ساتھ لے جاتے۔

"جھجک بے شمار بھائی، مجھے آپ سے یہی امید تھی۔"

اس نے دین سے ان کا شکریہ ادا کیا پھر بے چینی سے بولے۔ "اب اس کی کیا خبر ہے؟"

"بہت بدی خبر ہے۔ اس نے خودکشی کر لی ہے۔"  
انہوں نے کچھ سا سچے ہوئے تیار۔  
"کب کیسے؟" وہ بدی صراخ نکلا۔

”رات کو سنا دقت۔ اسے پانی پینے کے لیے جواسکے  
گلاس پر اس کی آہٹ تھی، قہار اس کا کہ رات کا پانی پینا اور صبح قہار اس کی  
دو سے اس نے اپنی کھائی کی دھنیں کاٹ لیں۔ صبح جھونے کے  
بعد ہی اس کی موت کا پتا چلی سکا۔ میرے پاس اطلاع  
تھا کہ اسے روادھ جھونے کے بعد پھینک دی گئی۔ لیکن کبھی صبح سے ہی  
میرے پاس بری اطلاعات آنا شروع ہو گئی تھیں۔ سارا دن  
میں اپنی مشاغل میں الجھا رہا۔ سینہ مندو رام کے بارے  
میں بھی تھیش چوری ہے۔ کئی ملکوک باتیں سامنے آئی ہیں۔  
اس کی کھجی کے پیچھے والی کھجی بھی اسی کی نیکیت تھی۔ اسے وہ  
پہنے گودام کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ خاص بات جو معلوم  
ہوئی ہے وہ ہے کہ اس گودام میں جو کچھ رکھا جاتا تھا وہ خف  
کھجیوں کے ذریعے انڈیا اسکی کیا جاتا رہا۔ ایک کھجی  
سے معلوم ہوا ہے کہ کچھ بڑے کے کچھ خصوصی قہار ایسے بھی  
ہوتے تھے جنہیں بار بار آری کے افرادی خریدے تھے۔  
مجھے شک ہے کہ کچھ بڑوں کے ان قہاروں کے درمیان کوئی  
خاص شے رکھ کر افرین آری تک پہنچائی جاتی رہی ہے۔ وہ  
ہمارے ملک کے کئی راز بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ مندو رام کا جو  
گودام اب تک سامنے آیا ہے، اس سے تو کیا اعزاز و ہوتا ہے  
کہ وہ یہاں رو کر بھارت کے لیے چوسنی کے فرائض انجام  
دے رہا تھا۔ اس کے بچوں تک اس کے مرنے کی اطلاع پہنچا  
دی گئی تھی لیکن انہوں نے پاکستان آئے یا نہ کی آپ کا گودام  
کوئی دھنیں ظاہر نہیں کی۔ مندو رام کے بڑوں کے بارے  
میں بھی جو معلومات سامنے آئی ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ  
ہے بے تحاشہ کھانے کے باوجود وہ شخص کیوں کا بے حد مقرر  
ہے۔ یعنی وہ کئی سادگی کی سادگی ہیروئن ملک مقرر ہے بچوں  
کو پہنچا دینا تھا اور یہاں جو کچھ ہے اس کی تباہی کے بعد اس  
ملک سے جس سے بچوں کا قہر نہیں ہوا اس کا ساکسک ہے۔“ وہ



جو کچھ بتا رہا تھا وہ ساری معلومات صرف آج کے کل دن میں حاصل نہیں کی تھی۔ اس کا اسٹاف متحرک رہا اور خواہیہ سرکاروں کی طاقت کے بعد مسلسل کام کر رہا تھا لیکن وہ زمان میں وہ بینک کی لاش کی بازیابی اور پھر اس کی تدفین کے مسئلے میں اپنی بری طرح مصروف رہا کہ۔۔۔ ساری معلومات پہلے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ آج کل دن بھر اس کا ذہن وہ اپنے دفتر چاڑھا تھا تو یہ ساری معلومات ابھی ان تک پہنچی تھی جس انداز و انداز اس سے شکر کر رہا تھا۔

”صورت حال واقعی بہت عجیب ہے۔ ذمے دار افراد کوئی ایجن لینا ہی ہے۔ لیکن پانے تمہارا کیا دھرم؟“  
 احتیاجی لڑک کی ہار خود پر اپنی نظروں کو محسوس کرتے ہوئے ہوا۔ ”کال بہت لمبی ہو گئی ہے، میں واپس پہنچنے کے بعد آپ سے دوبارہ امتحان سے بات کروں گا۔ فی الحال آپ مجھے اجازت دیں۔“ اس نے ریسیور واپس کر دیا۔

”اس کال کے چار در میرے ہاں میں شامل کر دیا۔“  
 کلرک سے ٹھکرا کر کہا کہ ”ایہ تیرے قدموں سے چلتا ہاں سے  
 ہٹ گیا۔“ پیسے باہر جا کر اپنی گاڑی سے وہ بنک کا چارجر برکلا  
 بھر واپس کرے میں پہنچا۔ ہاؤس نوٹس اور انٹرنل سے  
 قاریج ہو چکی تھی اور اب بنگلوٹی میں سڑکی تھی۔ اس نے بھی  
 اپنے کپڑے گالے اور فرش پر ہونے چلا گیا۔ وہ فرش پر ہو کر  
 واپس کرے میں آیا وہ اب بھی ہاؤس نوٹس میں ہی کھڑی  
 تھی۔ وہ خود بھی وہاں جا پہنچا۔ وہ اپنے ستر پر رات اترا آئی  
 تھی اور اس کی سیٹیج چار پر ان راتیں کھائیں بھسٹا رہا تھا  
 جن کا بیج اس کے پار واقع بیڑوں پر موجود ہو چکا تھا اس میں  
 چھنے والے دیپے یا لائٹیں وغیرہ تھیں اور پلے سندھ سے اتری  
 رات اس کی اوندھی شام سے زیادہ خوب صورت تھی۔ وہ  
 خاموشی سے وہ نوکے ساتھ اس نعر گنیر سٹر کا کھارہ کرنے  
 لگا۔ وہ ایک باغوں سے نکل کر آنے والے اس کے جھگوں کی  
 خشکی نے تباہ کر دیا اور اسے بہت دور ایک اسے مقام پر پہنچ  
 مجھے جہاں سے گئے کی دنیا بہت خف ہے۔ کل اسے ہاؤس نوٹ  
 کو اس دنیا کی طرف روانہ کر کے خود اپنی پیسے والے محل  
 میں لوٹ جاتا لیکن ابھی تو وہ اس کے کھارے میں کھڑکی کی  
 ٹکٹ میں سڑا سبکی خیر جانے کی وقت کو روک لینے کی  
 خواہش کر رہا تھا۔

”آج بھی خاصی غصہ کب ہو رہی ہے، اندر چلتے ہیں۔ کھانا کھا کر آرام سے سو جائے۔“ تجھے مگی (انہی) جانتے ہے اور تجھ کو بھی سہا سہا کرتا ہے اس لیے بہتر ہے کہ ہم ابھی طمع آرام کر

لیکن اس عرصہ میں سرور کے خول نے اسے نام نہاد  
محبت توڑنے پر مجبور کیا اور وہ کھانا بچہ میں کھا کر  
بلیٹ کیا۔ اور جی اور بھرتی اور سی سے اس کے تہیہ واری  
کرتے ہیں خود بھی اس کے پیچھے سرور میں تھی۔

”یاد رہے کہ قرآن مجید سے مناسبت ہے کہ... کوئی کام نہ کرے؟“ ساتھی کھڑے رہے، کھڑے کھڑے سے چھوڑ دیے۔  
نہر گوشت لپچے میں ہال کیا۔

”کام آپ بھی کچھ سیکھتے ہیں چودھری صاحب! اس لڑکی ماہی کو کھانا کرنے کے پتھر میں سر سے مار کے ہوئے بندے بکڑے گئے ہیں اور میرا نام سنائے چکا ہے۔ ڈی آئی جی صاحب جیسے ہی مجھ سے خفا ہے اب پھر میرا نام سنانے آنے پر ان کی آغوش کا کیا عالم ہوگا، آپ اندازہ لگاتے ہیں۔ چپٹیس پورے شہر میں مجھے ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ اگر مجھے بروقت متاثر نہ ہوا لے والے واقعات کی اطلاع نہ ہوتی تو میں دھرمپا جاتا۔ یہ اطلاع سننے ہی کہ قندام کے بعد وہ بندے زخمی حالت میں زندہ گرفتار کر لیے گئے ہیں، میں نے فوراً اپنے گھر پہنچ دیا تھا، اس کے بعد سے مسلسل ابھر اوجھڑتا پھر رہا ہوں۔ بڑی مشکل سے آپ تک پہنچا ہوں کہ آپ مجھے جان فرام کر دیں۔ آخر آپ کا کام کرتے ہوئے ہی تو میں اس مشکل میں پھنسا ہوں۔“ (پیش کو کر کے جتایا۔)

”تم بھیلے رہے ہو اسچیز کہ تم نے امارا کام کرنے کے عوض منافی دلم لی تھی۔ ہم نے دلم اور کروی تباری اے دلمی فقیر اب یہ تیرا دستہ ہے کہ تم اپنی خاصیت کے لیے کیا کرتے ہو۔“ چوہدری کے اس نوٹ کے جواب میں بھیلے بھر کے یہ واقعہ کھوکھ کاچر والی پانچ گز لمبی دسترخوان پر لے کر آیا۔

”سوئی بس بندھری صاحب، میرا مٹھولا رہتا ہے۔ آپ کے مفادات کے لیے کبھی بہت ضروری ہے۔ اگر میں بخیر کیا تو آپ کبھی مشکل میں نہ پڑتے ہیں۔ میں خود پونیس کی دوسری کرتا، یہاں۔ مجھے معلوم ہے کہ جب پونیس وائے کبھی سے پھر اگلے کے پر آجائیں تو پھر بندے کے لیے نہان نہ کہنے ممکن نہیں۔ ہوتا۔ آپ نے مجھے فحش قرار دیا نہیں کیا اور میں پھر اس کے جو کچھ دیکھی وہ ایک آپ کا جب حال کرنے کے لیے ہی نہان نہ کہہ سکتوں گا، بلکہ کبھی نہیں سکتا۔ پر مجھے لہسن جڑاوا کر آپ پر کیا ہے۔ یہ رہتا ہے میں نہ کہتے۔“

چو دھری امر کی دہن نہ کرو باز۔  
"نیکس جناب! ہدیٰ کی میل پہاں" میں آپ ہنس رہے

ایک حقیقت یہ رہا ہوں۔ "اس نے عیدری سے جواب دیا۔  
 "نہا پہا بھی سال بھر پہلے ہی تمہاری شادی ہوئی ہے۔  
 گھر والی بڑی خوب صورت ہے۔ گھر پر بڑی ماں اور چھان  
 خوب صورت بیوی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوتا۔ اگر ماں دلوں  
 عموں کی جان و عزت سے خطرے میں ہو تو کیا وہ بھی قرانی  
 اذان کو بند رکھنے سے انکار کر دے گی؟" چودھری نے اس کی  
 حمایتی کے جواب میں اٹھ جا کر ڈھونڈا اس نے اس کی ساری  
 چوڑی طراری کو کھنکھ گئی طرح دیکھ جانے پر بھجور دیا۔  
 "گنگ... گنگ... کیا مطلب؟ میری ماں اور بیوی کا  
 اس معاملے سے کیا تعلق؟" وہ ہلکا۔

”جی ان کا تم سے تعلق ہے تو تمہارے معاملات سے  
 بھی تعلق ہوگا۔ ہم سے اصول کی رقم تم سے انہیں بھی تو پیش  
 کروا دے گے۔ تاہم تم نے اپنی ماں اور بیوی کو انہیں خاص  
 اصولی رقم سے کرشمہ یار خان ہائی کے سیکے بھجوا دیے کہ کچھ  
 ملے۔ دونوں وہاں رہیں اور خوب پیش کریں۔ اب تیار، جب  
 تو تمہاری کمائی پر پیش کر دینا تو کیا تمہارے اعمال کی ذمے  
 داریوں کی؟“ دھرمی کی باتوں نے رتی بھوکھ کے  
 ہوتوں پر تلا ڈال دی۔ اس وقت پہلا واقعہ معلوم ہوا  
 تھا کہ ہر ہفتہ کرائی وقت سے بڑھ کر دیا جانے کا کیا  
 کام ہوتا ہے۔ انہیں پہلی عزت کی تو کڑی تھی۔ پہلے اس نے  
 اپنے خراجوں سے کوتاہی دینی، جب اس کو یہی کی سزا ملی تو  
 اسے معافی ملانی کے ذریعے وہ اس سزا کو ختم کروانے کی  
 کوشش کرتا، دھرمی سے اس بیٹھا۔ خیال یہی تھا کہ دھرمی  
 سے کہی سے اس اور ضرورت چاہے پروہ تعلق بھی قائم کر  
 سکے گا لیکن اس نے تو صاف یہی جھٹکی دتہ دی تھی اور  
 اتنی عیاشیادہ بھی وہ نہ دیتا تھا کہ اس نے زبان کھولنے  
 کی طرف سے تو اس اور بیوی کی خبر نہیں۔ اور اتنا خیر تعلق تھا کہ  
 سے یہ معلوم تھا کہ اس وقت وہ طوائفیں کہاں موجود  
 تھیں۔ ایسے تعلق کے لیے اپنی دھمکی پر عمل کرنا کتنا سہل ہوگا اور  
 کتنا آسان۔

”تم مجھ پریشان ہو گئے اس لئے! یہ شیطان کی کوئی بات  
 تھی۔ ہم اپنے خدمت گزاروں کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔  
 یہ شیطان کی جھوٹی باتیں ہوتی ہیں انہیں بھول جاؤ اور آرام سے یہاں  
 پر ہم آج اپنے گاؤں واپس جا رہے ہیں۔ جیسا کہ تمہاری  
 صلاح ہی کی وجہ سے نکل کر آیا ہے گا۔ ہماری اس کوٹھی کے  
 سامنے میں سب کو ملے گا۔ اس لیے جہاز اچھا رہنا سب  
 سے اچھا۔ میں ہاٹے سے کہہ دوں گا۔ وہ جیسی ہی ضرورت  
 ہو گی جس تمہارے گھر کے آدمی نے بتائی تھی، پہنچو دے گا۔ تم

ہر گھر ہو جائے، اب تم جازا سنبھالو۔" رشتہ کو کہہ کر ابھی یہ بیانی کے عالم میں گم گم مہمانی کھڑا تھا کہ چودھری نے ایک بار پھر تجویزی سے جیڑا ابداء اور انعاموں کا طعنہ پھینکتے ہوئے غوغا مچا دیا۔

”شکریہ چھوڑی صاحب! بہت مہربانی آپ کی۔“  
اس کے تھوڑے روز میں گوبہ جان کی ہو گئی۔

”حکومت کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم ہمارے اس کام  
آئے ہو تو تم ہمارا خیال کیسے نہیں رکھیں گے۔“ چوہدری نے  
اسے جواب دیا اور پھر اس کے پیچھے بالکل خاموش سفر  
فانے سے غائب ہوتے ہوئے ہوا۔ ”نیکو صاحب کو ساتھ  
لے جاؤ اور ان کا اچھی طرح بندوبست کر دو۔ یہ  
ہمارے لئے کتنی اہمیت رکھتے ہیں تو اچھی طرح جاننا ہی ہے۔“

”یا کھنکھرا“۔ ہاں نے اسے جواب دیا اور پھر فنی کو کھنکھرا کر باہر نکلنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی باہر نکل گیا۔ ان کے کمرے سے نکلنے ہی کے بعد ہی کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔ وہ دیکھ بھنی من چاقی مراد میں پھنسی ہوئے ہوئے دیکھنے کا عادی تھا لیکن وہ ہاتھوں کے سلسلے میں اسے سسٹلے ناک کا یا ساہل تھا۔ وہ ہر بار اس کے ہاتھ میں آتے آتے ہی کھنکھناتی ہوئی طرح کھنکھاتی تھی اور اب اس کے پیچھے رولڈ آؤٹ ہوئے تھے، ان کی وجہ سے نہ کہ رسائی اور بھی مشکل ہوئی تھی۔ وہ دوہراتے والا بندہ تھا کہ اسے اس کی اپنا اجازت دینی تھی کہ کسی اور کو وہ سے مدد کرنا اختیار تسلیم کرتے ہوئے مقابلے سے پیچھے ہٹ جائے۔ وہ دھنک کی موت پر قہریت کرنے کا دارا کے سرگرمی اور ان سے بڑے دکھ کا خاتمہ رہی کیا تھا لیکن بڑے قہر کے ایک شرمسار ہو چکی ہے وہ پابندی داتی ہے۔ اس جنگ میں جتنے میرے کام آجاتے، اسے غرض نہیں تھی۔ ریشی کو کھنکھارنے کے معمول میرے کو بھی اس نے بنائے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے کھنکھار تو زندہ رہنے و یا تو میرے ہاں کہہ کر وہ خدا سے مراد ہے گا۔ وہ اپنے لیے کوئی خطرہ نہیں لے سکتا تھا۔ کھنکھارنے کے لیے قہر نہ لگے، اس کی بات کی اہمیت کا اسے خود بھی اندازہ تھا اور جیسے اس کے لیے ہند سے اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ یہ تو اس کی کھنکھاتی کی کہ وہ اپنے قہر کے لیے حق بنانے خود ہی یہاں پہنچا اور ان لوگوں کے لیے آسانی پیدا کر دی۔ اس کی باتیں یہ اسے ملاقات کا شرف بخشے ہوئے اس نے اس کے کھنکھاتی کی کھنکھاتی کی، وہ کھنکھاتی کی کے لیے تھی۔ وہ نہ ملنے پہلے ہی ہو چکا تھا اور اس وقت والا اسے فیصلہ کرنا



دو آدم کے لیے یہی حکم کر دیا ایک ایک جہ شکل کرنے کے کہا تھا  
جہاں تک نہ تو پتہ کی رسائی تھی اور نہ ہی وہ خود انہیں نوٹ  
سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆

"میں نے ایسے منظر صرف نیکی و برائی دیکھے تھے۔  
میں بھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ کسی میں ایسی قریب سے یہ  
سب دیکھ سوں گی۔" وہ بڑے سندھ کے کنارے پر موجود  
اس بڑے سے پتھر پر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے  
سوال کیا تھا۔

"جیسے یہ سب اچھا لگ رہا ہے؟" وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ  
اپنے قدم چھ کر پتھر پر برا بھلا ہونے کی کوشش میں کامیاب  
نہیں ہو پادی، چنانچہ سہارا دے کر اس کی کوشش کو کامیاب  
ہاتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اس وقت وہ لوگ اس کی  
فرمانش پر ہی موٹیل سے باہر نکل کر یہاں تک آئے تھے۔  
کچھ کے اس کے باہر جبکہ ابھی سورج کی روشنی چوڑی طرح نہیں  
پھیلی تھی، وہ بڑے سندھ کے۔ کنارے پر بیٹھ کر اس کا  
ظاہر نہ تو اتنی بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

"ابھی تجھے تو یہ کہنا چاہی تھا کہ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔  
بہت اچھا لگ رہا ہے۔" اس نے اسی سادگی سے جواب دیا۔  
"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ جب تم مشاہیرم خاقان کے  
بھائی کے ساتھ یہاں سے آئے جاؤ گی تو انور بھی کی خوب  
صورت حاضر دیکھنے کو پیش آئے۔ کچھ امید ہے کہ تمہارا چہرہ  
بھی وقت یہاں گزرے گا تم یہ نہیں ہو گی۔" وہ خود بھی اس  
کے قریب ہی پتھر پر بیٹھ گیا۔

"مناظر کی خوب صورتی لہجہ لیکن اس سے بڑھ کر  
خوب صورت اور شے ہیں جو مجھے اپنے پیچھے چھوڑ کر آنے  
پڑے ہیں۔ اتنے بہت بڑے دن تو نہ دیکھے، میں نے ہا اور  
ہے یہ کی شکل تک نہیں دیکھی۔ مجھان کی کوئی خبر نہیں۔ اگر  
آپ مجھ سے ہماری خواہش پر چلیں تو میں ان سارے خوب  
صورت مناظر کے مقابلے میں فیصل آباد میں موجود اپنے  
چھوٹے سے گھر میں اپنے اہل اور بے کے ساتھ رہنا زیادہ  
پسند کروں گی۔" وہ جو ابھی اتنی پرجوش لگ رہی تھی، ایک دم  
بی اداس ہو گئی۔ وہ بچا اختیار اس سے نظر چڑھ گیا کیونکہ چنانچہ  
تھا کہ اس کی یہ خواہش بھی چوری نہیں ہو سکتی گی۔ وہ شہر اور گھر  
اسے دو باروں بھی جانتے تو وہاں اس کے پیارے تو نہیں مل  
سکتے تھے۔

"انسان کی ساری خواہشیں چوری ہوتی تو تمہیں نہیں  
ہوتا۔ اپنی انوری خواہشوں پر یہ سوچ کر مہربان لگنا چاہیے کہ

جو ہمارے لیے تیار وہ بہر قیادہ اللہ نے ہمیں حصار کر دیا۔  
ہماری کامیاب زندگی کے پیچھے بھی سوچ کا رفرما ہے۔ میرے  
بچہ جس جہ میں بہت کم عمر تھا، جب ہی ایک حادثے میں  
انکال کر گئے تھے۔ ان کے بعد ماسوں جان، مہمانی اور بہادر  
بھائی نے انکا خیال رکھ کر کس کس جگہ ہوں انکا خیال دیا۔ میں  
بہت کم لوگوں کا رکھا جاتا ہے۔ خصوصاً آفرین مہمانی تو مجھ پر  
جان چڑھتی ہیں۔ ان کی تربیت کی وجہ سے میری شخصیت میں  
کئی ایسے رنگ ہیں جنہوں نے مجھے دوسروں سے کچھ بہتر بنا  
دیا ہے، وہ نہ ہوسکتا تھا کہ میں بھی ان سارے لوگوں کی طرح  
اتنے جو اختیار اچھے میں آجائے میرے بھائی کی تیز فہم بیٹھ  
ہیں۔ اللہ نے مجھ سے ماں باپ کی نسبت لے کر بدلے میں  
انسانیت کا شعور عطا کیا ہے اور میں اس کے اس فیصلے پر راضی  
ہوں۔ کیا تم میں حصہ ہے کہ تم اللہ کے فیصلوں کو کچھ نہ کر  
ان کے آگے اپنا سر جھکا سکو؟" وہ بات چیتوں سے وہ  
اسے پتہ نہیں کہ تھا، ایک دم ہی تانے کا فیصلہ کرتے ہوئے  
اس نے اس کے جذبہ کو بائیں کی کوشش کی۔

"کیا مطلب؟ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ میری کیا ہوا  
اور انا تمہیں تو ہیں؟" وہ اس کے سوال پر ہی خراج ہو گئی۔  
"مجھے انہوں سے کہہ دے کہ میرے پاس تمہارے لیے ان کے  
پارے میں کوئی اچھی خبر نہیں۔" اس نے جواب دیا اور آہستہ  
آہستہ سارے حالات سے گوا کرتا چلا گیا۔  
"مجھے ان تو نہ دیکھے، میں خود نے تو دیکھے تھے یہی نہیں  
چلا۔ اور انوں مجھ پر پڑا ہوا چہرہ دیکھتا تھا اور میری ہی خاطر  
اپنی جان سے چھپے گئے۔ کئی بار نصیب ہوا میں۔" وہ بڑی  
طرح کھنکھاتی۔

"کیا ہاتھیں مت کر۔" وہ خوب صرف وہ لوگ ہوتے  
ہیں جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر نہ کر سکیں اور اس کے  
فیصلوں کو کھیل کر کرنے سے انکار کریں۔ تم پر ایک مشکل وقت  
پڑا ہے، ان جانے کہ جب تم اس آزمائش سے ٹکراتے ہو تو تمہارے  
ہاتھوں اللہ کتنے بڑے کام انجام دے گا۔ ایسے کام جو  
تمہارے ساتھ ساتھ تہذیبی ہے بے ادب اور ان کی بھی بخشش کا  
ذریعہ ہیں۔" وہ اسے سمجھانے لگا اور وہ حیرت زدہ رہی اس کی  
باتیں سن کر وہی۔ "اسرا نہ نہیں کے ساتھ رہنے والا اور نہ پ  
تو لے کر گھٹھو کرنے والا وہ کبھی ایسی باتیں بھی نہ کرتا ہے،  
اسے ظاہر انداز دیکھیں تھا۔ وہ تصویر حیرت کی اس کی صورت  
دیکھ رہی تھی۔

"بہادر! ابھی چل کر شہر کرتے ہیں۔" تانے سے وہ  
چہرہ نہ توڑ رہا تھا۔ شہر بزم خان کا بھائی شہر سے پہلے

جہاں نہیں پہنچے تھے گا۔ تم سارا دن آرام سے یہاں کا نظارہ کر  
سکتی ہو۔" اس نے سنا کرتے ہوئے اس کے رخسار پر غمزدہ ہوا  
آئینہ نگاری کی پھر سے صاف کیا اور اس کا ہاتھ بکڑ کر اٹھاتے  
ہوئے بولا۔ وہ سمجھتا تھا کہ مجھے مویشی کے قریب پہنچے تو کل  
خام دیکھیں گے تو نظر آنے والے فطرت کی اپنی جہ میں روانہ  
ہوتے ہوئے نظر آئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ ہاتھ کی  
طرف دیکھتے ہوئے بھائی بوسا اچھا لگا۔ اس کی اس حرکت پر وہ  
فلت زدہ ہی ہو گئی۔ شہر بار کے ہاتے پر بھی نہ گوار کی کھینچیں  
موجود ہو گئیں۔ لیکن تھا کہ وہ ان سے اچھا جانتا لیکن ان کی جہ  
حکومت میں آکر وہاں سے آگے بڑھ کر کئی سو فیصد ممکن نہ ہو  
سکا۔ اور انوں وہاں مویشی پہنچے تھے اور تانے کا آواز دیتے  
ہوئے اپنے کمرے میں بیٹھے تھے تو وہی اور اچھا لگ رہا تھا۔  
پھر وہ شہر لے کر کمرے میں پہنچ گئی۔

"صاحب! اگر کسی کوئی چار دیواری خریدے گا؟ میری بھئی  
لے اپنے ہاتھ سے بنا لی ہیں۔ بہت اچھی ہیں۔" تانے کے  
برق لگانے کے بعد میرے نے اس سے پوچھتے ہوئے  
قریب دلی۔  
"ناکر کھاد۔ اگر پسند آئی تو لے میں گے۔" اس نے  
اپنی رضا مندی کا اظہار کیا۔ تو وہی اور بھر جہاں بیٹھے کے  
برق لے لے تا تو اس کے ہاتھ میں ایک قبیلہ بھی تھا۔ قبیلے میں  
سے چار دیواری لگا کر ان دونوں کو دکھانے لگا۔ اس  
کے کمرے کے رخسار وہ لہجہ میں بھل بھی اچھی نہیں تھیں۔  
بکھری کو حالی بھدی تھی تو کسی کے رنگ، مناسب تھے۔ وہ  
بے زار ہو کر اس سے پوچھتا تھا کہ کتنے ہی والا تھا کہ  
ایک سا چار دیواری پر نظر پڑ گئی۔ اس چار دیواری پر پتھر سے چھوٹے  
چھوٹے پھول کاڑھے گئے تھے۔ اسے دیکھ کر اسے بے ساختہ  
ماہانوں اور چار دیواری میں جس کے پھر وہ انوری لگتی تھی۔ اس  
نے فوراً وہ چار دیواری لے کر بڑے کی کوٹھی اور کھانے کے  
مقابلے میں اس کی قیمت بہت زیادہ دیکھ لی لیکن اس نے پوچھا نہیں  
کی۔ جب پوچھا تانے کے برحق اور ایسا سامان سمیت کہ بار بار لگ  
گئی تو اس نے وہ چار دیواری کو کھانسی۔

"یہ میرے لیے ہے؟ میں تو کئی آپ اپنے گھر کے کسی  
فرد کے لیے لے رہے ہیں۔" وہ حیران ہوئی۔  
"میں نے یہ تمہارے لیے ہی لیا ہے۔ تمہاری چار  
عامر کے کمرے ہونے والے حادثے میں خراب ہو گئی تھی اس  
لیے۔" اس نے جواب دیا اور پھر تو یہی سے اللہ کہ کمرے  
سے باہر نکل گیا۔ شام تک کا وقت اسے گزرا کہ وہ زیادہ تر  
باہر ہی رہا۔ سامان ہوا بھی تو زیادہ کھنکھانسی کی۔ شام کو شہر بار

خان کا بھائی اسے لینے پہنچ چکا تھا۔ اس کے ساتھ وہانہ ہوتے  
ہوئے وہ کچھ اور چیزیں بھی لے گئے تھیں۔ شہر بار کا وہی  
تھیں اور باقیات اور نہ ہی اپنی کسی نیکیات۔ کوئی نیا سا احسان تھا  
جو وہ ایک کے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے اپنے ساتھ لے کر  
جاری تھی۔  
☆ ☆ ☆  
"بھئی! یاد دلاؤ کہ مرکز صحت کی کتب گشت کا کام مکمل ہو گیا  
ہے۔ سارا فریج، ضروری آلات اور دوا میں وغیرہ بھی روانہ  
کے اٹھ رہاں پہنچ کر جائیگا۔ اسطاف کے ایکٹ میں کا  
بڑے کسی بھی تقریب مکمل ہو چکا ہے، میں بڑی ڈاکٹر کے سامنے  
میں مشکل پیش آ رہی ہے۔ کوئی لیزر ڈاکٹر کی اطلاع وہاں  
جا کر کام کرنے کے لیے راضی نہیں ہے۔ اس مسئلے میں ہم  
مشققت اختیار کرنا شروع کر رہے ہیں۔ ہو سکا ہے دو چار دن  
میں یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے۔" وہ بھی ہی اپنے طویل سفر سے  
واپس لوٹتا تھا اور آج دفتر میں موجود تھا۔ چھپنے کی دن کی  
صورفیات کی وجہ سے اسے طالعے میں چار کی کاموں کے  
بادے میں جانے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ چنانچہ آج کلکی  
فرصت میں اس نے فیما لٹان سے اس مسئلے میں معلومات  
حاصل کر شروع کر دی تھیں۔  
"ابھی پر گھر نہیں ہے۔ بڑی ڈاکٹر والا سترہ بھی اللہ  
اللہ جلد ہی ہو جائے گا۔ تم ایسا کر کہو کہ شہر میں یہی پیشکش  
کر دو کہ اس جہ کے لیے اہل قرار پانے والی خاتون کو ان  
کی مکمل سمیت رہائش کی سہولت دی جائے گی۔ مگر انا خاتون  
دور دراز خاتون میں جہاں کرنے کے لیے تھیں اور رہائش  
سہا کی وجہ سے ہی راضی نہیں ہوتیں۔ ہم یہ سہولت پر وہاں  
کرنے کی یقین دہانی کروائیں گے تو اللہ جلد اچھا  
رزقٹ سامنے آئے گا۔" اب تک کی کارکردگی پر اطمینان کا  
اظہار کرتے ہوئے اس نے ایک خود بھی دیا جو جہاں لٹان  
نے نوٹ کر لیا۔  
"خود پر میں کیا صورت حال ہے؟ وہاں کا کام کیا  
چل رہا ہے؟"  
"وہاں بھی تیزی سے کام جاری ہے۔ چوہری کلنار  
کے تعاون کی وجہ سے وہاں میں بڑی سہولت ہے۔ امید ہے  
کہ جلد ہی وہاں کا کام مکمل ہو جائے گا۔"  
"گڈ!" اس اظہار پر اس نے خوشی کا اظہار کیا پھر  
پوچھنے لگا۔ "چوہری! وہاں تازہ کے فراہم کرنے تو میرے  
پیچھے کوئی گزیر کرنے کی کوشش نہیں کی؟ خلیے سے باہر جانے  
الے ہاں ابھی طرح نظر تو لگتی چار دیواری؟ اس معاملے



پھر چنگ رکن بہت ضروری ہے۔ ہم ذرا بھی غور نہ کرے تو یہ لوگ ہمارے ساتھ کھینچ کر جا نہیں سکتے۔“

”آپ نے گھر میں سرائیں اس لیے میں مسلسل دلی  
 بیس لپیٹھوڑے مار رہی تھی ہوں۔ آپ تک دوام سے  
 میری روح کاں کر رہے۔ خستہ گھرائی کی وجہ سے کسی کی حالت  
 نہیں کہ یہاں سے کچھ اگل کر نے کی کوشش کر سکے۔ ویسے  
 بھی باجوہ متصل ہے اور چھوڑی بھی کچھلے ذیادہ تر کھجور  
 میں رہا ہے۔ اس لیے ان کا فراہم کیا ہاں بالکل بھی اچھے نظر  
 نہیں آتا۔“

”ابھی بات ہے۔“ اس نے ذرا سادہ بیس جو کر بیٹھے  
 ہوئے کہ اور پچھنے لگا۔

”اور کوئی تاہم بات... کوئی خاص مسئلہ“  
 ”آپ کی غیر موجودگی میں اشد ادا سے کچھ لوگ آئے  
 تھے۔ وہ لوگ شاد نواز کے ساتھ غائب ہونے والے لوگوں  
 کی پانچواں قافلی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں دینا مگر  
 اور اس کی قافلی کے بارے میں بھی تشریح کی کہ وہ لوگ کہاں  
 غائب ہو گئے ہیں؟ چالیس ان لوگوں کو اپنے ساتھ رکھ کر  
 کے لئے تھی۔ یہ بات گاؤں والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔  
 اس لیے وہ مطالبہ کر رہے تھے کہ اگر دینا مگر کا خاندان کسی  
 جرم میں ملوث بھی ہے، تب بھی ان لوگوں کے بارے میں  
 کوئی خبر تو ملی چاہیے۔“

”نہ آؤ اور انوں کے مطالبات اپنی جگہ نہ نکل رہے  
ہیں۔ میں وہ نوک اعداد پر نہیں کر سکتے کہ یہ معاملہ کتنا زیادہ پیچیدہ  
ہے۔ اس معاملے میں طبعی طور پر یہ معاملہ طوط ہونے کے جو شواہد  
ماننے آتے ہیں اس کے بعد ضرورتاً اس کے حکم و نفع پر غور کرنا  
ہے۔ ظہر انجینئر اس مسئلے میں کام کر رہی ہیں لیکن فی الحال  
مجھے کسی کوئی خبر نہیں ہے کہ میں قاضی ہونے والے لوگوں کے  
مسئلے میں کچھ بتا سکوں۔ دین محمد کی پہلی رائے معاملے کے  
بارے میں اہمیت میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں  
گا۔ انکو تو راز صاحب نے اپنی فہمی دکھانے کے چہر میں  
پلا وہ پھر نہیں رکھا ہے۔ میری پوری کوشش ہو گی کہ ان۔۔۔  
پچھلے دنوں کی جان بخشی ہو جائے۔ وہ چارے تو اپنے بیٹے کی  
مرات کو کھلتے رہے ہیں۔ اگر وہ کڑا شاد نواز کے بہکاوے  
میں آ کر ہم بلاست میں ٹھٹھٹے ہوئے تو خود بخود زندہ رہتا اور  
اپنے گھراؤلوں کو بھی مشکل میں نہ ڈالتا۔“ عبداللہ کی بات  
کا جواب دیتے ہوئے وہ ٹھٹھٹا سا داس ہو گیا۔

اس وقت اس کی نظروں میں جذبات سے چودہ چھدرہ  
سانہ عہدائیں کی شکل معلوم ہوئی تھی۔ اپنی بہن کے الحوا،

آہرہ رحمتی اور پھر بے دردی سے قتل کر دیے جانے کے  
الذکر جانے کے اس گمراہ کو کس حد تک متحیر کر دیا  
تھا کہ وہ شاہناز جیسے شخص کے ہر کانے پر اپنی ذات سمیت  
دوسرے بھی کئی افراد کی موت کا سبب بن گیا۔ نور پور میں  
اوسنے والا وہ دم جلاست جس میں عداوتیں خود کشی ملل اور  
کے طور پر سامنے آیا تھا۔ اسے اب بھی کسی حال میں دیکھی گئی فلم  
کے متحرک طرح یاد تھا۔ یہ فلم کی توہمت تھی وہ..... لیکن  
اس ایک ٹپا میں گئی بیٹے جانے وجود قدرہ اہل بین مجھے تھے  
اور سکول ہی کے صے میں عمر عمر کی معذوری آگئی تھی۔ اس  
کر دینے والے ان پور میں سکول میں انٹر کام پتھے سے ارتقا  
پیدا ہوا۔ عداوتوں نے دینے اور اٹھا کر دوسری طرف سے گئی  
جانے والی ذات کئی پھر اٹھا کر دینے پر باقاعدہ تھے ہوئے اسے  
اطلاع دی۔ "پھر دوسری افکار صاحب مذاقات کے لیے  
تشریف لائے ہیں برا" اس اطلاع کو سن کر اس کے ماتھے پر  
ناگوار کی گشتیں بکھریں۔ اس شخص سے شناسا ہے۔ ہمیشہ ہی  
طبیعت پر کراں گزرتا تھا لیکن پھر بھی ملا جلا تھا۔ خیال ہے  
انگلش پڑھتی وہ یاد دہانی کوئی پر توجہ کے لیے آیا تھا۔  
وہاں بھی اسے دیکھنے کے کہ باہر نکال دینے کی خواہش کو تو  
میں دیکھتے ہوئے اسے مردانہ کر دیا تھا اور اب پھر وہ ان  
کے شہر کو گزرنے کے لیے اس کے دفتر میں موجود تھا۔

”ہوا...“ دیکھتے ہیں کہ کس سلسلے میں چوہری صاحبہ ہزاروں ملاقاتی ہے۔ ”میدان انسان کی خود پرگی سولہ گھروں کے جواب میں باغیچہ اس سے ملاقات کے لیے رضامندی دے گا، اگر کسی کے پاس سے مال خاہر قہار کدہ یہ رضامندی ہے، پر اجازت کرتے ہوئے حنا کو کہہ دیا ہے: ”بہرحال، چوہری کے اندر آنے تک وہ خود کو ہندو کے چہرے نے شرمات کو بت دیا ہے کہ کرم میں ہو چکا تھا۔“

”کچھ توں دیکھے گا؟“

مجھے غور بھی اپنی ذمہ داری کا احساس ہے چہ دہری  
 صاحب تھیں آپ سے جو کہ کس کچھ ہو گی کہ پچھلے دنوں میں  
 کس قدر کام ہو گیا۔ جس ان کاموں سے منت کر رہا  
 پہنچے میں بہت وقت لگ گیا۔ آپ سنا تھا آپ کی طرف  
 سے کہ کس کے ذمہ ہے آپ بھی پچھلے دنوں ذمہ داری

گاؤں سے باہر ہی رہے ہیں؟“  
چودھری کی فطرتی کھوس کے جواب میں اس نے  
اشاروں پر کتابیں میں اسے جہاد دیا کہ وہ جانتا ہے کہ بہت  
سارے عقیدوں کی لڑنے والی چودھری پر کھد ہوتی ہے مگر  
چودھری ڈھین بندھ تھا۔ اس کے جہانے کا بار امانے بغیر  
شکراتے ہوئے جلا۔ ”بھلا کا کرم ہے کہ میری طرف  
سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہی ہے۔ جو جیسی ہے، اسے بھی میں  
ٹھیک کروں گا۔ اس وقت تو میں آپ کے پاس دو خوش  
خبروں کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ امید ہے آپ من کر  
خوش ہوں گے۔“

”میں خوش خبریاں؟“ دوڑا سا چلا۔ چوہری انکار  
 جیسے شخص کی طرف سے نئے والی کوئی خبر کاغذ خوش خبری ہی  
 ہوگی، اسی بات پر یقین کرنا قہور کا مشکل ہی تھا۔  
 ”بھروسے تو مجھے دونوں ہی خوش خبریاں بہت اہم  
 ہیں لیکن پہلے میں آپ کو دو اخبرتا ہوں جسے سن کر آپ محسوس  
 کریں گے کہ ہم نے آپ کا ایک اہم مسئلہ کر دیا اور ہمیں  
 بھی اپنے علاقے کی آفتی ہی ٹھہرے، یعنی آپ کو۔“ سیدی  
 طربا جاب وجہ کے بجائے اس کے عقیدہ باندھ کر شہر وار  
 کے جس کو بھڑکانے کی کوشش کی تھیں اس نے اپنے چہرے پر  
 ایسا کئی تاثر نہ آنے دیا جس سے چوہری کو اس کی دلچسپی کا  
 اندازہ ہو سکے۔ اس کے اس سے زیادہ اندازہ ہر دو قہور کا  
 جڑ بڑھانے والی بات چند کی دہستے ہوتے بولا۔

”منا تھا کہ اسپتال کے لیے نئی ہیڈ کوارٹر کا بندہ دست  
فہم ہو چلا۔ مجھے سوچا کہ یہ مسئلہ حل کر دیتے ہیں، آخر کو  
یہ عمارے خاتمے کا کافی منہ ہے۔ آپ چار دن کی نوکری  
میں یہاں کے مسائل حل کرنے کے لیے آئے ہیں چنانچہ رچے  
ہیں تو ہم کو خبر یہاں کے چدی چلتی کھرانوں میں سے  
ہیں۔“ وہ بیٹھ کر ساری باتیں اسے اشتعال دلانے کے لیے  
کر رہا تھا لیکن کاسٹو ب فہم ہو چلا تھا۔ شہر یاد کو اتنا یاد تھا  
کہ کدواؤں کے کیکے، ہار بھر باجھ سے گل جانے پر وہ کتنا غمناک  
ہوا ہے اور اب اس غمناک کے اظہار میں خود کو اس کے  
مقابلے میں زیادہ دیا اظہار اور مزید دہرانا کرنے کے لیے  
ایسا بائیں کر رہا ہے۔ وہ کمال ضبط سے کام لیتا ہوا اس کی  
ساری موفکاتیں مسترد کر رہا تھا۔

”میں نے آپ کے اسپتال کے لیے ایک فاضل اینڈی  
ڈاکٹر کا انتظام کر دیا ہے۔ اینڈی ڈاکٹر کی رہائش کا انتظام اور  
تعمیرات وغیرہ سب ہمارے ذمے ہے۔“

صاحبِ ارادگی اور خفا کا انتقام تو سنی والا صاحبِ دُعا  
 جتنا دوسے کا کمرِ دروِ غمٹ کے لیے بھی جو کتنا تھا... آخر  
 اپنا ہی کی فیر بھی تو ہی غمٹ کے لیے ہو رہی ہے۔"  
 چودھری کے اس قدر جمانے پر اس سے برداشت نہیں ہو تو  
 خود بھی بہت سنیق سے اسے بتا دے کہ جہاں اسے بوسے  
 دے سے اخراجات ان کے تعاون کے بغیر ہو رہے ہیں وہاں  
 کیا ممکن ہو سکتا ہے۔

”کلف کی کیا بات ہے جناب اس بجائے کچھ خواب ہم بھی کس کس گئے۔ ساری شبیں ان خواب کے جھمبے میں ہی چلی جائیں گی تو ہم سے مرزا دست نہیں ہوگا۔ کچھ نہ کچھ حقو جارا ابھی ہوتا جا ہے اس کا روث اب میں۔“ اس کا جتنا جھمن کر کے دونوں ہی ممانعت پھری عاجزی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

”پلیس جس میں آپ کی خوشی۔ اگر آپ بھی کما ہی چاہے چر تو مجھے ہلا کیا، امراض ہو سکتا ہے۔ اب میری عمر گئے ارا جلدی سے دوسری عمر بخیر بھی سادیں۔ آپ کو تو غم ہی ہے کہ میں کہتے ہوں بعد آج دواں آجوں۔ مجھے کی سہاگت پر توجہ دانی ہے۔“ گمری پر نظر ڈالتے ہوئے اس نے ملاکت کو گھڑ کرنے کی کوشش کی۔

دوسری غصہ خیزی دہلی قومیت کی ہے لیکن آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ آپ کے دوست چودھری بخشیدار اور انارے درمیان رہنے والی قائم ہو رہی ہے۔ یہاں چھ ہڑکی شادی چودھری بخشیدار کی بہن سے کر دی ہے۔"

چوہری کی دلی بھولی چال مار اور راز چلکاوے والی قسم۔  
 اسے علم خاکہ چوہری، بختیار، انگلی، بکین لہرہ اور پتے چاند زاد  
 قربان میں دیکھا جاسکتا ہے۔ خود چوہری اختیار اور چوہری  
 بختیار کے درمیان تصانیف کی کثرت بھی زیادہ انہی نمبر  
 تھی... بلکہ ایک وقت تو ایسا بھی آیا تھا جب چوہری بختیار  
 نے روایت سے انکشاف کرنے کی کوشش کرتے ہوئے  
 چوہری اختیار کے دادا کے عرس کے سوتے پر سونے کے  
 تاروں والی چادر چرمانے سے انکار کر دیا تھا لیکن بعد میں  
 اسے پانی کے سسکے کی وجہ سے چوہری اختیار کے سامنے گھٹے  
 گھٹے پڑے تھے۔ ان حالات میں یہ فیضی داری قائم ہونا کچھ  
 انوکھی بات تھی۔ فریاد کی پلندہ والا سانسہ تو بچے اس لیے  
 بغیر انداز کیا جاسکتا تھا کہ جس شخص کو وہ پلندہ کرتی تھی، اس کی  
 فیضی سے اس کے بھائی کے تعلقات سے حد فراب تھی۔ مگر  
 ٹوکینا کی پلندہ پلندہ کو تو انہی تک کی خبری گھبراہٹوں میں بھی  
 بہت زیادہ اہمیت تھی۔ دلی بھولی چال سے فریاد بھی گاؤں  
 کی ہمدردوں کو ان کی پلندہ کون بچھتا؟ لیکن دو قالب



چودھریوں کے درمیان ریشے داری حیرت انگیز تھی۔ خصوصاً اس لیے کہ چودھری تھیں۔ حیثیت کے اعتبار سے چودھری انکار سے بہت کتر تھا۔

"تو واقعی انجی خبر ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ میرے طر میں نہیں تھا کہ آپ کے صاحب زادے امریکا سے شکر لپٹ لائے ہوئے ہیں۔ چھاپا ہے مجھے ان سے ملاقات کا موقع مل جائے گا۔" اپنی حیرت کا اظہار کرنے کے بجائے اس نے چودھری کو مبارکباد دی۔

"خیر مبارک! لیکن آپ کا یہ اعزاز دلدادہ ہے کہ چودھری مراد بھائی آپ ہوں۔ وہ تو امریکا میں ہی ہے اور بہت مصروف ہے۔ پھر شادی ہوگئی انکی بھولی میں رہی ہے کہ اس کا بچپنا کھنسن ہی نہیں۔ وقت کی کمی کی وجہ سے زیادہ نوکریاں کو دعوت بھی نہیں دی گئی ہے۔ بس اس پاس کے ہی خاص خاص لوگ ہیں جن کو دعوت نامے دیے ہیں۔" آپ کا دعوت نامہ میں یہ خوب خاص خود نے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔" چودھری نے دعوت نامہ اس کے سامنے رکھا تو اس نے بے ساختہ ہی اسے فوراً کھول لیا۔ دعوت نامے پر دلہا کا نام چودھری بنو داد عالم شہ ظہیر تھا۔ وہی بنو داد عالم شہ جسے اس نے چودھری کی حویلی میں ایک ایک نازل کر کے کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ ایک ایسی بھلی لڑکی کے دلہا کے طور پر اس ایک نازل کر کے کام دیکھا اس کے لیے ایک شہرہ افی جھکا ہوا ہے۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی یقین آگیا کہ چودھری انکار سے کسی بھی وقت کوئی بھی غیر معمولی اور غیر انسانی کارنامہ سر انجام دے جانے کی امید رکھتا ہے۔ جس شخص میں انسانیت نہ ہو، بلا اس سے انسانیت کے احترام کی امید رکھتی بھی کیسے جا سکتی ہے؟ چودھری کے احمقہ ذرا بھی انسانیت ہوئی تو آج ناہ و نوریوں وہ بد نہیں ہوتی؟ اور جہاں مادر ریشے کو کھرا لپٹا جانے سے کیوں جاتا؟ جس سے واکھی میں شہر باد توڑی دو کے لیے لہو میں جلا داتے کے گھر رک کر آیا تھا۔ وہاں اسے ریشے کو کھر کے قسمت کی اطلاع سننے کوئی تھی اور اس اطلاع کو سننے کے بعد یہ اعزاز وہاں تک نہیں تھا کہ اس سے خوف انگیز کی موت کا قہر سے وارنوں ہو سکے ہے؟ ریشے کو کھر ایک ایسا لڑکا تھا جو پاپس کے ہاتھ آجاتا تو چودھری کے خلاف ایک مہم چلا دیا تاکہ ثابت ہو سکے تھا۔ ظہر ہے، یہ بات چودھری بھی سمجھتا تھا اس لیے اس نے خود کو بچانے کے لیے اس کا کام تمام کر دیا۔ افسوس کہ بات یہ تھی کہ وہ لوگ یہ سارے کھنسن جانتے تھے لیکن کوئی انہیں شہوت نہ ہونے کے باعث چودھری پر ہاتھ ڈالنے سے

مستعد تھے اور وہ ان کی بے بسی کا شکار دیکھتا اپنے ملازم کو سسٹہ چادی دیکھنے کے لیے آزدی سے مقرر ہوا تھا۔ چودھری بنو داد کی شادی کے وقت تاسے کی صورت اس کے ظہر کا یہ اور مظہر اس وقت اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ حیران تھا کہ انکار کا کٹھنہ کے اس خاندانہ شکل میں چودھری اختیار رہا۔ انجی خبرت دیکھنے والا بندہ کونکر شال ہوا؟

☆ ☆ ☆

"ایسا کرانی، میرے سے پکڑے استری کر دے۔ میں چور آپ کے ساتھ شہر بھی گئی تب انہوں نے زبردستی مجھے یہ جزا دلوائی تھا کہ تجھ پر بہت اچھا لگے گا۔" چوب میرا ہی نہیں چاہتا تھا ایسا شہر رنگ پیٹنے کو۔ اتنے عرصے سے اپنے ہی ان بھوں پر اسے یہ جزا پر آج ہی کرنا چاہتا ہے۔ بیٹے کو بس تو چل دی ہے اسے ابھی طرح استری کر دے۔" اندر کی سے سرخ رنگ کا مٹیوں کے کام والا ایک ریڈی میڈ سوت نکال کر رانی کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن اس کی آواز میں ہوشیاری تھی۔ رانی نے اس کا ہاتھ ہوا جزا ہاتھ میں تو نے نہ لیکن اپنی جگہ جھنجھکی رہی۔

"کیا ہے؟" اسی کیوں نہیں رہی اپنی جگہ ہے؟ ابھی موقع ہے۔" رانی وہ جاسوس ڈکرائیاں اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ تو چل دی ہے سے پکڑے استری کر کے میری اندامی میں تاشہ دے۔" امران جاسوسوں کی نظر پر تھی تو وہ ہنس گئی۔

"جائیں گی کہ میں نے آج یہ پکڑے کیوں استری کر دئے ہیں۔" رانی کو اپنی جگہ تاشہ دیکھ کر اس نے اسے ٹوکا۔

"میرا امی ہوتا ہے لیکن اپنا بار پاس طرح حویلی سے نکل کر جانے میں جو اظہر ہے۔" اس کو خبر ہوئی تو بڑی شکل پڑ جائے گی۔

"وہ اپنے احمقہ کا دوسرے ہاتھ پر لے آئی۔" تجھے اپنی جان جانے کا ڈر لگ گیا ہے کیا؟" رانی نے کہا۔

"نہی لی نہ۔" اپنی جان کی فکر نہیں ہے مجھے۔ آپ کی خاطر اگر ہان بھی گئی جانتے تو پروا نہیں، آپ کا سوا کچھ رہا ہوں۔ مجھے خبر ہے کہ یہاں سب آپ کی بھولی میں خواہشیں تو آسانی سے پوری کر دیتے ہیں، ہاں صاف کی ذرا بھی بیک پر تھی تو آپ کو سوتی نہیں دے گی۔" افسوس کے کڑے لہجے میں یہ سمجھنے پر وہ بھلا کر وضاحت پیش کرنے لگی۔

"مجھ سے زیادہ ابھی طرح مجھے یہ بات معلوم ہے، یہ سوتی ہوں کہ اب جان بھی چکی جائے تو کوئی بات نہیں۔" ہنس گھٹ گھٹ کر جیسے سے ایک باری سر ہانچا تھا۔ اس سے مہرے وقت سے سنو تو ہوگی کہ اپنی مرضی اور خوشی سے کئی ہوا میں چھ سانس لینے کو نہیں سکتی۔" سمجھتے آئے تا

فریاد کیا تھا کہ اب موت کی بھی پروا نہیں رہی تھی۔

"بھگہری لی، لی، میری اوقات تو کس آپ کو مشورہ دے دے گی، میں نہیں جانتی کہ آج آپ نہی جائیں تو چھاپا ہے۔" آج تو وہ سے چودھری صاحب بھی حویلی میں ہیں۔ ان کے ہاتھ سارے سے نوکر چاکر زیادہ ہی اختیار ہے ہیں۔ انار کا کھانا کھل ہو جائے گا۔" وہ مقدمہ بھر اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آج دروگ رانی آج میں اپنی خواہش پر نہیں ان کے غلام سے پر جادی ہوں۔ آج کوئی بار ایسا ہوا ہے کہ انہوں نے خود مجھے بلایا ہے، ورنہ اب سے پیٹے ہمیشہ میں ہی ہند کر کے ان سے ملنے جاتی تھی۔" اب انہوں نے غلام سے تو کیسے انکار کر دیا؟ آج تو میں رگ ہی کھنسن تھی۔ آج تو مجھے ہر حال میں جانا ہے۔"

"لکھک ہے لی، کھنسن آپ کی مرضی۔" اس کے ارادے کی مضبوطی دیکھتے ہوئے رانی نے ہار مان لی اور کپڑے لے کر پھرتی تھی۔

"کپڑے لے کر ہر مت جانا، بھین میرے کرے میں ہی چھ کران پر استری بیکر دے۔" کٹھن نے اسے ٹوکا۔

"مٹی اچھا لی، لی،" اس نے تابعی انداز سے جواب دیا لیکن لہجہ پر مہرہ تھا۔

"کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہے؟ اس سے پہلے بھی تو جانتے ہیں ہم۔" جب کسی کو خبر ہوئی کہ گھبراہٹ ہو جائے گی؟ کھنسن ہر کی طرح آج بھی تو سب کو وہاں میں چھپ کر ڈانٹا کر لیا۔ وہاں کسی کو تو کول کان خبر نہیں ہوئی اور ہم واپس بھی آجائیں گے۔" وہاں ہوئی تا تیرے پاس؟" اس کا انداز دیکھ کر کٹھن نے اسے سختی دینے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"مٹی لی، لی، رانا ہے، اس کا مسئلہ نہیں۔" پوچھے رات سے پہلے جا کر آکر سے کھنسن کو گا کہ وہ تیار رہے اور چوکیدار بھی ادھر ادھر کرنے کا بندوبست کر دے۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ ادھر اسکول کی دیکھ بھال کے لیے چوکیدار ہوتا ہے۔ آپ وہاں جائیں اور وہاں ہاتھ دیکھو ابھی گل لگس ہوئی ہے۔" اس نے ذرا تفصیلی جواب دیا۔

"لکھک ہے، ہوتا ہے سارے کا مفتی نے۔" میری طرف سے رات تک تیری پھلتی ہے۔" مطلب کے بعد نوٹ کر آجائے۔" کٹھن نے اسے اجازت دی۔ جب سے انہیں خبریں ہوم کا آواز ہوا تھا، رانی سے پھر کے بعد حویلی آئے گی تھی۔ کٹھن نے اپنی سفارش سے اسے انہیں خبریں ہوم میں کام کرنے کی اجازت دلوائی تھی۔ وہاں سے فارغ ہو کر وہ حویلی

آتی اور پھر اپنی کا وقت وہیں گزارتی۔ اسے گھر اس کا دن میں ایک آدھ گھنٹے کے لیے ہی جانا ہوتا تھا لیکن یہ معمول اسے اس لیے زیادہ گراں نہ گذرتا کہ وہ حویلی میں اس کی حیثیت کٹھن کی خاص ملازمت کی ہی ہو چکی تھی اور کٹھن کا سلوک اس کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنے قلم تر اندازوں اور رسوں کے باوجود کٹھن کے اذیت کی ہوشیاری کرنے کے لیے راضی ہو گئی۔ انگوڑات مجھے چوری جیسے اسکول تک چھوٹی لی، لی، کو لے جانے کے لیے راضی کرنے کا مرحلہ ہمیشہ سب سے دشوار ثابت ہوتا تھا لیکن وہ کھانا ہی محبت کے واسطے دے کر ادھر کچھ کٹھن کی گھنٹی کی دم کے زور پر اسے تیار کر رہی تھی۔ آج بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ حسبِ ہم مطلب کے بعد اس کی حویلی میں ابھی حویلی تو سب کچھ سٹ ہوئے کی خوش خبری ساتھ تھی۔ رات گہری ہونے کے بعد سب کے اپنے کمرہ میں چلے جانے تک کا وقت کٹھن نے بڑی بے چینی سے گزارا۔ حسبِ معمول جب رانی سب کان کے کمرہ میں ادھر کے کٹھن پہنچنے کی تو وہ اپنا کراہندہ کے تیار ہونے لگی۔ ایک تو سرخ رنگ کا لپٹا پائین، دوسرے اس کی دل سے خود کو ستارنے کے لیے کی گئی چھو جھ۔ کھنسن حویلی پر تیار ہونے کے بعد وہ اپنے کے سامنے کھڑی ہوئی تو خود اس کی اپنی نظر میں بھی اسے سراسر بے اختیار دیکھ سکتی۔ رانی اپنے کام سے قیام ہونے کے بعد واپس آئی تو اس نے بھی بے غلامی کی طرف کی۔ پھر وہ دونوں کچھ دیر بعد یہ طبعان کر لینے کے بعد کسب نوک شہر اور وہاں کی کٹھن کی نڈس پکے ہیں، رانی کے لیے تیار ہو گئیں۔ کٹھن کی مسکرائی اور بچے کا چہرہ پر اس اعزاز سے گاؤں گئے رک کر ان پر چار پائی پھیلا دی گئی تھیں جیسے وہ اور رانی دونوں سو رہی ہوں۔ رانی نے بندوبست کیا تھا کہ حویلی کے کٹھنوں کے علاوہ کٹھن اور شادی بھی خوب آرگولیاں ملا دوں گی لیکن اس لیے رات میں انہیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اب قہقروں چلتی اور دونوں حویلی کے چھپے جیسے بھی تھی تھیں۔ یہاں بھی دوپہر میں ایک دروازہ تھا جو حویلی کے چھپے حصے سے کھل چودھری کے آدھی قبرستان میں کھلتا تھا۔ اس دروازے پر ہر وقت ۱۵ چار ہوتا تھا۔ کٹھن کی حویلی کی خواہشیں اپنے پر رگوں کی قبروں پر قائم پڑنے قبرستان جانتا تو جب یہ ۱۵ کھولا جاتا۔ تالے کی چابیوں چابیہ کے پاس ہوتی تھیں۔ رانی نے ایک دن نو شادی سے کام لینے ہوئے چابیوں کے مجھے سے اس دروازے سے تالے کی چابی اڑائی تھی اور پھر اچھپکھپکھانے کے بعد واپس کچھ میں پہنچا دی گئی۔ اب قبرستان کی طرف



کھنے والا بھی دروازہ خلیہ آمدورفت کے لیے استعمال ہو رہا تھا۔ آج بھی وہ دونوں اسی دروازے سے گزر کر قبرستان میں پہنچیں اور رات کے ہولناک ستارے اور قبرستان کی مخصوص وحشت کی ہوا کیے بغیر قبروں کے درمیان سے گزرتی آگے بڑھتے گلیں۔ عام حالات میں کوئی بڑی شینیا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ رات کے اس چھوٹی قبرستان سے گزرتی لیکن محبت کی شہرہ دوسری نے شہر کو ہر خوف سے آزاد کر دیا تھا۔ رات کی وقار دہری بھانے کے لیے اس کا ساتھ دیتی تھی۔ اس وقت بھی ایک ہاتھ میں نارنج تھا سے وہ بڑی مستعدی سے اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ نارنج کو مستحق جلنے رکھنے کے بجائے دودھ لگے دھتے تھے۔ بس کھیر کے لیے روشن کر لی تھی تاکہ آگے کا راستہ واضح ہو جائے۔ مستقل روشنی کیے رکھنے میں کسی کے حوصلہ کا جانے کا خطرہ تھا، چنانچہ سیاہ چادروں میں اپنے اپنے وجود چھپے انہوں نے تقریباً تیرہ گلیں میں ہی قبرستان کو پار کیا اور اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ان کو اتنے سمیت ان کا منتظر تھا۔ کشور کو دیکھ کر اس نے سلام کیا جس کا اس نے سر کی جنبش سے محض اشارے میں جواب دیا اور تاتے میں سوار ہو گئی۔ رات کی بھی اس کے ساتھ تھی۔ ان دونوں کے سوار ہوتے ہی آگے نکلے گئے کو حرکت دے دی۔ تاریک اور دشمنانہ راہوں سے گزرتا تھا شہر منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ سڑا کا طویل نہیں تھا بھٹا خول دور اندیشوں میں گھبرے ہونے کے باعث محسوس ہوا لیکن یہ احساس صرف ان کو اور رات کے لیے تھا۔ کشور ہر خوف سے آزاد آنے والے لمحوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ آفتاب سے ہاتھیں کرنا دھکا اور اسے دیکھنا اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی۔ ایسی خوشی جس کے سامنے زندگی کی اپنی حیثیت بھی گھٹ جاتی تھی۔ جس کی خاطر زندگی قربان کر دیا بھی مہنگا سودا نہیں تھا اور کھلی بار کی طاقت نے تو اس کے انگ انگ میں خفا سما کر دیا تھا۔ اس نے کھسک کر دروازہ پر تک اپنے اندر محسوس کرتی تھی اور اس وقت بھی ایک سرد در کی کیفیت میں غل اپنے محبوب سے ملنے جا رہی تھی۔ چنانچہ سے خبر گیری نہ ہو کر کہ راستہ کیسے اور سب لے ہوا وہ نورانی کی آواز پر چمکی جیسے اسے منزل پر پہنچ جائے گی کی اطلاع دے رہی تھی۔ اس اطلاع پر وہ چونک کر تھکتے سے چلے آ رہی۔ اظہر من الشمس کہ دروازے پر بلا نہیں تھا جس کا مطلب تھا کہ آج آفتاب ان سے پہلے نکلی چکا ہے۔ رات نے آگے بڑھ کر ہونے سے دروازے پر دھک دلی۔ نورانی دروازہ کھل گیا اور آفتاب کا چہرہ نظر آیا۔ اسے سامنے پار کش۔ بلالچک احمد دانش ہو گئی۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی

دروازہ فوراً بند کر لیا گیا۔ "راج بھی اندر وہی کہے دانا ماجیل تھا۔ موسم میں اس دن کی خیرج ہی ایک آؤش دیگی بل رہی تھی اور کرے میں بس کئی ہی راشنی کی کہ وہ ایک دوسرے کے دھندلے دھندلے سے کش دھکا دیکھ سکتے تھے۔ بہت لمحوں کرنے کا معاملہ خف تھا۔ وہ ایک دوسرے سے لہا سے ہر کھڑے ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی کیفیت سمجھ سکتے تھے۔ وہ گویا کسی سائبر اور نیکی کی مانند تھے۔ بڑی بڑی بلے قراری سے چل کر سائبر سے ملنے آتی تھی سائبر کی اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لینے کو بے قرار تھا مگر اس سے نہیں کر سکتی تھی یہ بے قراری کوئی رنگ دکھائی، باہر سے قدموں کی چوہ سنائی دی۔ کشور دروازے کے قریب کھڑی تھی اس لیے اس نے پہلے سے آواز ہی سنیں۔ آوازوں سے لگتا تھا کہ تین چار افراد مل کر اس طرف آ رہے ہیں۔ وہ ایک دھک دلی کی بہت پا جانے والی کسی ہرن کی طرح سر اسیہ ہو گئی۔ قدموں کی چابلیں میں دروازے کے قریب آ کر وہیں اور اگلے ہی لمحے ستارے میں ابھرنے والی دھک کی آواز نے اسے بولسا ہر اسال کیا جیسے دھک کے بجائے کسی زوردار ہم دھاکے کی آواز سنائی دے گی ہو۔ اس کا دل زور زور سے دھک دھک کرنا چاہتا تھا کہ وہ بڑھ کر بھر گئے کہ وہاں نے لگا۔ آفتاب نے اس کی یہ وحشت زدہ حالت دیکھی اور تھیر دروازہ کھولنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔

"من... نہیں۔" دروازے کی کڑی کی طرف اس کا ہاتھ بڑھنے سے ٹک رہی کشور نے ایک کراس کا بازو دھکی دیا اور اپنی خوف زدہ نکلروں سے دروازے کی طرف دیکھنے کی جیسے دوسری طرف موت کا فریضہ جھک کر اٹھا۔

"دروازہ مت کھولیں اور اگر جیسا سے باہر نکلے گا کوئی رات سے بڑا آپ جیسے یہاں سے باہر نکل جائیگا۔" آفتاب کا بازو پھر سے پکڑے ہی اس نے سرگوشی میں اسے مشورہ دیا۔ آفتاب نے اس مشورے پر چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں ناشی وحشت، غولب سے قہر قہر کا پتا بدن، وحشت زدہ دلی کی بے ترحیب وحزن کا پتا دیتے جیسے کاہل اور... ہر برائے گواہی دے رہی تھی کہ اس نے کسی آنے والے طوفان کی آہٹ سنی ہے مگر بھی وہ اسے یہاں سے بھاگ نکلے کشور وہ دے رہی تھی اور اسے طوفان سے بچ کر خود اس کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھی۔ اس اچھا و قرینہ یاد آگئی کہ وہ ایک نام ہی دیا جا سکتا تھا... محبت!

حکایت و لطافت کی شکر۔ ہلکی ہلکی ملائی میں سو گزوں  
ملا جانے کی دلچسپی حیات کے لطافت اگلے ملا دھبے





اسماء قادری

[illegible]



وقت کو بچا کر سنا۔ آفتاب ایک تک اپنے قریب  
کڑی اس بڑی کو دیکھ رہا تھا جس پر اپنی جان تک لادنے  
کے لیے تیار تھی۔ وہ جیسے اس بڑی کی شدتوں سے بڑا آفتاب  
تھیں اور اس سے کس انتہا پر تھی محبت کرنی تھی اس بات کا  
حکلی اور ایک وقت کے ان تارک کو جس میں کسی ہوسکا۔ کسی  
اپنی جان لٹا دینے آسان نہیں ہوتا اور جو محبت میں اس حد کو پہنچ  
لے اس سے بڑھ کر محمول کون ہو سکتا ہے؟ وہ اس محمول  
فرق کے قریب کھڑا ہر موجود کو گلوں سے غافل ہو چکا تھا۔  
اور دانے پر ایک باہر پھر رکھ دی تو وہ چکا۔ دنگ بہت  
زور سے ٹھنڈی کی ٹھنڈی رات کے سامنے میں زوردار  
محسوس ہو رہی تھی۔

"پلیز آفتاب! میں آپ سے کہہ رہی ہوں نہ آپ  
کسی طرح یہاں سے نکل جائیں۔" ہر زبان داخل زور  
کشور نے اس کا بازو سمجھوتے ہوئے سرگوشی میں اس سے  
انجی کی گھر اس نے اپنی جگہ سے جھپٹ کیے بغیر اپنے بازو پر  
موجود اس کے ہاتھ کو ہلے سے ہٹا دیا اور دانے کی طرف  
مڑ کر تے ہوئے قدم بڑھا کر آگے بڑھا۔

"پانچ منٹ انتظار کرو ویب! میں بی بی کو ساری  
موسمیت حال سمجھ دوں پھر تم لوگوں کو امداد ملے گی۔  
پریشان مت ہو باہر کوئی دشمن نہیں بلکہ میرے دوست ہیں  
اور میرے ہاتھ پر بھی یہاں آئے ہیں۔" ابھی ابھی ٹھنڈی  
سے اپنی طرف دیکھتی کشور کو اس نے نکل دی اور اس کا ہاتھ  
تھم کر قرقرش پر بھی رسی کی طرف لے جاتے ہوئے نکل۔  
"اور جلد کر بیٹھیں میں آپ کو سب کچھ سمجھا دوں۔"

اس نے خاموشی سے یہ بات مان لی مگر اس کی سواہ  
نظریں مسلسل آفتاب کے پیر سے پرچھوٹی ہوئی تھیں۔

"آپ یقیناً حیران ہو رہی ہیں کہ یہ سب کیا ہے؟"  
اس کی نظروں کا سوال پڑھتے ہوئے آفتاب نے ہلکا سا آواز  
کہا۔ وہ کسی بھی قسم کا ڈر نہیں ظاہر کیے بغیر ہنسنے والی کیفیت  
میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ چند لمحوں میں وہ جس کیفیت  
سے نرمل ہو گئی، اس کے بعد دوسری کیفیت اور عجب صورت  
دل گھٹنے میں۔ اسے کافی دشواری تھی آ رہی تھی۔ دروازے پر  
دنگ کی آواز سن کر اس پر تکی قیامت کر رہی تھی، یہ تو وہ خود  
ی جانتی تھی۔ اسے لگا تھا کہ کوئی کے سر سے وہاں سے جگہ بات  
ہوئے والے ہیں۔ وہ ارگتی تھی کہ شاید کوئی سے کوئی اس کا  
فتاق کرے ہوا یہاں آ پہنچے۔ اکی جلدی اپنی محبت کے  
پہنچ جانے کے خوف نے اس کے وجود سے ساری آواز نکل  
نچوڑ لی تھی اور وہ ابھی تک اس خوف کے زیر اثر تھی دیر سے

دیر سے کانپ رہی تھی۔  
"میں معافی چاہتا ہوں کہ میری ہوسے آپ کو تکلیف  
اچھلی پڑی۔" آفتاب نے اس کی حالت کو بھاچتے ہوئے  
معتذرت کی۔

"خدا! مجھے متاثر نہ کرنا۔" اسے آفتاب کا  
معافی مانگنا ہرگز بھی گوارا نہ ہو سکا اس لیے خود پر قابو پاتے  
ہوئے نورانی اسے ٹوکا۔

"اصل میں بات یہ تھی کہ میں چاہتا تھا ہونے پر  
کرنے کے بجائے رو رہی کروں۔ آپ پر اصرار تھا کہ آپ  
میری بات ماننے سے انکار نہیں کریں گی اس لیے باقی کے  
انتظامات پہلے ہی کر دیے تھے۔ اس ارادے کا عکس لکھ ہو گئی۔

آپ میرے اندازے کے برخلاف تھو تھوے تھے۔ یہاں  
تک پہنچے اور نہ یہ صورت حال پیش ہی نہیں آتی۔" وہ تنہید  
باندھتے تھے لیکن اس تنہید سے کشور کے لیے اصل سناٹے تک  
پہنچا نہیں تھا۔

"آج آپ کی حوصلہ شکنی میں ہی موجود تھے اس لیے ہم بہت  
سی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد یہاں تک آنے کی راہ  
نکل گئے۔ احتیاط کا وجہ یہ ہی رہی تھی زیادہ ہو گئی۔" خود  
ابھی میں ہونے کے باوجود اس نے فوراً اپنے ہاتھ سے  
آنے کی وضاحت پیش کی۔

"میں سمجھ سکتا ہوں کہ آپ کو یہاں تک آنے کے لیے  
تھی دشواریوں سے گزرنا چاہتا ہو گا۔ یہی ہمیشہ آپ کو روکتا  
رہا لیکن آج کی ملاقات سے حد ضروری تھی اس لیے میں نے  
آپ کو خطرے میں ڈال دیا۔" گوارا کر لیا۔

"لیکن کیا بات ہے آفتاب! آپ مجھے بتاتے کیوں  
میں؟" اس بار وہ اپنے ہونٹوں پر سوال آنے سے نہ روک  
سکی۔ کچھ دیر سے اسے خوف کی کیفیت سے آواز ہونے کے  
بعد وہ اس کے روئے سے ابھی میں پڑ گئی تھی۔ آفتاب  
نے ایک گہرا سانس لیا اور کہنے لگا۔

"ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اس امر میں  
کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی ہے۔ اور یہ بات بھی  
اپنی جگہ حقیقت ہے کہ وہ چاہتے والوں کو ایک دوسرے کی  
طلب بھی ہوتی ہے۔ ہمارے کچھ ملاقات میں جو کچھ ہوا۔  
اس محبت اور طلب کی کارستانی تھی۔ مجھے یہ سبے میں کوئی۔  
نہیں کہ وہ میری زندگی کے سب سے خوب صورت لمحے  
تھے لیکن آپ سے جدا ہونے کے بعد ایک ایسا جگہ میرے  
سامنے آکر ہوا کہ میں اس ساری طرح جو بے خودی میں  
پہنچے تھے اپنے بہ صورت میں اس کو دیکھ کر شرمندہ و ہوا۔

ہے۔" وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا، اس کے لیے کھنٹھٹھا تھا۔  
وہن میں کئی اندیشے کھیلنے لگے جس میں سب سے بڑا  
خوشی ہے تھا کہ لیکن آفتاب کی زندگی میں کوئی اور صورت تو  
نہیں۔ کوئی ایسا صورت جس میں ان کھنٹھ کی حق دار ہو اور  
وہ اس کا حق کشور پرانے کے بعد شرمندہ ہو رہا ہو۔

"محبت کے ساتھ طلب کا ہونا مجھے نہیں اس طلب  
کے ساتھ قانونی اور شرعی رشتے میں بندھے بغیر بہرہ جانا کا  
بڑا گناہ ہے کہ بغیر محبت و محبت کھانے کی حق دار نہیں رہتی۔  
میں کہتا تھا کہ ہے اور مجھے اپنی محبت کے دامن پر یہ داغ  
گوارا نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ محبت کے دامن پر مجھے اس  
داغ کو دھونے کے لیے ہم لڑنے کے بندھن میں بندھ  
جائیں۔ مگر آپ میری یہ بات ماننے کے لیے راضی ہیں تو  
میں ابھی نہیں اور اپنے دوسرے دوستوں کو امداد بلواتا  
ہوں اور آپ کے لیے ہر کاروبار سے نکلتا ہوں۔ میں آپ کو  
یہاں سے جانے سے روکوں گا لیکن اگر یہ بھی آپ کے  
بلائے ہوئے آگاہی نہیں۔" اس کے اندیشوں سے بے نیاز  
اپنی بات مکمل کرتے ہوئے اس نے آخر میں دو ٹوک لہجے میں  
اپنا فیصلہ سنایا اور اس کی طرف سواہی ٹھکروں سے دیکھنے لگا۔ وہ  
خود بھی اسی کو دیکھ رہی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس کی  
ٹھکروں میں کوئی سوال نہیں بلکہ ہے اپنا حقیقت تھی۔ یہ  
حقیقت دیر سے دیر سے آسوں تک اس کی آنکھوں سے  
پہلے تھی۔

"فیک آفتاب! آپ نے یہ بات کہہ کر مجھے سنا  
مجھ کر دیا ہے۔ میں آپ کو بتا گئی تھی۔ میری انہی محبت  
میں اتنی اہمیت نہیں تھی کہ میں آپ سے یہاں پہنچ سکوں۔ اب  
آپ نے کہا ہے تو اس بار وہ کہہ میں گئی ہوں لیکن میں  
جھٹکا۔ محبت کرنے والے مرد و عورت کے درمیان اگر کشاکش  
کے دو پہلوں میں ہوں تو وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی ہمیشہ اپنی  
خوشی سے غور ہو رہے ہیں۔ آپ کا ٹھکرے کر آپ نے مجھے یہ  
گئی خوشی حقیقت کرنے کا سوا۔" زندگی بھر کی آواز میں اس  
نے آفتاب کے سامنے پہنچنے کی بات کا انکھار کیا۔

"اوسکے آپ فیک سے چار اوروں کو بچنے جانے۔  
میں ان لوگوں کو امداد دیتا ہوں۔" اس کا دل چاہتا تھا کہ کشور  
کے پہنچے ہوئے ٹھکروں کو اپنی انہی کی پھوٹوں پر فخر لے لیکن  
باہر کھڑے نہیں اور دوسرے لوگوں کا خیال تھا۔ باہر وہ ٹوک  
لگا تھا جو اس کے منتظر کھڑے تھے اور جن کا لگاؤ تھا وہ  
ایک بندہ کہہ میں تھا ان کرات میں مصروف تھے تو یہ ابھی  
تاکسی صاحب صورت حال تھی۔ چند منٹ کشور کا منہ پاتے ہی

فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف لگا۔ دروازہ کھول  
کر اس نے نیب، شہر سے آئے اپنے دوستوں اور کشاکش  
خوش کو اندر بلا دیا۔ کشاکش خواہ کر کہ لڑائی کشاکش صورت  
حال میں چھلپا جاتا ہے۔ اسے اپنے اپنے آفتاب کے  
دوستوں نے پہلے ہی سوائے اس بات کے کہ لیکن گاؤں کے  
ماکھ چڑھ رہی تھا جاننا تھا کہ یہی ہے سب کچھ بتا دیا تھا۔  
لاہور کے رہنے والے اس کشاکش خواہ کو گناہ اس دور دراز گاؤں کے  
چوہدری کے نام کا مل تھا اور نہ ہی وہ لیکن کی اسلیت چاہنے  
سے روکتا تھا۔ وہ فتنے اس کی کشاکش میں یہاں آیا تھا جو اسے  
آفتاب کے دوستوں نے دی تھی اور جو کشاکش کی عام فتنے کے  
مقابلے میں کئی گنا زیادہ تھی۔ بعد میں کوئی مشکل پڑتی تھی تو  
اسے بھی کہنا تھا کہ مجھے کیا معلوم لڑائی گاؤں کی رہنے والی  
ہے۔ میں تو باہر میں رہتا ہوں اور میرے پاس ٹوک کوئی مع  
گوشتان خود پہل کر کشاکش کے لیے آئے تھے۔ سوسنے نے یہ جنگ  
کار کر دیا۔ میں کا بندہ روئے جزا یہ افکار دیکھنے کے بجائے اس  
نے لیکن ٹوک لڑائی کی صورت میں بھول کر ہاتھ۔ یہ بات  
خدا ہے، وہ کی کوئی بات نہ۔

آفتاب نے کشور کی سہولت کے لیے رانی کو بھی امداد  
پڑا لیا تھا اور اب وہ طرف اور خوشی کی لہری کیفیت میں اپنی  
ماکھ کے کشاکش میں شریک تھی۔ کشاکش و قبول کے مراحل  
مٹے ہونے کے بعد کشاکش خواہ نے کشور کا روتل پھر نیب  
نے اپنے ساتھ لایا ہوا۔ مٹھائی کا ڈبہ کھول کر سب کا سہہ ملھا  
کر دیا۔

"بھائی! ابھی تو ہم نے آپ کو کئی بھجوری کو بھجوتے  
ہوئے اس مٹھائی پر گزارا کر لیا ہے۔ یہ بات کان کھول کر  
سن میں کر دینے کی دعوت آپ کو کھول پر لایا ہے اور وہ آپ  
نے لیکن ضرور طعانی ہے۔ وقت کی طرف سے لیکن کوئی فکر  
نہیں۔ اگر آپ ہمیں انہی پیٹ دعوت دیر کھائیں کہ اس  
دعوت میں ہمارا کوئی نتیجہ نہیں بھی شرکت کے لیے دینے میں  
آپ بچتے ہو گئی ہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" مٹھائی کھاتے  
ہوئے آفتاب کے ایک دوست نے شروع لہجے میں بڑا  
راستہ مٹھکھٹ کی آواز میں بھی کشور سے مخاطب کر دیا تو اس کے  
ہونٹوں پر محبوب کی سحرانہ دودھ لگی۔ اسے آفتاب کے  
دوست کا خود کو بھائی کہہ کر طلب کرنا بہت اچھا لگا تھا۔ کشاکش  
کے دوستوں نے اس کی اور آفتاب کی محبت کو ہی مضبوط بنائیں  
کیا تھا کہ دور رشتے بھی اس کی جھپٹ میں ڈال دیتے تھے جن  
کے بارے میں وہ بھی سوچتی تھیں لیکن اس کی رائے میں کبھی  
پائیں گے۔



”وقت کافی لپڑا ہو گیا ہے۔ اب آپ لوگوں کو یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔“ آپ جیسے سب بہت اچھا لگ رہا تھا مگر سڑک کے وقت کا خیال کر کے اور خود بہرہ جہت کرتے ہوئے اکتھڑ سے ہوا تو فوراً اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور کھٹکھٹ کے صبر پر پئی گئی چادر کو لٹاپ کے انداز میں چہرے پر پیٹ کر نہ لگی۔

کہتا ہے چاروں اہل ہے۔ نہایت دھن دھست کر رہا  
 کر اپنے ساتھ لے جانے کے است دھست کرنے چاہ رہا  
 ہے۔ "اے لوگو! رو! اڑے کی طرف بھاڑ رہے تھے جب  
 لڑکپن کے دوست نے ایک آواز کرتے ہوئے پیچھے سے یہ  
 منکس دیے۔ "وہ سن کر تباہ ہو، کشور کے ساتھ بہر گھر لکھ  
 ہاں گھٹنے کے پھرنے دونوں کی قدموں پر دوڑ کر گئے جبکہ  
 رانی بے خیالی میں یہ بھر شاہی جان بوجھ کر نہیں نہال فرما رہ  
 کرنے کے خیال سے تاتنے کی طرف بڑھتی۔  
 "کہتے تو جی جی میں میرے دوست... واقعی میں سنا  
 ہے چاروں سادہ لوگوں جہاں دینی اور دہک بھی نہیں سکتا۔ نہ  
 سرخ جوڑے میں ہے، اس کے من کو اور دھستکا ہوں۔ وہ اپنے  
 جی بتا نہیں، یہ سرخ جوڑا مکمل اتھک تھا، پ کے دل کو پھر  
 ہوئی تھی کہ "ج بھگت خاص ہوئے چار رہا ہے؟" اس نے کشور  
 کو پھینکا۔

”میرے لیے تو یہ بھی خاص بات تھی کہ آج کوئی بار  
”پہلے خود کو دیکھ جائیو۔ آج کی رات مجھے ایک منظر دکھائی  
دیا ہے، یہ منظر ہوتا تو جانے کتنا اہتمام کرتی۔ یہ بھی ہو سکتا  
تھا کہ اہتمام جہنم میں ہی سرار وقت کر رہا تھا اور آپ کا مکان  
خواب اور گواہان کے ساتھ یہاں بیٹھے میرا سامنے ہی تھے وہ  
جاتے۔“ جذباتی لہجے میں اپنی دلی کیفیت کا اظہار کرتے  
روئے آخر میں وہ کہ ہم شریعت پر مبنی تو آپ سے کیا بنا۔

”پہلیس روپے آج نہ ملے گا۔ اب تو آپ جب بھی مجھ سے ملے، میں کی مسرت آتی ہے۔ اب میری حیثیت ہے۔ یہی تمہاری، پھر تمہیں کے کہو، میری تحفہ صاحبہ جس نے میرے لئے کن کن میل کا ٹکڑا سے ملے ہو کر آتی ہیں۔ یہ وہی ان صاحبہ کو اب آپ کے بعد حقوق ہمارے نام محفوظ ہو چکے ہیں۔ اب جو ملاقات ہوگی اس میں ہمارا کوئی اور ہی رنگ دیکھنے کو ہے گا آپ کو۔“ اس نے ہنسنے سے شروع کیا۔

شریروں کی ایک جگہ پر بھیج کر صرف ایک رہا تھا مگر مجھ کو بھی  
کہ اس وقت وہ لوگ بات ماننے کی پوزیشن میں نہیں تھے  
چنانچہ آجے جی جی چلی گئی۔ تھے پر جڑھنے سے پہلے البتہ اس  
نے بھیجے مگر ضرور دیکھا۔ آقا اب اپنی جگہ کھڑی ای کی طرف  
دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ لہرا کر اسے اللہ عزوجل کو کہنا کہ  
اس کا ہاتھ بھی اللہ عزوجل اتنا دے کہ اس کا ہاتھ گینا۔ البتہ یہ تو وہی سی  
جاتے تھے کہ اللہ عزوجل کا اتنا دے کہ یہ ہاتھ وصل کے کھول  
کے لیے کس شدت سے منتظر ہیں۔

نگوین کا چالہا جلا کر اس نے تو رکھا اور پرانت میں  
 گوندھے ہوئے آنے کا بیڑا کر دینی بیٹھے تھے۔ مشہور  
 خان کے گھر کچکے کے بعد دوسرے دن سے ہی اس نے گھر  
 کی سروری دے دہاروں میں بیٹھ لی تھیں۔ اس کی بڑھئی ماں  
 نے جہانگ ایک سرار رو بھیجی تھی، اقتدار میں اسے روکتا ہوا باہر  
 اس کی خدمت کے آگے بارہاں لی۔ اب وہ گھر کے خربا  
 سارے ہی کام کرتی تھی پھر بھی دن مشکل سے گزارتھا۔  
 جزیرہ اطرد سے بھی کراہی کی مقلات اس گاؤں میں زندگی  
 بہت محدود تھی اور مشاہیر خان کے گھر میں تو محدود تھیں۔ اس  
 کا بھائی کریم خان سے یہاں اپنی ماں کے پاس چلائے  
 کے بعد اسکو وہاں چھوڑا تھا اور اسے کھوکش آتھا تھا کہ  
 ایک ایسی عورت کے ساتھ وہ کر جہاں کی بات بھی چاہی  
 عرب زمین کچھ پانی اس طرح اوقت گزارے تاہن گھر کے  
 کام کافی میں بچھو وقت لینا کر دیا تھا اور نہ سارا دن وہاں  
 تھی اور وہاں پر سارا گھنٹا اور پریشانیاں۔ یہی ہے سبب اور  
 کی سبب کا گھر رانا تو کبھی اپنے کھوکش کا سوچ کر طبعاً  
 مہم نے تھی۔ اس وقت بھی وہ انہی وجوہ میں گھر روٹی  
 رہی تھی۔ یہی روٹی تو سے اتنی تھی یہی مائل رحمت و  
 کر طبعاً تھا وہ کھوکش روٹی۔

پھر کہیں کہیں "اس" نامی گندم کے سونے کی روانوں کی  
 پہلی قصہ۔ ان روانوں کو کھاتے اور کھاتے ہوئے اسے  
 خیریت، نقل روانوں یا دوا نہیں جانتیں وہ ساری زہری تھو  
 ری تھی اور نہیں کھاتے ہوئے اسے بھی گمان بھی نہیں  
 تھا کہ ایک دن وہ اپنے شہر سے بہت دور کا کدہ سونے کی  
 تھوڑی سی تھی۔

[illegible]

جلدی ہاتھ چاٹنے شروع کیے اور اس کے حصے کی روایاں بھی  
 بلا لیں۔ روٹی پکانے کے بعد وہ کھانے کے برتن وغیرہ دے  
 کر اندر کرے گی۔ اکریم خان اپنی ماں کے پاس بیٹھا  
 اس سے خوش گرد ہوا تھا۔ اسے کچھ خوشی ہو گیا۔  
 "خیر ہزار بہن! اہم پیش سوچنا تھا کہ ہر روٹی بین  
 ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ آج تم کو دیکھ کر گھر رہا ہے۔ اللہ نے  
 طاراً تمنا پور کر دی۔" اسے حنا کاٹا دیا کہ وہ اپنی خوشی کا  
 اظہار کرتے لگا۔ اسے اس طرح خوشی ہوتی دیکھ کر وہ  
 مسکراتے لگی۔

[illegible]

اس کو دیکھ کر اس نے کہا: "اس پر تو آپ کا نیکو کام ہے، اے کریم رحمتی!"

"وہ تو میں نے تمہارے لیے کیا ہے کہ اس طرح تم کو بوجھ نہ ہے۔"

یہ صاحب نے اس کے انوشی میں ہم کو نون کے تادیو تھا کہ وہ انوشی کے لیے سامان بھجوا رہا ہوں۔ ویسے بھی وہ ہمیں کدوں بھجوا رہا ہے؟ اگر آپ کو بھی بھجوا ہے یہ سب۔"

اکرم خان نے ہنستے ہوئے اسے یقین دلایا کہ اسے تو کس دن چلا۔ پھر اس شخص نے کہ اس کا رشتہ میں سے ہے، اسے فوراً ہی کارڈ کو ہٹے پر بھیج کر دیو۔ سامان کے اوپر ہی ایک مفید رنگ کا لفافہ لگا تھا جس پر اس کا نام موجود تھا۔ اس نے جلتی سے لفافہ کھولا۔

اسی لیے کہ اگر خیریت سے ہوگی۔ تاہم۔ سے عجلت  
میں روانہ ہونے کی ہے۔ سے تہماری ضرورت کہ میں انہیں لیا  
جاسکا تھا۔ اپنے اندر نے کے مطابق کچھ چیزیں بھجوا کر  
ہوں۔ اگر ان کے خلاف بھی کسی اور شے کی ضرورت ہو تو اگر کم  
مکان کو لکھ کر دے دیتا۔ میں اس سے فائدہ نہ معلوم کر لوں گا۔  
بہرحال مگر یہ قدم بہ پیش اس قدر کے خلاف ہے کہ میں یہ قدم  
بھی سوچوں گا۔ وہ لانا بند کر کے کارڈن میں موجود سامان کا

پاسدنی لاجپوت 57

کون کہتا ہے کہ؟

اولاد نہیں ہو سکتی

آج بھی انکوں گھر اے اولاد کی نعمت سے محروم خست پریشان ہیں۔ ماہی گناہ ہے۔ انشاء اللہ اولاد ہوگی۔ خاتون میں کوئی اندرونی پرالیم ہو یا مردانہ جراثیم کا مسئلہ ہم نے ویسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا بے اولاد کی کورس تیار کیا ہے۔ جو آپ کے آگن میں بھی خوشیوں کے پھول کھلا سکتا ہے۔ آپ کے گھر میں بھی خوبصورت بیٹی پیدا ہو سکتا ہے۔ آج ہی گھر بیٹھے فون پر تمام حالات سے آگاہ کر کے بذریعہ ذاک وی پی VP بے اولاد کی کورس منگوائیں۔

المسلم دار الحكمت به شراً (دواخانہ)  
ضلع و شہر حافظ آباد۔ پاکستان

**0300-65 26061**  
**0547-5 21787**

صبح 9 بجے سے رات 11 بجے تک

آپ ہمیں صرف ان میں سے دو میں سے ایک کو منتخب کرنا پڑے گا۔



جا کر لینے لگی۔ گرم جوشیات اس کے کدوس کی کتابیں، موسم سرما میں استعمال ہونے والے لٹوہر کے علاوہ کچھ خارجی رسائل وغیرہ بھی موجود تھے۔ اس نے بے حد دیال سے اس کی ضرورت کی تمام اشیا بھیجی تھیں اور یہی اظان اسے اس سامان میں کسی شے کی کمیوں نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہی دل کچھ اوس سا ہو گیا۔ دل میں خواہش ہی چلی کہ کاش اس مارے سامان کے بجائے وہ خود اس کی خدمت معلوم کرنے میں آج تک آجیے نہ تاہن پھر وہ خود ہی اپنی اس خواہش پر اپنے آپ کو روک کر رکھ کر لے گئی کہ اسے تشریف ادا عا دل جیسے اور کئی حیثیت والے شخص کو کیا ضرورت پڑی گی کہ وہ اس بھی معمولی لڑکی سے ملے اس دور اور انداز کو اس تک آجیے۔ اس نے انسانیت کے لئے یہ سب چیزیں بھیجی تھیں تو یہ اس کی کاہت یا

”اے کہری جی کہ تم مجھ سے روٹی نہیں کھاتے۔  
 ہم اس بار آئے گا تو ساتھ میں دوسرا آئے گا۔ یہ  
 گیارہویں کا روٹی کھانا تھا۔ یہ شکل ہوتا ہے کہ کیا کرے۔  
 جب سے اچھر پنجاب نے جی چھوڑا ہے، بڑا مشکل ہو گیا  
 ہے۔ سنا لوگ نے تو اچھر سے اور بیکار ہو چکے ہیں جا کر  
 بھٹی آج دو کر لیا ہے۔ حالانکہ اچھر کو پانی کا بڑا پتہ ملی ہے۔  
 ضرور ہم آئے گا تو اسکو دے گا۔ پھار لاؤ گے۔“ لے کر آئے  
 گا۔“ دو اپنے خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی اس نے مصوری  
 جیسے ہوسکا کہ کب اکرم کھانے سے فارغ ہوا اور اس بار حق  
 اٹھا کر باہر نکل گئی۔ اکرم خان روتا روتا دو چنگی پھر شرمندہ سی  
 کر پئی۔

خیر میں نے اس کی ضرورت کے بارے میں کچھ تو جانتا ہے۔

”او ٹھیک ٹھیک ہے۔ اس کا نام ہمارے پاس ہے۔  
 مشہور کی چوٹی سے واپس آنے کے بعد مفاد پرستوں کا دھوکا  
 تھا۔ ہمارا مالی کسی پھانسی کی طرح ہی مضبوط طور پر قائم رہا۔  
 چھوٹا سا ذخیرہ اس کے پاس نہیں تھا۔ دوسرا کو کچھ ہے، ہر گز گف  
 بہادری سے سہہ سکتا ہے۔ اگر امان کی وہی قصوں کا خیال نہ  
 تھا تو دوسرے جیسا گورا لوگ کے ساتھ بڑی بڑی چوٹیوں پر  
 کھڑے ہوتا۔ شکر بھی (ناچا پرت) تو اس کو بہت اچھا لگتا  
 تھا، ہر امان نے ہم دونوں کا نہیں تو کھربا کیا ہم دھڑکا جانے کا  
 سچے گا بھی نہیں تو بس مگر دوسرے چلا گیا۔ کہا تھا کہ دوسرے

”مگر انہوں نے ایسی قسم دی تھی کہ میں اس قسم کی بات نہ کر سکتا تھا۔“

”اگر اپنی جگہ ٹھیک ہے، اسل میں ہزار باب ہادی  
پہننے کے تھوڑے عرصے بعد ہی ایک نئے ساتھ ٹکائیں گے  
کے لیے کیا تھا؟“ اصرار ادا علی میں رہ کر مڑ گیا۔ باپ  
اس نے صبر کرنا لیکن جب ہزار سب سے بڑا بھائی اس  
خون پر اللہ کو دیکھیں مگر کمر اتواں سے ہم دونوں۔ سے وہ  
یا کہ مگر وہاں کے خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔ میں پھر  
مگر ہم خان اصرار کیا اور ہم دھر جاتا ہے مگر اس  
کے کر میں ہو شے تک کالی سڑتا ہے۔ آگے کیا اس کا ستر  
جس کرتا۔ چنانچہ کہ وہ پر ہوا نہیں... تو خوش ہے۔“  
مگر خون نے اس اس لہجے میں تھا اور پھر یہ وہی جملت کا  
مگر وہ کہتا تھا کہ اس سے ستر ہو گیا۔

”اب ہم چلتا ہے، بہت دیر ہو چکی ہے۔“ زہر صاحب  
 لوگ: راضی ہو، ہوا کہ چور کو گھر چلا گیا ہے۔“ اپنی بات  
 سننے کے بعد اور کے بغیر: ہر گھبر گئے۔ وہ دو گھنٹہ سے  
 ان لوگوں کے بارے میں سوچتی رہی جو یہ زور کے پاس  
 تھے اور پھر جب یہی عرف رکھتے تھے۔ ”میرم خان نے ایک  
 بار بھی تو نے نہیں جانتا تھا کہ اس کا بھائی بیسے ماں نے اس کی  
 سلاخی کے خیال سے یہ زور کے سطرے روک دی تھا، اس  
 کی حاضر شدہ دلی ہو کر اسپتال میں چلا تھا۔ بس اس نے  
 یہاں آتے ہوئے اپنی گڑاؤ کی جھکی کہ ماں کو مشیرم خان  
 کے زخمی ہونے کے بارے میں بتا جا۔ اس کے بعد بیسے  
 سب کچھ بھول گیا تھا اور کچھ دن تھا تو صرف اتنا کہ ماں کے  
 گھر مہمان ہے جس کو اس نے بہترین خیال رکھتا ہے۔ جان  
 جدا جہ میں کھنکی ہو کہ وہ زور کو لوگوں کے غلوں کی مقررہ ہوئی  
 اور جانے ان کی سلاخی سب تک ہو رہی تھی۔

☆ ☆ ☆  
 صبح صبح کا وقت تھا۔ کشور اپنے کمرے سے نکل کر  
 اوپری منزل کی طرف جانے والی بیڑیوں میں چڑھ گیا۔ سڑکی  
 کے کناروں میں سے وہی گلی جو اکثر پیشتر وہاں جاتی رہتی  
 تھی۔ جانے کا مقصد اپنے دوستوں کے پاس پہنچنا تھا۔  
 خبر و معافیت سے گاڑی رہا ہوتے تھا۔ چودھری بھلاؤ کی سڑی  
 دونوں ماں نے اسے طہر کی روشنی عطا کرنے کا جواحدین کی حق  
 وہاں اُحدین کا بدلہ اس کے کباب باؤل میں بننے کی دلاؤ تو کباب  
 گیری کے ذریعے اُحدین کے کوشش کر لی تھی لیکن آج

ہر جہاں ملے کر کے لاہری منزل تک پہنچنے کا مقصد کچھ اور  
 تھا۔ وہ اس لڑکی سے ملنا چاہتی تھی جو کل رات چورہری ہنزاؤ  
 کی دکان میں کر دھلی میں لڑکی تھی۔ جو اپنی کڑوائی کو یہ تو  
 معلوم تھا کہ چورہری ہنزاؤ کی شادی نور پور کے زمیندار  
 چورہری بھتیجے بنی لیکن سے ہو رہی ہے لیکن یہ بات کسی کے  
 پہلے لیکن پڑی تھی کہ چورہری بھتیجہ نے اپنی لیکن کی شادی  
 ایک ایسے نام نہاد لڑکے سے کرنا ہے حضور کر لیا۔ ناچار اور  
 حضور نے خیر ظاہر کیا تھا کہ وہ نہ لڑکی میں ضرور کوئی  
 عیب تھا جب ہی یہ یہ لیکن ہو سکا۔ وہ اپنی چورہری کے لباس  
 میں لڑکی خود کی پہلی ہی تھی۔ شہسور کی ماں نے یہ کہہ کر خاں تھا کہ  
 چورہری بھتیجہ چورہری بھتیجہ کا مقررہ تھا اور اس نے عرض  
 حال کر اٹھنے کے لیے لیکن کوئی چڑھا رہا۔ عرض پر ہر طرف  
 ہی اپنے اپنے طور پر اس شادی کے بارے میں کوئی نہ کوئی  
 خیال آرائی ضرور کی تھی۔ حقیقت کہ کسی کو علم نہیں تھا۔ یہاں  
 تک کہ رات کے ساتھ بھی جو اپنی کسی عورت کو نہیں لے جایا  
 گیا تھا۔ چورہری کے ساتھ اس کے چند خاص مازنین، آسن  
 پاس کے دیوانوں کے ساتھ ایک دو زمیندار اور چورہری ہنزاؤ کے  
 اہل کاروں کے لیے کھن ملانے نے ہی رات میں شرکت  
 کی تھی۔ اسی طرز نے وہ لیکن کو رخصت کر کے لانے کے بعد  
 لاہری منزل پر اس کے کمرے تک پہنچنے کا کرشن بھی نہ کیا  
 تھا۔ جب تک چورہری بھتیجہ کو رات نہیں تھی، اس کی یہاں  
 نہیں تھی کہ خود سے چند بیڑیوں کا قاصد ملے کر کے اوپری  
 منزل تک چلا جاتا لیکن حضور کے جس نے اسے سزا دہم نہیں  
 کرنے دو اور دو صبح ہی صبح جبکہ بھی جازے لوگ سوئے  
 ہوئے تھے اور اپنی منزل پر جا چکی۔ اس وقت وہاں بھی ملانا  
 چھایا ہوا تھا۔ اس نے سب سے پہلے چورہری ہنزاؤ کے  
 کمرے کا رخ کیا۔ اور انہوں نے ہند نہیں تھا۔ اس نے بنگا

ماہی اڑاؤ والا تو وہ تھا چاکر۔ اس نے ملے دروازے سے  
 اندر جھانک کر دیکھ تو اسے ہلکا سا چمک پہ گہری خند میں  
 دھوا نظر آیا۔ بہتر پر اس کے ساتھ جس کا چہرہ تیرہ لکھی سو جا رہا  
 تھا اور وہ اس سے بے بہا لکھی گردن میں اپنی ہاتھیں ڈالے  
 ڈالواؤ لہیا۔ ہے بچہ خچر۔ تجھے تائیں پر اس کی طائرہ خداس  
 لکھی گہری خند سو رہی تھی۔ کمرے میں وہیں کا کوئی نہ موشخان  
 لکھی تھا اور نہ ہی ایہ کوئی اجڑم نظر آتا تھا جو کسی کوئی نوئی  
 لکھی کے اشتباہ کا پتا دیتا۔ نہ کوئی سیاحت تھی، ورنہ ہی بھول  
 تھیں کا جرم۔ وہ۔ بھیجی، اسی ہی وہاں سے ہنسوتی۔ یہ تو سچا  
 لکھی جاسکتا تھا کہ وہیں وہ لڑائی ہی نہیں تھی۔ تجس کی ماری  
 ہوا تھی کہ ایک رات کے دوا پڑاؤ۔ لکھی کے انتظار میں نہ جاتی

دعویٰ حق اور اس نے خود اپنے کمرے کی کھڑکی سے بڑی سی چادر میں چلی دیکھ کر کھلی میں اتار دے دیکھا تھا لیکن وہ جس کی لیکن تار کر کے لٹی کی تھی اس کے کمرے میں موجود تھی۔ اب یہی سوچنا چاہئے کہ وہ کس اور کمرے میں ہے۔ اس خیال کے اظہار میں آنے والی بھڑکی سے دوسرے کمرے کے دروازے کھول کر جھانکے گی۔ کمرے حسب معمول خالی تھے۔ اوپری منزل چودھری بھڑانے کے سوا کسی کے استعمال میں نہیں رہتی تھی اور ان کمرے کے استعمال کی قوت صرف اسی وقت آتی تھی جب حویلی میں بے تحاشہ مہمان ہوتے تھے۔ عموماً یہ سالہ تہہ کے سونے پر ہی ہوتا تھا۔

کشتور ایک ایک کر کے کوئی بھتیجی چوتھے کمرے میں پہنچی تو اسے بہتر پر ایک سرخ رنگ کی ٹھنڈی سی پڑی ٹھنڈی - غور سے دیکھتے ہی معلوم ہوا کہ وہ سرخ سردی جڑ سے میں بیلیوں ایک خڑی ہے جو کھٹے پھلے سے لگائے ہے جس درخت پڑی ہوئی ہے۔ وہ جلدی سے اس ٹوک کی طرف بھاگتی۔ قریب سے جا کر دیکھ لیتے ہا اسے اور بھی بہت کچھ دیکھنے کو ما۔ بہتر پر کے کسلے ہوئے پھول، دہلی کی کھجور کی پھول اور دھریہ کچھ نک نیاں ایسی تھیں جو خڑی رات کا لہذا نہ دیکھیں۔ اسے حیرت سی ہوئی کہ اپنے کمرے میں یہ لوگ گردن میں یہ نہیں ڈال کر سونے والے اس کچے چوہری ہزار نے یہ فساد کیسے رقم کیا ہوگا؟ حیرت میں ڈاہے ڈوبے ہی اس نے ٹوکی کا چیر دیکھنے کے لیے اس کے چہرے پر اس کا آئینہ سرکایا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ٹوکی کی آنکھیں ملے ہوئی ہیں حالانکہ وہ اس کے سر درخت پڑی ہوئی تھیں کہ اسے کسے بھر کچھ کو مان کر رات کا کچھ نہ کہیں وہ بے ہوش تو نہیں ہے۔ اب جو آنکھوں کے حرکت کرتے ہوئے ڈیلے دیکھنے کو یہ فیضان ہو گیا کہ وہ بھوش میں ہے۔

”میں کشور ہوں۔ چودھری بہزاد شاہ کی بہن۔“ اپنا  
خوف کرواتے ہوئے اس نے لڑکی کے چہرے پر موجود  
خسوسا کے نشانات کا بھی جائزہ لیا۔ گستاخانہ کوئی گفتگو  
نہیں کر رہی تھی۔

”بہزاد شاہ کی بیٹی“ کی ہوا۔ اس کا تعارف سن کر وہ  
بہزاد شاہ کی بیٹی تو ہو سکتی، مگر کشور کی نظر اس کے چہرے پر  
موجود زخم پر پڑی۔ اسے شہادت سے پہچان لیا۔ ہونے کا  
حساس۔ وہ اس کے سامنے سوجھ بولائی ہے۔ شہید مری لہاں  
تھی لیکن سپاہین والی ڈرامی بھی رقص اس کے وجود میں  
نہیں بلکہ رقص ہی تھی۔ دو تو کوئی نئی ہی، بہزاد شاہ کی بیٹی  
تھی۔ نظر آ رہی تھی۔ اگر اسے آتے تو یہ کہہ دیتا۔



ہوتا تو وہ اپنی بار یکہ بنی۔ اس لڑکی کا چہرہ نے لڑکوں کی توجہ  
اندھ نہیں کر سکتی تھی۔ آفتاب کو ہانپنے کے بعد اس نے جب بھی  
آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تھا اسے وہاں جب بھی جبک نظر آتی  
تھی۔ لیکن یہ لڑکی تو ایسا لگتا تھا کہ گھر سے نکلا ہو، کوئی مردہ  
ہو۔ شاید اس کا یہ حال اس لیے تھا کہ اسے رات بھر جیات کے  
طور پر چہرہ کی ہزاروں کا ساتھ تھا اور وہی طور پر یہ ساتھ کسی  
بھی ہوش مند لڑکی کے لیے کافی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس  
نے شدت سے شرم کی کہ اسے اپنے دل میں ہمدردی محسوس کی  
اور اس کے سر ہانپنے جیسے کچھ اسے ہاتھ سے اس کے کھمرے  
ہوئے بال مسوا کرتے ہوئے بولی۔  
"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔  
بہن! اس کی صورت پر اسے اس قدر غصہ تھا کہ اس کا ہاتھ اس کے ساتھ اپنے  
قلم نہیں کرنا چاہتا تھا۔"  
"تمہیں کب خبر ہوئی کہ تمہارے باپ نے میرے ساتھ کتنا  
بڑا غم کیا ہے؟ اس طرح کا بد ایک دن اسے کیا اس کے پرے  
خانمان کو چکا ہے؟ گاہے گاہے تو اسے کہتے تھے کہ اس  
نے کٹھن کا کچھ جھکا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔  
"مصور صرف لڑکی کا تو نہیں تھا۔ تمہارے گھر والوں  
نے بھی تو جانتے ہو جیسے تمہیں ہزاروں سے زیادہ ہے۔ تمہیں بدوا  
دینی ہے تو آئیں گی۔ وہ۔" اسے اپنے خانمان کو بدوا دینا پڑا  
تھا تو اس نے اپنے اس وقت بھی۔  
"جانتے ہو جیسے نہیں، مجھ کو اس میں اپنی عزت بچانے  
کے لیے انہیں یہ فیصلہ کرنا پڑا۔ وہ میرے بھائی کو سخت  
نا پسند کرتے ہیں تمہارے بھائی کو۔ عام عادت میں تمہارے  
اس دھن بھائی کے بچانے اور ولایت سے لڑکی لانے  
والے بھائی کا پیغام بھی آتا تو میرے بھائی صاف انکار کر  
دیتے، پر ابھی تو وہ مجھ کو دے گئے تھے۔"  
"وہ کیسے؟" مسکراتے چہرے سے پوچھا۔  
"میرے قصبہ کی خرابی ان کی مجھ کو ہی تھی۔" اس  
نے اداسی سے جواب دیا۔  
"میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھتی۔ تم اس طرح  
پہنپیاں بکھڑانے کے بجائے ذرا مکمل کر لیں۔ سب کچھ  
میں بتا سکتی ہوں۔" وہ تھوڑا سا جھنجھکی۔  
"پر میں تمہیں کچھ بتاؤں گی کیوں؟ تم کون جانتی ہو  
میری؟" وہ بھٹکے سے کہنے لگی۔  
"کتنے دن کے چھوڑ دو۔ اگر تم نہ ہو تو ہم ایک دوسرے  
کی سہیلیاں بن سکتے ہیں۔ کچھ میں بھی تمہاری طرح اس  
جونی میں نما ہوں اور تمہاری طرح میرے بھی بہت سے

حقوق باپن کرتے ہوئے زندگی کی حقیقی خوشیوں سے دور  
رکھنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ اس کی کئی کامیابیوں نے باہر  
دور کی۔ یہ بولی تو وہ کچھ دیر تو اسے چاہتے والی خوروں سے  
دیکھتی رہی پھر بولی۔  
"تم سچ بتاؤ ہو میں تمہاری جگہ کا نہیں کرتی ہوں۔ اگر  
تمہارا کہا جوت بھی لگا تو میرا کیا کرے گا۔ میرا تو جوتھن  
ہو گا تو وہ ہو چکا۔"  
مسکراتے اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا،  
بس ہنسنے لگی۔ اس کی طرف دیکھتی رہی۔ "خو کار اس  
نے تیار شروع کیا۔  
"میں فریہ ہوں۔ نور پور کے چہرہ بھٹیور کی  
بھولی اور لکھنؤ کی بہن۔ میں اپنے بھائی اور خوار سے محبت کرتی  
تھی۔ قربان ساتھ والے پنڈ میں تھی، دہتا تھیں دشتے زاری  
کے باوجود کچھ غصے کی وجہ سے ہمارا آپس میں مٹا جاتا نہیں  
تھا۔ اقبال سے میں اور قربان ایک دوا پر ایک دوپے سے  
نے تو فریہ ایک دوپے کی محبت میں ہوتا ہو گئے اور دھن کی  
باوجود آپس میں چھپ چھپ کر ملنے لگے۔ قربان سے بڑے  
بھائی بھائی کو یہ بھی بتا دیا تو وہ ہمارے پیچھے چڑ گیا اور قربان کو  
مجھ کرنے لگا کہ وہ مجھ سے تاتا تو نے قربان نے تاتا تو وہ  
پیلے دھن کیوں پر اتار میں کھان پیلے کی کوشش کرنے  
لگا۔ ہم نے فریہ ایک دوپے سے ملنا نہیں چھوڑا، کچھ دن  
تو رہے، میں اور قربان ایک دوپے کے ساتھ تھے کہ بھائی  
نے ہمیں گھیر لیا۔ اس روز قربان اپنی گھوڑی پر وہ کچھ سے  
ملنے آیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ بھائی پر خون سوار ہے تو اس  
نے جیسے اپنے ساتھ گھوڑی پر بٹھا اور گھوڑی دوڑا دی، پر یہ  
بات کہاں؟ وہاں میں سے کسی کے بھی گھر والے ہمارے  
ساتھ تو کھن کر کے چلے آئے تھے۔ اسے اپنے میں قربان کے  
اچن میں آیا کہ کچھ آدھ چلتے ہیں اور وہاں ہی سر کاڑے کر۔  
میں پناہ دے چکے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ میرے حرام میں پناہ  
لے لی تو پھر چہرہ کی افکار بھی ہمارا ساتھ ضرور دے گا۔  
ملائے کے سب سے وڑے چہرہ کی حمایت نہ جانی تو  
کسی میں مخالفت کی جرأت نہیں رہتی، پر چہرہ نے تو  
ہمارے ساتھ جب ہی چال چلی۔ اس نے قربان کے کھمرے  
والوں کو بجا کر اسے ان کے حوالے کیا اور مجھے اپنے ڈر سے یہ  
تیر کرنے کے بعد میرے بھائی کو پیغام بھجو دیا کہ اگر اپنی  
چپ چپا چاہتے ہو تو اپنی بہن کا کلام میرے پیچھے پڑ  
سے چھانے کو تیار ہو جاؤ ورنہ لڑکی تو ہمارے ہی ہتھے میں  
ہے، اگرچہ چاہیں گے اس کے ساتھ وہ سوگ کریں گے اور

پھر نہ بھی لگائیں گے۔ بھائی کو ہمارے اس رنگ کی کوئی کر  
ور گئے۔ مجھے جانتا تو ان کے لیے کی صورت لگتی نہیں تھا، وہ  
انہوں نے بھی بکھر بکھا کاپی بک چا۔ میں نے ان کی ان  
کی خاطر چھپا ڈال دیا۔ وہ نہ گئے ہے کہ ہمارے لڑکی کا  
کوئی فیصلہ مانا تو دور کی بات ہے، میں تو اس کے ساتھ نہ تھا کہ بھی  
پسند نہیں کرتی۔" اس کے لیے میں شدید غرت تھی اور مشور  
کے خیال میں وہ اس غرت کے لیے حق بجانب بھی تھی۔ جس  
سے اس کی محبت جھین کر اس کا وجود کی اب، دل انسان کے  
حالے کو دیکھا ہو، اس لڑکی کے پاس خود سے زیادتی کرنے  
والے کے لیے غرت کے سوا اور کوئی کیا سکا تھا۔  
"میں شرمندہ ہوں فریہ کہ میرے لڑکی نے  
تمہارے ساتھ اتنا بدوا کر دیا کہ میں میں شرمندہ ہونے کے سوا  
اور کبھی کی سکتی ہوں؟ میں تو خود رو اٹھ گیا اور پند میں  
بکڑی ایک کڑو لڑکی ہوں مجھے خود ہر بھی کسی ایسے روزن کی  
حالت رہتی ہے جہاں سے بچنے نہ ہو اور وہ تو اندر آئے۔"  
"میں جانتی ہوں، وہ یہ تو تمہیں تمہارے باپ کا  
وہ دوپے نہیں دکھانا بیسے دیکھنے کے بعد تم شرم سے زندہ  
زمین میں دن ہو جانے کی خواہش کرنے لگو گی۔" اپنی بات  
کے جواب میں لڑکی فریہ کی بات نے اسے بڑی طرح  
چھلکا دیا۔  
"کی مطلب؟"  
"مطلب وہ ہے دور میں نہ کراتی ہوں۔ قرآنی دیر  
میں میرے لیے نہ تھیں تو ان کا احترام کرواؤ۔ علامہ سے کہہ  
کہ اسے رات کو آگئیں بند کر کے رکھنے کا حکم ہے، اب دن  
میں تو آگئیں کھول لے اور کچھ ہاتھ چلائے۔" اس کے  
لے میں بھڑکی کاٹ تھی اور انداز میں بکھر رہا تھا۔ وہ پڑ  
گھوڑی پر پیسے ایک لڑکی کی صورت دکھائی دیتی تھی، اب کوئی  
چٹ لکھائی ہوئی ناخن گدے دیتی تھی جس کا میں نہیں پتا کہ کس  
طرح خود کو جوت لگانے والے سے اس کا حکم ہے۔ اس سے یہ  
سب کہہ کر وہ مکمل ڈنٹے میں جس کی مسکین کھڑ ہو گئی نہ  
کچھ والے انداز میں اس اچھی بیکل کے مل کے لیے وہیں  
چلی، کوئی سنا کھو جاتی روٹی۔



دیکھ کر تقریب میں شریک شریک مختلف نوعوں سے  
طاقت کرتے ہوئے اور گرد کا بھی جائزہ دے چکا تھا۔  
تقریب میں بہت زیادہ لوگ شریک نہیں تھے۔ صرف مقامی  
الطراف و زمینداروں اور دشتے داروں کو ہی مدعو کیا گیا تھا۔  
ایکایک وقت کی طاقت اور دھماکا ڈالی حذر کی وجہ سے

ہوا تھا ورنہ چہرہ کی افکار جیسا بند تو سوتے کی تلاش میں  
رہتا تھا کہ کس طرح اہم شخصیات سے تعلقات اور رسم و رواج  
پر جانے مگر آج اس تقریب کا رنگ بیکہ تھا۔ پہلے تک  
کہ کوئی کامیابی چہرہ کی ہتھار کی وجہ سے شریک نہیں تھا۔  
اسے سوچ نہیں مل سکا تھا کہ چہرہ کی ہتھار سے طاقت کے  
لیے جاتا اور اس سے جو زیادتی کے بارے میں اختلاف کرتا۔  
خود چہرہ کی ہتھار کی طرف سے بھی شادی کا دعوت نامہ نہیں  
ملا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دیکھ کر یہ تقریب میں طاقت ہو گی تو  
وہ چہرہ سے اس طرح کی بات دریافت کرے گا کہ میں بھی  
مکمل نہیں ہو سکا۔ چہرہ کی ہتھار نے اپنی حذر کی اور پند کی  
کا طرہ پیش کر کے تقریب میں شرکت سے انکار دیکھا تھا۔  
شہرہ کے گرد سے لوگوں کا کھم پند تو اس کی نظر  
آفتاب پر پڑی۔ وہ بھی اس تقریب میں شریک تھا۔ ایک  
خازم سے کہہ کر اس نے اسے اپنی بیکل پر بٹھوایا۔  
"کیا حال ہے آفتاب؟ مجھے امید نہیں تھی کہ تم سے  
یہاں ملاقات ہو سکے گی۔" آفتاب کے قریب آنے پر اسے  
پچھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے اس سے کہا۔  
"میں ہاں، امید تو مجھے بھی نہیں تھی کہ کوئی کی کسی  
تقریب میں مجھے مدعو کیا جائے گا لیکن شاید یہاں سے بیرون  
کی کی وجہ سے ہماری کھانک لگ گئی۔" اس نے چپتے  
ہوئے جواب دیا۔  
"وہ بیرون، بیرون کو بڑا چہرہ لگا رہا ہے لیے  
ممیت ہوا کی؟ اور، بیرون آتے تو ساتھ میں یاد آئے لیکن  
آتے اور یہ بات خوب اچھی کہ چہرہ صاحب نے اپنے  
ذاتی حذر دے کر کاتھ ایک چھوٹے زمیندار کی محبت مند لڑکی  
سے کیا ہے۔ وہ لوگ اصل استوری بھی کھینچنے کی کوشش  
کرتے کہ یہ کلام ہوا کیسے؟ ایسے میرے خیال میں نہیں تو  
علم ہو گا اس استوری کا؟" اس نے بڑے یقین سے آفتاب  
سے سوال کیا تو وہ انکار نہیں کر سکا اور مشور کی زبانی علم  
میں آنے والی تمام معلومات فراہم کر دیں۔  
"مجھے پہلے ہی شک تھا کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہے۔  
چہرہ کی ہتھار میرے سے چہرہ کی افکار کی انگوٹھ میں کھنک  
رہا تھا۔ اس نے موقع دیکھ کر اس سے ہمارے کی مجھ کو سے  
فائدہ اٹھالیا۔" ساری شخصیں سن کر اس نے دانت کچھلے  
ہوئے اسوں کا اظہار کیا۔ اس وقت وہ اور آفتاب بیکل پر بٹھا  
تھے اور کھنک بکھن دیکھ کر وہ بھی اس لیے کی اور کے  
بکھن لے کر کاتھ لیں تھا۔  
"چہرہ کی ہتھار کوئی دھنک بھی بات تو نہیں



سرا ہم لوگ تو خود اس کی اس غفلت کا مظاہرہ دیکھ چکے ہیں۔" آفتاب دھکے لہجے میں بولا۔ اسی وقت ملازمین نے کہا: "لگتا شروع کر دیا۔ ان کی میز پر کھانا لگ چکا تو چوہری خود ایک کمران کی طرف آیا۔

"بسم اللہ لیجئے اسے کی صاحب! آج اس غشی کے موہنے پر مختلف ہلکلی کی کھیں گے۔" آفتاب کو کھل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے اس نے شہرہ سے کہا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اسٹیم لڑی! میرے رشتی میرا انتقاد کر رہے ہیں، میں ان کے پاس جا کر بیٹھتا ہوں۔" آفتاب طوری محذرت کرتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا۔ اس نے چوہری کی ناگواری پر غصہ کیا کہ اسے ایک معمولی اسکن لیجر کا اس جگہ بیٹھنا چاہیے نہیں لگتا۔

"شروع کیجئے جناب امیں دوپہر چلے آئے آپ کے ساتھ لینے کے بعد ہائی مہمانوں کا ساتھ دینے ان کے درمیان ہار کر بیٹھیں گا۔ میری انی خواہش تو یہی تھی کہ آپ سب معززین ایک ہی جگہ بیٹھ کر کھانا تناول کرتے ہیں، چوہ صاحب نے فیض ظاہر کیا کہ آپ ان کے ساتھ جتنا پسند نہیں کریں گے ایسی فی صاحب سے بھی آپ کے تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہیں اس لیے میں نے بھی مناسب سمجھا کہ آپ حضرات کو ایک میز پر بیٹھا ہونے کی دعوت نہ دی جائے۔ ناگواری کے ساتھ ہمارا کیا خاک لٹکھایا جاتا ہے۔" اسے کھانے کی ترغیب دیتے ہوئے چوہری نے خود بھی اپنے لیے ایک پلیٹ میں تھوڑا سا ماسن لال لیا۔ شہرہ نے اپنے چاول لیتا پسند کیا۔ یہ چند تھے چاول بھی وہ بیٹھ گئی تھیں۔

ایک تو چوہری کی کالی میں حرامی کی میز پر خیال دوسرے پر احساس کہ ایک معمولی بڑی کے اربابوں کی راکھ پر غشی کی یہ محفل بربادی کی گئی ہے، اسے بری طرح الجھے لگا رہا تھا۔

دیکھ کر اندر زبان خائے میں جھکی لیکن وہاں کے طور پر ادھر ادھر بچرے چوہری بڑا اودھ گردا انداز لگا رہی جا سکتا تھا کہ اس شادی سے اس سے بڑی باری کیا گزری ہوگی۔

"آپ نے تو کچھ کہا ہی نہیں۔" زور سا جھک کر ہی ہاتھ سمجھ گیا۔ کچھ اور بھی لکھتے تھے۔ "اسے کچھ سمجھتے دیکھ کر چوہری نے کھل پر موجود انواع و اقسام کی ڈسٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امراد کیا۔

"میں چوہری صاحبہ اچھے ہوک نہیں ہے۔"

"اچھا تو یہ زور مار بیٹھی بیٹھ لیں۔" اس کے نکار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے چوہری نے زبردستی اس کی پلیٹ

میں کھرا ال دی۔ "چارہ سے دو تھن کچھ کھر کھ لی پڑی۔

"اچھے اچھا لکھ لگ رہا آپ کا اس طرح سوچنے کے انداز میں کھانا کھانا۔ بہر حال، میں آپ سے زبردستی نہیں کر سکتا۔ آپ بیٹھیے، میں زور دوسرے مہمانوں کو بھی دیکھ لوں۔" چوہری وہاں سے اٹھ کر اس دوسری میز پر چل گیا جہاں دھو اور تارو کے علاوہ کچھ دوسرے مقامی افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بازم شہرہ کی میز پر سے کھانے کے برتن پیٹنے لگا۔ ابھی برتن کھل طور پر پیٹے ہی نہیں گئے تھے کہ اسے پیٹ میں ابھی تک تکلیف محسوس ہوئی۔

"لگے چوہری کا حرام مہمانی مجھے بھر نہیں دے گا۔" اسے بڑبڑاؤ اور لپٹی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ تو بیٹھی پڑی ہوئی تھی اور اب مرے یہاں رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے کھڑا ہوتے دیکھ کر چوہری دیکھ مہمانوں کو چھوڑ کر ٹپک کر اس کی طرف آیا۔

"اوسے کیا اسے کی صاحب! آپ اتنی جلدی جانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔" ہمارا اردو تو آج کی رات آپ کو نہیں روکنے کا تھا۔ دوستوں کی تقریر کے لیے کچھ غصہ انتظام کیا تھا میرے۔ آپ ہماری درخواست پر دمک جائیں تو بڑے لطف اندوز ہوں گے۔" ایک آنکھ دھاتے ہوئے اس نے مٹی خیر لکھتے میں اسے ترغیب دی۔

"میری طرف سے محذرت چوہری صاحبہ! میرا کسی تقریر کا سواؤ نہیں اور طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔" بیٹھ میں اچھے وہاں روک کی شدت لہر کو برداشت کرتے ہوئے اس نے انکار کیا۔

"مرا آپ کی مرضی نہیں تو میں زبردستی نہیں کروں گا۔ آئیے میں آپ کو آپ کی گاڑی تک چھوڑ دوں۔" اس کے چرے کا بخور جاڑو دیتے ہوئے چوہری نے بیٹھ میں کی اور اس کے ساتھ ساتھ چلے گئے لیکن شہرہ زبردستی کر رہا تھا کہ ہر اپنے قدم کے ساتھ اس کی تکلیف میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ اب تکلیف کے ساتھ ساتھ شہرہ پر چکر اور اس کی بھی محسوس ہونے لگی تھی اس کے قدم ہلکے لڑنے سے لگے۔

"آپ کی طبیعت تو بڑا ہی خراب لگ رہی ہے۔" بڑا کریم آتی رات میں کھیں موی میں آرام کر لیں۔ میں ڈاکٹر کو بھیجی ہوا ہوں۔ آرام آجائے تو کل صبح وہیں چلے جائے گا۔" اس کی حالت دیکھتے ہوئے چوہری نے چٹا کر دیکھا۔

"نہیں، میں ابی ہاؤں گا۔" تکلیف کے باوجود وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا لیکن پھر زوردار اپکالی آئی اور اسے

تے ہوئی۔ چوہری فوراً ہی اپنے ملازمین کو آواز دینے لگا۔ ملازمین ہی اس کی آواز سن کر دوڑے پلے آئے۔ مہمان بھی حیرت ہو گئے۔ حیرتوں نے والوں میں آفتاب بھی شامل تھا۔

"اسے کی صاحب کو اندر لے جاؤ اور اسپتال سے ڈاکٹر کو لے کر آؤ۔" چوہری نے ہدایات جاری کیں جس پر فوراً عمل درآمد کیا جانے لگا۔ شہرہ پر اپنی یہ بہت حدی ہو چکی تھی کہ وہ اپنی کوئی رائے دینے کے قابل نہیں رہتا تھا اور کسی اور میں اتنی محنت نہیں تھی کہ چوہری کی رائے کے سامنے اپنی رائے دے سکا۔ چل ہی صورت حال کے مطابق اس نے جراثیمات جاری کیے تھے، وہ سب سی مضمون ہوتے تھے۔

آفتاب لپٹ کر پیش میں جتا تھا کہ کچھ شہرہ کی اتنی زیادہ طبیعت کیسے خراب ہو گئی۔ کھانے سے کئی تو وہ اس کے ساتھ ہلکلی ٹپک کر بیٹھا نہیں کر رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد چوہری نے اس کی یہ بات ہو جانا اسے شک میں مبتلا کر رہا تھا کہ نہیں کھانے میں تو کوئی چیز نہیں تھی۔ لیکن اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ کھانے میں چوہری خود بھی شہرہ کے ساتھ شریک تھی۔ اگر کھانے میں کچھ ملتا ہوا تھا تو اس پر بھی اثر ہونا چاہیے تھا۔ کچھ وہ ہلکلی ٹپک کر رہا تھا۔ ملازمین شہرہ کو اندر لے کر آئے تھے۔ اس کی حالت سے ظاہر تھا کہ وہ اس قدر مریض ہے کہ تقریباً باقی ہر حالت میں ہے۔

"آپ نہیں دیکھا، سر صاحب! امر کار کا تھ ہے کہ کسی کا اندر آئے دیا جائے۔" پھر ہمارے سر میں کوئی بیٹھی ہو گی۔" آفتاب جو بے اختیار وہی شہرہ کو اشارہ کرتے لے جانے والوں کے پیچھے لگا تھا، اسے ایک ملازم نے دھک کرے کھم بندہ ملا۔ اس کھم کو سن کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ چوہری کی اہمیت کے بغیر زبردستی اندر داخل ہونا ممکن نہیں تھا۔ ویسے بھی بات ایک طرح سے محسوس تھی کہ سر میں کے کمرہ میں جو تیار ملاں کا جھوم بے اوقات اس کے لیے، وہ عشق سلی بیٹے کے بجائے دھمت بن جاتا ہے۔ وہ پریشان سا دوا میں ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ چوہری کے بندے نے فوراً ہی طور پر سر کو صحت سے ڈاکٹر کو لے کر آئے۔ یہ ایک بڑی ڈاکٹر تھی جو وہ دن تک ہی ہار دیا بیٹھی تھی۔ لپٹی ڈاکٹر کے پیچھے چوہری کا ایک ملازم جو اسامیہ نکل پاس اٹھائے ہوئے تھا، وہ ڈاکٹر کے کچل جانے سے آفتاب کو کچھ سی ہوئی اور وہ ڈاکٹر کے دھمکان سے نکل کر باہر کھلے میں سے چل گیا۔ یہاں آئے والے مہمانوں کی گاڑیاں پارک تھیں۔ ان گاڑیوں میں شہرہ کی گاڑی کی شناخت کرتے ہیں اسے کوئی شکل پیش نہیں

آئی۔ وہ ہلکتا ہوا اس گاڑی تک چلا گیا۔ ڈاکٹر جگ بیٹھ کر مٹ پر مہمان کے بجائے کوئی اور زور موجد تھا جو بیٹھ کی پشت سے سر لگائے سر سے سو رہا تھا۔ اس نے کھڑکی کے کھلے کھٹے سے ہاتھ اندر ڈال کر ڈاکٹر کا شانہ بلایا۔ وہ بڑبڑا کر بیٹھ سے جاگا۔

"تھوڑے صاحب کی طبیعت خراب ہے اور تم یہاں حیرے سے زور ہے ہو۔" ڈاکٹر کے آنکھ کھولنے پر اس نے زور بھرا کہ: "کیا ہوا؟"

"نہیں، ہوا صاحب کو؟" وہ پریشانی کے عالم میں گاڑی سے اترتا۔

"معلوم نہیں۔ میں کھانا کھ کر باہر نکل رہے تھے کہ اپنے ایک ہی طبیعت ہو گئی۔" چوہری صاحبہ انکس اپنے بندوں کے ذریعے اندر لے گئے ہیں۔ اسپتال سے ڈاکٹر کو بھی بلوا لیا ہے۔ ڈاکٹر بھی اندر ہی ہے۔ آگے مجھے کھیں مضمون کہ کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میرے خیال میں نہیں لپا اسے صاحب کو اس بات کی اطلاع دینی چاہیے۔" ڈاکٹر پھر بیٹھانی سے بڑا آفتاب کو اپنی محنت کا احساس ہوا۔ پریشانی سے خیال ہی نہیں آیا تھا کہ عبد المنان کو کون کر دے۔ اسی ایک ایسا شخص تھا جو شہرہ پر کار کا سہا جی خود بھی تھا اور جسے روکا چوہری کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ وہ اپنا موبائل نکال کر عبد المنان کا نمبر تلاش کرنے لگا۔ دوسری طرف میں جاری تھی لیکن کوئی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

"فی اسے صاحب کال ریسیو نہیں کر رہے ہیں۔" اس نے زور بھرا کہتا ہوا۔

"آج ان کی سالی کی شادی ہے، وہ ادھر گئے ہوئے ہیں۔" اس کے شادی کے بنگے میں نہیں فون بیٹھ کر جاتا ہی نہ چلا۔ "آپ دوبارہ کوشش کر کے دیکھیں۔" ڈاکٹر نے اسے مضمون پر فراہم کرتے ہوئے مشورہ دیا تو وہ بھی انداز میں سر کو چٹھیں دیتے ہوئے ایک بار کوشش کرنے لگا۔ ڈاکٹر کی فراہم کردہ احتیاج نے شہرہ کی یہاں آئیے موجود ہی ہو گئی روک ڈاکٹر اس کی بھی اور نہ موبائل عبد المنان اس کے سر کھڑی ہوتا تھا۔

دوسری بار کوشش کرنے پر بھی کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلا۔ آفتاب نے کچھ دیر سوچے ہوئے موبائل واپس جیب میں رکھ لیا۔ موبائل جیب میں رکھے ہی بیٹھ گیا۔ اس نے نکال کر دیکھ تو اسکرین پر عبد المنان کا نمبر لگا رہا تھا۔ اس نے کال ریسیو کر لی۔



فَهِرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا مُنِيرًا

# آپ کے ستارے کیا کہتے ہیں؟



سید محمد علی قادری

آپ کیسے کون سا سال کوئی دن بھر رہے؟ عید و اہل اور دیگر عبادت میں کب کامیابی سے لگی؟

معروف علم قیامت سید محمد علی قادری سے رہنمائی حاصل کریں۔

اس کے علاوہ قادری صاحب آپ کے دنیاوی مسائل کا لکڑا لکڑا آیت بھاسا مانی سے حل کرتے ہیں۔

بہادر شاہ صاحب: میں نے بڑی بھوری میں آپ کو ان کیا تھا میرا شوہر میرا کل خاں میں رکھا تھا نہ ہی آتا ہے بچوں کا خیر تھا نہ ہی مجھے خرچہ دیتا تھا انگوں تو مان تو میں سلامتی کر کے بچوں کو بخیر چڑھا کر گھر چلا رہی تھی اب آپ کا کسی لے دیا تو آپ نے کسی عورت کا پکڑتا تھا تو آخر آپ نے مجھے چاندی کا نقش اور سہارک پھردیا میں نے خریدا دو ماہ دیکھ بڑھا کر مجھ کو نہیں ہوا میں بہت مایوس ہوئی تھی مگر آپ نے کہا کہ نہ کرنا دیکھ 31 دن اور چھوڑ دو جب 31 دن اور چھوڑ دو شروع کیا تو ان کے رویے میں یکسو ہو گئے تھے سلامتی کرنے سے لگی آہستہ آہستہ ہوا کل تک ہو گئے تھے سلامتی کرنے سے لگی منع کر دیا خود سے مگر خرچہ اٹھاتے ہیں بڑا خیر بھی بہت رکھتے گئے ہیں بچوں سے بھی بہت شفقت سے ہیں آتے ہیں قادری صاحب آپ کے لیے ہر وقت میرے دل سے دعا میں لگتی ہیں آپ نے میرا گھر اجڑانے سے بچا تھا آپ کا اس کا جو کچھ لکھا ہے کہ آپ نے کیا ہے؟ (تسمیہ کرنا)۔

● علی اللہ کا شہرہ آفرین بیٹا میں نے تو صرف آپ کی رہنمائی کی مگر آپ کا اللہ نے بچاؤ دیکھا ہی 21 دن اور چھوڑ لیجئے گا اس کے بعد اسے کھانا کھا کر دو گھر لکھانے کے لکھانے کا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کر دے گا۔ (آمین)

● شادی کب ہوگی اب اس فیروز میں؟ (تسمیہ کرنا)۔

● شادی کا امکان آگے سال کی تک ٹھہرا رہا ہے اب اس میں زیادہ امکان ہے۔

● میں نے بی۔ اے کے لیے پڑھ رہے ہیں بہت توجہ کی ہے

● کامیاب ہو جائیں گی؟ (تورین آخر لکھنا)۔

● کامیابی کا امکان ٹھہرا ہے۔

● قادری صاحب: میرا مسئلہ تھا کہ میری بیٹی زہرا بیٹی ایک ایسے لڑکے کے ساتھ کر دی تھی جو مجھے ایک آنکھ میں ہاتا تھا قریب تھا کہ میں خود بھی کر لیتی کہ میری ایک دوست نے مجھے آپ کا بتایا آپ سے فون پر بات کر کے میرے دل کو بہت تسلی ہوئی آپ نے ایک نور مبارک اور سہ ماہی لکھانے کا کہا میں نے یہ سب چیزیں لکھائیں اور دیکھ شروع کیا ایک ماہ بعد ہی وہ لڑکا جس سے میری بیٹی لگتی تھی اس نے غریبی میں سے شادی کرنے کے لیے انکار کر دیا عام عبادت میں یہ بہت بڑا کام تھا میں نے یہ بہت بڑی غلطی کی بات تھی ہر وقت آپ کے لیے دعا کرتی ہوں دیکھ لکھی جا رہی ہے؟ (تسمیہ کرنا)۔

● علی اللہ کا شہرہ آفرین بیٹا میں نے تو صرف آپ کی رہنمائی کی مگر آپ کا اللہ نے بچاؤ دیکھا ہی 21 دن اور چھوڑ لیجئے گا اس کے بعد اسے کھانا کھا کر دو گھر لکھانے کے لکھانے کا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کر دے گا۔ (آمین)

”پلیز، اگر آئے بغیر آپ کی تسلی میں جو کچھ تو پھر خرچ لے آئیں۔ ہم تو ہنگامی رہے ہیں۔ آپ کے استقبال کے لیے بھی تیار ہیں گے۔“ عبداللہ نے جینا اس کی گنجائش سے انکار کر دیا جب ہی اس نے مایوسانہ انداز میں اسے جواب دینے کے بعد فون بند کر دیا۔ اس وقت اس کی نظر آفتاب پر پڑی۔

”اوپر بڑا آواز آ رہی تھی اب تک میں نے کیا بات ہے، کیا وہی شوق میں تھی مجھے اب تک؟“

”میں اسے ہی صاحب کی تحریرت معلوم کرنے کے لیے رہا ہوا ہوں۔“ چوہری کے تو قین آئیں لکھنے پر خود پر کڑا جھڑکے ہوئے اس نے اسے جواب دیا۔

”یہ تو نا کہ تجھے کچھ میری کامیابی معلوم ہے۔ ابھی تیرا کوئی اور مطلب تھا ہوا ہوا گا اس سے جب ہی اور پھر رہا ہے۔“ چوہری نے ایک اور ٹھہرایا۔

”میرا کیا مطلب تھا کہ ان سے ان سے چوہری صاحبہ میں نہ سزاوری اسٹریٹوں اور نہ ہی کوئی جاگیر نہ۔ غلطی کے پھرنے سے اس کے دل کے لیے ضرور کوشش کرتا ہوں۔“ بھلا کر ہے اسے اسے ہی صاحب خود ہی بہت اچھے آدمی ہیں۔ کسی کے توجہ دلانے کے لیے بھی بہت کچھ کرتے۔

”اب اللہ آئے دنے وقت میں بہت کچھ بدل کر رہ جاتے گا۔“ آفتاب نے اس سے چوہری کو یہ جواب دے کر بے لگے دم بھرا ہوا ہوا رہی دانت کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں حریف کا سوا دو گھنٹہ تھا۔ شہزادہ کو وہ آگے سے چلنے لکھ رہے تھے اور یہاں دیکھنے سے غصہ میں حریف کوئی بدتر ہو جاتا تو یہ بھی انتہا سے اچھا نہیں ہوتا۔

”یہ اسے انگریزی آج کرنا کہ توڑی اور بھلاستی کا پی اے اور آہ ہے۔ دو چلی طرح سب دیکھ ہوں لے۔“ باہر نکلے نکلے اس کے کانوں میں چوہری کی آواز پڑی۔ اسے کارندہ کو یہ غامضی دہات دیتے ہوئے اس کے لیے میں جوش میں تھا وہ آفتاب آفتاب کی باتوں کے زائل میں پڑا ہوا تھا۔ چوہری کے اس طیش پر وہ سکتا نہ ہو سکتا تھا۔

”نکل گیا۔“ معلوم تھا کہ اس کا اصل مقصد اس کے کانوں پر چڑھ کر آئے گا۔ یہی افہامات اگر اس کے ایبہ غرض بننے کا شادی پر غامض تھا۔ تو کیا وہ اس کے بعد کے افہامات میں نہ پھرتی ہی آتی تھی۔

”خیریت آفتاب صاحب! آپ اس وقت کیسے کال کر رہے تھے؟“ میں اس میں اپنی سسران لاک شادی میں آیا ہوا ہوں۔ یہاں رہتی کا سلسلہ کل رہا تھا اس لیے بچے سے میں مجھے آپ کی کال دیکھنے کرنے کی سہنت نہیں مل سکی۔ فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“ وہ بہت شائستہ لہجے میں اس سے دریافت کر رہا تھا، جوا ب اس نے شہزادہ کی طبیعت کے بارے میں اسے آگاہ کر دیا۔

”بہت اچھا ہوا کہ آپ نے مجھے اطلاع دے دی۔ اب میں خود اس معاملے کو چھڑ کر لوں گا۔“ ساری بات سن کر عبداللہ نے کہا تو اس کے لیے میں پریشانی جھک رہی تھی لیکن بہر حال وہ تجربہ کار آدمی تھا جو ہر طرح کی صورت حال سے نمٹتا تھا۔ آفتاب اس سے بات کرنے کے بعد قدرے مطمئن ہو گیا اور وہ اپنی اندر پڑا میں چلا گیا۔

”مہمانوں کی اکثریت رخصت ہو چکی تھی۔ صرف اس بی معتمد باڑو اور چند ایک دوسرے افراد ہی بچر آ رہے تھے۔ ان افراد کو کچھ خور و شراب سے دیکھ کر تو کچھ بھی نہیں وہ اپنے طبع کے اسے ہی کو یہ یاد کر دینے کے لیے کہ انہیں اس کی بہت کچھ ہے۔ ابھی تک میں نے دے دیے تھے۔“

”بسی گھر نہ کر رہی ابھی ہی صاحب یہاں جا رہے آرام پا رہے ہیں۔“ آفتاب نے اپنی طرح ان کو دیکھ کر بے کمرہ رہی تھی تو وہ پھر ان تک ہو گئی ہے۔ اس نے کچھ آجشن و ایلو لکھا ہے۔ اب اسے ہی صاحب کی حالت معلوم تھی ہے۔ وہ آرام سے سو رہے ہیں۔ پھر بھی میں نے انگریزی کورازت میں روک لیا ہے۔ وہ رات بھر میں رہ کر اسے ہی صاحب کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ صبح فجر میں انہیں واپس بھجوانے کا بندوبست کر دیا تھا۔ آفتاب ان جا رہے تو کوئی کی نہیں سے کچھ دیکھ کر تھا صاحب اس نے چوہری کو ان کی آواز سننے جینا اس کے سوا کچھ پر عبداللہ کی کال آئی ہوئی تھی جسے وہ یہ تسلیاں دے رہا تھا۔

”آپ آج چاہتے ہیں تو شوق سے آئیں۔ میں تو صرف اس کے متعجب کر رہا تھا کہ کہاں رات کے وقت اتنا سہ سفر کر کے بے آرام ہوں گے۔ ہم یہاں شہزادہ صاحب کا خیر رکھ رہے ہیں۔ عار سے لیے یہ صرف طبع کے اسے ہی کا سوا کچھ توڑی ہے۔ جسے تو رانا صاحب کو بھی جواب دینے کی فکر ہے۔ ان کا ہونو انہیں سمجھنا ہی کبھی تک میں جتنا بد ہوا رہے لیے یہ کوئی ایسی کچھ تو نہیں ہے نہ۔“ وہ اپنی خصوصیات پر زبانی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے عبداللہ ان کی یہاں آنے سے روکنا چاہتا ہو۔

نوٹ: خط لکھتے وقت اپنا نام اپنی والدہ کا نام تاریخ پیدائش اور وقت پیدائش ضرور لکھیں۔ برادر راستہ جواب کے لیے جوابی خط نہ بھیجیں۔

دیکھو کچھ لکھو:

A-911 سکٹر B-11 تارکھ کراچی نزد ٹیلی فون ایکسچ کراچی۔ موبائل: 0333-2105914

E-mail: mashal\_e\_mah@yahoo.com / mashal\_e\_raah1@hotmail.com

”بسی طبیعت ہے اب آپ کی؟“ اس کے اشارے



پرایہ کسی پر تکیے ہوئے آلاب نے وہ یافت کیا۔  
 "ہاں کل ٹھیک خاک ہوں۔ اگر عہد انسان آرام پر اتکا  
 زیادہ اصرار نہ کرتا تو میں آج آسٹریا میں پیدا ہوتا۔  
 فوڈ پائونڈ تھا۔ آسٹریا پر کڑی پالیسی سے فوڈ اسٹوروں میں  
 بھی آگیا۔ گیارہ سالوں تک کھڑی کھانا اسٹور ہوا لیکن  
 آج تو میں بالکل ٹھیک خاک ہوں۔" اس نے مسکراتے  
 ہوئے جواب دیا۔

"پھر بھی اگر وہ کتنا مناسب تھا۔ عہد انسان صاحب  
 نے بالکل ٹھیک مشورہ دیا۔ پرسوں رات آپ کی جو حالت  
 ہوئی تھی اسے دیکھ کر میں افسوس میں تھا۔"  
 "مجھے تمہاری پریشانی کا کچھ نہیں ہے۔ تمہاری فون کا کال پر  
 عہد انسان کو آدمی رات کو درد لگتی پڑی۔ بے چارہ صبح تک  
 جانتا رہا پھر مجھے اندیشہ نہ کیا۔ یہاں بھی میں اس  
 کی کڑی نگرانی میں ہوں۔ میرے آرام کے خیال سے وہ کسی  
 کو حرج ہی تک کے لیے نہیں آئے دے رہا۔ کچھ چوری  
 انٹورکس بھی باہر ہی سے ہال چکا ہے۔ جسمیں تو میری خصوصی  
 سلامتی پر اجازت لی ہے۔ اس نے جیسے ہوئے کیا۔

"میں ہاں، مجھے علم ہے۔ کل میں نے فون پر نہایت  
 معصوم کی قسمی شب ہی انہوں نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ۔۔  
 فائل آپ کی سے ملاقات نہیں کر سکتے ہی لیے تو میں آتا آیا  
 ہوں۔" آلاب نے مسکراتے لیون کے ساتھ ہاتھ پھر پیچیدگی  
 اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ "وہ آپ کی اس طرح لہجہ تک  
 طبیعت غراب ہو گئی تھی؟ آپ نے انہیں آنے کے بعد کسی  
 اور آدمی سے چیک اپ کروا دیا؟"

"یقیناً کھانے پینے میں کوئی ہراسی نہیں ہوئی ہوگی۔  
 شاید میں نے وہ دیکھ کر کچھ غصہ کیا تھا۔ وہ صبح سے ہوشیار نہیں ہوا  
 تھا۔ اس پر میں نے دعوت کا کھانا بھی کھا لیا تو معدہ  
 برداشت نہیں کر سکا۔ وہی کسی اور ڈاکٹر سے چیک اپ  
 کروانے کی بات تو اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔  
 آسٹریا میں انہیں ڈاکٹر ہے۔ میں اس کی پیروی نہ کر دیتا لیکن  
 لے رہا ہوں اور بالکل ٹھیک خاک ہوں۔" اس نے بے

پرانی سے جواب دیا۔  
 "یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کچھ دواؤں کے والے کھانے  
 میں ہی ہو۔ چوری انکار جیسے شخص سے کسی بھی بات کی توقع  
 رکھی جا سکتی ہے۔" آلاب نے اپنے نڈھکے اختیار کیے۔  
 "اے نہیں، میرے خیال میں وہ اپنے گھر پر میرے  
 ساتھ کوئی ایسی دیکھی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے  
 بھی مجھے یہ تکلیف پہنچا کر اسے یہ فائدہ نہیں سکتا تھا؟ اپنے

عہد انسان اعلیٰ فہم معاملات کی پینٹنگ کر رہا تھا۔ یہی  
 کوئی اطلاع نہیں تھی کہ جس سے یہ شک نہ کرے کہ کھانے کا کڑا  
 کرنے کے ان لوگوں نے ملاتے سے ہاں اور پھر کرنے کی  
 کوشش کی ہو۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب ایک اتفاق ہی تھا۔"  
 "ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو نہ چوری انکار پر اعتبار کرنا  
 بہت مشکل ہے۔ میں نے چوری جیسے سوچ پرست آدمی  
 نہیں دیکھا۔ چوری ہزاروں کی شادی کی مثال سامنے ہی  
 ہے۔ چوری بھتہار سے بدلہ لینے اور اس کا سراپا آنے آگے  
 بھاگے دیکھنے کے لیے اس نے ایک معصوم بڑی کی زندگی اس  
 طرح ڈھونڈ لی ہے، یہ سب ہی جانتے ہیں۔" آلاب

اب بھی مشکوک ہی تھا۔  
 "واقعی یہ معاملہ ہے تو بہت افسوسناک۔ لیکن وہ  
 کی وجہ تو یہ ہیں کہ ہونے والے اس نکلار کو کچھ بھی نہیں کیا جا  
 سکا۔ ہاں، اگر کوئی خود اس مسئلے میں کوئی انتخاب کرے تو ہم  
 اس کی مدد کر سکتے ہیں۔" اس نے خیال ظاہر کیا۔  
 "میں کس کے ذریعے؟ پھر یہ وہی ہے؟ یہ ہمیں کیوں کا کہہ دو  
 آپ کے پاس انصاف کے لیے کوئی درخواست بھجوا دے۔  
 اگرچہ اسے درخواست بھیجی جائے تو کسٹومرز کام میں اس کی  
 بھرپور مدد کریں گی۔ تو یہ بہ حال اس قلم کے خلاف اپنے  
 طور پر جس طرح سے اس احتجاج کو تسکین دیا کر چکا ہوں۔ آپ  
 نے لاہور سے گئے والے کل کے اخبارات تو دیکھ ہی ہے  
 ہوں گے؟"

"اور ہاں، اچھا تو یہ تم جیسے جس نے چوری ہزاروں  
 تصویر کے ساتھ خبر اخبار کے ڈاکٹر تک پہنچان تھی۔" آلاب  
 کے سواں پر وہ چپک کر بولا۔ "وہاں ان تباہی کے ساتھ ہی  
 تین چار سالہ بچے کی طرح روہتے چلتے چوری ہزاروں کی  
 تصویر بھی طور پر ایسی ہی کی گئی کہ اس کی طرف توجہ ہونے  
 ہوں گے۔"

"میں ہاں، یہ میری کامیابی۔ میں دعوت میں شرکت  
 کے لیے وہاں پہنچا ہی تھا کہ میری تقریر چوری ہزاروں پر پڑی۔  
 کوئی کے دو تین جاز میں اسے لے کر اپنے ساتھ چلا گیا  
 میں داخل ہونے والے تھے کہ وہ چاک اس بات پر تھکا  
 گیا کہ وہی کوئی وہاں دایا جائے۔ ملازم اسے سمجھاتے  
 رہے کہ وہیں زنان خانے میں ہے اور اسے باہر مردوں میں  
 نہیں لے جایا جا سکتا کہ وہ سامنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔  
 خد میں اگر اس نے نیچے زمین پر زینت کر لیا ہوتا تو  
 شروع نہ کرتا۔ میرے پاس وہاں تو سوچ رہی تھی۔ مرنے  
 کا فائدہ اٹھا کر میں نے چوری ہزاروں کی تین چار دے دی۔"

تصویر پر بھی کھینچ لیں اور جس اخبار کے لیے کھینچا ہوں اس کے  
 ایڈیٹر کو تصویریں سب خبر SEND کر دیں۔ آپ نے دیکھا  
 ہوگا کہ خبر میں چوری انکار کا نام نہیں لیا گیا۔ صرف  
 یہ لکھا گیا ہے کہ بچہ کے ایک دور افتادہ گاؤں کے  
 چوری کے بچے کے ویسے کے موٹے پر لیا گیا دلہا کا  
 خصوصی پورے تحصیل میں ہی اتنی درج ہے کہ ایک ہاتھ پر  
 چاکیر دار نے اپنے ایک ہاتھ بچے کی شادی کر دی ایک  
 صحت مند لڑکی سے کروادی۔ ادنیٰ ایک صحت مند یہ کسی بھی  
 قسم کی شادی سے شادی کرنے کا سکا ہاں ہے اس کا اندازہ  
 اس تصویر پر دیکھ کر لگا جا سکتا ہے۔"

آلاب نے تقریباً پتہ چل گیا تو وہ جیسے لگا بھرا ایک ڈرا  
 سی تشویش سے بولا۔ "میں تمہاری یہ عزت نہیں مانتی کہ  
 جائے۔ چوری اخبار کے ایڈیٹر سے یہ جاننے کی کوشش  
 ضرور کرے گا کہ اس کے خلاف یہ خبر میں نے کوئی ہے؟"  
 "کر دیکھو کوشش۔ ایڈیٹر سب سے پہلے تو اسے یہ  
 جواب دے گا کہ جناب! ہمیں کس معلوم کی یہ خبر آپ کے  
 خلاف ہے۔ ہمارے ایک فریڈاسر مکانی نے ہمیں بھیر کی  
 حوالے کیے کہ خبر بھیجی تھی، وہ ہم سے چھاپ دی۔ معصوم ہونا  
 کراس خبر کا حق آپ سے ہے تو آپ سے تصدیق کر لیتے۔  
 ویسے تو خبر سچ ہوتی لیکن اگر آپ کے مطابق بھولی ہے تو  
 میرا اپنی اس قسم کی حوالی کے بے تیار ہیں۔ آپ ایک عدد  
 خریدی ہیں ان دنوں وہی وہی اسے اپنے اخبار میں چھاپ  
 دیں گے۔"

"اور بے چارہ چوری پر کر نہیں سکتا۔ اس کے  
 قریبی جان دینے کا مطلب ہوگا کہ جن لوگوں کو ملے نہیں  
 انہیں بھی معلوم ہو جائے گا کہ خبر چوری انکار کے حلق ہے۔  
 بہت خوب۔۔۔ بہت بدستور۔۔۔ پہنچائی تم نے چوری کو۔ اچھے  
 میں کتنے شریف اور سچے سے سوچتے ہو لیکن ہونا  
 جڑت۔ لیکن نہ میں اپنی اسبیت دکھایا جاتے ہو۔ وہ  
 بے حد معصومانہ۔"

"اور میں نے انہوں میں آپ مجھے چاک اور ہزار  
 ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن تو یہ ہے کہ جو  
 حقیقت تھی، میں نے لوگوں کو ہی بتایا۔ وہ تو چوری انکار  
 جیسے لوگ دیتے ہیں۔ میں نے دیکھا تھا کہ ہزاروں چوری کے  
 گھر جانے پر ملازم اسے وہاں لے گئے تھے اور پھر وہ  
 تقریباً پھر یہ کے اندر میں ہی وہاں نظر آیا تھا۔ وہ بھی اس  
 حال میں کہ میرا اندیشہ ہے اسے کوئی خاص میڈیٹن دی گئی تھی  
 جس کی وجہ سے وہ بالکل گم ہوا ہو گیا تھا اور چھاپ دی کہ

رہا چاہے اس کے ساتھ۔۔۔۔۔ سوچو ملازم اس کے کان میں کہتا  
 چارہ تھا۔" کچھ اچھا ہی انداز اختیار کرتے ہوئے اس نے  
 شہر کی ایک ایک گلی سے گئے کی طرف میڈل کر دی۔  
 "واقعی یہ تو قریب تک کہہ رہے ہو۔ چوری نے یہ  
 بہانہ تو پہلے ہی دیا تھا کہ وہاں کی طبیعت کچھ ساڑ ہے اس  
 لیے جو لوگ حقیقت سے واقف ہیں انہیں چھوڑ کر ہائی لوگ  
 بھی گئے ہوں گے کہ خرابی طبیعت کی وجہ سے وہاں بے چارہ  
 کچھ سے سست نظر آ رہا ہے۔" اس نے داد دینے والے  
 انداز میں آلاب کے گھر سے بے لگائی کیا۔

اسی وقت ایک ملازم نے اس کی فریڈاسر کے اندر داخل  
 ہوا۔ چائے بنی کرنے کے ساتھ اس نے ایک ڈاک کاغذ بھی  
 شہر کے سامنے رکھا۔ ملازم کی اس حرکت پر وہ چپک گیا۔  
 کسی ملاقاتی کی سوجھ بوجھ میں کسی قسم کی ڈاک کا اس طرح  
 چھپنا کچھ معمول کے خلاف تھا۔ وہاں ناگاہک غیر نظروں  
 ہی نظر ان میں اس کا جائزہ لینے کی قریبی شہر کے ڈاک  
 خانے کی سرنگ میں عام سالفا تو نہیں اس پر گئے اس کے دم  
 کے ساتھ سوچ و پش اور سوت اور جنت کے احاطہ اسے  
 خاص نہ رہے تھے۔ اس نے ہاتھ جاکر ناگاہک اور رات  
 کر دوسری طرف پھینکے والے کام دیکھنے کی کوشش کی لیکن  
 وہاں کوئی عام سوچ دیکھ نہیں تھا۔ اس نے کسی قدر انہیں محسوس  
 کرتے ہوئے خلاف چاک کیا، رات وہاں کراس کے اندر  
 سے کارو سارو کی ایک تصویر ہر گائی۔ انگوٹھ اس کے لیے  
 بے حد دھماکا خیز تھا۔ وہ اس کی طرح ٹانگہ ہوا تھا کہ پنے  
 چرے کی ہتھی ہوئی رنگت بھی پھانے میں کامیاب نہ  
 ہو سکا۔

"خبر یہ ہے سر؟ آپ کچھ پریشان لگ رہے  
 ہیں۔" آلاب کی آواز کا فون میں پڑی تو بے خیال آیا کہ  
 وہ اس تہ پر تھا نہیں ہے۔ اس نے چپک کر تصویر سے نظریں  
 ہٹا کر کمرے کا جائزہ لیا۔ ملازم اس پر چکا تھا جبکہ آلاب  
 کمرے کی بیڑا سے پریشان نظر آتا تھا۔

"ایکسی کوئی آلاب آپ چائے پئے تھیں۔ میں حرج  
 آپ کو اتنے نہیں دے سکوں گا۔ لیکن پریشان آلاب  
 سے جتا ہوا دیکھ کر میں یہاں ہر گائی۔ اب ریتے ہوئے وہ حاکمی  
 ملاقات کے ہاتھ میں تھا، اندھا کانے سے لگنے والی تصویر  
 اس نے وہاں اندر ڈال دی تھی۔

"اگے، ہنگام! معاف کیجئے گا مجھے آپ کے پاس  
 آنے میں تھوڑی دیر ہو گئی۔ اہل میں جب آپ کا ڈاکٹر



پیغام لے کر پہنچا تو کافی مریض بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں فارغ کرنے میں کچھ دیر لگ گئی۔ "ابھی انہیں گندناک مٹی سے آلودگی کی کال رہے جارہے ہیں ان کو بے درد دگر چھوڑ دیا جائے۔ ایسے بھی تجھے قتل حتیٰ کہ آپ کو کوئی امر جنسی نہیں ہونگى۔ امر جنسی کی صورت میں آپ اتنی دور سے مجھے بلانے کے بجائے سمندر میں ڈال کر سے رابطہ کرتے۔ یقیناً آپ نے مجھے صرف ایلٹا میں کے لیے چمک آپ کروانے بلایا ہوگا۔" یہ ڈانڈ مارا جی جیسے شہزاد کے کم پر ہی آہستہ بیٹھا تھا "تو اس کے کچھ بیک وہ گویا دیکھ کر انہوں پر چڑھا کہ تم اور آپ انکا مارا جنسی ہی سہی اس کی آنکھوں میں اتاری ہوئی حتیٰ جس سے مکمل طور پر بے فیروز ڈانڈ مارا اپنے دہرے آنے کی وضاحت نہیں کرتے ہوئے بیڑی مکن کی اپنے خولدار بیک سے اسیٹھ اسکو بٹکا لئے کے بعد اس کی طرف دوپٹی اور ہاتھ پر حذر کر کے کی نگاہ کی پہل چمک کر رہی تھی۔

”خیر! اور جو مجھ سے اور آدم سے اس کرمی پر  
 برکتیں۔“ اس کے کانوں پہلے سے پیسے کی شمیر مارنے سے  
 حسد و جہش تکھڑی ہوئی تھی۔  
 ”لے۔ لیکن سر... میں آپ کا چہرہ اپنیسے کروں  
 گا؟“ وہ پوچھا۔

"کیسا چیک اپ؟ کیا دیا ہی جیسا تم نے پھر آؤ میں  
 چہ بھری انگاری خوشی میں کیا تھا؟" شہرہ نے طنز سے پوچھا۔

”میں بھی نہیں سہا کرے آپ کو مجھ سے کوئی شکایت ہے؟ میں نے تو اپنی طرف سے آپ کو بہترین فریفت دیا۔ آپ کی طبیعت چہ غصوں میں ہی پہنچ سکتی تھی۔ اب بھی آپ مجھے ہانک ٹھیک ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر آپ کو مجھ سے کیا شکایت ہے؟“ انہاں آپ کے خیال میں مجھ سے آپ کی خدمت میں کوئی کمی تھی اور یہی ہے؟“ وہ اس کے جسم پر کھڑکی پر تھک کوئی لیکن غور و فکر سے انہو نے نہیں اس نے ایک ہی سال میں کئی وحشتیں اور سولات کروائے۔

"میری خدمت..." شہزادہ کی سانپ کی طرح پھلکارا۔ "خدمت تو تم نے چودھری بھنگا کی ہے۔ مجھے تو تم ایسا بیٹہ دکائی کہ اس خدمت کے صلے میں چودھری نے تمہیں سزا دینا ہی ہے؟"

”میں سمجھی نہیں۔“ ڈاکٹر بریا نے اپنے ہاتھوں پر  
زبان بھیری۔

”تو پھر یہ کچھ نہ۔ شاید انہیں دیکھ کر تمہیں بہت کچھ سمجھ آجائے۔“ اس نے ساڑھ میں دو گئے ثقافت سے قصور پر  
نکال کر اس کے سامنے پڑھ کر رکھیں۔ ان تصویروں کی تعداد

تین جہی۔ اُس وقت اس نے آفتاب کے سامنے محض ایک ہی تصویر پیش کر رکھی تھی اور وہ تصویر اتنی شرمناک تھی کہ وہ تھا نے میں موجود دوسری تصویر پر نکالنے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔ تصویر میں اسے اور ایک بڑی کوجم شرمناک، نرغز میں دکھایا گیا تھا، اس کے بعد وہ اسے اپنا دماغ ہی جھک سے اڑاتا ہوا محسوس ہوا۔ جب ہی اس نے آفتاب کو بھیجے یہ حد پر پہنچی کے ساتھ خراہ اڑا کر دیا تھا۔ کالج سٹیشن میں چڑھتے، جس گیلو ہگز میں شرکت کرتے اور کئی خواتین سے دوستی ہونے کے باوجود اسے اپنے کردار پر ہمیشہ زور ہوتا تھا۔ تاہم اس نے بھی وہ چھوڑ دی تھی اور زندگی کسی اور ہی طرح شروع کر لی تھی کہ وہ اس کے شفاف کردار پر بدلنا داغ ہی کے لیکن یہ تصویر پر کبہر ہی نہیں کہ وہ تصویر میں موجود لڑکی کے ساتھ ہر حد پار کر گیا تھا۔ تصویر پر تھی یہ پاک اور شرمناک تھی کہ اس جیسے شفاف کردار کے نالک شخص کے بچنے کو کئی کریم

آوی ہوئی ہوتا تو خمار کو چھوٹ کر پتھر جیسا ہر حال تصویر بننے کے  
 مشکل و غیر حتمی ہونے کے قلع نظر آتیں بیٹھے جانے کا مقصد  
 صرف ایک ہو سکتا تھا..... قلع تصور میں موجود بندے کو بلیک  
 میل کرنا..... اور جان تھا کہ اپنے گمبیز کے اس پیلے سر سے  
 مرنے والوں کے گھٹے میں انکس گئی تھی ۱۹۸۰ء کی قلع چار کھانی:

وہ تو سے جاننے کے ہے، مجھے اچھکھک ہے استعمال کر سکتا تھا؟  
 یہ سب کب اور کیسے؟ وہ جیسا کہ سمجھا لی اس کے لیے مجمع دور

چاری مرتبہ سید صاحب زادہ صاحب قلم نے قلب سے تنہیک کہا تھا کہ چودھری کی صورت بھی اعتبار کے لائق نہیں تھا صیحت ہونے پر بھی اعداد کے بہانے اسے عربی کے اندر لے جایا گیا اور علاج کے لیے یزدی ڈاکٹر دیا تو بچہ مینا حانا کو سرخ صحت میں تو کھل ڈاکٹر بھی موجود تھا۔ ڈاکٹر بابا کے آنے تک وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ بے ہوشی کے اس عالم میں اس کے ساتھ کیا کیا کچھ کیا گیا اس وقت اسے خبر نہیں ہو سکی لیکن اب تصویریں دیکھ کر کھجوا رہا تھا کہ اس کی بے خبری سے قائم وہ تھا کہ اس کی فلسفہ کی چون چل گئی تھی۔ ڈاکٹر بابا کی صورت میں اس کے سامنے دشمن کا جوازم تر ہر موجود تھا اس نے سب سے پیسے اسی سے مننے کا سوچا تھا اس لیے اب وہ اس کی

”کیا ہے؟“ آپ بے ہودہ قصور میں مجھے کیوں دکھا رہے ہیں؟“ قصوریوں کی نظر چرتے ہی ڈاکٹر بارہ کا چہرہ سفید ہو گیا تھا مگر پھر اس نے خود کو سنبھالنے ہوئے جسم کا انہدام کرنے کی کوشش کی۔

بات کا خیال آپ کو تصور میں آتا تو اسے وقت کیوں نہ آئے۔  
 "آپ مجھ پر کس قسم کی الزام تراشی کر رہے ہیں۔  
 میں آپ کی یہ فتویٰ الزام تراشیاں سننے کے لیے کسی صورت  
 بھی جیسا ممکن رکھتی۔" اس کے خطر پر وہ ہلکی ہوئی اٹھا  
 مگر سے مڑی ہوئی۔

”آرام سے ٹھہر رہی تھی خاتون! میری چونت  
کے بغیر آپ جہاں سے نہیں نکلیں چاہتیں۔“ اس نے سرد  
ہچکے میں حکم دیا۔

”آپ کیوں میرے ساتھ رہدیں گے؟“  
 ان تصویروں سے کونسا شخص نہیں ہے۔ ”وہ ہے کسی سے دور رہا  
 کسی پر چڑھ کر اور اس سے نظر میں چڑھ کر۔“  
 ”نہیں مجھے یقین ہے کہ ان تصویروں میں جو شخص کی نظر  
 آ رہی ہے، وہ آپ ہی ہیں۔“ ”وہ ایک ایک قطعہ ہزار ہے  
 جو تیرے دل۔“

”آپ کس بلایہ پر کبہرے ہیں؟ ان تینوں میں سے کبھی تصور میں ہونی کا چہرہ دیکھ لیں۔ آپ کا چہرہ واضح ہے۔“ اس نے الٹا طرف سے ایک مینیوٹ دیکھ لیں کی جتن بھی کہ ہو سکتا تھا اس دلیل کو کٹر وارہ بہت

”میرے بچپن کے پیچھے دو بڑی وجوہات ہیں۔ نمبر ایک، مجھے ابھی طرح معلوم ہے کہ قصاصی دواؤں پہلے اس وقت جرحہ اور التور کی حیثیت سے لگائی گئیں جب میں بے ہوش تھا۔ نمبر دو، کہ قصاص میں آپ کی کھنکھائی غرضاً تو ایک نکتہ کے لئے براؤن اور گولڈن جارج صاف ٹھکرا رہے ہیں۔ اس نکتہ کا کہ اس اور دیگر کثرت والی کوئی دوسری خاتون میں سے نہ تھی۔ دھڑلے میں اپنے آس پاس دیکھ لیں دیکھی۔“ اس نے اپنے دواں دواں کچے توہ ایک گہرے سانس لیتے ہوئے سر جھکا کر اپنے سے بولی۔

”بہت زار آتا ہے۔“

”تحریک کے لیے فکر یہ لیکن بہر حال میں نے آپ سے یہ قریبی کلمات سننے کے لیے آپ کو زحمت نہیں دی۔  
 میں جانتا ہوں کہ جانتا ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی  
 امان سے سننا چاہتا ہوں کہ آپ نے کسی کی اطلاع پر کام کیا  
 اس کے لیے کیا قیمت وصول کی؟ نتیجہ اس کام کی قیمت تو  
 سبکدوشی کے مقابلے میں اور بھی زیادہ اچھی ہوئی جس کے  
 خلاف میں آپ نے شہری زندگی چھوڑ کر ایک گاؤں میں آکر  
 باورِ جاہ کرنا منظور کر لیا۔“ وہ ایک ایک لفظ چاکر  
 کرتے ہوئے خود کو بہت کامیاب سمجھتا تھا۔

درحقیقت اس کا کسی نہیں چلا رہا تھا کہ مسجد کے روپ میں اس کو بٹ لڑکی کے ساتھ کسی نئی طرح پیش آئے۔ ڈاکٹر دہیانے اس کی ہر بات خاموشی سے سن لی مگر اس سے کوئی جواب دینے کے بجائے اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کر چھوٹ چھوٹ کر رونے لگی۔

”آپ کے سامنے جو حالات ہیں، ان کی روشنی میں آپ جتنا چاہیں گے برا بھلا کہہ سکتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے بھی آپ کی طرح فریب کیا گیا ہے۔ مجھ اپنی خوشی سے اس کردار کام کے لیے راضی نہیں ہوئی۔“

بچپن اور سرسکین کے درمیان اس نے بے چارے جیسے کہے تو شہزاد چلا۔

”کراہی۔“

”میں ایک نرل کلاس گمرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔“

مگر وہ اندھ بھرے جان میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ میری کسی نے خود جاہل کر کے بڑی جدا جدا سے مجھے چڑھ کھنکھار کر دیا۔ مجھے پچیس شرار کیسے صرف تیس سال گزارے تھے۔ اپنی ملازمت کے بعد میں نے کسی سے جاہل بھڑاواں کی۔ کہیں دووں ماں جی بہت محنتیں زندگی گزار رہے تھے کہ

ہو ایک شخصیت نے ہمارے حوالہ سے دلچسپی لیا۔ ایک روز میں اپنی جانب سے واپس آ رہی تھی کہ ایک آدمی نے مجھے روک کر کھڑی بات کے لیے فریادیں نہروٹ چلے گا۔ لیکن اس کی بات مان لی۔ ہم نہروٹ پیچھے دھس نے چائے پینے کے دوران میں بھی آدے کے سر کو صحت میں رہا لی اور ابھی سکری کے ساتھ جب کی آفر کی۔ اس شخص کی پیش پیش پر کشش تھی لیکن میں شہر چھوڑ کر آئی تھیں جہاں چاقو کی۔ جس میں پانچ سو روپے ہیں جب کہ آفر کی ۱۱۰ روپے نامور تھا اور وہاں سے بڑے ڈاکٹروں کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔

جیسے کوٹا تھا۔ اسی وقت چاروں طرف سے کھڑے ہو کر ان کی طرف سے غلاؤں کو  
 گرا کر ڈالنا شروع کر دی۔ ساری زندگی وہ غلامی سے محروم ہو چکی۔ اس کے غلاؤں  
 کو دوسرا مسلمان میری ہی کا تھا۔ ساری زندگی وہ غلامی سے محروم کرنے کی  
 بات کی بہت خوش تھیں۔ چاہے چھوڑنے کے یا جو دواں کا  
 ستون میں آتا چاہتا کہ رکتہ قہ۔ میں بچا کر آتی تو انہیں بھی  
 مانا آنا چاہتے اور کئی بات ہے کہ اگر کسی کو دھوکہ دینا کی بات  
 ہو تو میں۔ ان وجوہات کی وجہ میں نے اس شخص کی بہت  
 سی آخر کے چاروں دنوں میں غلامی سے لے کر انکار کر دیا۔ اس  
 نے بہت جلدی سے اسے آپ کو سنبھال لیا تھا اور اب اپنے  
 تعلق سے آپ کو دیکھ کر بھی کچھ مسکاتا ہے۔



پڑا رہا۔ سٹری کی آفر بھی اعلیٰ کر دی لیکن مجھے اس کے اس طرح پیچھے ہٹانے سے کچھ چڑ ہوئی اس لیے میں نے بھر مار کر دیا۔ آہستہ آہستہ اس کا صبر اور جھکیں میں تھرتھانہ ہو گیا۔ جب میں ان دو جھکیوں کو بھی خاطر میں نہ لائی تو میرے ساتھ وہ جھکی چل چلی تھی جس کے بعد میں ان کی بات دہانے پر مجبور ہو گئی۔

"کیسی چال؟" وہ پوچھنے لگے اچانک خاموش ہو کر اپنی جھکی کی کمر بند کو کھولنے لگی تو شہر یار کو اسے لگا پڑا۔

"ایک دن اسپتال جاتے ہو گئے راستے میں اغوا کر لیا گیا۔ اغوا کرنے والے کون تھے، مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ میں چند گھنٹے بے ہوشی کی حالت میں ان کے قبضے میں رہی پھر بھروسہ میں آنے کے بعد مجھے وہاں سے میرے گھر بھیجا دیا گیا۔ چونکہ یہ سب چند گھنٹوں میں میرے ساتھ ہو چکی اور میں ہوا تھا اس لیے مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ خود میں نے بھی کچھ نہیں بتا دیا کہ میرے اغوا سے کے مطابق کتنے گھنٹے گئے تھے کوئی شخص جس کی تلاش میں تھا ان کے لیے ہی ان لوگوں سے معصوم ہونے والی اپنی شرمناک تصویروں نے مجھے بتا دیا کہ مجھے کس طرح تھپ کھا گیا ہے۔ اس واقعے کے بعد میں بے پروا آنے سے انکار کر دی جس سختی کی خود کو بدنامی سے بچانے کے لیے مجھے یہ معاہدہ ماننا پڑا۔"

"اور یہ اسی ایک سبب سے ڈر کر آپ نے میرے خلاف کیلئے جانے والے ارادے کا حصہ بننا بھی منظور کر لیا؟"

شہر یار نے تھپ اٹھایا۔

"جی ہاں۔" اس کا سر جھٹک گیا۔ "میں واقعی مجبور ہو گئی تھی۔ بدنامی کے خوف سے میں نے وہ اور افرام کر دی جس کو کھا کر آپ کی عزت بگاڑی اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ پھر آپ کی بے ہوشی کے دوران ہی یہ شرمناک تصویریں بھی منظر میں آئیں۔ میں نے اپنے طور پر احتجاج ضرور کیا لیکن میری اپنی تصویروں نے مجھے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ ان لوگوں نے مجھے قلعی دی کہ آپ کے ساتھ بھیجی جانے والی تصویروں میں میرا چہرہ دھو کی گئی ہے گا اس لیے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ یہ دوسرا چہرہ بھی کیا لیکن آپ اپنی ذہانت کی وجہ سے حقیقت سمجھ گئے۔"

"ذہانت کی بات نہیں، یہ بالکل سیدھا سادہ معاملہ ہے جو ذرا سا غور کرنے پر کسی بھی شخص کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ لیکن آپ بتائیں کہ آپ نے اپنے بارے میں کس کو سنا ہے؟ اگلا سر فرما ان لوگوں نے صرف مجھے تو سچ کہنے کے لیے تو کڑواؤں کیا ہوگا۔ حالات سے ظاہر ہے کہ وہ آئندہ

بھی آپ کو اس قسم کے کاموں کے لیے استعمال کرتے رہیں گے۔ آپ چند تصویروں کی وجہ سے سب تک ان کے ہاتھوں کھینچ لی جیسا کہ؟"

"میری خود کھینچ لیں؟" اس کی کمر بند میں کیا کروں؟" اس کے ہاتھ پر دو اپنی انگلیاں سر دڑتے ہوئے بے ہوشی سے ہوں۔

"تھوڑی سی ہمت کریں۔ آپ ہمت کر کے جان ریگڑا کر دیا ہے پھر اسی ہو جائیگا تو ہم دونوں مل کر چھوڑی کے خلاف لڑ سکتے ہیں۔"

"یہ کبھی سورت ممکن نہیں۔ جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے وہ وہی رہا جو پڑا تھا اور وہی بات میں چھوڑی کے سامنے بھی اسے نہیں ڈر سکتی۔" شہر یار نے صاف انکار کیا۔

"لیکن کیوں؟"

"اور اس سے کہ آپ تصویروں سے بھی بڑھ کر میری ایک کڑوری اس کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے آپ کو نہیں بتایا کہ میں بے پروا آنے سے اپنی بھی کو ساتھ لے کر لائی تھی۔ مجھے یہاں اور جنت آنے والا تھا جس کی خاطر میں بھی کڑو اپنے تمام احباب سے اور اپنی طاقت کر کے اور گھر کا ضروری سامان سمیت کر لیا تھا۔ میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ آج تک میں نے ان سے فون پر رابطہ کرنا چاہا تو دوسری طرف سے کسی انجی نے میری کال روک لی تھی اور مجھے بتا دیا کہ میری کسی ان کے قبضے میں ہیں۔ اگر میں نے کسی بھی معاملے میں زبان کھولی تو میری جی کی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ میں نے جو کچھ آپ کو بتایا ہے وہ انہی بات کے تحت صرف یہ سوچ کر بتایا ہے کہ آپ اپنے غلطی کے لیے جہاد کر سکتے ہیں وہ کہ میں۔ میں بہر حال آپ سے اس کے واسطے کوئی تعاون نہیں کر سکتی۔" وہ ایک دم ہی ڈاؤن ہوئی تو دوسری طرف میں پڑ گیا پھر زنی سے ہوا۔

"تمہیک ہے، آپ کھل کر میرے ساتھ تعاون نہیں کر سکتیں لیکن کچھ سوات کے جواب تو اسے سکتی ہیں؟"

"کیسے سوات؟" آپ پوچھ کر دیکھیں۔ اگر مجھے لگا کہ ان سوات کے جواب دینے پر وہ میری اور میری جی کے لیے نقصان دہ نہیں ہے تو میں آپ سے تعاون کروں گی۔" اس نے غلط انداز میں جواب دیا۔

"آپ کھلی دیکھیں، ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" شہر یار نے اسے یقین دلایا پھر اگلے چند روزوں میں ان دونوں کے درمیان سوال جواب کا سلسلہ جاری رہا جس کے دوران وہ اپنے سامنے رکھتے ہوئے کچھ ضروری فوس لیتا رہا۔ پندرہ دن

بعد اس نے مطمئن ہوتے ہوئے ان کو روک دیا وہاں سے جانے کی اجازت دے دی اور ٹوٹوں پر مصروف ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

"اس جی صاحب! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ آپ کا کھنڈہ آفر کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا کہ آپ کس بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں؟" وزیر اعلیٰ کے کھاتے میں سے کچھ پڑے گئے سوات کے جواب میں اس نے غصے سے بکھڑے ہوئے یازنی کا تار دیتے ہوئے پوچھا۔

"خود سوات کی کڑوری کے بارے میں بات کر رہی ہوں میں۔ کیا تمہیں ہمیں کے پاس کرنے کے لیے کوئی دوسرا کام نہیں رہا ہے جو آپ کو ان معصوم افراد کے پیچھے لگ سکتے ہیں؟" وزیر اعلیٰ کو یقین تھا کہ یہ بے یازنی کی کڑوری کی پناہ خواہی کا بوجھ تھا اور شراب ہو گیا۔

"یہ ایک ناپ کیجوت معاملہ ہے سر۔ جس پر کھنڈہ پالیس پوری جان لگانی ہے۔ کام کر رہا ہے۔" اس پر آئی جی نے غصے سے جواب دیا۔

"ناب کیجوت معاملہ۔" وزیر اعلیٰ نے ایک استہزاء سے مایکرا بھرا۔ "آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ ایک جی معاملہ ہے جس کے پیچھے آپ کھنڈہ پالیس کو استعمال کر رہے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے اور آپ کے داماد نے پالیس اور پیکر دیا ہے، مجھے جی نہیں لگتی کہ یہ معاملہ ہے؟"

"مجھے ایسی کوئی فضا نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرے گھر میں ایسے کئی لوگ ہیں جو مازمت تو پالیس کی کرتے ہیں لیکن خدمت سیاست دانوں کی انجام دیتے ہیں۔ آپ کو بھی آپ کے کسی ملک خوار نے بہت کچھ بتا دیا ہو گا لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ جی ملکی مفادات میں ہی ہو رہا ہے۔" غلام سراد نے سہات سے لکھ کر اطمینان دیا۔

"یہ سب دال ہونے کا عنصر تو اس جی صاحب! سیاست دان تو آپ کے سر کی حجب ہیں جی اور شاہی امی جیت سے آپ کے داماد کی بی کرتے پھر رہے ہیں۔ انہیں تو لاطرن پھوٹ لٹ گئی ہے لیکن وزیر نہیں کہ سوات کا یہ بالکل پختہ اسے بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اگر اس کی بی بی کے اغوا اور موت کے پیچھے خلیفہ سوات کو کوئی روپ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شہر پھر کے خود سوات ان کا بھنڈا ہو کر رہے۔ پالیس نے پیسے ہی اس سلسلے میں اچھا خاصا طوفان اٹھایا ہوا ہے۔ خود سوات اس کے پیسے کھنڈی میں دے دے جانے کا

میلہ بانے ہوئی شدت سے تو قہر نہا ہے۔"

"میں کبھی ہی سراخو نہیں کر سکتا اس کو پالیس کھنڈی میں بار گھسیٹ گیا بلکہ اس نے خود کو لگائی تھی۔" غلام سراد نے فوراً دھمکے کر لکھ لیا۔

"یہ تو آپ کا موقف ہے نا جس پر پیکر یقین نہیں کرتی۔ پالیس کھنڈی میں طمان پر کیے جانے والے طیر انسانی تھک کے پیسے میں ان کی مہلتی جی جی اور اس واقعے کو خود کئی تار دے دیا آپ نے مجھے کی بہت پرانی روایت ہے جس سے سب ہی واقف ہو چکے ہیں۔"

"میں آپ کے اس الزام کے خلاف میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ پالیس کی موت واقعی خود کئی کے پیسے میں ہوئی تھی اور ہم اس سے جو معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے، ان کے حصول کے لیے اس کا ذرا بہت بہت ضروری تھا۔ اب آپ کی مرضی کہ آپ میرے اس بیان پر یقین کریں یا نہ کریں۔ بہر حال میں آپ سے یہ ضرور جاننا چاہتا ہوں کہ اس وقت آپ کے کان کرنا کیا سبب ہے؟ ظاہر ہے آپ نے ان کڑو سے ہونے والی بات پر غصے کے لیے واقعی زحمت نہیں کی ہوگی۔" غلام سراد نے چپاچپ کرنا ہونے والی بات کیا۔ وزیر اعلیٰ کے اقتدار اور اپنی جگہ لیکن پھر حال وہ خود کو کوئی ایسا معصوم آدمی نہیں تھا کہ ایک ایسا شخص جو اپنی پوری کے حکومت میں ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد پر غور و خیر و مال کے دور سے گزرتا رہتا ہو، ان پر مکمل طور پر حاوی ہو سکتا۔

"میرے بی آراء نے مجھے اطلاع دی ہے کہ انہوں کے سامنے خود سوات کی کڑوری پالیس کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کرنے والے ہیں کیونکہ لوگ رات پالیس نے پھر کسی خود سوات کو گرفتار کیا ہے اور وہ اپنے جی پالیس ان لوگوں کو شک کر رہی ہے۔ لیکن کے نام پر ان لوگوں کو کوئی گئی تھکے قانون میں بخار کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے ان کا کام دھندلا کر رہا ہے۔"

"اور یہ وہ لوگ بھی جن کی خدمات سے نفع اندوز ہوتے ہیں۔" غلام سراد نے یہ بات صرف دل میں سوچ کر کہی تھی۔ پچھلے عرصے کی حقیقت کے نتیجے میں اپنے چند افراد کے سامنے آئے تھے جو سرکاری طور پر جی اہمیت کے حامل تھے اور ان افراد کے بارے میں معلوم ہو چکا کہ وہ جس دوسری قسم کا شخص تھے جن میں اس کی سبب کے لیے ان کی قسم کے افراد ہی جیت ہوتی ہے۔ ان کے گھر کو شجرت تو نہیں ملے تھے لیکن انہیں شک ساتھ کر



خواب سرائوں میں سے کچھ ایسے افراد بھی تھے جو بڑی ملک کے لیے چاہتی تھیں کہ فرانس اٹھام دے رہے تھے اور ان شوخین افراد کا دل بیلانے کے عوض فنی معلومات حاصل کر کے بڑی جگہ تک بکھل کر رہے تھے۔ سندھ رام کی قیمت ملنے میں تیار کروہ کپڑے کے چند مخصوص قاتلوں کا طریقہ آزمی کے ہاتھ ہی فروخت کیا جانا ایک بہت ہی قابل غور بات تھی۔ نتیجتاً کپڑے کے یہ تمام معلومات کی خبر تریسٹل کا ارجح بنے رہے تھے۔ سندھ رام کی موت کے بعد چونکہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا اس لیے اس سلسلے میں نئی شہادت تو کوئی نہیں تھی۔ واقعات کی ترتیب کو سامنے رکھ کر ہی قیاس آرائی کی جا سکتی تھی۔

”میں چاہتا ہوں کہ کچھ نہیں پلین کی طرف سے آپ مجھے اس سلسلے میں یقین دہانی کروائیں کہ اب شہر کے کسی خواجہ سرا کو بک نہیں کیا جائے گا تاکہ شہر احتجاج کے لیے آئے والوں کو مطمئن کر سکیں۔۔۔ دوتے یاد رکھیے کہ آپ کا ٹھکانہ میڈیا کی زبردست تنقید کی زد میں آ جائے گا۔“ اس کی سوچ اور یہ پیشکشوں سے شہر اندر پہلی انگلی ہی کبے جا رہے تھے۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کر لیں وہ۔“ کلرمراد نے جان بھری۔

”آپ نے اور آپ کی پارٹی نے اس سے پہلے کب حوام سے کیا ہو کوئی وعدہ کیا ہے جو اس ایک وعدے کے پورا نہ ہونے پر کسی کو جہت ہوگی۔“ یہ اس کے ذہن میں ابھرنے والی دوسری شے جس کا اس نے وزیر اعلیٰ کے سامنے اظہار نہیں کیا اور کنگکو کا سلسلہ ختم ہو جانے کو قیمت جانتے ہوئے ریسیور نہیں رکھ کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ابھی مشکل سے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ کوئی ایک بار پھر جگ اٹھا۔ ریسیور اٹھانے پر اسے دوسری طرف سے فنی آئی سی سجاوہانے آئے ان آوازوں نے اس کی اطلاع ملی۔

”ٹھیک ہے، بات کرو۔“ اس نے مصروف سے انداز میں اجازت دی۔

”ایک بیٹہ نورو، بھلاکل! اس کی بیوہ کے بھاب میں تیار ہونا کی کچھ پریشان کن آواز سنائی دی۔

”کیا؟“ اس نے چونک کر پوچھا۔

”کل رات جس خواجہ سرا کو گرفتار کیا گیا تھا وہ چالیس گھنٹہ میں مر گیا ہے۔“

”کیسے؟“ اس اطلاع پر وہ بھونکے ہوئے۔

”جی طور پر تو پوسٹ ڈرم کے بعد ہی کچھ کہا جا سکتا

ہے لیکن ناش کی ظاہری حالت دیکھ کر بھی کہا جا سکتا ہے کہ موت کا سبب زہر خوردانی ہے۔ جہت ابیز بات یہ ہے کہ گرفتاری کے بعد اس شخص کی عمل جوئی کی گئی تھی اور اس کے پاس موجود معمولی سے معمولی شے بھی قتلے میں لے لی گئی تھی اس لیے یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ اس نے اپنے پاس زہر رکھ ہوا تھا جسے کتا خرگوشی کر لی۔ نتیجتاً اس کی موت کا سبب بننے والا زہر باہر سے آیا تھا اور یہ بات ہمارے گلے کے لیے بدنامی کا سبب بن سکتی ہے۔“

”تو تم نے بہت تشویشک بات بتائی ہے۔ اس ایڈووکیٹ نے گروتو میڈیا بہت طوفان برپا کرے گا۔ پچھلے صبح مسلسل تنقید ہو رہی ہے۔ ابھی تک وہ پیلے ہی میری وزیر اعلیٰ سے بات ہوئی ہے۔ وہ دیکھ کر طر پر ہم ہورے تھے کہ ہمارا حکم کیوں ہاتھ دھو کر خواجہ سراؤں کے پیچھے چل گیا ہے۔“ وہ ہزاروں کو وزیر اعلیٰ سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں آگاہ کرتے گا۔

”یہ تو اعلیٰ بہت بڑا مسئلہ ہو جائے گا۔ جیسا کی ذمہ داری کے بعد ایڈوی خود کو سنبھالتے ہوئے کابینہ میں ہو پار ہے ہیں۔ ان کی صحت فی الحال اس لائق نہیں کہ کسی سیاسی عہدہ آزمائی میں لگ سکیں۔ ان حالات میں اگر وزیر اعلیٰ بھی میڈیا کے ساتھ مل گئے تو ہمیں بہت مشکل ہو جائے گی۔“ ساری بات سن کر سجاد رائے نے تشویش کا اظہار کیا۔

”مگر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔“ وزیر اعلیٰ ہر حال میں میڈیا کے ساتھ ہی کھڑے ہوں گے۔ میں اس شخص کو ابھی طرح جانتا ہوں۔ سستی شہرت حاصل کرنے کا کوئی بھی سوچ خارج کرنے والا آدمی نہیں ہے۔ وہ بہر حال فنی اگلاں سب سے پہلے تو طرح کی موت کے وقت کوئی ہی پروموجو ملے کی مسئلہ کا خاکہ تیار کر ادا کرے گا کہ پبلک کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ فحلت کے مرتکب ہونے والے انڈو کے خلاف انڈو ازم کی چابلی ہے۔ ساتھ ہی کو شش کرنا کہ وہ بدعہ بکڑا جائے جس کے ذریعے زہر دیا گیا۔ نتیجتاً یہ نیکلے مسئلے میں سے ہی کوئی فراہم ہوگا۔ میں اس دوران اور بہت کرتا ہوں۔ ہم سچے طور پر جو کششیں کر سکتے تھے وہ کر لیں، اب اعلیٰ جس کے افراد کو اس معاملے میں اعتماد میں لینا تاخیر ہو گیا ہے۔ کلرمراد نے ہدایات جاری کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا گلاب پروگرام بھی تیار کر لیا اور انا موجودہ حالات میں جو حالت نہیں کر سکتا تھا وہ اس کی ذمہ داری بھی لے لی تھی کے کل میں موت ایک نیک لڑوا چنے انھوں نے کرا کر ادبک پہنچا ہے۔



”اور اس کے چہرہ صاحب! اپنے اسے ہی صاحب کے کیا حال ہیں؟ بعد وہ رگ ٹھکانے آیا حرم کو مانتا ہے؟“

صوفی کی پشت سے ٹپک ٹپک کر رہیوں ٹانگیں خوب کھینچ کر پیچھے ہٹے تھیں۔

”مگر تو چلا ہے۔ یہ چارے اسے ہی کاگل بلایا تھا اس نے انڈو کو پوچھ کر کچھ کے لیے۔“ تانڈی کی بات کا بھاب دے کر چہرہ نے جے کی تے منہ سے لگائی اور اپنے مدد طلب انداز ہونے والے انداز میں ایکسٹریکٹ کر گیا۔

”پھر کیا تو اسے ڈاکٹر مارا ہے؟ کب ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ہم پریشانی میں پڑ جائیں۔ ان غوروں کا کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ سب بندے وہ چھڑا دیں۔“ اس نے پیٹنے تشویش کا اظہار کیا۔

”اوسے نہیں تارو صاحب! ہنسی گھڑ کر وہ ڈاکٹر کی پوری طرح ہر دے۔ کچھ شہر ہے۔ وہ انکی کوئی قلعی نہیں کرے گی کہ ہمیں مشکل پڑ جائے۔ آپ تو بس اب اطمینان سے اس دن کا نظارہ کرنا۔ اب اسے ہی ہمارے سامنے تک سے گھیر کر لے گا۔ اس وادی ایہ دیکھ کر کہ ہم نے اس کا کچھ ٹھکانہ نہیں ہی نہیں۔ بڑے نام والے خاندان کا سہوت ہے۔ ہم سے ان کی گار کر اپنے خاندان کی عزت رو لے کر غلہ نہیں من لے سکے گا۔“ چہرہ نے مدد طلب تھا۔

”بات تو آپ کی بھی ٹھیک ہے۔ اب یہ باتیں کہ کب اس سلسلے میں سے خدائات شروع کر رہے؟“

”وہ چاروں گزرنے دیں پھر بات بھی کر سکتے۔ ایسی جلدی کیا ہے؟ ابھی تو ہم چند دن اس اسے کے پیچھے کے تو بچے کا قاتل دیکھنا چاہتے ہیں۔ الکی خیر نہ آئی ہیں اس نے ہر دے اب بھلاں وہ کی تو رت چکا مٹا ہے۔ ابھی تو سب چارہ اس انجمن میں چھٹا ہوگا کہ تصویر میں ہم نے بھوکائی تیار کیا کی اور؟ اس کی ہے ہی کا قاتل دیکھنے کے لیے ہی تو میں نے ان تصویروں کے ساتھ کوئی حد پڑ نہیں کھینچا تھا۔ کب ہے کب اسے ہم پر ہی ہے جسے خود سے گل پھینکے گی۔ بہت تو نہیں کر سکتا۔“ چہرہ کی خوشی اس کے انک ابک سے پھوٹ رہی تھی۔ شہر پار جس کے بھول اس نے بیٹھ رکھ اٹھا تھا اب اسے اپنے راز میں چھٹا نظر آ رہا تھا تو یہ کوئی معمولی بات تو نہیں تھی۔ اسے یقین تھا کہ ان تصویروں کے اور کچھ شہر پار کو بک سکتا کہ اس سے اپنے ہی مصائبات پھر سے کرواتے جاسکتے ہیں۔

”مہل میں بات یہ ہے چہرہ صاحب! اس نے پیٹنے پھر ہوا کر بیٹھا ہوا اور اسے ٹھکانا۔“ اپنے ہاتھ صاحب

کچھ پریشان ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ چند از چند اس معاملے کو نوا یا جائے تاکہ ان کی کئی کئی غلطی ہو سکے۔“

”ایک تو بچہ۔“ نے پریشان کر دکھا۔ اور احوال میں اس آدمی میں۔ بھگے ہار پر دونوں کے سر سے کان دکھا رہا ہے۔ اب آپ اسٹارڈی ہا کر سکتے ہو۔ میں تو سوچ رہا ہوں چن پھر اسے بندے سے۔ اسے ہی سارا سب کی نظروں میں آ گیا ہے۔ حال ہوگا تو بھی پریشانی ہی رہے گی نہیں۔“ چہرہ نے گواہی تے کہا۔

”بچہ کا بھی خیال ہے کہ آپ اس سے جان چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کچھ سے کھیت کر ہاتھ کر چہرہ صاحب کا رویہ کچھ بڑا ہمارا ہے۔ کچھ سے کھیت سے بات نہیں کرتے کہیں لیا تو نہیں کہ مجھے اس سارے بیٹاپ سے کچھ کرنے سے پھر نہیں ہوں؟“

”تو آپ سے بتا دی کہ ان کا خیال ٹھیک ہے۔ فورسٹ آفیسر کا یہ ہے اس کی جگہ چن بندے آئے گا کام اسے پانڈرہ میں لے کر لیا وہ ایک ٹھکانے کی زد میں آئے بندے کو اپنے ساتھ بھی رکھنے کی ضرورت سے نہیں۔ بہت کمالیا کر لے ہر دے ساتھ رہ کر اب بھی اور کوسج دے۔“

”یہاں آسٹن بھی شہر نہیں ہوگا چہرہ صاحب! جو کچھ چاہے گا۔ ہو سکتا ہے۔ بے میں آکر دو کوئی ایسا قدم اٹھائے جس کے بعد ہمارے من میں بھی سامنے آ جائیں۔ ابھی تو جو کچھ ہے ہر ٹھکانے کی حد تک سب چاہوئے کوئی اقبالی بیان دے دو تو ہم بڑی طرف نہیں جائیں گے۔“ تانڈو نے اسے معاملے کی نزاکت کا احساس دلایا۔

”میرے خیال میں آپ یہ بھی اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں۔“ تانڈو نے اپنی تشویش کے ساتھ یہ دیکھ کر بھی آپ کے کانوں تک پہنچائی ہے۔“ چہرہ نے اسے بے ہوش ہوئے تانڈی کی شکل دیکھ کر خود بخود چلا گیا۔ ایک طرح سے اس کی طرف سے اعتراض تھا کہ اسے اپنی باجہ نے انکی کوئی دیکھ لی ہے۔

”تو یہ معاملہ مجھے پر پور نہ آئی میں صاحب! میں آپ ہاتھ سے لے لوں گا۔ یہی طریقہ کر۔“ چہرہ نے ایک دم ہی موڈ بدل دیا اور نرم لہجے میں اسے کئی دینے کے بعد ایک ملازم کو پکارا۔

”اوشیدے! ایس بی صاحب کے لیے کھانا لگوا۔“

بڑے دن کر گئے تھے اسے جن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا۔ اس کے انداز سے تانڈے نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اب حرم اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرے گا اور دھکی اس



کمرے سے اچھڑ کر ڈائنگ روم تک جانے اور کھانا کھانے کے دوران چڑھری بڑھ اور کمرے کے موضوعات پر نہیں غور کر پائیں کہ رازہ لیکن جامعہ والا معاملہ بارہ فیض کا پھیلا۔ ایسی ہی بھی انتہا میں گیا اور خوشگوار ماحول میں شان دار کھانا تناول کر کے خاموشی سے رخصت ہو گیا۔ اس کے رخصت ہونے کے بعد چڑھری نے اے کے کو بلا دیا۔

”ختم چڑھری صاحبہ“ اور فراقی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

”سنا ہے اپنے اچھے صاحب کی زبان بڑی بھولاری ہے۔ ان کے پیٹ میں سوا گھر رہے ہیں۔ بس ٹیکس چلے گا کہ جو بکھرے، باہر نکال دیں۔ اور جو نہ رہے کہ بھاری حقوں کو پسپائیں کرتے۔“

”آپ غلط کر رہی ہیں، عہدہ جب اچھے کا علاج ہو جائے گا۔ اگر علاج ہو گا تو اسے وہاں بھی چھوڑا جاسکتا ہے جہاں بر ملا علاج پیش کو پہنچاتا رہتا ہے۔“ اے کوٹھوڑا اس کا من پسند شکلہ ہاتھ کھینچے اور ہاتھ میں سے ہارے میں کر اس کی چھوٹی چھوٹی سر داڑھی میں سے نکلیں۔

”ابھی تو یہ کرکڑیاں پر نظر رکھ۔ آگے نہیں کہنا ہے، میں تجھے جود میں بتا دوں گا۔“ کوئی بھی انتہائی حسد وار کرنے کے جوئے اس نے ہائے کو صبر کرمانی کا کام نہ لیا۔ سچا وقت پر آئے فیضان گیا کہ باجوہ کو کوئی نقصان پہنچے تو اس کی ٹانگ چاہے گا کہ کچھ ان کا کام ہے اور ان احوال و احساس کی بل پانچڑی سے عزم و کرم میں نہ چاہتا تھا۔ باجوہ کے متعلق میں وہ اب بھی اس کے لیے کار کا تھا بلکہ وہ ابھی سے اپنی رشتہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے بھی احتیاط کرتی پڑتی تھی۔ باجوہ کو کہہ دیا تھا کہ اس کے آگے پیچھے کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو جود ہی کے لیے ہوتا لیکن میں نے اسے چھوڑا تھا۔

"لیکھ ہے چوہری صاحب! جیسا آپ کا شعر۔  
جسے تو کچھ مائی ہوئی سخنِ خاں سے وہ چوہری کے سامنے  
ان کے فیصلے پر اعتراض تو نہیں کر سکتا تھا اس لیے فرماں  
برادری سے ہوا۔

"ایک کام اور کرنے، ڈاکٹر مارو سے نہ کہ تیرہ سے۔"

آج رات مجھ سے اپنے دل پر پڑھنا چاہتے ہیں۔  
 "تمہیک ہے چوہری صاحب! میں خود اسے رات کو  
 آپ کی خدمت میں لے آؤں گا۔" بے لے نے جواب دیا اور  
 بھروسہ کا اشارہ کر کے باہر نکل گیا۔ چوہری سرور سا آنے  
 والی رات کے تصور میں کھڑی ہو گئی۔ اچنی کسی موٹی بھڑکی  
 بڑی پیازاری عورت کے گھائے اڑکھ رہا بیٹھیں صبح

عورت کی قربت میں گزارنی تھی۔

☆☆☆

خوف سے حلقہ کر کا پیچہ اس شخص پر جا دوانے ایک  
قرآن پڑھا دیا۔ وہ کل رات ڈوب پڑا سوچ رہا ہوں میں سے  
ایک تھا۔ نہیں سہی سہی میں زہر خور دلی کے پیچھے میں جا کہ  
ہوئے دے خواہ میرا کی ہدایت کے بارے میں یہ بات ہو  
جانے کے بعد کہ اس کی موت کا سبب کھانے میں مثل زہر  
تھا اور یہی صورت ہو ڈوبی ہو سوچ رہا ہوں کی طرف ہی دھین  
یا تھا۔ خواہ میرا کی موت کا انکشاف کچھ اس وقت ہوا جب  
رات والا گھبراہٹ میں جا چکا تھا اور میں اس کی جگہ سے اٹھنے  
لی تھی۔ حقیقت کرنے والوں نے فوری صورت پر رات والے  
محلے کو کال کر لیا۔ سارا محلہ خبر ہو گیا مگر تو میرا نہ ہی یہ سہی  
نہیں آیا۔ جا حاضر افراد سے تحقیق شروع کرنے کے ساتھ ہی دو  
سہی تو میرا احمد کے مرنے کی طرف روانہ کیے گئے جہاں اس کی  
پہی نے بتایا کہ تو میرا گھر نہیں ہے۔ وہ کچھ ڈوبی ہے۔ وہاں  
تھی اسے اپنے چند جوڑے پہنے لے کر گھر سے نکل گیا تھا  
کہ کسی ضرورت کی کام ہے۔ جاتا ہے۔ سہا پہلوں نے اس بات کی  
اطلاع نہیں لی کوئی۔ تو میرا احمد کے بارے میں یہ بات جاننے  
پہنچے تھے اس کی طرف سے نکلا ہوا تھا تو اب جہاں کے گھر  
سے غائب ہوئے اس کی اطلاع ملی تو یقین ہو گیا کہ خواہ میرا کے  
کل کے پیچھے اس شخص کا گھر ہے۔ برقی رات دلی سے ہر طرف  
بند ہے روز آنے لگے۔ تو میرا احمد کے گھر سے پڑے وغیرہ لے  
کر نکلے۔ یہی انداز رہا تو کچھ دیر سے باہر نکلا جانے کا  
ادوار مکتا ہے چنانچہ وہی روئے پر چھٹی کی گئی۔ اس کی جہی کو  
ڈوب کر اس سے ان کے میرا وہ شہر پہنچے۔ شہر داروں کے  
ہم چے معلوم کیے گئے۔ تو میرا احمد کے گھر سے اس کی چند  
تصویروں کی بھی مل گئیں۔ سہا پہلوں میں سے ملے اس شخص  
اور انہوں کے اڑنے کی طرف روڑے۔ بازو اس مرد  
روڑے کے پیچھے میں اڑے۔ سے معلوم ہو گیا کہ اس جہی اور  
شکل و صورت کا آدمی لڑاں رات کی کچھ سہی دیکھ کر تھا  
وقت رات ہوا ہے۔ میں جس شہر کی طرف تھی گئی، وہاں تو میرا  
احمد کی پہی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق اس کی کچھ  
رہتی تھی۔ اب پولیس کے پاس یہی مل گیا کہ جو تو یہاں سے  
اس کی تو میرا احمد کے تحت سبب میں رات کرے یا وہاں کی قادی  
پولیس کوڑے زاری سولے کے پیچھے اس کی تو میرا احمد پہنچے۔ اسے  
مقرر کر کے وہاں لے کر بھیجا جائے۔ لیکن سہا پہلو کی قادی  
دیکھی اور خستہ جاہات کے باعث پولیس والوں نے کچھ  
غیر معمولی مستعدی دکھائی۔ فراہم ہوتی تھی سے یہ معلوم

کرنے کے بعد کثرت کے اس دور پر سے ان کی کھنکھری  
 میں کہاں تک پہنچ ہوگی، اس طائفے کے قائد انھیں راج کو حکم  
 دیا گیا کہ اسے میں ہی بس رکھا کر لاس شخص کو گرفتار کرو اور  
 فوراً طور پر لایا ہو ورنہ نہ کرو۔ نتیجتاً اس وقت خیر احمدؒ ابھی  
 اڑنے میں نہ پائے تھے کہ گرفتار ہو گئے۔ کے صدیق ہاتھوں  
 میں پھنسیاں پہنے ہاں موجود تھا۔ سہارواں پہ سہارہ کی اور پر  
 چھوڑنے کے بجائے خود اس سے چوہ چوہ کے ہے ابھی تھا  
 ادب اس شخص کو انگریزوں پر بندہ تھا۔

”اللہ پاک کی قسم! اگر میں نے کسی کو زہر نہیں دیا۔“  
اپنی شہرت پر فخر رکھتے ہوئے اس نے کاغذی آواز میں  
جواب دیا۔

”تو پھر بھاگ کیوں رہے تھے شہر سے؟“ اس نے  
 کہنا اور کات وار نیچے مٹک بچھا۔

”میں ہماگ نہیں رہا تھا سراسر امیری، لیکن کون آیا تھا کہ اس کے گرد والے کی طبیعت خراب ہے اس لیے میں اہر مینس میں اپنی بیگن کے گرد رہا تھا۔ راستے میں پوسٹروں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں نے بہت پیچھا کر کے ملے۔ لیکن بتایا کہ مجھے کسی جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ یہاں ”کر“ مجھے معصوم بنا کر کچھ ہالاک اپ میں بند خواہر سزا گزہر دینے کا اہرام ہے۔“ وہ اب کسی حد تک خود کو سنسنا چکا تھا اور شاید وہ سب کہہ رہا تھا جس دوران اس نے اپنی مقالی میں کہنے کے لیے سوچا تھا۔

”آپ خود سوچئے میری بھلائی کون ہے؟“ سجاد خان کو  
 کیا دشمن تھا جس نے اسے زہر دے کر مارا؟“ سجاد خان کو  
 برادر است صاحب کر کے یہ جواب دیئے ہوئے اس نے  
 میرے ٹھوک لگی کر اپنے خف ہوتے ملحق ہو کر کرنے کی کوشش  
 کی تھی۔ خود کو بڑا سنبھال لینے کے باوجود بہر حال اس  
 معمولی سپاہی کا ذوق کیسی سی بات کرتے ہوئے پتاپلی  
 ہوا تھا۔

”نہرے لیال میں مٹی صاحب... یہ فطرتِ شرافت کی  
 زبان نہیں سمجھے گا۔ پتھر ہے کہ اسے اس کے سارے  
 حواس لگ رہے ہیں۔ وہ تو خود ہی اس سے سارا حق سمجھ  
 لگوا لیں گے۔“ اس کے بیان کو خاطر میں لائے بغیر جا رہا  
 تھا ابھی اپنی طرف گہرے کرتے ہوئے سب سے بچے میں ٹھہر گیا  
 تو خود بڑا حیران ہو گیا۔ ایک دیکھ کر کہتا تھا۔ اس نے نہیں کی  
 ملازمت میں پانچ سال گزارے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس

کے ساتھ اس سے بچ اٹانے کے لیے کون کون سے طریقے استعمال کریں گے۔ ان طریقوں کو مجرموں پر آزماہ مختلف بات بھی خود پر سہنا اودھت۔ وہ دہرائی اے کیا۔

”میں سچ بتاتا ہوں سر! میں آپ کو سچ بھجوا رہا ہوں۔“ اس سے قبل کہ میں اپنی کہانیاں لکھتا ہوں، وہ لکھنے سے لے جایا کرتا تھا، وہ فراموشی بول چال اور دونوں ہاتھوں کے سامنے جڑ دے۔

”ہو... ٹھیکسن یاد رکھنا کہ ایک خطہ بھی جھوٹ کہا تو  
تمہارے حق میں جھوٹ ہو گا۔“ ساروانانے اسے دھمکا کر۔  
”میں اپنے بیچوں کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے کچھ کیوں  
6۔ سچ کہوں گا۔“ اس نے یقین دہانی کروائی پھر ادا سا  
توقف کرتے ہوئے انداز شروع کیا۔

”میں رات کے کھانے سے پہلے باہر نکلنے والے کے  
 کھوکھے سے سگریٹ لپے نکالتا۔ سگریٹ کے سرور نہیں آتا تو  
 ایک عورت نے آواز اڑے کر روک لیا۔ بے جا رکی اچھی

خاموشی بڑھتی گشت تھی۔ اس کے ہاتھ میں سونہ کا ایک ٹکڑا تھا۔  
 عمارت سے کہنے لگی کہ آپس سے میرے بے گناہ بننے کو بھڑکا  
 لیا ہے۔ سو بے چارہ بچہ اپنی قسمت کا مارا ہے کہ وہ مکمل طور  
 پر موت سے نہ تھیں مرے۔ لیکن بھائی! میں تو گرو گناہ کے جرم  
 میں بے چارے کے ساتھ وفات سے بچتی آتی ہیں۔ باپ  
 براہمن رہتا ہے کہ اس کا بیٹا جو بے سر ہو چکا گیا۔ ایکس نے  
 دے کر میں اپنی ماری ہوں جو اپنے قتل جہاز کا دکھ کبھی  
 ہوں۔ اب بھی بولیں گے اسے کہ گرو کیا ہے تو میں بھائی  
 اور باپ کو کوئی ٹھکر نہیں۔ میں ہی ماری ماری بھڑک رہی ہوں اس کے

ہیں سوچو، جو نے کامیاب کرنے کے بعد یہاں آئی ہوں۔  
 اپنے کوشش کی تھی کہ اپنے بچے سے ملاقات کروں لیکن جواب  
 نہ دیا کہ یہ صاحب کی بہت تھیں۔ مجھے مت کی ماری وادہ  
 کچھ کچھ تھیں آتا تو کھڑا رہا بچے کے لیے کھانا لگا کر لے  
 آئی۔ اب جب سے میں انتظار میں تھی ہوں کہ کوئی رحم  
 دل شخص کھڑے آئے تو اس کے ذریعے اپنے بچے کو کھانا  
 بھجواؤں۔ تم قاتلے سے ملے تھے وہ ہی تمہاری شکل دیکھ کر  
 میں نے سمجھ کر رہا کہ تم کب تک باں دہ کی ملک والا ہو۔

[illegible]







کی طرف سے غافل نہیں ہے۔ دل ہی دل میں خود کو حریف قرار دیتے کی جھنجھکتے ہوئے کشور، جھنجھکتے تھروں سے تائب ہونے پر دروازہ سے پلٹ کر واپس اپنے بیلے پر آکر بیٹھ گئی اور سر ہانے بھی ایک کتاب اٹھ کر پڑھنے لگی۔ لیکن یہ پڑھنا ہی ایسی جھنجھکی کی کتاب سے خود کو بیدار کر نظر انداز کی جا سکتی۔

☆ ☆ ☆

"ڈاکٹر ماریہ کے مطلق آپ کی مطلوبہ معلومات حاصل ہو گئی ہیں سر! آپ نے جو ایڈریس نوٹ کروایا تھا، وہ لاہور کے ہی گھر میں رہتی تھیں۔ مجھے والوں کے مطابق وہ اور ان کی والدہ ستمبر یا آخر تین سال سے اس گھر میں رہ رہی ہیں۔ مجھے والوں سے ان لوگوں کا زیادہ متاثرہ نہیں البتہ متعجب آج جا رہے ہیں۔ ان دنوں سے خود کی بہت بات کر رہی تھی۔ بھڑکی صورت پر مجھے والوں کے مطابق وہوں میں بھی شریک اور بے ضرر خواتین ہیں۔ ڈاکٹر ماریہ کے بچے آباد آنے کے بارے میں ستمبر یا آخر دو مجھے والوں کو بتایا تھا اور یہ بارہ ظاہر کیا تھا کہ چند دن بعد وہ خود بھی بچی کے پاس چلی جائے گی۔ ستمبر یا آخر میں آئی تو ان لوگوں نے یہی خیال کیا کہ وہ بچہ آباد چلی گئی ہے۔ جن لوگوں کے ذمے شہر نے یہ معلومات جمع کرنے کا کام لیا تھا، انہوں نے ڈاکٹر ماریہ کے گھر کا جائزہ لیا ہے۔ گھر کا کافی سامان بندھا ہوا ہے جس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ لیکن کتنے جانے کی تیاری میں تھیں۔ ڈاکٹر ماریہ جس ایجنسی میں جاب کرتی تھیں، وہاں سے بھی جی افسار ملی ہے کہ وہ بہت اچھی قسم میں جاب پھونڈ کر گئی تھیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایجنسی سے اپنے واپس جاتے ہی دوسروں کو بھیجے۔ "عبدالمنان نے جہر چہرہ میں کی وہ ڈاکٹر ماریہ کی اپنے بارے میں سب کچھ کہہ دیا تھا۔ وہ معلومات کی تصدیق کر رہی تھی۔ اس نے ایک گھبراہٹ سے لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹپک لگا کر اور بھی آواز میں بولا۔

"جھنجھکی عبدالمنان! مجھے امید تھی کہ تم یہ کام ڈسے واری سے انجام دو گے ان لیے میں نے اسے تمہارے سپرد کیا تھا۔"

"مجھے آپ کے اس اصرار پر خوشی ہے سر! بعد نے جا ہا تو میں آئندہ بھی آپ کے اصرار پر چلا آؤں گا۔" اس نے مزہ بانہ جواب دیا پھر ذرا توقف کے بعد بولا۔ "کیا بات ہے سر! مجھے کچھ پریشان لگ رہا ہے میں؟ کیا آپ کو ڈاکٹر ماریہ پر کسی قسم کا کوئی شک ہے؟"

جاسوسی انجسٹ

118 مارچ 2010ء

معلومات حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔ ڈاکٹر ماریہ کے مطابق انہیں کسی نے جس بے جا میں رکھا ہوا ہے اور یہی خیال اب انہیں ایک مسئلہ کر رہا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ ان کی کسی قسم کی دیکھنے سے کچھ سہولت ملے۔ "تو انہوں نے کہا کہ وہ ان کی والدہ کے ساتھ ہیں۔ "تو انہوں نے کہا کہ وہ ان کی والدہ کے ساتھ ہیں۔ "تو انہوں نے کہا کہ وہ ان کی والدہ کے ساتھ ہیں۔"

"ابو! آئی سی۔" عبدالمنان نے ہونٹ مسکراتے ہوئے بولے۔ "کیا ڈاکٹر ماریہ نے کسی پر شک ظاہر کیا ہے؟"

"بہت صاف۔" عبدالمنان نے کہا۔ "میں تو نہیں سمجھتا تھا کہ ان کی باتوں سے ایسا لگتا تھا کہ شاید وہ دوسری شخص کی طرف سے انہیں پریشان کیا جا رہا ہے۔" اس نے ایک بار پھر گھر کی دروازہ پر ہاتھ رکھا۔

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟ اس مسئلے میں ہمارا کیا کردار ہے؟" عبدالمنان نے فوراً مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "فی الحال تو ہم قاضی رہیں گے۔ اگر ڈاکٹر ماریہ کی والدہ دو تین دن میں خود ہی واپس آجاتی ہیں تو جھنجھکی ہے ورنہ پھر کوئی کارروائی کریں گے۔" اس کا یہ جواب اس کی فطرت کے خلاف تھا جسے عبدالمنان نے محسوس تو کیا لیکن حریف کوئی سوال کیے بغیر اس سے اجازت لے کر باہر چل گیا۔

اس کے جانے کے بعد بھی شہر پر کوئی دیر تک سوچ نہیں آ رہا۔ خیریں والہ والا معاملہ تو یہ ایجنسیوں میں سکتا ہے، وہ جانتا تھا۔ اس ایجنسیوں کے سامنے آنے پر ان کے خاندان کی سادگیاں پر لگ جاتی تھیں۔ یہ تو ان کے لیے صرف تصویریں بھیجی گئی تھیں۔ پیسے والے نے نہ تو اپنے تعارف کروایا تھا، نہ ہی کوئی ذمہ دار سامنے رکھی تھی۔ ان حالات میں وہ دوسری شخص سے براہ راست اس موضوع پر کوئی بات کرنے کی جرات نہیں میں نہیں تھا۔ وہ صاف کرچا کہ یہ میرا کام نہیں۔ وہ ہنسنے لگا کہ وہ دیکھے پر اپنے ساتھ چلے آئے والے والے کا حال بھی دیکھتے تو بے جا رہا۔ جو تصویریں اسے بھیجی گئی تھیں، ان میں نہ تو ڈاکٹر ماریہ کا چہرہ نظر آ رہا تھا، نہ ہی کوئی اور اس کے ساتھ دیکھ رہی تھی جس سے ثابت کیا جا سکتا کہ تصویریں حریف کے اندر بھیجی گئی ہیں۔ وہ جھنجھکی میں پڑ گیا تھا۔ ہر لمحہ یہی فکر رہتی تھی کہ ہائے ان تصویروں کی بنیاد پر کون سا معاملہ کر دیا جائے۔ فی الحال تو وہ انکی صورت حال میں جھنجھکیا تھا کہ اگر وہ نہیں سکتا تھا اور اقرار کرنے کا مطلب دھن کے سامنے پہنچی اختیار کرنا تھا۔

"ڈاکٹر ماریہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں سر! ملی فون کی جھنجھکی اس نے چمک کر دیکھ کر دوسری طرف سے اسے افسوسناک دیکھی۔

"الٹیک ہے۔ بات کرو انہیں۔" ڈاکٹر ماریہ کا نام سن کر اس نے اچانک دیکھی۔ "بھلا اے کی صاحب! کیسے سراج ہیں آپ کے؟" دیکھنے سے دوسری طرف سے ڈاکٹر ماریہ نے اس سے پوچھا۔ پھر اس کی طرف سے کوئی جواب دینے کے بجائے اس سے ہی بولی۔ "ظاہر ہے آپ پریشان ہوں گے۔ میں نے آپ کی پریشانی کا سوچ کر ہی آپ کو فون کیا ہے۔"

"جھنجھکی سوچو۔" وہ فی الحال یہی کہہ سکتا تھا۔ ورنہ ڈاکٹر ماریہ کے فون کرنے پر ہاتھ کرنے سے اسے کیا فرق پڑتا تھا۔ اپنی بھینس پر تھکا کر وہ کسی بھی قسم کے تعذر سے پیچھے ہٹا۔ صاف انکار کر رہی تھی۔

"جھنجھکی یہ تو سب کچھ کہہ رہی ہیں آپ کو اپنے پاس موجود ایک دہر دست خبر دوں گی۔"

"بھئی خبر؟" اس کے لیے میں وہ جو جوش و خروش کر کے وہ اپنی کرسی پر ہلکے سیدھا ہو کر بیٹھنے سے پہلے چلے گا۔ "آپ کا فون تو محفوظ ہے نا؟ یہ نہ ہو کہ یہ بھڑکی کوئی اور ہماری معلومات لے۔" اس نے خبر نہ لے کے بجائے جھنجھکی کے لیے میں پوچھا۔

"نہیں! اس بات پر تو آپ میرے سوا کس پر کال کر لیں۔" اس نے اپنے سوا کس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "جھنجھکی ہے۔ میں ابھی کال کرتی ہوں۔" اس نے کہا اور فوراً رابطہ قطع کر دیا۔ چند سیکنڈ ہی گزرے ہوں گے کہ اس کا سوا کس کال آنے کی نشان دہی کرنے لگا۔ اس نے جھنجھکی پر کال کر دیکھی۔

جاسوسی انجسٹ

118 مارچ 2010ء

دوسری نے آپ کی تصویریں ہمارے ان کے نیچے لپکا کر رکھے ہائے ہیں۔ دوسری کے ذمے میں موجود وہ خانے کے ایک کمرے میں طبعی طور پر ہے۔ اس بھینس میں وہ اپنے خاص خاص کاغذات اور دوسری پیش قیمت اشیاء رکھتا ہے۔ آپ کی تصویریں بھی اسی بھینس میں رکھی گئی ہیں۔"

"آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟" ڈاکٹر ماریہ کی ہر جوش کے لیے میں نے اچانک اس کے وہ معلومات کو سن کر اس نے حیرت سے پوچھا۔

"میں کل رات میں دوسری کے ذمے پر اس کے ساتھ ہی موجود تھی۔ شراب کے نشے میں چور جب دوسرے رات بھر اپنی سناپناں کر رہا تھا، میں نے سناج و کچھ کر اس کے ساتھ یہ موضوع بھینس دیا۔ میں نے کہا۔ دوسری صاحب! آپ نے اسے یہ شہر یا ر کو جو تصویریں بھیجی ہیں، ان کو دیکھ کر اس کا سوا کس تو آپ سے پوچھ جائے گا۔ وہ ہاتھ آ رہی ہے، کچھ معلوم نہیں کر آپ کی حریف کی دوسری کی حریف اپنے پر اثر آئے۔ جواب میں وہ یوں لگا کہ وہ اپنی ممکن ہی نہیں پھر بھی اگر کسی طرح سے محسوس ہو جاتا ہے تو اسے ہی کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ میں نے وہ تصویریں بڑی حفاظت سے اپنی طبعی تصویریں دیکھی ہیں جس سے کچھ نہیں کے لیے ممکن ہی نہیں۔ بس پھر میں نے اس کو اس حریف اپنی ہاتھوں میں اٹھا لیا کہ اس نے خود اپنی طبعی تصویریں کے بارے میں ساری تفصیل اگل دی۔ مگر غیبت ہے یہ بڑا چال۔ آپ کے بارے میں تو زبان بھول دی لیکن میری اس کے حق کچھ نہیں اگلا۔ اب کو بھٹک کر دیکھ کر اس کی ہاتھوں میں کی زبان بھولنا سکوں۔"

دوسرے نے اسے بتایا۔

جاسوسی انجسٹ

118 مارچ 2010ء



انہیں معمول سے تھیں کھینے کچھ کچھ کا تھم دینے کے باوجود وہ مطمئن تھیں کہ دونوں اپنی عادت اور تربیت کے مطابق ٹھیک وقت پر پہنچ جائیں گی۔ یہ یقین ہے بنیادیں تھیں۔ وہ سب اس کرہن لوگوں کے لیے اور جس دن تک پر کام کر رہی تھیں، اس میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ اور کسی کو بھی اور غلطی کا انجام نہ لگایا اور تھیں کے ساتھ ساتھ بناؤاقت سوت بھی ہو سکتا تھا اس لیے وہ سب بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اب بھی انتظار کے چار منٹ مزے کر رہے تو اس نے بیڑیوں پر کسی کے قدموں کی آواز سنی۔ پھر درولی جسے میں جو کہ ایک وقت انتظار گاہ اور احتیاط کے طور پر استعمال ہوتا تھا، دونوں لوگوں کے چلنے پھرنے اور ہاتھ کرنے کی آواز میں ملتی دیکھیں۔ ایک منٹ کا مختصر دورانیہ جیسے ہی گزرا اور گھڑی نے تھیں پہنچے کا اعلان کیا، اس کے کھٹک سے دو واڑے پر دھچک کی آواز ابھری۔

"میں... کم ان۔" اس نے پھر دیکھا انداز میں اجازت دی۔ فوراً ہی دو واڑے کھلے اور دونوں جوان لڑکیاں اندر داخل ہوئیں۔ دونوں لڑکیوں نے جہرے ترش خراش کے شلوار قمیض زیب تن کر رکھے تھے۔ ان کی شلیں آہیں میں کافی لمبی جلی تھیں جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ آہیں میں نہیں ہیں۔

"جو آہیت۔" اس نے سیات لہجے میں ان دونوں سے کہا۔

"ٹھیک ہو میڈم۔" وہ دونوں کرسیاں کھسکا کر ان پر بیٹھیں اور پھر سوال کیے پھر نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔ اس طرح بے وقت اپنے بلانے جانے پر وہ اندرونی طور پر بے حد ملرتھیں۔ انہیں اندازہ تھا کہ معمول سے بہت کم وقت بلانے جانے کا مطلب تھا کہ کوئی خاص بات ہے۔

"تم دونوں جلدی بہت ابھی وکر ہو۔ اب تک تمہیں جو بھی کام سونپا گیا تم دونوں نے ہی اسے بہت اچھے طریقے سے انجام دیا لیکن آج جو اسے داری تمہیں سوئی جاتی ہے اور وہ صرف غلط ہے بلکہ بے حد نازک بھی ہے۔ اس کام کو کرنے میں تمہیں بے حد ہوشیاری اور ہوش مندی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ناکامی کا نتیجہ صرف ایک صورت میں ملے گا اور وہ ہے موت۔" اس نے اپنے سیات اور سرد لہجے میں گفتگو کے لیے قہقہہ ہاندی۔

"ہم ہر ممکن طریقے سے اپنے کام کو پھینک کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کریں گے۔ ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر ایسا ہو گیا تو اوپر سے عمر آنے سے پہلے ہم خود اپنے لیے موت کا انتخاب کر لیں گے۔ ہمارا جین

آپ اس کے سامنے سے بہت چاہیں۔ عراحت نہ کرنے کی صورت میں آپ کی تصویریں بھی مٹھر پر نہیں آئیں گی اور آپ کو انعام و اکرام سے بھی نوازا جائے گا۔ اگر آپ انتظار کرتے ہیں تو پہلے میں دوسرے قماروں کے ساتھ اپنی تصویریں بھی دیکھنے کے لیے تیار رہے گا۔ ویسے بھی اس بار بہت بڑے پلانے پر پہلے کا اجتماع کیا جا رہا ہے۔ کسی سیاسی اور سماجی شخصیات مدعو کی جائیں گی۔ میڈیا کو درجہ تو لازمی ہے۔ سمجھیں، آپ بھی طرح چھس جائیں گے اس لیے بہتر ہے کہ جو کچھ کرنا ہے ابھی کر گزریں۔... ہلد میں آپ کے پاس بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہے گی۔" وہ بہت غلوں سے مغموم دے رہی تھی۔ اس کی باتیں سن کر شہید کے دگ وپے میں مشابہت دوڑنے لگی۔

اس بار چھوڑی نے اس پر بہت کڑی وار کیا تھا۔ سب کچھ اگر کسی ترتیب سے پیش آجاتا جس طرح ڈاکٹر بادیا کے مطابق چھوڑی نے چار کر دکھا تھا وہ بھی طرح چھس جاتا۔ چھوڑی کے سامنے ہتھیار ڈال دینے یا اپنے خاندان کے ناموں کو ذرا بگاڑ دینے کے سوا اس کے پاس کوئی راستہ نہ رہتا اور ان دو آپشنز میں سے کسی ایک کا بھی انتخاب کرنا اس کے لیے کافی قتل تھا۔ اس وقت تو ڈاکٹر بادیا کی صورت میں ایک طرح سے اس کی لمبی امداد ہوئی تھی۔ وہ چھوڑی کے بچانے والے چال میں خود کو پھنسنے سے بچانے کے لیے ہاتھ بڑھ سکتا تھا۔

"آپ مجھ سے بہت کو آپریت کر رہی ہیں اس کے لیے بہت بہت شکر ڈاکٹر بادیا۔... لیکن آپ مجھے چھوڑی کی خفیہ جھڑپ کے حقیقی تعلیمات سے آگاہ کر دیں۔" اس نے بے حد محنت سے کہتے ہوئے درخواست کی۔ جواب میں ڈاکٹر بادیا سے مطلوبہ معلومات فراہم کرنے لگی۔

☆☆☆

کرپٹ پر بیٹھی اور جرحورت کی نظریں وال کلاک پر جلی ہوئی تھیں۔ تھیں بچے میں پانچ منٹ ہائی تھے۔ اسے صرف پانچ منٹ ہی انتظار میں گزارنے تھے۔ پانچ منٹ بعد اس کی سادوں لڑکیاں وہاں پہنچ جائیں۔ نما اور حنائی وہ دونوں لڑکیاں وقت کی بے حد پابند تھیں۔ انہیں اس شادی جہز میں اس کے ذریعہ گمانی کام کرتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا لیکن وہ یہ بات بھر حال چاہنے لگی تھی کہ دونوں لڑکیاں وقت کی پابندی کے سناٹے میں بے حد ڈسے دار تھیں۔ انہیں ہر روز شام چھ بجے ڈیوٹی پر پہنچنا ہوتا تھا اور انہوں نے بھی اس سلسلے میں کوئی تبدیلی نہیں برتی تھی۔ آج بھی



ہمارے دل کی امانت ہے۔ ہمارے پتے بھی فرض کو بھانپنا تھا۔ ہم سے بھی کوئی کوئی نہیں ہوگی۔" عدا نامی ٹرکی نے جواب دینے کا فرض سنبھال لیا۔ "عدا نامی ٹرکی نے کہا۔" تم اچھے تم سے کیا امید تھی۔" اس کا لہجہ راسخ اور ہوا بھر دہان دونوں کو ان کا کام بھانپنے لگی۔ وہ دونوں چوری توجہ سے اس کی بات سنتی رہیں۔ ان کے چہرے کے اثرات سے ظاہر تھا کہ کام کی نوعیت بچ بچ ہی محسوس ہے۔ اس سے قبل انہوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا۔ یہ وہاں انہیں اس سے کام کو کرنے میں بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔

"تو کب میری بات سمجھی ہو؟"

"نہیں میڈم! آپ گھڑ کر رہیں۔ سب کچھ آپ کی ہدایات کے مطابق ہی ہوگا۔" عدا نے جواب دیا۔ اگرچہ دیکھنے پر دونوں بہنوں میں پھوٹی ہوئی کانداز و کٹھن تھا لیکن وہ کسی طرح ہر سوال کا جواب دینے کی لہجہ واری خود انجام دیتی تھی، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ وہی بڑی بہن ہے۔

"لیکھ ہے ہر قسم دونوں روانہ ہو جائے۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ چھ بج چکے ہیں۔ ان کی دکان پر دوبارہ موجود ہونا چاہیے۔" اس نے وال کوکب کی طرف دیکھتے ہوئے حکم دیا تو وہ دونوں خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئیں۔

استغناء پر ان کی مصلوبہ اشیا موجود تھیں۔ حنا نے ایک تھیلا کھول کر اس میں موجود اشیا باریک دیکھا۔ یہ ایک سیاہ رنگ کا برقع، ایک بڑی سی چادر اور دو عدد سن گلاسز تھے۔ برقع اس نے تیرا کو تھیلا اور خود چادر اوڑھنے لگی۔ اس کے چادر اوڑھ کر ایک چلو کوکاب کے انداز میں چہرے پر پچھنے کر سن گلاسز لگانے تک عدا نے بھی برقع اوڑھ کر سن گلاسز لگالے۔ ان دونوں کو دیکھ کر اب کوئی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ وہی خرمیاں ہیں جو کچھ دہائی اس دفتر میں بیٹھ چکی تھیں۔

اس تیرکی سے متعلق ہونے کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کو "اوسے" کا اشارہ دیا اور ندانے وہاں دیکھا دوسرا بیگ اٹھا لیا۔ کیڑوں کا یہ بیگ اچھا خاصا بھاری تھا۔ اس کی جھلکی اور ٹرکی ہوئی تو اس بیگ کو اٹھنے میں ٹرکی سے مدد کی لیکن اسے مستحق روزی اور عدا کی عادت کی وجہ سے کوئی ہمدردی پیش نہ آئی۔ اس کے بیگ اٹھ کر باہر کی طرف قدم بڑھاتے ہی حنا نے بھی اس کی چوری کرتے ہوئے اپنے قدموں کو حرکت دی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا چنر بیگ تھا۔ اپنے ڈانٹ پر اس ان دونوں نے پہلے ہی ایک راز راز کھوں کر اس میں کچھ دیکھا تھا۔ دفتر سے نکل کر آرام سے

بڑھ چکیاں بنے کرتی ہوئی کچھ کی طرف جانے لگیں۔ اس چار منزلہ عمارت میں مختلف نوعیت کے کئی دفاتر تھے۔ بڑھ چکیاں اترتے وقت کسی نے انہیں دیکھا کی ہوگا تو زیادہ دیکھیں لیکن ہوگا اور یہی سمجھا ہوگا کہ دونوں خواتین کسی شادی دفتر میں اندراج کے لیے یا پھر کسی عدالت یا پروفیسر کے پاس ملنے کے لیے گئی ہوں گی۔ اس عمارت میں اس قسم کے دفاتر کی بھرمار کی وجہ سے اس طرح کے طبقے والی خواتین کا مسلسل آنا جانا لگا رہتا تھا اور کوئی بھی ان کے آنے جانے کا نوٹس لینے کی ذمہ داری نہیں کرتا تھا۔

عدالت سے باہر نکل کر وہ دونوں یہیں پہنچی ہوئی تھیں۔ یہی اس اسٹاپ کی طرف بڑھیں اور اسٹاپ پر آگے والی ٹرکی میں اس سواری ہوئیں۔ حنا نے کتھن کو فرمایا اور انہیں وہ اسٹاپ گزرتے ہی وہ دونوں بس سے اتر گئیں۔ یہاں سے وہ پھر ایک بس میں سواری ہوئیں۔ اس بس میں انہوں نے صرف ایک اسٹاپ کا واسطہ لے لیا اور پھر ایک رستے میں بیٹھ کر اسے ایک معروف ماریٹ کی طرف چلے گا کھڑا دیا۔ وہ اپنے دفتر کے لیے سے براہ راست رستے میں بیٹھ کر ماریٹ تک پہنچی تھیں لیکن وہ جگہ کام انجام دینے جا رہی تھیں، اس کے لیے احتیاطاً کتھن کی ہاتھ کی تھاک کو کی رنگ دیا جائے۔ اب ٹرکی کی طرح وہ کسی کی ٹھکروں میں ابھی جا رہی تھیں تو رستے والا بعد میں ان کے دفتر کی نشان دہی نہیں کر سکا تھا۔

ماریٹ تک کا واسطہ انہوں نے خاموشی سے گزرا۔ ماریٹ میں داخل ہوتے ہی انہوں نے دو دکانوں سے خریداری کی اور کچھ سیس و سب کے دکان دار کو اس کی مصلوبہ قیمت ادا کر کے گئے پھر گئیں۔ اب عدا کے ہاتھ میں کیڑوں بیگ کے علاوہ مزید دو شاٹنگ بیگ اور فخر آ رہے تھے۔ حنا نے بھی ایک بڑا سا شاٹنگ بیگ اٹھا رکھا تھا۔ انہیں دیکھ کر یہ لگتا تھا کہ وہ کافی دیر سے ماریٹ میں ہیں اور بہت سی خریداری کرنے کے بعد واپس آ رہی ہیں اور بھی بہت کچھ لینے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ دونوں اپنے دایمہ میں موجود دکانوں کا بغور جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھیں۔ آخر انہیں ایک ایسی دکان نظر آئی جو ان کی مطلوبہ خصوصیات کی حامل تھی۔ یہ ایک کپڑے کی دکان تھی جس میں مختلف پچھانے والے کپڑے پڑے کے تھن ڈالے گئے تھے۔ وہ چار ڈرا بھی کافی کے سوٹ ڈیزائن پر تھے نظر آ رہے تھے۔ دونوں بیکٹیں اس دکان میں داخل ہو گئیں۔ دکان کافی تنگ تھی۔ تخت اور گاہکوں کے بیچنے کے لیے بچھائی گئی بیچوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا کم تھا کہ گاہک بیٹھ

پڑھتے تو ان کے کھٹے تخت سے تقریباً کھڑے ہوتے۔ وہ دونوں دکان پر موجود خواتین کے درمیان سے راست بائیں بکشل اندر داخل ہوئیں اور کچھ دیکھ گئیں۔ بیٹھے ہوئے انہوں نے اپنے ہاتھوں میں موجود کپڑے دیکھ کر کتھن پر قدموں کے قریب رکھ دیے۔ ان خواتین میں کیڑوں کا دو عدد ہی بیگ بھی شامل تھا۔

"کی بھائی! کیا دکھانا آپ کو۔" ان کے پاس سے اٹھتے ہی حنا آگے بڑھیں۔ "ایک سٹریٹ فور ان کی طرف متوجہ رہا۔"

"اچھا تو پھر دکھاؤ۔" حنا نے اسے جواب دیا۔ وہ حنا کو کھول کر ان کے سامنے پہلے لگا۔ ساتھ ہی سٹریٹ فور والی مخصوص چپ بیانی کا مظاہرہ بھی کرتا رہا۔

"سوٹ دیکھیں، یہی اہلکار ہی ہفت آگے آ رہے اور یہ دکان کو آج کل بہت ہی ان ہے۔" وہ ہر حنا کو کھولتے ہوئے تقریباً اس طرح کے بیچے ادا کر رہا تھا۔

"اور بھی دکھاؤ۔" اس کے ہاتھ چھو تو حنا کھنسنے کے بعد عدا نے فرمائش کی۔ دکان پر موجود دوسری کاپک خواتین اپنے لیے کپڑے کا انتخاب کر رہی تھیں اور اب ان کی سٹریٹ فور سے قیمت پر بحث میں رہی تھی۔

"کی بھائی! آپ تو بہت ہی کم قیمت لگا رہی ہیں۔ اتنی تو ہماری خریداری بھی نہیں ہے۔ آپ کے لیے میں ایسا کرتا ہوں کہ کچھ دنوں کے لیے کم کر دیتا ہوں۔ دیکھیں، اب مزید بیٹھ مت کیجئے گا۔" انہیں کپڑے دکھاتے ہوئے سٹریٹ فور نے اپنے ساتھی کی مدد کرتے ہوئے ان کے درمیان ہونے والی بحث میں دخل دیا۔ اسی وقت حنا نے اپنے ہاتھ کے قریب رکھے کیڑوں بیگ کو چھپنے سے سخت کے لیے دیکھا۔

"یہ اسے ہفت کا ایک سوٹ بھی نکال دینا اور دھرا دھرا دھرا ڈال دے۔" حنا نے حنا کی کارروائی دیکھ کر بھی کام میں ہوتے دیکھ کر کتھن سے بولی۔ اب مزید یہاں دکان وقت ضائع کرنا تھا۔ سٹریٹ فور اس کی بات پر عمل کیا۔ البتہ اس کی زبان مسلسل ان دونوں خواتین کو کتھن کرنے کے لیے مصروف عمل تھی۔ ان دونوں نے بغیر کسی بحث و مباحثہ کے اپنے خریدے ہوئے کپڑے کھول کر اپنے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ دوسرے خریدے ہوئے ساتھیوں کی اپنے ہاتھوں کے پاس سے اٹھا کر دکان سے باہر نکل گئیں۔ اس سلسلہ میں دو کیڑوں بیگ شامل ہو گئے۔ کپڑے کی دکان سے نکلنے کے بعد انہوں نے کسی اور دکان کا رخ نہیں کیا اور ماریٹ سے نکلی چلی گئیں۔ یہاں سے انہوں

نے پہلے والے طریقے پر ہی عمل کرتے ہوئے واپس اپنے دفتر کا رخ کیا لیکن بس سے اترنے کے بعد وہ دونوں کتھن عمارت میں داخل ہوئیں۔ کتھن کے لیے ایک ایک ساتھ دو بارہ دکان دینے پر وہ کسی کے نوٹس میں آ سکی تھیں چنانچہ احتیاطاً خانے صحت کا دفتر دے گا کر رہیں۔

دفتر کتھن انہوں نے کتھن میں وقت دیکھا۔ ابھی یہ نہیں بیٹھے تھے۔ برقعہ اور چادر سے نجات حاصل کر کے واپس پہلے والے طبقے میں آئے کے لیے یہ بہت کالی تھی۔ انہوں نے کتھن سے یہ کام انجام دیا۔ خریداری کی ہوئی اشیا اور برقعے وغیرہ کو ایک انفرادی میں رکھنے کے بعد وہ استغناء پر یوں تروتازہ کتھن میں بیٹھے ابھی ابھی دفتر آئی ہوں۔ لیکن کچھ بیچے ان کے پاس کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ ان کی ہاتھ سے ڈرا آگے کے بجائے صرف دروازے سے ہی چھٹک کر ان کی طرف دکھا۔ حنا نے کتھن کی مدد سے وکٹری کا کتھن ہاتھ سے اٹھ دیکھا۔ حنا اس کے لیے مطمئن سے انداز میں اپنے سر پر لایا اور واپس بیٹھ گئی۔

حنا اور عدا جو کہ درحقیقت ارمانا اور عدا تھیں، اس کی بہت کارآمد تھیں۔ اسے ان سے کسی کارکردگی کی امید تھی۔ اگر وہ کامیاب نہ ہوتیں اور جس جہاں تھیں تو بھی نوبت کر واپس دفتر میں آئیں۔ چھپنے کی صورت میں وہ اپنے دیے ہوئے وجہ کے مطابق وہ نہ رہا کپڑوں کتھن لیتیں جو بہت وقت ان کے پاس موجود رہتا تھا۔ وہ کوئی کام نہ کیا تھیں جس جو موت کو گتے لگاتے ہوئے چھپ گئیں۔ ضرورت پڑنے پر جان دینا اور چھپنا انہیں بہت اچھی طرح سکھایا گیا تھا۔ وہ "ترا" کے مابین ڈا بکٹ راجیش شرما کی بیٹیاں تھیں۔ راجیش شرما نے اپنی ساری زندگی پاکستان میں ہی گزاری تھی۔ وہ ایک اپنے خزانے میں پیدا ہوا تھا جو کتھن پر حنا۔ اس کے ہاتھ پر تقسیم کے وقت پاکستان سے ہجرت کر کے ہجرت تو کتھن کے کتھن انہوں نے تقسیم کے فیصلے کو کتھن لگا کر قرار دیتے ہوئے ساری اسے واری مسلخوں کے سرواں دی۔ ان انہیں پند و اندیش کے ذریعہ یہ پتہ والا راجیش بھی انہیں کسی سوچ کا حامل تھا چنانچہ پاکستان میں چھپنے خدمت انجام دینے والوں کے حوالہ دینے والوں نے کتھن انتخاب اس پر پڑ گئی۔ وہ ان کے لیے کام کرنے پر ہر خوشی راضی ہو گیا لیکن اس کی زندگی نے نہ وہ دیکھا تھی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے کتھن نے اس کی ہی بی بی سے رابطہ کیا۔ ان کے مشورے پر چھپنے والی دونوں بیٹیاں سمیت دکھا دے کا اسماء کو لے کر گیا۔ اب وہ بیٹیاں جوان ہو



ایک ہم جاہست کی خبر سن کر بڑی سلا کی سے سگراتے ہوئے  
لف انداز ہو رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

یہ رنگ کی چست ڈھنگ سے سیاہی جڑی جھن کران  
نے ہاتھوں میں دھرتے اور ہونٹوں میں کیڑوں کے سیاہ جوتے  
پڑھاتے اور اندر کی کھوپڑیوں کے دروازے سے بے اور نکال کر  
اپنی جلیٹ کے ساتھ بیٹھے ہوئے سر میں رکھا اور ہاتھوں سے کمرے  
کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ رات، ابھی خاصی گزر چکی تھی  
چند گھنٹے پہلے کے لیے چائے تھے اور چائے کے پیچھے میں  
شاہ سا چمچا ہوا تھا۔ وہ احتیاط سے قدم اٹھا کر باہر نکلا  
آواز پیدا کیے بغیر نکلا۔ چائے میں اس کی گاڑی کے ساتھ  
اس ایک بیڑا کی ڈی سیٹوں پر ہنگ کھڑی تھی۔ اس کے پیچھے  
کے ساتھ ہی سیاہ رنگ کا بیٹھٹنگ رہا تھا۔ اس نے  
بہت تھکا کر اپنے سر پر ہاتھوں کی جیب چھتیا کران  
میں سے چائے برآمد کیا۔ اس چائے میں ایک چٹائی تھی اس  
ہنگ کی جیب میں وہ چائے کا گلاس تھا۔ اس نے اس گلاس  
کے بجائے اسے دھکیلتا ہوا گیسٹ کی طرف بڑھ گیا۔ گیسٹ  
چائے پر مستعد تھا۔ اس نے اسے دیکھتے ہی اس نے بے حد  
بھری کر خاموشی کے ساتھ گیسٹ کو دیا۔

"خیال رکھنا اس کو گیسٹ نہیں میرے اس وقت  
پر جانے کی خبر نہیں ہونی چاہیے۔" اس نے دیکھ کر بے حد  
خفت آواز میں بے حد کہہ دیا۔  
"آپ بے فکر ہیں سر! میں کسی سے مانتے کچھ نہیں  
کہوں گا۔" چائے کے ساتھ اس نے اسے تھپتھپا دیا۔ شہر پارے شاہ  
کے بعد ہی اسے گاؤں کا کھوکھلا کھوکھلا دور سے تھپتھپا  
جانے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اس کی یہ آمد وقت نہیں ہوئی اس  
لئے وہ پوری طرح مستعد رہے تاکہ بیٹھے میں موجود کسی اور  
لازم کو بھی نہ ہو سکے۔ چائے کا کھوکھلا دور سے اسے ہر گز اس کو  
جرمان ہوا ہو گا لیکن سوال کر کے اپنی اس جہان اور جس کو  
دور کرنے کی اس کی حیثیت نہیں تھی۔ اس نے شہر پارے  
اٹھارے کے مطابق کسی بندے کی بیٹھے پر پکائی جانے والی  
ہنگ بھی خاموشی سے پارکنگ میں اس کی گاڑی کے پیلوں میں  
کھڑی کر دی تھی۔ انداز تھا اسے ہنگ کو کچھ کھڑی ہو گی تو  
کراسے کی صاحب اپنی شان دار گاڑی چھوڑ کر اس ہنگ پر  
نہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اب اسے ہنگ سمیت باہر  
کی طرف جاتے ہوئے کچھ تردد بھی نہیں ہوئی۔  
"میں چند چھوٹا کچھ دیکھ رہی ہوں آپ آؤں گا۔ تم ہوشیار  
رہنا۔ یہ نہ ہو کہ میرے دیکھنے والے نے کچھ سوچا۔"

☆ ☆ ☆

بگلی نہیں۔ ٹوگ نہیں۔ جیٹا اور تھکا کر کھڑے تھے لیکن ان کی  
توجہ جن خطوط پر پڑی تھی اس کی وجہ سے وہ اندر کی طور  
پر اب بھی اور مہلا اور مہلا تھی۔ بھارت۔ تاکہ وہ قابل فخر  
بیٹیاں جن کے لیے جان دینا اور لینا ایک کھیل تھا۔ شادی  
دھڑکی آؤں انہوں نے اپنے قدموں پر بھارت کے تھے۔ اس  
دھڑکی اور بھارت اور ان کی ہاتھوں کی مہلا جوتوں کو استہسان کرنا  
خوب جانتی تھی۔ ان کی گاڑی کے ٹیکل اس نے بے  
بڑے انٹرویو سے کسی بھی راز اٹھوائے تھے اور اب اپنے  
سورسوں پر رہنے والے مختلف انجنیئروں کو دیکھ رہی تھی۔  
آخر ایک انجنیئر سے کھڑے ہونے والی بیوٹے اس کے کانوں  
تک اس کی مطلوبہ خبر پہنچا دی۔ شہر کی محراب مارکیٹ میں  
ایک کپڑے کی دکان پر ہونے والا ہم دھماکا کافی ہلاکت خیز  
ذیت ہوا تھا۔ دھماکے نے اس دکان کے ساتھ ساتھ اس کے  
آگے پیچھے اور دائیں بائیں کی کئی دکانوں کو بھی لپیٹ لیا  
لے لیا تھا۔ دکان کا وقت ہونے کی وجہ سے تمام ہی دکانوں پر  
ایک خاصے گاؤں موجود تھے چنانچہ بڑی تعداد میں ہاتھوں  
کے ساتھ ساتھ کافی لوگ ڈوکی بھی بے تھے۔

"وزیر محترم نے کہا ہے کہ اس قسم کی ہتھ دھماکا دہائیاں  
کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گا اور کسی کو غلام  
کی جان دل سے کھینچنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔" نذر  
رہنے خبریں پڑھتے ہوئے وہی روایتی بیان دہرا رہی تھی جو اس  
سے بھی کہیں نہ سنا تھا۔

"میں کسی کی اجازت کی ضرورت ہے بھی نہیں۔" وہ  
سگراتے ہوئے اس کے ساتھ بیڑائی۔ اس وقت دھماکے پر  
دھمکی کی آواز ابھری۔

"نہیں۔ کم ان۔" اس نے بھڑکی سے اسے چہرے  
کے تاثرات دہاتے ہوئے اجازت دی۔ دھماکی سمیت میں  
ایک مرد مسند و طاقت اور دھم دھم سے اسے کھینچ رہا تھا۔ اس کے سامنے  
نہ اس سے کافی خوش حال لگ رہی تھی۔ اس کے سامنے  
والی سیٹ پر بیٹھ کر جب انہوں نے اپنی بیٹی کی تصویر سامنے  
دیکھتے ہوئے اس کے اور اپنے کو ایک ہاتھ سے دھڑکا دیا تو اس  
کے اندازے کی تبدیلی ہوئی۔ وہ ان دکانوں سے جس  
میں کی بیٹیاں اپنے اپنے بیٹوں سمیت سامنے کے انتظار میں مڑا  
تھیں حد ضرورت تھی ہیں اور بعد میں بائیں ان کی تصویریں  
پر اس کے اگلے ان کے لیے کسی مناسب برقی حاشا میں  
شاہی دفتروں کی خاک چھائی پکھڑی ہیں۔ دکان کا مسند  
نہایت ہو رہی سے بیٹھے ہوئے اس کے چہرے پر اتنی نرمی  
تھی کہ کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکا کہ اس کی بیٹی کی صورت

"سوال ہی نہیں پڑتا ہوتا سر۔" اس نے مستعدی سے  
جواب دیا۔ شہر پارے کچھ کے ہاتھوں کو دھکیلتے ہوئے  
وہ آگے لے گیا اور پھر یہ لہجہ ان ہونے کے بعد کہ اس  
موجودہ مسئلے سے ہنگ اسٹارٹ ہونے کی آواز بیٹھے کے اندر  
سوتے ہوئے طائرین میں سے کسی کے کانوں میں پڑ کر اسے  
بیدار کرنے کا سبب بن گئی تھی۔ اس وقت میں چائے ڈال کر  
ہنگ اسٹارٹ کی۔ یہ سوزنا ٹیکل کا کچھ خرابی۔ اسے ہی سمجھو  
اس دو بیڑوں والی فکری طیر السرائے سوار کی پر بیٹھا ہوا چکا  
تھا۔ کھڑائی کے اصول اتوار کی بھڑکی اپنی جگہ مگر خدا سے  
ڈالے طور پر یہ سوار کی ہوئی پندگی۔ وہ دو طب میں اسے دھمکا  
موتل ہنگ پر ہی سفر کرتا پندہ کرتا تھا اسے اس دو بیڑوں کی  
سوار کی کو چلانے میں خاصی مہارت بھی حاصل تھی اس لیے  
اس وقت بڑے آرام سے اپنی منزل کی طرف اڑا جا رہا تھا۔  
آج اسے جس میں پڑا تھا وہ فکری طیر سوار کی نوعیت کا...

بگلی اس کے چہرے کی خبر سن سے تمام تھا لیکن اس کی روکوں  
میں دوڑنے کے جان اور سرخون کو اس بات سے کوئی فرق نہیں  
تھی۔ ڈاکٹر مارپا سے نئے دانی معلومات کی روشنی میں اس  
نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دے لیا تھا اور اب اس  
پر عمل پیرا بھی تھا۔ کسی فور ویکل گاڑی کے بجائے ہنگ کا  
انتخاب اس نے اس لیے کیا تھا کہ اس چھوٹی سی سوار کی کو کبھی  
بھی چھپانے میں آسانی نہ تھی بلکہ گاڑی آسانی سے ٹھکروں  
میں آجاتی مگر اس کی گاڑی تو کسی بھی جانی پھیلانی... وہ یہ  
فکری نہیں جانتا تھا کہ کوئی شخص بطور اسٹینٹ کھڑا اسے  
شاعت کر سکے۔ ڈاکٹر مارپا ہنگ ہونے اپنی جگہ لیکن اس کی  
کچھار میں اٹھائے سے کچھ جگہ ڈال دیا تھا۔ وہ اسے  
کرتی تھی۔

اپنی آج کی اس ہم پر جاتے ہوئے اسے مظاہرین خان  
بڑی شدت سے یاد آ رہا تھا۔ اس میں ڈاکٹر مارپا کا نقش  
اس ہم میں اس کے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکا تھا۔ اگر وہ  
جہاں جاتا تو وہ اسے اپنے ساتھ ضرور لے کر جاتا لیکن مجبوری  
بھگتی کہ مہمان روز پر پیش آئے اسے خونی تصادم میں شرم  
تھانہ ہی طرح ڈھکی ہوا تھا۔ خود ڈالے طور پر تو وہ بھی کہتا تھا  
کہ اب میں اگلے ٹیک ہوں لیکن شہر پارے اسے ابھی تک  
اپنی پرانے کی اجازت نہیں دی تھی اور وہ لاہور میں ہی تھیں  
تھیں حالات میں وہ اسے ایک ایسے سر کے چھپانے ساتھ  
چلے جانے کے لیے کہیں ہٹا تھا جس کو اپنی افغانی کی امید  
تھا۔ مظاہرین خان کے بعد جس دوسرے شخص پر اسے اظہار  
تھا وہ مظاہرین خان تھا لیکن مظاہرین ان کے لائق فخرت کا آدمی

تھا۔ وہ اس سے کچھ تو وہ ساتھ چلنے پر راضی ہو جاتا  
لیکن بارود اور اچھل کود اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ پھر  
اس میں اور شرم میں خان میں ایک بڑا فرق ہے کہ مظاہرین  
خان کم گیس کرنے والا دھماکا ساز اور خود موتی سے گھم کی  
جھیل کرنے والا آدمی تھا جبکہ مظاہرین خان عرصے سے  
ہیرو کرکٹ کا ایک چھوٹا سا مہماں ہونے کے باعث بے حد  
اپنے اندر مسلح تھا۔ اپنی تربیت کے مطابق جس اور کھونٹ  
کی حالت اس کی لکڑی سے تھیں بھی تھی۔ وہ خود موتی دہاتا اور  
اس سے کوئی سوال نہ کرتا تھا جب بھی معاملہ نہایت بڑا اور  
شہر پارے میں جانتا تھا کہ تصویروں والا معاملہ کسی بھی شخص کے  
علم میں آئے۔ ہائی ہائی اس معاملے کو کھٹانے کی جو سیکل  
ڈاکٹر مارپا کے تعاون کی وجہ سے تھی کہ وہ اس کا پھر پھر کا  
افغان پڑتا تھا۔

ہنگ کی تیز رفتاری کی وجہ سے اس نے ہر آبادی کا  
قافلہ موتی دور رہے سے شہر وقت میں ہی لے کر لیا البتہ  
ہر آبادی کا دور میں داخل ہونے کے بعد اسے احتیاط کرنی  
پڑی۔ دھماکا کے پڑنے پر پہلے کے مقابلے میں قدرے کم  
رکھار میں ہنگ دوڑتا ہوا بالآخر وہ اس شہر پہنچ گیا جہاں  
چودھری کا دھماکا موجود تھا۔ ڈاکٹر مارپا کی عمارت سے کچھ فاصلے  
پر اس نے ہنگ کا کچھ بند کر دیا اور اسے کھینچے ہوئے آگے  
بڑھنے لگا۔ ڈاکٹر مارپا کے قریب ایک درخت کی آڑ میں بیٹھ  
کر اس نے ہنگ کھڑی کی اور خود بے قدموں ڈاکٹر مارپا کی  
عمارت کی کھڑکی کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ بہت زیادہ  
اوٹھا لیکن کچھ۔ بیٹھا اپنی ریاست میں واقع اپنے اس خاص  
گھرانے میں کسی کے گھسنے کی جرأت کرنا چودھری کے خیال  
کے مطابق ناممکن ہو گا اس لیے زیادہ بندہ بنا دیا اور یہی فیصلہ  
کرنے کی ذمت نہیں کی تھی۔ اس نے چارڑی کی دوسری  
وجہ دے کئے بھی تھے جو اس کے نوکروں کے علاوہ پھر سے  
دار کی فرائض انجام دیتے تھے۔ اگر کوئی شامت کا ذرا  
دعا اور اس کی تم بیٹھی دیکھ کر چوڑی چکاری یا کسی دوسرے  
مستعد کے لیے ڈاکٹر مارپا کے کھٹنے کی کوشش کرتا تو کچھ کھڑی پر  
بامعنی ہوتے اسے چہرہ زرد کر دیتے۔ وہ خود ڈاکٹر مارپا کی  
فرائض کر دے معلومات کی وجہ سے ان کھونٹ کی موجودگی سے  
واقف تھا چنانچہ بے خبری میں بارے جانے کا سوال ہی پیدا  
نہیں ہوتا تھا۔

دھماکا کی مہم پر ہاتھ چا کر ایک کر اس پر چڑھنے  
کے بعد اس نے دوسری طرف چلا گیا۔ کھٹنے کی کھٹکی  
نہیں کی اور وہیں چہرے کے پھر سے دار کھونٹ کا انتظار کرنے لگا۔



کوئی عورت نہ تو وہ کوئی ایک دامادی ہوگی کہ کچھ ہو جائے؟  
اس نے تو آسمان سے برا بھلا کہا۔ ساسی کی دھمکی پر شریف  
بائی آبی آنکھوں کے گوشہ حسانہ انداز میں اپنے ساسی کے  
ساتھ دھیس چلی کرنے لگا۔ وہ بیٹا کام پر لڑکی تھا جو تھو  
ہر چاہنے کے بجائے زبان ہار کر جہاں تک کام کل سکا  
ہو، لے کا قائل تھا۔

”کہ تو تو تنہیک ہی رہا ہے۔ میں مجھڑ جانے دے۔“  
 صبر سے پائے میں تھوڑی ہور ڈال۔ ”شریف کا ساتھی فوراً  
 ہی غم زد ہو گیا اور پائے میں چرخی کی بابت لڑائی کرنے لگا۔ وہ  
 جوانی و عیش میں ایسا ناز و لگا تھا کہ وہ صرف وہی آدمی تھا، وہ  
 آڑے نکل کر فوراً سامنے آگیا۔ وہ دونوں جو تھکن کی کھوٹی  
 سی گھڑی لگا سامنے رکھے اس میں سے ہلک ٹال کر باہر سے  
 تھے، اسے ایک دم سامنے سے کرکے پکڑ دھمکے۔ یہ وہاں کی شہ  
 سر پر سیاہی ہی بیسٹ پہنے گا۔۔۔ وہ بھی اس نواز میں کہ  
 بیسٹ کا شیشہ گرا گئے کی جہ سے اس کی کھل تھر نہیں  
 آتی تھی۔ وہ دیکھتا ان لوگوں کو ایک لمبے کے لیے بہت ہی گ  
 ہوگا۔ بہت بھی ایسا نہیں نے اپنے دایمہ ہاتھ میں ریوانہ  
 قیصر کی تھی۔

خود کو سنبھالا اور بھڑک کر پوچھتے ہوئے اپنے دائیں جانب رکھی کا شرف المانے کی خوشی۔

”خبردار! حکومت مت کر، تود گئی ماریوں کو۔“ اس نے فراتے ہوئے سمجھ کر، کاشفوف کی طرف بھاگنے لگا۔ کرک گپا گپا کر کے اسے سامنے لے، اتھار دینی سے کہتا۔ لیجئے ہوتے بھپت کرک کاشفوف، اٹھانے کی کوشش کی۔ ابھی وہ اسے ہادی طرح اپنی گرفت میں لے ابھی سمجھتا تھا کہ کبھی وہ اسے خاموشی رعب اور اس سے ایک گولی منڈاتی ہوئی نکل اور اس کے ہاتھ کی پشت پر لگی۔ اس آدی کے ملنے سے بچ کر تھوڑا ہٹا اور اس نے کاشفوف پھوڑ دی۔

”میری ہمت خاموشی سے دن لوگے تو قلم کے تیرے  
روئے روز انجامِ قلم خود بھی مجھ سے ہو۔ تمہیں ہے انجی ہر سہ  
ہاتھ باجی کو کشتن جانے کے بجائے تمہاری سحر بازی کو کشتن  
جانا۔“ ضمیر نے سر ہچکے میں دیکھی دی۔ چھٹکارا وہاں  
لوہن فرما دیکھیں چہ بتاؤ، اسے یہاں سے صرف اپنی تصویر  
لیٹی نہیں اردو ہے کام کسی انسانی جان کے نقصان کے بغیر  
چہ بتاؤ۔ مگر وہ لوگ شاید اس ہمت پر ڈاؤن نہیں آتے  
چہ دوسری کامک حال کہ چاہے جتنے چاہیں گے کہ ہاتھ میں  
موجود روحِ انور کی پروا کیے بغیر اس کی طرف بچھلے۔ ذی آواز

سائنس دان ریچرڈ ڈوئیج کے ہاتھ میں ڈانگل تیر رہا۔ انتہار کا دورانیہ چند سیکنڈ سے نواد کا ثابت نہیں ہوا۔ اس کی ہلک دھڑکن سکروں نے اس کی طرف نمودار ہونے والے دو جسم کوں کوڑھائی دیکھ لی۔ اس نے نہایت بھرتی سے ریچرڈ کوئی نالی سپر گن کی اور تھکا دوائی۔ ریچرڈ نے کوئی کلک کر کے مائل کچھ کر رہا تھا۔ اس کی اور وہ وہی دھڑکن ہو گیا۔

والتے تھے کہ میں نے نصرت سے کیا اور وہ اپنی اس خبر کو جان کر  
دوسرا کہ اس نے سائی کو نوکر سے دیکھ کر خوشکار اور ہر روز وہ  
بھگتے تھے لیکن اس نے اسے سزا دیا جو بھگتے کا موقع نہیں دیا۔  
اس کے راج نامور سے بھگتے والی کوئی اس دوسرے کتے کے بھی  
سر میں کیست ہو کر اسے ہمیشہ ہمیش کے لیے خاموش کر گئی۔  
دوسرے کتے کے جہان قافی سے کوچ کرتے تھے اس نے  
دعوت پر سے چلا گئے لیکن اسے اور دوسرے کے احاطے میں کو  
گیا۔ اسے معلوم تھا کہ دوسرے پر رات کے وقت پھر  
بانہی کا فریضہ انجام دینے والے تھیں کی قسم دوسرے وہی  
تھیں۔ وہ دونوں اپنے اس فریضے سے ہمیشہ ہمیش کے لیے  
قادر ہو چکے تھے اور اسے ان کے کسی پہلی بند کی آواز کا خوف  
نہیں رہا تھا چونکہ یہ وہ قدرے اطمینان سے سرخشاں قدرے  
کمر بستہ آگے بڑھ گئے۔ جی جی کا افسار تھا اور سیاں

اس کے شریکوں کا سوچا اور کیا لائی تھی۔ مگر انکار میں آئے  
 پڑتے ہوئے وہ اس بات کی بھی امید کر رہا تھا کہ کتے کے  
 چوہ بچنے کی آواز سن کر کوئی نہ کوئی سبب جاننے کے لیے اس  
 طرف کا رخ کرے گا لیکن اس کی توقع کے خلاف کوئی شخص  
 نمودار نہیں ہوا اور وہ اس کی گھڑا کے اگلے حصے تک بچ گیا۔  
 ”تو بہت کام چڑے، شریف! اس نے تجھ سے کہا تھا  
 کہ کتا بولگا ہے، دھڑا جا کر دیکھ لے کہ کیا سسکے ہے۔ پرفانی  
 جگہ سے مل کر بھی نہیں دیا۔“ کسی کی کھل تھرا آنے سے پیسے  
 ہلکے دوش پر رہ گئی تھی اور اس کے کانوں تک پہنچے۔

”میں کامیاب رہوں تو تو جا کر دیکھ لے۔“ تیرے سہارا  
میں پہنچی گئی۔ یہ تو میرا ”الفرقا“ ہے جو خود چل کر جانے کے  
بجائے مجھے صدمہ دے رہا ہے۔ ”وہ بیٹا شریف نامی شخص تو  
مجھے تو دور کے ساتھ جاس دے رہا تھا۔“

ساری ہے۔ کسی روز میں نے چودھری صاحب کو تیری یاد  
آئی۔ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶)

نہیں ہے ہمارا؟ ذرا سا کہتے کے بھونکتے پر مہر مڑا کر دیکھو  
خواب نہ ہے۔ چنار (خانوار) لٹا تو ہے، بھونک رہا ہوگا

[illegible][illegible]

مجدد ہو گیا۔ اس کی گرفت سے آزاد ہو کر کھڑے ہوئے اور  
 ہلے ہوئے چھوٹے ایک بار پھر کاشف پر قابض ہونے  
 کو کوشش کر رہا تھا۔ ان دونوں کا ہی احساس تھا کہ کاشف  
 جس کے قبضے میں ہوئی، اس لڑائی کا پلڑا اس کے حق میں  
 جبک جائے گا چنانچہ وہ اپنی ہی کوشش کر رہے تھے۔ مقنا  
 کے مقابلے میں شہر یار کی بھری قاتلوں کیوں۔ اس کے  
 پیاروں سے کامیاب رہا جس نے کاشف کو اپنی چوٹی  
 تھا۔ ایک طرف سے تو اس نے یہاں آ کر ہی حوا کے مقابلے  
 کیا تھا۔ ایک ہزار ریت سے اسے غیر متحید ہونے کی امید  
 نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ یہاں پہنچ جاتا تو بہت جلد  
 ایکٹو کا سامنا کرنا پڑتا۔ کسی کے سامنے اپنی ہی  
 ہاتھ لگاتے ہوئے

موجودہ کی جائز چیز کرنا بھی اس کے لیے مستحسن نہیں  
چنانچہ اسے ہر حال میں یہاں سے واپس جانا تھا اور  
صورت میں کیا اپنے مقصد میں بھی کامیاب رہتا اور شہر  
کے اچھا اہلی یہاں آمد کا کوئی ثبوت بھی نہ کئے دیتا۔  
سادگی تیار کی تھی بس نے اس بات کا خصوصی اہتمام کیا  
یہاں تک کہ اس کے پاس موجود پیر الوری بھی وہ تھا جو  
بالا سے اس تک پہنچتا تھا۔۔۔ وہ بھی اسے ہاتھوں سے گزر  
کے بعد کہ تحقیق کرنے والے کو خوش کرے بھی تو ان کے  
اس تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔ دیکھتے تو اسے مطمئن ہی تو

بیوان کی پولیس واقعی بار یک بنی سے کسی کیس کی تحقیقات و تحقیق  
 کرتی ہی نہیں کہ کسی خاص ملک کے جھنڈا سے چلنے والی کوئی  
 کے سہارے اس کے استعمال کرنے والے تک پہنچ سکے۔  
 اس کے بھرتی کے مقابلے کے باوجود وہ  
 کا کھول کو گرفت میں لینے میں کامیاب ہو چکا تھا لیکن  
 بہر حال، قاتل کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ شہید مارنے ہے  
 چارہ چرات مہدی کا مقابلہ کرتے ہوئے نال کی جانب سے  
 کا کھول کو قتل کیا۔ اب ان دونوں میں اسے اپنے قبضے میں  
 لینے کے لیے زور دہری ہو رہی تھی۔ شہید مارنے اگر پا کا ہوا  
 ورزش اور جڑ و غیرہ کی تربیت کے ذریعے خود کو کافی مضبوط  
 بنا رکھا تھا تو وہ بھی دینی نال کا پروردہ بھاری ڈیل ڈالوں کا  
 آدمی تھا۔ دونوں اپنی طرف سے پورا پورا ورگاد رہے تھے کہ کسی  
 طرح کا کھول اپنے قبضے میں لے لیں۔ نال کو شہید مارنے  
 کا کھول کو اپنی طرف کھینچنے کی جدوجہد چھوڑ کر اس کی نال پر  
 دونوں ہتھوں کا پوزیشن لیتے ہوئے اپنے جسم کو اٹھانے اور  
 دونوں ہتھ اپنے مقابلے کے پیٹ میں دے رہے۔ اس  
 چٹ کو کہہ کر اس شخص کی کا کھول کو گرفت قبض ہو گئی اور وہ  
 پیٹ کے بل پیٹنے کی طرف مڑا۔ شہید مارنے خود کو کرنے سے نہیں  
 بچا سکا اور اسی آدمی کے انداز میں ہی خود بھی پشت کے بل  
 زمین پر گر گیا لیکن اسے یہ برتری حاصل تھی کہ کا کھول اس  
 کے قبضے میں آ چکی تھی۔ اسے نال سے پکڑے پکڑے ہی وہ  
 اچھل کر کھڑا ہوا۔ اس دوران اس کا مقابلہ بھی ہے حد بھرتی  
 کا مقابلہ کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا لیکن اس بار شہید مارنے  
 اسے حملہ کرنے کی سہلت نہیں دی اور کا کھول کو لاکھوں کی  
 طرح استعمال کرتے ہوئے اس کا پیٹ اس کے پیلا میں  
 مارا۔ اس شخص کے قتل سے بھی کسی فتح برآمد ہوئی لیکن وہ  
 پہاڑی اختیار کرنے پر تیار نہیں ہوا اور شہید مارنے کے پیٹ میں  
 اپنے سر سے نگر مارنے کی کوشش کی۔ اس کا زارہ بھاپ کر  
 شہید مارنے چھوڑ دیا اور نہایت اطمینان سے کا کھول کے  
 پیٹ سے اس کے سر پر ایک پٹائی میں ضرب لگائی۔ ضرب لگا کر  
 اس شخص نے منہ سے "اوخ" کی آواز نکالی اور زمین پر پڑا  
 ہو گیا۔ اس کا جسم پہلے ہی زمین چاٹ رہا تھا۔ اس کا پیٹ  
 میں ایک خاص زواہی سے لگائی گئی شہید مارنے کی پیٹ کی ضرب  
 کوئی معمولی نہیں تھی۔ یہ ضرب پیٹوں کے جھانسی شہید کو خاطر  
 میں لانے بغیر اس کے دل پر اثر انداز ہوئی تھی جس کے نتیجے  
 میں وہ جھپٹے ہی ہاتھ سے پیٹے خون کی جگہ سے طر حال ہورہا  
 تھا نہم بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس کے دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے  
 کا امکان نہ ہوتے ہوئے بھی شہید مارنے مناسب سمجھا کہ اس



کے تہذیبیہ سر پر بھی کلاشکوف کے بت سے بلی کی جھلک  
 دے دے۔ یہ شہادت بھری ہوئی دوسری کہنے کے بعد وہ شخص  
 ہلکی سی انگلیاں ہلکے جھکے اس کا سر بھی تو پیلے ہی سے ہوش  
 کے حواس کوٹ رہا تھا۔ ان دونوں کی طرف سے تھکن  
 ہوتے ہوئے اس نے ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ اس ڈیرے پر اس  
 کا ہلکا ہار ہوا تھا لیکن ڈاکٹر مارڈا کے اسے ہر بات اتنی  
 تفصیل سے بتاتی تھی کہ اسے ہلکی بھی اجنبیت کا احساس  
 نہیں ہوتا تھا۔ اپنے مقابلی پر آنے والے ان دونوں کو  
 نونے کے چدراس نے کسی تیسرے کی حواس میں بھی اس  
 بے وقت مداخلت کی تھاکہ ڈاکٹر مارڈا کے مطابق چوہری  
 کی عدم موجودگی میں ڈیرے پر اس کے دو تھکن سے زیادہ  
 آدمی موجود دیکھ رہے تھے۔ اگر کوئی تیسرا وہاں موجود ہوتا تو  
 اس دھچکے مٹنے کے بعد ان سامنے آچکا ہوتا چنانچہ کسی بھی  
 مداخلت کی طرف سے قطعی مطمئن وہ ہاتھ ڈالنے کی طرف بڑھ  
 گیا۔ پھر یہاں اتر کر پچھلے کچھ کے بعد اس نے سب سے آخر  
 میں موجود کمرے کا رخ کیا۔ کمرے کے دروازے میں چھوڑ  
 ساخت کا ایک ٹیک لاک لگا ہوا تھا۔ اس کی بھڑک کے مطابق  
 یہ چوہری کا کمرہ تھا جس کی چابی کا کمرے کے  
 پاس ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ میں موجود  
 کلاشکوف سپرنگ کی اور بلاشبہ لاک پر قابض ہو کر دھڑکے  
 خانے میں کلاشکوف پیلے کی آواز بڑی طرح کوئی کمرے  
 اطمینان تھا کہ یہ آواز باہر کتب خانے کی جاسکتی۔ ڈیرا گاؤں  
 کی آبادی سے دور ذرا شہنشاہ سے ملنے میں تھا جہاں عموماً  
 چوہری کے آدمیوں کے علاوہ دوسرے لوگ رہ کر پلند  
 نہیں کرتے تھے۔

کلاشکوف سے نکلنے والی گولیوں نے لاک توڑ دی  
 تھا۔ ہر کی شوکر سے دروازہ کھول کر وہ کمرے میں داخل  
 ہوا۔ کمرہ اندر دم کے انداز میں سجا ہوا تھا اور یہ ہواٹ اتنی  
 عمدہ تھی کہ دیکھنے والے کی آنکھیں رادو پیے جاندہ باتیں  
 لیکن اس کی آنکھوں سے کسی بھی قسم کی تھکن کے بجائے  
 غرت اور کراہیت برسرِ رہی تھی۔ یہ کمرہ تھا جہاں کچھ ہی  
 رات چوہری نے ڈاکٹر مارڈا کی بے بسی اور بھڑکی کا قہقہہ  
 بھانپا ہوا ہے رات میں وہی تھی۔ اور بھی جانے تھی لڑکیاں  
 اس کمرے میں آئی چاتی رہی تھیں اور چوہری کی ہوس کا  
 نہ نہتی رہی تھیں۔

دل میں غم تھا، ہارے غرت کے طوفان کو قابو میں  
 رکھتے ہوئے وہ دھڑاں میں بیٹے بیک شیف کی طرف بڑھا اور  
 ہاتھ سے دھڑا ڈال کر اسے ہاتھ کی طرف کھسکانے کے لیے

زور لگا دیا۔ بیک شیف بائیں طرف موجود دروازے کے قدامت  
 غائب ہو گیا۔ اب اس کے سامنے ایک اور شیف موجود تھا  
 جس میں بلی اور غیر کی شراب کی بو بھی تھی ہوتی تھیں۔ ان  
 دونوں کو دیکھ کر بھی گن ہوتا تھا کہ انھیں ہی شہرہ دیکھنے کے  
 لیے بیک شیف کے پیچھے یہ غلیہ اندری بٹائی تھی ہے لیکن  
 درحقیقت یہ بھی ایک ذاتی فکر کا نشانہ تھے والہ ان سے وجہ  
 کھانہ کر پلٹ جائے۔ اگر اس کے ساتھ ڈاکٹر مارڈا کا تعاون نہ  
 ہوتا تو وہ بھی دھوکا کھا جاتا لیکن اسے حقیقت معلوم تھی کہ اس  
 شراب کی بوتلوں سے بھری اندری کے پیچھے بھی کچھ ہے۔ اس  
 نے اس اندری کو زور لگا کر دائیں طرف دھکیلا۔ بیک شیف  
 کی طرح وہ بھی دروازے کے قدامت غائب ہو گئی۔ دراصل یہ  
 سارا سبب اپنی دہری دہری ہوئی ہوا اگر ان کے درمیان ہالیا گیا  
 تھا۔ سرسری نظر ڈالنے والے کو خیال ہی نہیں گزرتا تھا کہ وہ  
 کمرہ کی درمیانی دیوار ایک ٹیکس ہے بلکہ وہ ایک انگ  
 دیوار پر افکار و دیوان میں یہ خیر جگہ بنائی تھی ہے۔ ویسے  
 بھی اس ہاتھ سے ایک دو طرح کے افراد کی ہی رسائی تھی۔  
 ایک چوہری کے شک خود اور دوست تھے تو دوسرے وہ قسم  
 رسیدہ افراد جو پہلے ہی اپنی کئی نہ کئی بھڑکی کے سبب  
 چوہری کے ہاتھوں پہاں ہو رہے تھے۔ دونوں گروہوں کے  
 افراد کے پاس چوہری کے خلاف کچھ بھی سوچے نہ ہو  
 کرنے کی کچھ بھی نہیں تھی۔ اب تک یہاں جو مظلوم افراد  
 لے گئے تھے، ان میں شہرہ ڈاکٹر مارڈا ہی وہی شہرہ ہستی  
 تھی جس نے بھڑکے ہونے کے بعد خود اپنے حواس قائم رکھے  
 تھے اور چوہری کے چہرہ ابراز جان کر یہاں سے ہر گلی  
 تھی۔ اس کی اس ہوش مند نے شہرہ مارڈا کا ہاتھ لگا لیا۔ اس  
 وقت وہ دونوں اندریوں کے ہاتھ جانے کے بعد وہاں پیدا  
 ہو جانے والے اندریوں کی قلم میں کھڑا اپنے سامنے موجود بھڑکی  
 کو دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہونے ہی اس نے سوچا بھڑکی  
 حاشیہ کر کے وہاں روٹنی کر دی تھی۔ وہ روٹنی یہاں تک بھی  
 آ رہی تھی۔ روٹنی کی مدد سے وہ سامنے موجود بھڑکی کا جائزہ  
 لے رہا تھا۔ ڈاکٹر مارڈا نے اسے حال دیا تھا کہ وہ بھڑکی  
 کھوٹنے کے طریقے سے واقف نہیں۔ نہ ہی چوہری نے  
 اسے براہِ راست بھڑکی کا دیوار کھرا ہوا ہے جو وہ اس میں  
 موجود لاک کی قیادت سے اسے آگاہ کر سکے۔ خود اس کا  
 اندازہ تھا کہ بھڑکی میں بھڑکی والا تالا موجود ہو گا اور بھڑکی  
 ظاہر ہے صرف چوہری ہی جانتا ہو گا اس لیے اس نے سوچ  
 لیا تھا کہ کسی ذمت میں بڑے پتھر سے سیدھے سیدھے دیوار کی  
 گولی سے ڈاک توڑ دے گا لیکن اب بھڑکی کا جائزہ لیا تو

اعمالہ ہوا کہ یہ بھڑکی والا لاک نہیں بلکہ ایسی کی طرح پر ہالیا  
 تھا۔ بھڑکی انداز ڈاک ہے۔ بھڑکی پر بھڑکی ہے ڈاک  
 بھڑکی کے بجائے بھڑکی نہیں بھڑکی ہے۔ یہ بھڑکی نہیں  
 بھڑکی تھا جس کا درست کی بھڑکی تھی یہاں چاہا، لاک  
 کھل جاتا۔ ایک کو دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔ چوہری کی  
 قیادت کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے فوراً کہا کہ اس بھڑکی  
 کما بھی نہیں دیت کر سکتا ہے؟ فوراً ہی اس کے ذہن میں  
 چوہری کا نام اچھلا۔ اس جیسا خود پلندہ ہاتھ سے ہارے کسی  
 سے کوئی سوچ سکتا تھا۔ بھڑکی عالم شہرہ... اس نام میں "عالم"  
 اور "شہرہ" دو ایسے حصے تھے جن میں ہار ہار اظہار میں آتے  
 تھے۔ اس نے ان دونوں کو ہی بھڑکی ہادی آواز لیکن ہاکی  
 کا سامنا کرنا پڑا۔ اس ہاکی پر وہ خود مارا بھڑکیا گیا۔  
 بھڑکیا ہٹ میں اس نے کلاشکوف سپرنگ کی اور لاک پر قابض  
 کرنے کی چاہا تھا کہ ایک اور خیال ذہن میں اچھلا۔ اس  
 خیال کو آزادانے کے لیے اس نے آخری کوشش کے طور پر ہی  
 آگے اور اس کا کچھ بھی نہیں مانا۔ یہ چوہری بھڑکی عالم شہرہ  
 کے محل نام کے حصے کے پیچھے طرف والا کچھ نہیں تھا جسے  
 ڈاکے ہی لاک کھل گیا۔ لاک کھلتے ہی اس نے بھڑکی کی کاپٹ  
 کھولا۔ اس کی آنکھیں خیرہ رہ گئیں۔ وہاں ہونے کے ممکن  
 کا ایک اصرار ہوا تھا۔ غریب حراہوں کا خون چن کر اور  
 دوسری بھڑکیوں سے کما کی گئی حراہوں کو چوہری نے  
 اپنی اس غلیہ بھڑکی میں سونے کی شکل میں جمع کر رکھا تھا۔  
 بھڑکیاں، اسے سونے کے اس ڈیرے سے کوئی دیکھی نہیں تھی۔  
 یہاں وہ اپنی اپنی تصویروں کے حصول کے لیے آیا تھا جن کے  
 ذریعے چوہری اور اس کے ساتھی اسے زہر کرنے کا منصوبہ  
 بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے بھڑکی کے پچھلے خانے میں  
 موجود لاک کا قیادت اور بندہ ٹالوں کو ٹالوں شروع کر دیا۔  
 ایک خانے میں اسے آخر کار اپنی حراہوں میں گئیں۔ تصویروں  
 کے ساتھ ان کے کچھ زہری موجود تھے۔ اس خانے کو اپنی  
 قیادت میں آزادانے کے بعد اس نے بھڑکی کی حراہوں کو اپنی  
 چابی دے رکھا۔ اسے ڈاکٹر مارڈا کی تصویروں کی حراہوں تھی۔ وقت  
 کی قیادت کے باعث وہ وہاں موجود کلاشکوف کی قیادت جانتے  
 میں پہنچی تھیں۔ ہاتھ۔ اسے صرف تصویروں کی حراہوں تھی  
 لیکن اس حراہ میں اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر  
 مارڈا اس بھڑکی میں پلٹ گیا۔ اس میں بیٹھے ہوئے اس نے بھڑکی  
 کو بھڑکے بھڑکیاں کو اپنی ان کی قیادت کے کوشش نہیں  
 کی البتہ شراب کی بوتلوں میں سے چند چھٹی شراب کی بوتلیں  
 نکال لیں اور کمرے میں بیٹھے کے بعد انھیں بھڑکیوں سے

کھرا کر توڑ ڈالا۔ چھٹی شراب بوتلوں سے کھل کر ہنسنے پر گئی  
 اور کمرہ کھل گیا۔ اس نے بھڑکیاں۔ اس نے سائڈ ہارڈ پر چاٹھری  
 بھڑکیاں۔ یہ ڈاکٹر مارڈا کے میں داخل ہونے کے بعد وہاں کا  
 جائزہ لیتے ہوئے پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ اس کے کچھ بلی کی  
 معمولی سی بھڑکی سے بھڑکی ڈاکٹر نے ایک سرخ شہرہ لگا۔ اس  
 نے کسی خون آشام یا کسی سرخ زبان جیسا شہرہ لگتے اس لاکٹر  
 کو بھڑکی طرف اچھال دیا وہاں بھڑکی قدم لگا ہوا تھا بھڑکی  
 کے دھچکے، بھڑکی چاکیا۔ بھڑکی بھڑکی دیکھنے کی ضرورت ہی  
 نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ایک شہرہ سے وہاں کی شہرہ بھڑکی  
 بھڑکی ہونے کے۔ یہ سرخ سرخ شہرہ ڈاکٹر اور بھڑکی چوہری کے  
 اس میں کدے کو کھاک میں بدل دیتے کمرے سے کوئی افسوس  
 نہیں تھا۔ چوہری کا لاک کا کھانہ خاک میں تبدیل ہونے کے  
 باوجود ان مظلوم بھڑکیوں کے شہرہ کا از انہیں ہوسکتا تھا جن  
 کے اچھال دیاں، اس میں بیٹھ کر اسے میں مال کیے گئے تھے۔  
 اس نے جو بھڑکی تھا، وہ عالم اور اس کے کمرے کے  
 خلاف غرت کا معمولی اظہار تھا۔ اظہار کے اس لیے میں وہ  
 بھول چکا تھا کہ وہ ایک اونچے خانہ میں سے تھکن دیکھنے والا،  
 اسے دار اور قانون کا پاسدار سسٹم کھڑے ہے اس وقت  
 وہ ایک بندہ باقی اور بیٹھے سے بھڑکیاں جہاں جس کے ذہن  
 میں اقبال کا شعر کوئی رہا تھا۔

اس کھیت کے ہر خوش گندم کو ہڈ ڈالو  
 جس کھیت سے وہاں کو بھڑکی ہورہی  
 اپنے پیچھے جاری شہروں کے دھک کو چھوڑ کر وہ ڈیرے  
 سے باہر نکل آیا۔ سونہ ہانگ اپنی جگہ پر موجود تھی۔ ارادہ میں  
 وہ اس پر سونہ آواز سے بھڑکیاں والے راستے پر گامزن  
 تھا۔ وہاں کا سفر اس نے پہلے سے بھی کم وقت میں طے کر لیا۔  
 چوکیدار اس کی حراہ کے مطابق مستعد اور چوکیدار کا  
 بھڑکیاں۔

"صبح سے پہلے ہی وہ آدمی جو یہ ہانگ دے کر گیا  
 تھا، یہاں آئے گا۔ کم ہانگ اس کے خانے کو دیا۔" سر  
 موجود ویڈیو اتار کر اسے پہلے ہی کے انداز میں ہانگ کے  
 ویڈیو کے ساتھ لگاتے ہوئے اس نے چوکیدار کو گم دیا۔

"بھڑکی بھڑکی" چوکیدار نے جواب دیا۔  
 "اور ہاں غدار تم نے اسے قیادت کے لیے جو  
 درخواست دی تھی، وہ میں نے منظور کر لی ہے۔ بہت جلد  
 اپنی خواہش کے مطابق اپنے آپ کو دلائے میں جا کر وہاں  
 کام کر سکو گے۔" اندری کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اس نے  
 چوکیدار سے کہا۔



"بہت بہت شکر ہے" "جی کبھی اور خوش ہو گیا۔"

"شکر ہے کی کوئی ضرورت نہیں... بس آج کی رات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔ وہ نقصان میں رہو گے۔" اس نے بے حد سرد لہجے میں کھوار اندر کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے بچے کی سنبھلت اپنی ریختہ کی ہڈی میں محسوس کرتا ہوا چمکدار لہجے کی آواز دینے لگا۔

☆☆☆

"آپ خوب تر ماری ہیں مجھے۔ آپ کو کچھ معلوم کہ میں آپ سے ملنے کے لیے کتنا بے قرار ہوں۔"

"مجھے کچھ بھی تو ذرا ہی ہے۔ بے قرار رہتے تھے اور آپ پانچواں لگتے تھے۔" وہ اس کی بے قرارگی کا لطف لیتے ہوئے دھجکے سروں میں ہنسی۔

"جب اور اب میں بڑا فرق ہے مجھے۔ پہلے میں سے روکن تھا وہ میرا باریک ایک چہرہ۔ اب میں اب جس سے ملنے کی خواہش کر رہا ہوں، وہ میری منکوحہ ہے۔" آفتاب نے جھپٹا۔

"مجھ پر فرق تو مجھے درسا ہے۔ میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ اب میں پہلے والی جگہ پر ملنا چاہتا ہوں۔" شادین شان نہیں تھا۔ میں آپ سے ملوں گی نہیں ابھی نہیں۔ ذرا مجھے سوجھنے دے دیں بھر میں لاہور میں جاؤں گی۔ آپ بھی وہیں آجائیے گا۔"

"اس پروگرام پر عمل درآمد ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟" آفتاب نے بے جھجکا ہونے سے پوچھا۔

"کچھ کچھ نہیں سکتی۔ اصل میں مجھے شک ہے کہ بڑی دن کو کسی قسم کی ہلک جاتی ہے۔ ان کی چھٹی ملازمین میری نوہ میں رہنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مجھے آپ سے فون پر بات کرنے کے لیے بھی بہت حقہ دہنا پڑتا ہے۔" اس نے اپنی مجبوری بتائی تو وہ خوشی میں ہلکا ہو گیا۔

"میں آپ کی مشکل میں نہ پڑ جائیں۔"

"آپ بے فکر رہیں۔ میں پوری طرح اوشیار رہتی ہوں۔" کشور نے اسے تسلی دی اور بھر گھٹکوں کا موضوع بدلنے کی غرض سے بولی۔ "آپ نے فریہ والے معاملے میں کچھ کیا؟ ہم نے آپ سے قریب قریب کا پتا معلوم کرنے کا کہا تھا۔"

"آپ کے شرم کی شکل اب بھی سے ہر کارا میں نے اپنے ایک شاگرد سے ذکر کیا تھا۔ وہ قریب قریب جاتا ہے۔ اگر میں اس سے کیوں گا تو وہ قریب قریب سے پاس لے آئے گا بھر ہم اس کی اور فریہ کی آپس میں بات کروا دیں گے۔"

"تھک چکا آفتاب: اصل میں فریہ کے ملنے میں جا بڑھ محسوس کرتی ہوں۔ اس پر غم ہوا ہے اور غم کرنے والے

میرے اپنے ہیں۔ اگر میری مدد سے وہ اس اذیت ناک زندگی سے نجات پائے میں کامیاب ہوگی تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔" وہ درمندی سے بولی۔

"نیکو اللہ آپ کی یہ خواہش ضرور پوری ہو گی۔" آفتاب نے صدقہ دل سے کہا مگر حریف بولا۔ "کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ابھی فریہ سے میری بات کروا دیں؟ ہو سکتا ہے آپ کی باتوں پر اس نے یقین نہ کیا ہو۔ میں بات کروں تو وہ کانٹا ہو جائے گا وہاں ہم اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ میں اسے یقین دلانی کروانے کی کوشش کروں گا کسے ہی صاحب بذات خود اس کے کس میں دھکیلا رہے ہیں۔ وہ ذرا سی بہت کر رہے۔ وہ ہمارا ساتھ دے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

"میں کوشش کرتی ہوں۔ آپ انتظار کریں۔ اگر فریہ راضی ہوگی تو میں تھوڑی دیر بعد آپ کو فون کروں گی۔" اس نے آفتاب سے کہتے ہوئے کال منقطع کر دی اور موہلی کو اپنی اور حریف میں چھپاتے ہوئے باہر نکلے۔ اس کے کمرے سے باہر پھلتے ہی رانی لنگ کر اس کے قریب آئی۔ کشور کی طرف سے بھی اور شاہد پر بے پناہ شک کے اظہار کے بعد اس نے یہ تجویز پیش کی کہ جتنی دیر کشور فون پر بات کرے گی، اس باہر ہی رہے گا۔ کوئی اس کے کمرے کے اندر سے پرہیز کر سکتی ہے۔ کشور نے اسے تو وہ رکاوت میں رکھے۔

"میں تھوڑی دیر کے لیے اوپر چڑھی ہوں رانی۔ تم یہاں کا خیال رکھنا۔" رانی سے اس کی کمرے کے دروازے پر آفتاب کی آواز سنائی دی۔ اس نے اسے دیکھا اور بولی۔ "آپ کی بات سن لی۔ میں یہاں کے کمرے کے دروازے پر آتی ہوں۔ سب سے پہلے بنواؤشہ کے کمرے میں جھانکا۔ وہ اپنے ستر پر پرسکون نیند سو رہا تھا۔ اس کی ملازمہ بھی کارپٹ پر لیٹی تھی۔ نیند سو رہی تھی۔ اس کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس کمرے کی طرف بڑھی جہاں فریہ کا قیام تھا۔ دروازے کی چابی دراز سے تھا۔ اس نے اس کی بے ہوشی کے چلنے کا پتہ نہ دے رہی تھی جو اس بات کی بدست تھی کہ فریہ وہ سو رہی ہے۔ اس کی نیند میں مداخلت کے خیال سے وہ تھوڑی سی ہچک چکی تھی۔ بھر جانے کیوں اسے احساس ہوا کہ اندر کمرے میں نیند کے چر والی خاموشی نہیں ہے۔ ایک ہار پیسہ کر لیتے کے خیال سے اس نے دروازے کو کھولا۔ تھکے گا سا دیکھ کر کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی اس پر گویا کوئی پھاڑ آ کر۔ کمرے کا منظر جانکی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ باہر اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ سب کچھ حقیقت ہے۔

حفاظت و مداخلت کی شکل: یہاں کی ملازمین میں سرگوداں ملازمین کی دلتی جیت کے واقعہ ملے ملازمین





### دسویں قسط

اسما قادری

پہلے یہ سچا ہے کہ قانون کا توڑ  
میں لکھا ہوا ہے جب اس کی باگ ڈور ہاتھ  
سچا کے روایتی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہیں  
بدل کے رہ جاتے ہیں۔ مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون  
کے بھی کئی رخ ہیں، بالآخر طبقے کی خوشنودی ہی قانون کی اصل  
تعریف و تشریح دہاتی ہے۔ یہ تشریح کا دور، میں نہیں، روایتوں میں  
تحریر ہوتی ہے۔ ایسی روایتیں جس میں قانون سب کے لیے ایک جیسا نہیں  
بلکہ سمندر اور چال کا سا ہے جہاں طاقتور مچھلی چال کو توڑ کر اور کمزور  
مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔ پہنستا وہی ہے جو سرمایہ طبقہ سے ہو۔ حجت نہ ہی  
روایتوں کو مانتی ہے نہ طبقوں میں تقسیم معاشرے کا تجزیہ کر کے محبوب۔ کا  
انتخاب کرتی ہے، یہ تو ہم پوچھتی ہے، دل منہوں کی پروا کرتا ہے اور وہ ہی طاقت  
اس کا راستہ روک دیتی ہے البتہ اس آزمائشوں میں ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ زندگی کی  
بسماء اور وقت کے دھارے سب قسمت کی ہاتھیں اور مقدور کی چالیں ہیں۔ کبھی ماری  
پلٹ بھی جاتی ہے۔ ہوتا وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر مقدور ساتھ دے جاتا ہے۔ اس  
وقت تک ہلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا ہوتا ہے۔ جرم، المیہ، شہابی، جاگیرداری  
اور ہمارے محور کے گرد گھومتا آزمائشوں کا ایک ایسا ہی لامتناہی سلسلہ

شہزادہ حسن علی شاہ کی یاد میں لکھی گئی ہے۔



اسے اپنے اور گروم جو دہرے گھوٹے ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ پھر اسے بھڑکے ہوئے دو دو پار چوری قوت سے آکر اس سے ٹکرائیں گے اور اسے پاش پاش کر کے کھادیں گے۔ موجودہ صحنہ اس کی سادہ سی فکری دنیا پر بالآخر کے دکھ دیا تھا۔ آفتاب کی اپنی زندگی میں آدھ سے اس نے وہ خوشی کے دھڑ سے بڑا واقف تھی۔ زندگی اس کے نزدیک ایک بڑے بڑے صحرائے تھی جہاں سفر کرنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ لیکن ابھی وہ جس لمحے میں موجود تھی، وہ تو ساری عمر کے دکھوں سے بڑھ کر تکلیف دہ تھا۔ آج اس نے اپنی زندگی کا سب سے کڑیہ صحرانہ دیکھا تھا۔ اس صحنے سے اسے بہت کچھ یاد دلایا تھا۔

حرف میں فریاد کی وہ بجلی صبح... جب وہ اس سے ملنے اس کے بے تک آئی تھی اور حیران ہو رہی تھی کہ کیا بنیاد شاہ بھی کئی لاکھ ہے؟ آج اس پر سادہ سراسر کھل گئے تھے۔ فریاد کی آواز میں ڈوبی ہوئی باتوں کا طبعی رنگ اس نے اسے بہت اچھی طرح سمجھا تھا۔ چند سیکنڈوں کے اندر وہ آگے کے کرب ناک صواب سے گزری تھی۔ اسے لگا کہ مزید ایک سیکنڈ بھی وہاں رہی تو اذیت سے مر جاتے گی۔ چنانچہ وہ اپنے جسم کی تمام تر حالتیں سمجھ کر پھٹی ہوئی چلتی اور دھاندلہ وار دوڑ پڑی۔ بالائی منزل سے چلی منزل کی طرف جانے والی بیڑیاں اس نے اتنی جتن دلائی تھیں کہ اسے لگتا تھا کہ وہاں سے ٹھیک دھڑکیں آ رہی ہیں۔ بیڑیاں لے کر کے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی تو رانی نے اسے دیکھ لیا۔ وہ عمارت سے سما اس کے انتظار میں تھیں وہی تھی۔

"کیا گل ہے لی لی! سب خبر تو ہے؟" رانی گھبرا کر اس کی طرف بھاگی۔ ساتھ ہی اس نے کشور کے عقب میں بھی نظر دوڑائی۔ اسے اندیشہ تھا کہ کوئی نہ کوئی اس کے تعاقب میں ہو گا لیکن عمارت پر اٹھنا چڑھنا اسے کچھ نہیں آیا کہ پھر کشور کی یہ حالت کیوں ہے؟

رانی کو زیادہ غور و خوض کرنے کی مہلت نہیں تھی۔ کشور اس کے وجود کو سراسر نظر انداز کرتی ہوئی دھشت زدہ انداز میں اندر کے اپنے کمرے میں گھس گئی۔ رانی نے کمرے میں داخل ہونے سے قبل گردن موڑ کر یہ ضرور دیکھ لیا تھا کہ کوئی پیچھے تو نہیں آ رہا اور پھر مطمئن ہو جانے پر کمرے میں داخل ہو گئی۔ کشور اپنے بستر پر کمری لیے لیے سانس لے رہی تھی۔ رانی نے احتیاطاً پچھلے دروازے کی کڑی چھائی پھر کشور کے قریب آئی۔

"توئی تھیک تو ہو لی لی! کیا کسی نے دیکھ لیا ہے؟" پریشانی کے عالم میں اس نے کشور سے پوچھ سنا لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ بستر پر کمری کشور پر ہی غصہ کیا رہی ہے اور کوئی جواب دینے کے قابل نہیں ہے۔ اس نے جلدی سے اسے ایک تھیں اور جانچا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کی جھیلیاں رنڈنے لگی۔ کافی دیر بعد کشور کی حالت آدرا ہوئی۔

"کیا ہوا تھیں لی! آپ کس چیز سے ڈر رہی ہیں؟" اسے سنہلا ہوا کہ کمری نے اپنا سوال دہرایا۔

"کئی سے نہیں۔ تم جتنی بھلاؤ، مجھے نیند آ رہی ہے۔" کشور نے روکے سے لہجے میں جواب دے کر لی لی کے ہاتھوں پر بازو رکھا۔ حیران میں لی لی نے اس کے جسم کی تھیں کی اور خوب لڑکھانے لگی۔ لی لی نے کمرے کے کونے کونے میں دیکھ دیکھ کر کہنے کے بعد اس نے کشور کے سر پر ہاتھ پڑھائے اور کہا کہ "الہی میں اس کی کھوس جیہ پر کھار اور الہی کی کوئی ناکارہ۔ کشور پاؤں کی دھڑ سے یہ صحرانہ دیکھ رہی تھی۔ اپنی دلدل بازو کی اس قدر خیال داری پر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس حوالی میں جہاں پر لی لی سادہ شیشا جڑی راتی تھیں، خدمت گزاروں کی فوج جبراً بھرتی کی جاتی تھی۔ انسانی حقوق اور انسانیت کی پامانی معمولی باتیں تھیں، وہاں رانی جیسے عوامی سیر آج بہت بڑی نعمت تھی۔

"یہ ناک بلب بھی بند کر دے رانی!" آنکھوں پر بازو رکھ کر کہنے لگی اس نے کشور کو جس کی نورانی تھیں کی گئی۔ کمرے میں مکمل اندھیرا ہو گیا لیکن وہ جہ پر کچھ رہی تھی کہ اندھیرے میں کچھ دیکھ کر دیکھ کر کچھ صحنہ سے فرار حاصل ہو جائے گا۔ اپنی کوشش میں لی لی صحنہ کا کام رہی۔ اندھیرا تو اس صحنہ کا اور بھی واضح کر کے دکھانے والا تھا۔ اس صحنہ کے پس صحنہ میں اسے اپنی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"تو شرمندہ ہوں کہ میرے اپنی نے تمہارے ساتھ اتنے جواہر کیا لیکن میں شرمندہ ہونے کے سوا اور کچھ بھی نہ کہتی ہوں۔" فریاد سے پہلی ملاقات کے سوتھے ہی جب اسے یہ علم ہوا تھا کہ چوہری انکار نے ہتاد کے لیے اپنے پس آنے والی فریاد اور اس کے عجیب و غریب ان کو دھوکا دے کر فریاد کی شادی زبردستی بنوا دیا ہے، اس وقت اس نے یہ بات فریاد سے کی تھی۔ جواب میں فریاد نے کہا تھا۔ "میں جانتی ہوں، تب ہی تو تمہیں تمہارے آپ کا ادب نہیں دکھائی دے دینے کے بعد تم شرمندہ سے زبردستی میں دینے کے لیے تمہیں اس کرنے کوئی۔" رانی اس نے جو صحنہ دیکھ

قہار سے دیکھ کر دل پر ہاتھ کر زین میں شش ہو جانے اور وہ اس میں جا گئے۔ ان کے خاندان کے سرور میں مزاج اور پیش پست تھیں، یہ حقیقت جاننے کے باوجود اس کے لیے اپنے آپ کا وہ عمدہ روپ دیکھنے کے لیے صحنہ ثابت ہوا تھا۔ وہ چوہری تھی کہ اس کا باپ ایک نرا آدمی ہے لیکن یہ خبر کس تھی کہ وہ اتنا بڑا باپ ہے کہ اسے اپنے رشتوں کے تقدس کا بھی احساس نہیں۔ وہ اپنے ذاتی دستور بننے کی بڑی کو بہتر نظر سے دیکھنے کے بجائے اپنی دانشمندی بٹھا تھا۔ وہ اپنے دل میں اس کے لیے اتنی شدید غرت محسوس کر رہی تھی کہ اس کے مقابل کڑی ہو کر بھی اس غرت کا انکار کر سکتی تھی۔

\*\*\*

"کمرہ میری رتی ہو تم دونوں؟ کچھ ہوش رہتا ہے جس میں حویلی کا کچھ نہیں؟" بڑی نور ہوئی دونوں چوہری تھیں کی اس کی کڑی میں چوہری کی حرارت میں موجود تھیں اور وہ ان پر بڑبڑاتا تھا۔

"کیا کچھ ہو گیا ہے چوہری صاحب! حویلی میں تو سب کچھ ٹھیک ہے۔" فریاد کی اگر کوئی گھر ہے تو یہیں دوسرے "میں نے کچھ نہیں کیا تھا کہ کوئی بنیاد کی دھڑکی سے قطع نہیں کرے گا؟ وہ میرے دشمن کی نہیں ہے۔ میں اس کی ناک بچھ کرنے کے لیے اس کی کھن کو بنوا دے دیا کر لایا ہوں، یہ بیان تو اس سے دھڑکیں کڑی جا رہی ہیں۔ کیوں چلتی ہے بھلا کشور اس سے لے کر اوپر؟ تم اسے روکتی کیوں نہیں ہو؟" چوہری کا رو سے غصہ بڑی چوہری کی طرف تھا۔ کیونکہ کشور کی ان سے زیادہ بڑی چوہری حویلی کی کرتا چرنا تھی۔

"تو اسے بہت داری سمجھا چکی ہوں چوہری صاحب! آپ کی یہ دہی بڑی اچھی ہے۔ میرے دیکھنے پر بولی کہ میں اپنے گھر سے نکلے جاتی ہوں۔ میں نے تو ابھی سے کہا تھا کہ سنبھل کر کھانی دیکھ کر دھڑکیں کوئی نہ کوئی گل کھلا کر رہے گی، یہ اسے دھکی کی دیرین زندگی کا بواخیل رہتا ہے۔ میرے بھانے پر بھی اس کے ساتھ زبردستی روک روک کر لکھ کر رہے۔" بڑی چوہری نے فوراً تو ان کا رخ سوکن کی طرف کر دیا۔

"تو کچھ نہیں ہے چوہری صاحب! میں تو اس لیے نہیں روکتی کشور کو اور یہ جاننے کے کہ وہ چارے بنوا چوہری کی بہت میں چلتی ہے۔ کشور کو دیکھنے کا سوچ تو ان میں خوف خدا آتا ہے۔ فریاد بھی سوچتی ہوں کہ میرے روکے تو کئے پر کل کو کوئی یہ فراہم گاؤں گا کہ میں کئے کو نیلے کافر کی

کرتی ہوں۔ کشور اور بنوا دیا ہے بھائی لیکن میں اس لیے کشور کو اس سے نکلے دیتی۔" چوہری چوہری تھیں لیکن ایک بڑی چوہری سے دھکی لیکن خود کو بچت دیکھ کر اشارے کا لیے میں ہی تھی۔ سو کہ کوئی نے سے باز نہ رہ سکی۔ اس کی اس حرکت پر بڑی چوہری کوئی جہلی حملہ کرتی۔ اس سے نکلے ہی کرے کے دوروازے پر زوردار دھک ہوئی اور پھر ایک مذمہ پریشان اور گھبرائی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

"کیا گل ہے؟" اس دھکی انداز پر چوہری نے فیصہ سے پوچھا۔

"کئی اذیت دیکھا آپ سے فوراً نکل چاہتا ہے۔ کہتا ہے کہ کوئی بہت بڑی گزیر ہو گئی ہے، چوہری صاحب سے خفا ضرور ہے۔" ملازم نے خوف زدہ سے لہجے میں بتایا تو چوہری کچھ سوچا اور اذیت لے کر اس کی طرف چلا گیا۔ ویسے وہ انداز کہ کس کا کئی کیا اطلاع لے کر آیا ہو گا؟ اسے کئی ہندی کی امید نہیں تھی۔

"ہاں کئی ابول کیا خبر؟" اسے جسے جاننے کے لیے اسے تب سے پوچھا ہے۔ "ملا کالی کرے میں کچھ کراس نے اطمینان سے کئی ہے پوچھا اور خود اپنے محسوس وقت پر کچھ کہنے کی یہ تمام لی۔

"خبر بڑی بڑی ہے چوہری صاحب! ابھی ابھی والا دو خبر لے کر آیا ہے۔ میں اسے بتا رہا ہوں، وہ آپ ہی سب کچھ جانتے گا۔" کئی کے لہجے میں واضح کیا کہ کئی نے الے کا ذکر نہ کر چوہری پہلے سے بھی زیادہ مطمئن ہو گئی۔ والا کمرے میں آیا تو اس کا کئی چہرہ دیکھ کر خود اس کا شکلا

"کیا گل ہے؟" اسے جسے پوچھ رہے تھے پر ہاتھ کیوں بٹا رہے ہیں؟ جس کام کے لیے کیا تھا اس میں کوئی گزیر کر دی کیا؟ اس نے تیر لہجے میں سنا لے سے پوچھا۔

"نہ چوہری صاحب! وہ کام تو میں نے وہی چنگی طرح کر دیا ہے۔ اور سے آپ کو جلد اپنی مرضی کی خبر مل جائے گی، پراگھی میں خبر ملایا ہوں وہ بڑی بڑی ہے۔" اب کچھ بھی دے کر کیا ہو گیا ہے؟ بڑی خبر، بڑی خبر کہہ کر جب سے دونوں کچھ بولنے کی کوشش کر رہے ہو۔ الے کا جواب سن کر چوہری کا جھٹ جواب دے گیا اور وہ تہی طرح دھانڈا۔

"میرا تو آپ کو معلوم ہی ہے سرکار کہ رات میں ڈیرے پر نہیں تھا۔ دونوں کو اور چوہری کو اس کا کھم پورا کرنے کیا ہوا تھا۔ کام ہونے کے بعد میں ڈیرے پر پہنچا تو



وہاں عجیب حال تھا۔ جن دو بندوں کو شہر آدھے سے پہنچا کر رکھا تھا۔ وہ اپنی کاپی لکھنے لگے۔ پچھلے دنوں کے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ لگ گیا۔ آگے بھی تو میں نے ان دونوں سے پھیل چکی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ کوئی بندہ اہم سے میں چپکے سے گھر آیا تھا۔ اس نے کون کو بھی لکھانے لگا اور ان دونوں کو بھی بے ہوش کر ڈالا۔ وہ بوشش آئے تو بندہ قہقہہ مارنے لگا۔ پچھلے دنوں کے آگے بڑھنے لگا۔

”یہ کیا کھانا ہے؟“ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کسی دکانی کے لالہ میں اتنی جرأت ہے کہ چوری چھری ان کے آدھے سے میں گھر کر رہے ہوں؟“ چور چوری یہ نہیں کر سکتا تھا۔

”معلوم نہیں چور چوری صاحب! دونوں بندوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس آدمی کی شکل نہیں دیکھی مگر یہ اندازہ ضرور ہے کہ وہ چور آدھا دکھ رہے ہوں اور انہیں قہقہہ مار رہے ہوں۔ دیکھو کہ وہ بندہ آدمی کے بجائے کوئی بھوت لگ رہا تھا جو چوری کوشش کے باوجود ان کے قابو میں نہ تھا۔“

”ان بہ خراسانی تو میں کمال کچھو ادوں گا۔ چارے ہوں گے فکر کر کے اس سے بچ کر نہیں ہوں اور اب بھانہ بنا رہے ہیں کہ کوئی بھوت تھا۔ بھوتوں کو بھول کر ضرورت پڑی ہے کہ وہ سے میں گھر کر آگ لگانے کی۔ وہ تو میرا کوئی دشمن تھا جو ان بندوں کی شخصیت کی وجہ سے ہاتھ دھکا گیا ہے۔ ان تمام خدوشوں سے تو میں ابھی طرح صاف ہوں گا۔ پہلے میں آدھے سے پر جا کے دیکھوں کہ وہاں کیا حشر ہے۔“

”نہیں سے سرخ ہوئے چہرے کے ساتھ چور چوری اپنے تخت سے اٹھ کر اٹھا۔ پتھروں ہادی وہ بیٹوں ایک شان دار لینڈ کرڈر میں بیٹھے آدھے سے کی طرف چارے تھے۔ لیٹر کرڈر کے طاقتور لالہ نے بہت عجز سے انہیں ان کی منزل تک پہنچا دیا۔ چور چوری زمین پر زور زور سے جھڑپتا ہوا ڈیرے میں داخل ہوا۔ سامنے ہی اس کے پیچھے کونوں کی لاشیں موجود تھیں۔ ان لاشوں کے قریب شریف اور اس کا ساتھی سر جھٹکے بیٹھے تھے۔ چور چوری کے جھگڑا دوسرے کارندے بھی آدھے سے پر موجود تھے۔ ان سب کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے جن شریف اور اس کے ساتھی کی حالت یگانہ تھی۔ وہ جانتے تھے کہ رات جو کچھ پیش آیا ہے، اس کی ذمہ داری انہی کے سرزایاں ہے۔ وہ حفاظت کو براہ راست کی حفاظت کرنے میں ناکام رہے تھے اور چور چوری کے نزدیک بے پناہ کاٹنگ جوائی کے ذمہ سے میں آئی تھی۔ اس لیے وہ دونوں خوف زدہ تھے

کہ جانے ان کا کیا انجام ہوا؟ اگر انہیں اپنے پیچھے اپنے لائی بچوں کی زندگی کا خوف نہ ہوتا تو وہ بوشش آئے کے بعد ایک نوکری میں رہنے کے بجائے گاؤں سے فرار ہو جاتے۔ میں ہی طاقت رکھتے۔ اپنے گروہوں کا راز، خفیہ نامہ سرکاری کر دیا تھا۔ اذات کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو گئے تھے لیکن بہر حال، انجام سے خوف زدہ تھے۔ چور چوری کو اندر دھکیلے ہوئے دیکھ کر وہ کسی حد تک جانوری طور پر ٹپک کر اس کے قریب آئے اور اس کی پانچوں میں اپنے سر دکھادیے۔

”صورت مگر وہ ان کے حواس کی۔“ چور چوری نے دونوں کے سروں پر ہاری ہاری جیسے زوردار غور کر لیا اور اس حریف پر غصہ کیا جہاں سے جانے کا راستہ تھا۔ کٹی اور چاروں اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ چپکے چپکے یہ قدم رکھتے ہی ان کے ہتھوں سے وہ مخصوص ہو کر اپنی جگہ قید ہو گئے۔ وہاں تک کہ وہ بچنے نہ پاتے کے بعد آئی ہے۔ آگ لگنے کوئی دیر ہو چکی تھی چارہ اندر دھکیلے تو میں گھر آوا تھا لیکن بہر حال، دشمن ضرور محسوس ہو رہی تھی۔ چور چوری نے سب سے پہلے اپنے ہتھوں کو سر سے کاٹ دیا۔ سر سے کاٹا اور اندر دھکیلے گا تھا اور اس کا بیشتر حصہ میں چھوڑ دیا۔ چور چوری نے پوکھ پر کمر۔ ہو کر گھر گھر کے لیے سر سے کاٹا ڈھکیا۔ سر سے میں موجود رہے۔ کو آگ کے ہتھوں نے چٹ لیا تھا۔ وہاں اگر کوئی نہ بنے سے وہ بھی لپکا تو میں ایک سیوا دھائی کی صورت میں ہی موجود تھا۔ بڑی چہرہ سے ہاتھ لگے سر سے کی حالت دیکھ کر اسے اچھا تو ضرور لگا لیکن اس سے بھی زیادہ اسے عجوبہ میں موجود اپنے خزانے کی قدر تھی۔ وہ نہیں سمجھتا کہ اگر اس نے ارمیائی فیصلے کے باوجود اس غلط فہمی میں کیا جس میں اس کی فقیہ تجویزی موجود تھی۔ تجویزی آدمی کی ہوئی تھی۔ اس میں رکھے کا فائدہ میں سرخاک ہو چکے تھے۔

سو لگا میری سزا تھا کہ میں بہر حال موجود تھا۔

”اسے ہی منہ دے گی میں اس کو کھوٹ چھوڑ کر دھکاؤ۔“

اس نے سونے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کسی کو طلب کیے گھر ماریا۔

”بہتر مگر!“ کئی کو معلوم تھا کہ یہ قسم اس کے لیے ہے اس لیے فوراً مستعدی سے جواب دیا۔

چور چوری چپ کر کے سر سے ہاتھ لگا۔ آگ بڑے خفاک حریف سے گئی تھی لیکن بہر حال بچت ہوئی تھی۔ آگ کے شعلوں نے اس کے سر سے سوات خانے کے کسی اور حصے کو لپٹ میں نہیں لیا تھا۔ اگر آپ کا چہرہ اس کے کارندوں کے لیے آگ بجھا، کسی حریف کو نہیں نہ ہوتا۔

سے لگنے کے بعد وہ خانے میں حریف گھبراہٹ کا اور غریبوں چہرہ کر دیکھنے سے میں آگیا۔ اس کے پیچھے پیچھے تھا جبکہ کئی عورتیں بھی اس کے پیچھے چپکے چپکے سے میں لپکی کر چور چوری نے اپنا موبائل نکال کر انہیں پناہ کا لہر لاکھ کیا۔

”میں آپ کو ہی فون کرنے والا تھا چور چوری صاحب! لیکن تمہارے آپ کو میرے فون سے پہلے ہی خبر ہو گئی ہے۔“ کاس ریسیور کرتے ہی راز سے پتلا شروع کر دیا۔

”کیسی خبر؟“ چور چوری نے حریف کے لیے چٹکا۔

”اور اس کا مطلب ہے آپ کو نہیں معلوم۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی میرے پاس اپنے ہتھ پت سے ڈاکٹر کا فون آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اقبال، جو کہ شوگر اور ملازم اسے لے کر اپنے ہتھ پت آئے تھے۔ باوجود کہ چپکے آپ کرتے ہی ڈاکٹر کو اندازہ ہو گیا کہ وہ سر چکا ہے اور موت کی آواز ہاتھ میں ہے۔“ انہیں نے اپنے نظریات کی بات بتائی۔

”ابو! تو صبح تک دوسری بڑی خبر سننے کوئی تھی۔“ چور چوری نے تھیرا کیا۔

”دوسری بڑی خبر اس بات سے آپ کا کیا مطلب ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”چور میرے آدھے سے کے خانے میں کسی نے ہمیں لگا دی ہے۔ میرا فیس مگر اس کو خاک ہو گیا ہے۔ رات جانے دن آدمی آدھے سے میں گھر آگیا تھا۔ اس نے پہلے میرے کتوں کو کوئی دیر گھر سے بندوں کو بے ہوش کر کے خانے میں لگا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ساتھ میں لگنے بھی گیا ہو لیکن ابھی میں اندازہ نہیں لگا سکا۔ آپ کو اس لیے کائنات میں کہ یہاں سے زور اس واقعے کی چھان بین کر رہے ہیں۔“ چور چوری نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

”یہ تو بڑی بڑی خبر تھی آپ نے۔ ایسا کون سا دلی دار دشمن پیدا ہو گیا؟“ آپ کا جس نے آدھے سے میں گھر کر کے کارروائی کرنے کی ہمت کی؟ بہر حال، ”آپ پر یقین نہ ہوں۔ میں ہی آپ کا چکر ماریا۔“ باوجود اس معاملہ میں وہ دونوں گواہ اور آدھے سے کوئی چکر لگائے گا۔ ”انہیں ہی نے چور چوری کو قتل کر کے فون بند کر دیا۔ فون سے فارغ ہو کر چور چوری بائیں کی طرف توجہ دیا۔

”کام تمام ہو گیا ہے باوجود کہ انہیں یہ تیار تھا کہ موت ہوتی تھی۔ یہ تو کئی کئی گھنٹے پہلے ہی میں ہوئی تھی کہ آپ کو قتل کر دیا۔“ چور چوری نے چہرے پر چھان بین کر دیا۔

”کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی سرکار! میں آپ کا پیغام لے کر باوجود صاحب کے پاس گیا۔ پروگرام کے مطابق میں کافی رات کے وہاں پہنچا تھا۔ جب انہیں پیغام پہنچ کر فارغ ہوا تو اور بھی دیر ہو گئی تھی۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ باوجود صاحب کو تو میرا پتہ ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ رات میں ایک رک چلا۔ میں رک گیا اور اپنے بارے میں ساتھ ساتھ کہہ رہا۔ اس نے باوجود صاحب کے لیے دودھ گرم کر کے گاؤں میں لگا دیا تو میں نے بہانے سے اس کی توجہ ہٹا دی اور سونے کا کاندہ اٹھا کر دودھ میں آپ کی دبی ہوئی دوا ملا دی۔ اگر رات سوچ نہ تھا تو میں آدھے سے پتے میں دوا ملا سکتا تھا، یہ قسمت ابھی بھی کرات میں ہی کام ہو گیا اور میں منہ اندر میرے اذخروں سے بھی پلے وپلے سے لوٹ آیا۔ آدھے سے پہنچے تو میں ڈنگ مصیبت کھڑی تھی، پر میرے پیچھے سے یہ نیردہ لگا دیا کہ آگ بجھانے میں آسانی ہوئی۔“ بائیں نے اپنی کارکردگی پر رات میں کی۔

”یہ مسئلہ تو سن کر ہی چارے گا کہ یہاں میری ناک کے نیچے آکر کارروائی ڈانٹنے کی حرکت کس نے کی؟ آگ کھلا بیچ کر سننے والے دشمن کو میں ہرگز معاف نہیں کر سکا گا۔“

موجودہ کارروائی سے ہونے چور چوری فریاد۔

”یہ کام وہی بندہ کر سکتا ہے چور چوری صاحب! ایک چور چوری بچتا رہا دوسرا ایسی شہر یاد۔ وہ اپنی بندے ہیں جن کی ذمہ داری آپ نے چاروں دھکا ہوا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی اہل کار عمل کرنے کی گنجائش نہ رکھتا ہے۔“ بائیں نے چور چوری کی توجہ اس کے ہتھوں کی طرف مبذول کر دینی تو چور چوری سوچ میں پڑ گیا۔

”تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ سارا ایسی ہی کاکیہ دھما ہے۔ وہ اپنی تصویروں کی تلاش میں آیا اور اب چاہتے تصویریں لے لیا ہیں گھر کر دیکھ کر دیکھیں، ہمارا ہوا نقصان ہوا۔ ساری فتنہ ہی شائع ہوئی۔ دودھ وہاں اسے ہی کے بیچے کو اس طرح گھیرنا یہ مشکل ہوگا۔“ اس کا حراج باوجود موت کی خبریں کر رہا تھا حال ہوا تھا ایک بار گھر پر ہم ہونے لگا۔ پہلے کشور کا اسے فریاد کے کرتے میں دیکھنا، مگر آدھے سے میں آگ لگتا اور اب اپنی تصویر بندے کے بعد اس نے ہونے دینی تصویروں کا ہاتھ سے لگ جاتے کا خیال۔ اسے تو براہم ہونا ہی تھا۔

”میں حوی دانیس چر رہا ہوں۔ وہاں سے باجہ کے بیچے پر جاؤں گا۔ تو چور چوری رک اور شریف اور کریم کی پھر ان کا حریف بیکار۔ کھانا اور بیرونی کھانا ہوں کی، ہر جان نہ لگے



کے پاس ایس بی کی کال آئی اور اس نے اقبال باجوہ کی موت کی اطلاع دی۔ طالع من کو فوراً ہی آہادے کے لئے روانہ ہونے کے بجائے اس نے اپنے معمولات ٹھکانے اور پھر مقررہ وقت پر دفتر پہنچ کر اسٹاف کو چند ضروری ہدایتیں دیں پھر ڈرائیور کے ساتھ ہی آہادے کے لیے روانہ ہوا۔

اقبال باجوہ کا رہائشی بنگلا گاؤں سے کافی ہٹ کر بنگلے کے قریب تھا۔ وہ بنگلے پر پہنچا تو مصوبہ ہوا کہ راش ایسی کچھ بڑی ٹکلی سی مرکز صحت سے بنگلے پر پہنچائی گئی ہے۔ موت طبی ٹیم اس لیے پوست، رفریڈر اور کو تو طبی ٹیم کے ٹھکانے لے جانے والی کو حیرت چڑھ کر دیکھے کہ مسافت پر واقع باجوہ کے آبائی گاؤں پہنچے تھا۔ یہ تو طبی ٹیم دیکھ کر حیرت مندی اور ٹھکانے کے بعد جب راش کو تاہت میں رکھ کر کیا چارہ تھا تو ڈاکٹر نے چند ایسے انتظامات کر دیے کہ راش چھ خراب نہ ہو۔ شہر بارے میں اس وقت تک کے چند منسلک بعد ہی اقبال باجوہ کی ایلے بالائی اس کے آبائی گاؤں روانہ کر دی گئی۔

ایچ ڈی کی روایت کے بعد ایس بی صاحب کی بھرائی میں باجوہ کے ملازم کا لین لیا جا رہا تھا اور اس وقت شہر پر بھی موجود تھا۔ ملازم کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد کہ دنا رات چودھری کا کوئی پیغام نہ لے کر آیا تھا اور صبح بنگلے پر ہی دکانہ اور چمک چڑا۔

”بالا چودھری صاحب کا کیا پیغام لے کر آیا تھا باجوہ صاحب کے پاس؟“ اس نے ملازم سے پوچھا۔

”کوئی ایسی خاص بات تو نہیں تھی۔ چودھری صاحب نے آج رات کے کھانے کی روایت کھلائی تھی۔ آخر ہی وہ بڑے رہتے تھے صاحب کو۔ ہر چہرہ وہی دن میں ان کا فون آجاتا تھا صاحب کے پاس کھانا وقت کا کھانا میرے ساتھ تھا۔ کل بنگلے کا فون خراب تھا، شاید اس لیے انہوں نے بالے سے کھلا دیا۔ وہ میںیں پور بھی کام سے ہے جو تو اس نے ادھر پہنچنے میں دیر ہو گئی اور میرے کہنے پر رات اور ہی چھوڑ گیا۔ ملازم نے تفصیل سے اس کے سوال کا جواب دیا۔ یہ ظاہر ہے ایک سیدھی سا دی صورت حال تھی جس میں کسی سرگرم شخص کو صاحب نہیں تھا۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ موت کی وجہ طبی ٹیم تھی پھر بھی وہ اپنے اندر ٹھیک ہی محسوس کر رہا تھا۔ دکانہ دیکھا جاتا تو باجوہ تو خود چودھری کا ہی ساتھی تھا اس لیے اس سے اس سے نقصان پہنچنے کے امکانات بہت کم تھے لیکن چودھری کی صاحب بیسی نفرت کو بھلنے کے بعد وہ اس سے کوئی ایسی چیز نہیں سمجھتا تھا۔ صاحب اسنے پر آتے تھے تو ہواکب دیکھتے تھے کہ سنا

دیتا۔ اس بی ادھر آئے گا تو اس سے ملنے کی بات بھی کرے گا۔ ویسے تو اپنا ہی بندہ ہے، پھر بھی پیش رو رہنا ضروری ہے۔ بندوں کو ڈنکی دیکھے گا تو ہر رات آگ لگا کر چاٹنے والے کے سر اترام رکھ دیں گے، یہ بیان دینے کے لیے ان ٹیوشن کا تہہ دہنا ضروری ہے۔ بالے کے لیے امکانات جاری کرنے کے بعد وہ آف گاؤں کے ساتھ ڈیر سے سر روانہ ہو گیا۔ بیٹھا اپنی شراب پر کامیابی کے نشے سے سرشار زندگی گزارنے کے عادی اس شخص کے لیے سوا اترام کا کیوں کا سامنا کرنا بہت مشکل تھا۔ شہر پار کی شرمناک تصویروں کے حصول کے بعد جو امید بندھ گئی وہ بھی ڈیر سے ہٹنے والی آگ میں جل کر خاک ہو گئی تھی۔ وہ جو یہ گمان کیے بیٹھا تھا کہ اور بہت سے کام کے لیے کے ساتھ ساتھ شہر پر سے وہ لو کا چاہی حاصل کر لے گا۔ خود کو کتنے والی اس جوت پر افسردہ تک پہنچا کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

”رات بالا چودھری صاحب کا پیغام لے کر آیا تھا۔“ صاحب نے اس سے ملاقات کی تو اس وقت چنگے بھسے تھے۔ فیر میں نے روزانہ کی طرح انہیں سونے سے پہلے دودھ کا گلاس لے جا کر دیا، اب بھی نیچے وہ بالکل ٹھیک نظر آتے۔ آرام سے بیٹھے لی وہی پر کوئی اگرچہ ہی قسم دیتے رہے تھے۔ میرے سامنے انہوں نے دودھ پلا۔ میں خالی گلاس لے کر باہر نکلا، اب بھی ان کو دیکھ کر ایسے کوئی ٹھیک نہیں آتے کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔ اور سویرے صبح میں نے بالے کو ناشتا کر دیا اور صبح روانہ کیا تو صاحب نے کھٹی بھائی۔ میں حیران سا مگھی کی آواز سن کر ان کے کمرے کی طرف لپکا۔ صاحب اپنے سویرے نہ تو تھی اسنے تھے اور نہ ہی نیچے پڑتے تھے۔ میں کمرے میں پہنچا تو صاحب کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ بالکل بے ہوش سے پڑے تھے۔ میں نے چوڑی سے ڈرائیور کو چاکر چکایا۔ ہم دونوں نے مل کر صاحب کو گاڑی میں ڈال کر اسپتال لے جایں۔ پر اندازہ ہم دونوں کو ہی ہو گیا تھا کہ صاحب فتم ہو گئے ہیں۔ اور اسپتال میں ڈاکٹر صاحب نے بھی تصدیق کر دی کہ وہ اپنے کہ صاحب کا دل بند ہو گیا ہے۔ اقبال باجوہ کا ملازم مٹے ہوئے پیرے کے ساتھ ساری تفصیل بنا رہا تھا۔ تفصیل سننے والوں میں ایس بی ڈی ایس بی اور مقامی تھے دار مسیت شہر پر بھی شامل تھا۔ چودھری کے ڈیر سے ہر رات اس نے جکار دوائی کی تھی، اس کے بعد اسے سونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ چنے مٹھوں کے ملاپ میں جب وہ اسے سنا کہ اس نے مصروف تھا، اس وقت اس



دوست ہے یا دشمن... دو تو بیس دس بنتا ہے۔

”خدا ہم کو جان عمل ہو گیا ہے اگر آپ اس سے کوئی اور سوال نہ کرتے چاہتے ہوں تو میں اسے فارغ کر دوں؟“ اسے سوچیں میں ڈوب رہے تھے کچھ کرائس پانی نے اس سے بچ چکا۔

”محبوب ہے۔“ اس نے مختصراً جواب دیا۔ نورانی  
اسی لڑکے کے حکم پر ملازم سمیت دیگر افراد بھی اہر نکل گئے۔  
اب کمرے میں صرف وہ دو بڑی سی موہڑا تھے۔

”چو بھری صاحب نظر ہیں سر ہے یہاں؟ اور نہ چو  
کے دوست کی حیثیت سے تو میں ان کی یہاں موجودی کی  
امید کر رہا تھا۔“ اس نے ایسے ہی سے ہنسا۔

”تھوڑی دیر پہلے تک وہ یہیں موجود تھے ہر آئینہ  
بجورہ جانا چلا۔ وہ پہلے چارے خود بدی پریشانی میں تھا۔  
رات جاگنے ان کے کسی دشمن نے اہم سے میں میں کرت  
خانے میں آگ لگا دی۔ رکھوں کا سامان جل گیا۔ خیر۔ مال  
کی توجہ دھری صاحب کو گھر میں کین پریشن ہو گئے ہیں کہ  
کس دشمن نے اتنی جرات کی؟“ اس کی طرف مجھے نظر  
سے دیکھتے ہوئے اس کو نے جواب دیا۔

لوگوں نے انویسٹی گیشن کی اس معاملے کی؟ " ان نے بے  
 نیالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لہجان بن کر پوچھا۔

”اسلامی حقیقت تو ہو چکی ہے۔ غلط اور حق تو اور موطر  
 مانگیں پر آتی تھیں۔ ہمیں موطر مانگیں کے بچپوں کے جوش و خروش  
 ملے ہیں، اس لیے ان کے اندر زہر دھتے ہوئے کھڑے ہو کر دیکھنا کہ  
 آدھی قوم چھوڑ کر آدھی اور ان کی کارروائی کر کے چھوڑ گیا۔ اس کا اصل  
 مقصد کیا تو یہ کہ ان کی فکری تھکن کو دور کر دیا جائے۔ اس لیے وہ ان  
 پھر اس کٹالی ہو۔ پھر یہ کہ کوئی عرصہ خاص شے کی تلاش میں نہ  
 ہو۔“ اس لیے ان کا جدید خیال فخر تھا۔ اپنے آخری جیلے سے اس نے  
 چھوڑ کر دیا تھا کہ شہر پر ان کی ذات کوئی شک کی نہ رہی آتی ہے  
 نہیں شہر پر بعضی نر توں میں ہو اور یہ پرانی سے دلا۔

”جو دھری صاحب سے ان خاص چچوں کی قبرست  
 میں جہن کی تلاش میں ان کے خیال میں کوئی آدم ہے جس  
 ”میں نے ۱۲ اوت کر رکھا ہے۔ چچوں کی قبرست سامنے آئے  
 تو حلقوں کو افرار کے نام بھی سامنے آجائیں گے۔“ اسے  
 حضور قدس کے اس حضور سے مل کر کہیں نہیں۔ تم ان کو  
 چچوں کی یہ تو ہر بھی نہیں کہتا تھا کہ اس نے دیر سے میرے  
 موجود اپنی لپٹے جھڑی میں چھپائی تصویریں رکھی ہوئی تھیں  
 جن کے درمیان وہ حضور کو ایک میل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اس جگہ کو تسلیم کیے بغیر شہر یار پر کوئی احترام و تدبیر نہ کی گئی اور  
محکم نہیں تھا۔ کم از کم وہ لوگ اسے قانون کے تحت سے  
بکڑنے کی جہت تو ہرگز بھی نہیں کر سکتے تھے۔

”آپ کو قیام کیا ہے۔“ چوہدری صاحب کے پاس  
 جی جائیں گے۔ میری طرف سے انکس پیغام دینے کے سہارے  
 میری مدد و کار ہو تو کثیف نہ کریں۔ میں فی الحال مزید  
 یہاں رکھ کر انکس سکاؤنڈ خواجہ سے ملاقات کرتا۔ اپنے بیٹے  
 کی اہم کام چھوڑ کر آج ہوں اس لیے چند واپس جانا ضروری  
 ہے۔ اس نے انکس کی گونا گونا پیغام دیا اور اس سے مصافحہ کیا  
 پھر وقت و کارنامہ انکس قدماء کی جواباں سے روزنامہ دیا۔

☆ ☆ ☆  
 ”آپ کو کیا ہو گیا ہے بی بی! رات سے ایسے ہی ستر  
 ہیں۔ نہ کچھ ہنسی ہیں، نہ حلق جھٹھٹھا۔ اس طرح تو آپ  
 بیمار پڑ جائیں گی۔“ کشمور کے سر ہانے کی طرف اپنی تشریش زد  
 نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے حق صاحب گئی۔  
 ”جی تو کہتا ہے سر ہانے والی، اپر سوٹ پر بھی تو اصرار  
 نہیں۔“ انکھوں پر زرد دھڑکے کشمور نے دندھے ہوئے لہجہ  
 میں جواب دیا۔

ہاں، کوئی گھڑی تو یہت کی بھی ہوتی ہے۔ زمانہ نے دھڑک کر  
اے نہ کہا۔

اس وقت تو سب سے اچھا یہی ٹکڑ رہے گا۔  
 جان سے پہلی جاؤں۔ مگر نہ کرنے والے مگر نہ کرتے ہیں  
 شربت میں ایک ٹکڑا کو گوتے دیکھ کر اتنی شرم و ہشام  
 کہ گئی جوتا ہے زمین پیسے اور ان میں سے جاؤں۔  
 ہزار کی کیفیت میں تھی۔

آپ کی بہت نرم چٹائی تھی۔ لے کر آواز مانی  
میں پرانی مشین سے دو جاتی تھی... اور وہ آخر آواز کوکے  
سے آواز نکال کر کے بھی انکو کرچتے تھے۔ "وہیں جاتی تھی کہ  
مشین کی حالت کی جانچ کیا جے۔" میں نے ایک معمولی بات  
کر رہی تھی لیکن یہ بات مشین کو کوڑے کی طرح لگی اور چوڑی  
کا چہرہ ٹھنڈے کے سامنے آگیا۔ "تختے بے بے کے ہوں گا  
پر چوڑی اس کے سر پر لگیں۔ وہاں لیجھ کر کھوسو کیے لٹیرے ہوتی  
اٹھاتی۔" یہ سنی رہ کر۔ ان کا دل چاہا کہ اپنے آپ کے  
جہ سے یہ فائنڈر نام اور یہ حیا شخص کو کوئی نئی سزا  
ڈال کر دیا جس کے اندر میں نہیں تھا۔

ی شہر پر کاخیل آئے۔ آپ کی بے مروتی کے مطابق وہ ایسا شخص تھا کہ

چوہدری سے کر لے سکتا تھا۔ اگر فریبہ، ہمساحہ و بیوقوف شہید پارکی  
مرد سے چوہدری کے خلاف کارروائی کی جا سکتی تھی۔ شہید  
دکھاندا اور اجیت کے امسک سے دو چار اداستان خیال کے ساتھ  
ای بہتر چھوڑ بیٹھی۔ اسے نواری حور پر فریاد ہے و نہ تو اور  
اسے قابل کرنا تھا کہ دو خود پر ظلم ہے کہ بجائے اس قسم کے  
خلاف شاہ کھڑی ہو۔ اسے امید تھی کہ رات والے ادا خانے کے  
بہر اسے فریبہ و گوراشی کرنے میں فریاد و دشواری پیش نہیں  
آئے گی۔

”کہاں جا رہی ہیں بی بی؟ کوئی کام ہے تو مجھے سمجھ دیجئے۔“ اسے سچر ہے۔ یہ سوز کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ بڑا کام کرتے دیکھ کر اسی نے اسے روکے گی کیوں نہ ہو۔ آج صبح سے جی جی کی گفتگو میں بی بی صاف اٹھ چکی ہیں۔ اسے برا نہیں لگتا ہے کہ خیر عورتیں سب بھی تنگی کی تھیں۔ بڑی کی سوت کا بھی پتہ چلا تھا اور یہ دونوں اوقات ایسے تھے جن سے جی جی کی فضا حیران رہے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن بی بی کی حسرت گہری تھی کہ ان دو چرواہوں نے اسے اور بھی کوئی بھروسہ نہیں دیا تھا۔ وہ جی جی کی طرف سے اسے چھوڑ دینے کی بات کہہ رہے تھے۔ بی بی چھوڑ دینے کی بات کہہ رہے تھے۔ بی بی چھوڑ دینے کی بات کہہ رہے تھے۔ بی بی چھوڑ دینے کی بات کہہ رہے تھے۔

ان سرورِ پاؤں سے روانی نے اعجاز و کمال کا جو کوئی  
 نسخہ کائنات ہوئی ہے جس کی وہ سے کھڑا ہونے پر لوں ۔۔۔  
 اور ہر دُکھ سے باز رکھتے ہیں ۔ اپنے اسی اعجاز کے کئی عجیب  
 اور حلو و کھڑکوں پر غیبت کی کیفیت میں کمرے سے باہر نکلتے دیکھ کر  
 گھبرا جاتی تھی ۱۱۔ ماسوائے دیکھنے کی کوئی سرورِ پاؤں نہیں دوتا کہ  
 کسی بات پر مصیبت دے یا نصیب دے یا ہر گز غمی اور برکت و ہر کار کے  
 سب سے اوپر کی منزل کی طرف جانے والی فانی چیزوں کا رخ  
 کیا ۔۔۔ برائے نام ہی ۔۔۔ اپنی اس کے پیچھے پیچھے تھی ۔۔۔

”تو کہ جا مشورہ تو اس پر نہیں جاسکتی۔“ ابھی مشورے

بھری۔ مشورہ اس حکماء نے دیا کہ پھانسی لگا کر قتل کر دیں۔  
 نے گردن ٹھکرا کر غم دے دی۔ والی اسی کی طرف دیکھا۔ وہ  
 دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کی طرف پر جمال نظروں سے دیکھ  
 رہی تھی۔

”کیوں؟ کیوں نہیں جانتی؟“ اس نے  
چہرہ اُن کی جڑ بھری ٹھکراؤ کا خاطر میں نہ لے کر  
چلا کر بھاگا۔

میں نے اس کی کل بھی نہیں مانگی تھی؟ وہ کوئی اسے پہنچ کر دے گا۔ میری طرف سے عائد کردہ پندرہ سو روپے ختم ہوئی ہیں۔ جرات کرتی ہے؟

روحانی سے کہتے: "وئے خیر می پرانہ مع رکھا۔ رات۔ تے اب  
تک: "وڈو رکھن لئی جیسی پانی جیسی ورنہ اس جرأت مندی کا  
مظاہرہ نہ لئی ہو اس کو کہ جس جیسی تھا۔"

مگر یہ سب کچھ کہہ کر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنے گھر کے دروازے پر ہاتھ رکھا اور کہا: "اللہم! یہ سب کچھ میری طرف سے ہے۔"

”امت روک مجھے۔ اب میں کسی ظالم کے ہاؤس  
آنے والی تھی۔“ وحشت زدہ سے آواز میں کہتے ہوئے  
انہوں نے ایک قدم اور بڑھایا۔

”مست، رہی تھی جیسا کہ نئی کی، نکلتی ہے وہاں پر کوئی اثر ہو رہا ہے۔ کہاں سے بنایا؟ اسے داؤ۔ کہو کہ اگر آپ اپنی دینی کو سنبھالے۔ اس کی حکم کھل چڑھتے نے چوٹی چوہدری کو چار شاخ پر کھڑا اور وہ زور سے جھکی۔ اس سے جس کہ وہاں موجود مائزہ رکھتے ہیں۔ سے کوئی اس کے جسم کی تحلیل کے لیے چلی، افسانہ و فخریاں چوہدری کا یہی خود وہاں آج بھی۔“

”کیا ہو گیا ہے مہری دلی؟ کیوں اپنی صندوق دلی ہے؟“  
 تو نے نہ کہیں کہ تیرے ابا نے تیرے ابا پر ہاتھ پڑھادی  
 لگا کی ہے۔ تو چل کر اسے ساتھ اپنے کمرے میں۔ میں تیرے  
 ابا کی سے گل کر کے تجھے بہنو سے لے کر اجازت دوادوں  
 گی۔ تجھے معلوم ہے تو اپنے بھرا سے ذاتی محبت کرتی ہے۔  
 اس سے ملے بغیر نہیں رہ سکتی، یہ اس وقت تھوڑا سا صبر  
 کر لے۔“ اپنے بھائی احمد کے ساتھ تیزی سے چل کر گئے  
 اور پھر دو تین روزہ وہاں چلے گئے کہ وہ سے چھوڑ جائیں، یہ کہ

**جلسہ سیر ڈائجسٹ**



سانس پھولن، ہاتھ پاؤں پھرنی، وہ مشورہ کا بخاری حدیث سے جہاں تھوڑے سے بھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

”کیا ہنگامہ ہوتا ہے یہاں؟ کیوں تمنا شک کر رہا ہوں؟“ چہرہ ان نہایت ہوائی کوشش میں کامیابی ہوئی، اس سے پہلے ہی چہرہ کی انحراف خورواں چلا آیا۔ ایک تو اس سے والے حادے نے پہلے ہی سوا آف کر رکھا تھا، اس پر سے حوصلے کے ذریعہ خاتمہ میں قدم رکھنے ہی جو پہلو مشورہ دینے کو ملتا۔ اس سے دیکھ کر حجاز اور بھی گرم ہو گیا۔ کشور کو خبر پہنچا کر کمرے سے دیکھ کر صورت حال بھی اس کی کچھ نہیں آتی تھی چنانچہ اپنے قصوں و ہنگ اور باور میں سب سے پہلے یہ آواز بلند ہو گئی۔

”کچھ نہیں چہرہ کی صاحب اپنی مشورہ کی طبیعت ابھی نہیں ہے۔ بخار دماغ پر چڑھ گیا ہے اس لیے عجیب عجیب خدیں کر رہی ہے۔ کئی گھنٹہ نہ سو سب لپک بوجا گئے۔“ چہرہ ان کی ہیرے نے خبر کر بھانہ دینا تاکہ بچی کو باپ کے خواب سے بچا سکے مگر وہ خود اس وقت اپنے جوش و خروش میں نہیں تھی۔ ماں کی مصلحت پسندی کی یہ آواز کیے بغیر زور سے نکلی۔

”کوئی دماغ قریب نہیں ہوا ہے میرا۔ مجھے بس نامہ جانا ہے۔“

”کیوں جانا ہے؟“ وہ بچی کو دیکھ کر ایک اداریہ مع کر دینے تو تیری کچھ نہیں کہیں؟“ چہرہ نے اپنے بچے کے حال سے اسے ارمانے کی کوشش کی۔

”ہاں نہیں آتا میری کچھ نہیں۔ آپ بتا کیوں آپ کیوں جاتے ہیں اور؟“ وہ بچائے دہنے کے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں! اس کی بیوی اس کی نظروں میں اسے شراہے تھے جن کی چہرہ جیسے بندہ بھی تاب نہ لارہا اور ہے اظہار نظریں پر آگیا۔ وہاں موجود دیگر لوگ اپنے مشورہ کی اس جرات مندی پر دنگ رہ گئے تھے۔ رانی نے تو اپنے منہ سے نکلنے والی چیخ کو روکنے کے لیے باقاعدہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس جرات مندی کے بکبار کے بعد کشور کو خون کی انجمام سے دوچار ہونا چاہیے گا۔

”اس کا تو دماغ کا خراب ہو گیا ہے۔ گتا ہے علاقے کے لوگوں کی ڈیڑھ آنکھ دکھانا چاہیے گا۔“ خروک اس کا سامان تیار کر رہا۔ کل سہرے میں اسے لاہور لگوادوں گا۔ ابھر وہ کہیں کا علاقہ ٹھیک مریض سے ہو جائے گا۔“ دوسرے کو کچھ تو باپ بچی کے درمیان چھڑی سرزد جنگ کی وجہ معلوم نہیں تھی اس لیے وہ اس خرم سزا کو سن کر چہرہ ان رو

مچے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ چہرہ کی جس نرمی کا اظہار کرتے ہوئے بچی کے سامنے رکھے ہاتھوں کا کیا ہے؟ اس میں خود بھی اتنی تاب نہیں رہی کہ اس کا سامنا کر سکے کسی لیے علاقے کے یہاں اسے شہر بھگوا کر اس کی نظروں سے بچا جاتا ہے۔

”نیمانی بی! اسے کمرے میں چھین۔“ چہرہ کی یہ ظاہر پر سے وجہ کے ساتھ احکامات جاری کرنے کے بعد وہاں سے فوراً ہی ہٹ گیا تھا۔ رانی نے سہکتی سی مٹری کشور کا ہاتھ زنی سے دھاتے ہوئے اس سے دیکھ سکے نہیں تھا تو جیسے گہری نیند سے جاگ اٹھا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی رانی کے سہارے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

”مامو تو نہیں اقرار ہوتا؟“ دوپہر دو گھنٹوں کی چٹا گوندھنے کے بعد اپنے مرد چادر لپیٹ رہی تھی جب اکرم خان نے اسے پکار کر پوچھا۔

”ہاں بھئی اکرم اقرار ہوں۔ ابھی باہر آتی ہوں۔“ اس نے اکرم خان کو جواب دینا اور چادر پر ایک پل کی حد سے نگے دھندلے سے آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر مسکرائی۔ نیچے پکڑوں والی سیاہ ریشم اس کا چہرہ اس دھندلے لگنے میں بھی چمکتا ہوا تھا اور آدھا اسے یقین تھا کہ یہ چمک اس کے چہرے کے گرد باپ کی طرح چمکی اس چہرہ کی وجہ سے ہے جو بڑی شدت سے سنی کی یاد دلاتی ہے۔ اسے یہ چہرہ غریب کر دینے والا خود شہر اپنی اس سہوئی کو بھول گیا تھا۔

گاہکین وہ ایک پل کے لیے بھی اسے بھلا نہیں پاتی تھی۔ وہ بچنے بچنے سے اسے یاد آتا تھا۔ اس کے بھگوانے کرم پڑوں کی حدت میں، ہاتھ جو وہاں پر لگاتے چلتے والے خوشبو کی چمک میں، انہوں کی سطروں میں، ہر برہنہ میں اس کی یاد تھی۔ اور یہاں نہیں تھا لیکن ہر پل، ہر جگہ، جیسے تھا۔ وہ یہاں کی لیکن ہر پل، ہر جگہ، جیسے تھا۔ وہ یہاں کی اس قطعے کے کوچن میں بستی تھی جہاں وہ سسٹنٹ مشنری اسے داریاں بھرتا تھا۔ اسے یہ دیکھ کر اس کی فرصت بھی نہ پاتا ہوگا۔ اس سے ہوا ہوتے وقت اس نے اپنے دل میں نہ

جی بستی کیفیت محسوس کی تھی، گاندے کے خراب روز نے اس کی غریب و فاقہ گت کر دی تھی۔ وہ جان کی قسم کہ اس کے دل میں اور اس کا خود پسند اور مغرور ٹھکانے والا اس کی اس کے دل میں نہیں چکا ہے۔ اسی لیے ہر پل کی سامنے کی عرصہ ساتھ ساتھ محسوس ہوتا ہے۔ شہر کے لیے اس کے دل میں وہ جہاں ہوتا ہے وہاں چکا تھا جو لوگوں کے دکھ میں گھر کر گئی انسان

کوسب سے کٹ کر تھا۔ بچے کا چہرہ دکھانا ہے جس سے یہاں لپکی ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے سنی کی دنیا میں مٹھل کھاتے چلے رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس مٹھل میں سوائے کوسب کے کسی اور کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس وقت آئینے کے سامنے کھڑی وہ ایک دہریہ محبوب کی اس مٹھل میں بچنے کی تھی۔ دروازے پر آہستہ، بھری تو پتک کر اس طرف متوجہ ہوئی۔ اکرم خان کی مایا جگہ پر کھڑی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ غرور نہ رہی ہوئی۔

”تیار ہوں، بی بی! آ رہی ہوں۔“ اس نے بولتے ہوئے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ باہر گھر میں اکرم خان منتظر کھڑا تھا۔ اس کے تہ تیہی وہ ایک تیار کئے تھے۔ ان میں سے ایک چمک، وہ ہاتھ کا تو چمک دوسرے چمک میں اکرم خان اور اس کی ماں کا سامنا تھا۔ دو لوگ اکرم خان کے ماموں زاد بھائی کی شادی میں شرکت کے لیے ہوئے چارے تھے۔

”آج دو بھین! اور سے لگے مشکل ہو جائے گا۔ بہتر وہی ہے ان راستوں کا چہرہ اسے ہے۔ سڑک تو خراب مشکل رہے گا۔“ اسے دیکھتے ہی اکرم خان دونوں چمک کا نہرے پر نکلتے ہوئے بولا۔ وہ ایک پھول پھول رہا تھا۔ یہاں ہمارے ہر کم سامان اپنے شانوں پر رکھ کر، دوسرے اصرار پہنچانے کی ابھی خاصی محنت تھی۔ ان دونوں بھین کو اس نے نہیں اٹھایا تھا کہ وہ گوب کے پھول ہوں۔

”بھین تو یہ سارا راستہ ہاتھوں کی لکیروں کی طرح ریز ہے۔ ابھر اس کو دے ہوئے تک اسے پھر لگے ہیں کہ کتنی بھی یاد نہیں۔ آج کل سیار لوگ گندہ گور، دیکھے بہت جاتا ہے۔ ہم ماں کی وجہ سے بھانڈوں پر نہیں جاتا لیکن اس کو دے ہوئے تک سڑک تیار جاتا ہے۔ گاؤں کی گھنٹن میں سے گزرتے ہوئے وہ خوش گوار ماساں مایا کو دکھاتا تھا۔

”بھرتو آپ کا ہوئے میں ماموں کے گھر بھی آنا چاہا گا۔ جتا ہوگا؟“ وہاں نے اس کی ہنگو میں دیکھی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں، بہتر ماموں پرانے کا مٹھل میں متا۔ ہم لکے ساتھ جاتا ہے تو بھرتو اس کے ساتھ رہتا ہے۔“ اکرم خان نے تیار۔ اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ہوئے وہ لگ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں گاندے کا لہو بہہ رہا تھا۔ بندہ عیالوں سے بہرہ آتے ہیں۔ اس نے لے کے پانی کا شہر دور سے لکھائی دے گیا تھا۔ تانے میں تیزی سے بچنے پانی کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے پتھر بھی لکھتے ہوئے وہاں کی دے

رہے تھے۔ تانے کرانے کے لیے جو کچھ چاہیے تھا وہ مٹھل دو فٹیروں پر مٹھل تھا۔ اس میں لکے ڈوبتے آتے چہرہ تانے کو پار کرنے کے خیال سے مایا کو کاپ تھی۔

”گھر نہ کرو بھین! ہم جیسے سہارا دے کر لپکے پر سے لے جائے گا۔“ اکرم خان نے اس کے خوف کو محسوس کرتے ہوئے اس کی دہریہ پھر بھی اس کا گرام نہیں ہوا۔

”پہلے ماں کو لے کر چلاؤ۔“ اس نے اکرم خان سے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے اپنی ماں کا ہاتھ تھام لیا۔ بھانڈوں کی ہائی اس بڑی عورت نے ہاتھ بچے مٹھل زور فٹیروں پر مٹھل پڑے قدم رکھا اور اپنے جوان بیٹے کے سہارے تانے کے اس پار چاٹھی۔ ماں کو اس پار پہنچانے کے بعد اکرم خان واپس آیا۔ اس دوران مایا تو اپنے اندر کافی حوصلہ پیدا کر چکی تھی، چنانچہ اس کے ساتھ جانے پر راضی ہوئی جس پھر بھی خوف تو دل میں تھا ہی۔ اس نے اپنی زندگی میں پانی کا جو سب سے بڑا تجربہ دیکھا تھا وہ یہاں کی شہر تھی۔ دوسرا ابھی خالص طور پر اور گہری ضرورت تھی لیکن اس کا پانی انکا ہنگامہ دور نہیں تھا کہ دیکھتے دیکھتے وہاں دوسرے ہی اور بچے۔ زور بڑھ گیا مانگتے اس نے اکرم خان کے سہارے گاندے کا لہو نہرے تک نہر نہر کیا اور سکارے پر چمکتے ہی ایک طویل اطمینان بھرا سانس لیا۔

”بھیا! ہم نے تمہیں اس تانے کے بارے میں پہلے سے کچھ نہیں بتا تھا۔ اگر ہم نہیں یہ بتا دیتے کہ اس تانے میں گرنے کے بعد آبی کا پتھر نہیں تو تم تو پل پر قدم ہی نہیں رکھنا۔ اس میں گرنے والا تو اس پتھر کا سہارا ہے۔“ شیک میں ہی بچتے تھے۔ شیک روڑ کا نام تو تھا جو گام نے؟“ اکرم خان اس کی حالت سے محسوس ہوتے ہوئے اے بچہ لگے گا۔

”مجھے ابھی بتا دو کہ آگے تمہارے ہوئے کے راستے میں اور کتنے ایسے غریب تانے پڑتے ہیں تاکہ میں لیکن رک جاؤں۔ اس سے آگے میں اور کوئی ایسا خطرہ کہ تانے پڑ کر لے کو تیار نہیں۔“ مایا نے بھر پوری بیٹے کو کہا تو اکرم خان زور سے جس پر ابھرا سے اطمینان دلاتے ہوئے بولا۔

”گھر نہ کرو ماما! ہم آگے ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہاں سے آگے ہم نہرے شیک آرام سے جیپ میں سفر کریں گے۔“ مایا نے بولے دیکھا تو وہ بھی وہاں بچہ کا سنے پر چند جھنجھٹ کر رہی ہوئی تھیں۔ اکرم خان اسے اور اپنی ماں کو لے کر ان میں سے ایک جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ جیپ دراندر اس کا



آشفاق جس نے مقامی پولی میں اس سے دوستانہ لہجے میں بات کرتے ہوئے ان لوگوں کے بیپ میں پھینکے کی شہرہ بنا دی۔ بیپ میں بہت سا سامان لدا ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کے پھینکے کے لیے مشکل سے ہی جگہ مل سکتی تھی۔

”نچلی بیپ میں جو بھی شیئی ڈیشن ٹیم بیٹھا ہے۔ اس کا سامان ہے۔ یہ بیپ ڈرائیور ہمارا دوست ہے اس لیے ہمیں ساتھ لے جانے کے لیے راضی ہو گیا ہے۔ ورنہ دھڑ سے ہوئے ٹیک جانے کا بیپ والا بہت جیسا ہوتا ہے۔“

آزم خاں نے بیپ میں موجود سامان اور غیر آرام دہ کتے کے لیے اس کے سامنے وضاحت پیش کی۔

لکھنؤ سے اچھے میسے ڈپلٹ گھر میں سے، خود  
 سر پہ پٹلی پرانی سی اور حجاب دیکھے دوڑوں کو تھیں۔ رشتہ پر  
 اور اور نظر دوڑائی گئے یہ دیکھ رہی تھیں۔ ان کے شانوں  
 سے بڑے بڑے بھوئے لنگ رہے تھے جن میں ۱۱۔ ۱۲  
 برس والے بچے اور کچھ کچھ لڑکیاں بھی تھیں۔ ان کے  
 ہونے اور دیکھنے اسی طرح کی تھیں۔ آتی جا رہی تھیں۔ ان  
 کے چہروں کی سیاد رحمت، چڑی زرد بونٹ اور منہ سے  
 ہونے والی ان کے شانوں سے لکھے جھولنے سے پوری طرح  
 بچھا چکا تھا۔ لوگ اس جلیبی میں کھول اور بچہ کھولنے سے  
 بکرا چھنے والی ان عورتوں کو چھنے کے وہی دوتے ہیں۔ ان  
 دوڑوں عورتوں کو بھی کسی ایک افراد نے دیکھ تھا لیکن سرسری  
 کی نظر اس کو یہ معلوم کا حد تک سمجھ گئے تھے کہ وہ کچھ  
 تھے۔ کسی نے ان کو بھی دیکھ دانی بھی تھی ان کے چہروں پر  
 جیسے جلد ان شلیب اور تڑپ جو سر پر تھی اور منہ سے ان کے  
 بلے شانوں سے چھپے چھپے گئے تھے۔ ان کے ہر ایک آدمی  
 دعوت نکال دے رہے تھے۔ جو ہوش پرست تھے ۱۱۔ ۱۲  
 نکال دے سے بنی باقی قسمت کی طرح نصف ان عورتوں کے  
 ساتھ ہی ایک آدمی شلیب چھپ گئے تھے کہ وہ چھپ گئے تھے  
 ان کے تڑپ اور تڑپ جیسے آتے تھا۔ کہ سب کی عورتوں پر  
 بکرا چھنے والی عورتوں میں اور بچہ بچہ ان عورتوں پر  
 بھی تھیں۔ ان کے سر کوں پر بکرا چھنے والی عورتوں پر  
 ان کی سے محرم کرنا تھا کہ ان کو بھی ان عورتوں پر  
 ان کی مرضی کے بغیر کوئی آدمی نکال ان پر بکرا چھنے کی  
 جرأت نہیں کر سکتا۔ کوئی جرأت کرتا تو اس کی عزت بکرا  
 کرنے میں جو بکرا بھی نہیں لگتا۔ چنانچہ کن چھپے ۱۱۔ ۱۲  
 چھپے چھپے چھپے چھپے، قریب آئے کہ ان کے منہ میں چھپے  
 تھے۔ ان عورتوں کے منہ سے تلے بھی مردوں کو ان سے ۱۱۔ ۱۲  
 رکھنے کا یہ سبب تھا۔

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴

کوئی بات کہیں بھی نہ کرنا۔ آپ نے بتا دیا کہ یہ صرف مجھے بھوکا راسخ ہے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ ایک شخص تو آسانی سے سوت جائے گا۔ اس نے اکرم خان کو کھڑکھڑائی سے بجانے کے لیے کہا۔ جیپ روانہ ہو گئی تو وہ اور اس کے صاحبزادے کو جانا دینے میں مصروف ہو گئی۔ کتبہ درخت اور چھڑیاں نہیں تو کتبہ بڑی بڑی پکائی تھیں۔ ان کا کتبہوں کے ایک سلسلے کے قریب سے بھی گزر رہا۔

”اس پٹے کے پار جانے کے بعد ایک چٹائی کے نیچے اور ہم ہوشے لٹے جا رہے تھے۔“ چٹا خاصا طویل راستے طے کرنے کے بعد جب ان کی جیپ پکڑیوں کی آواز میں سے گزری تھی تو اکرم خان نے ٹھہرائی میں موجود پٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرخوشی کے عالم میں بتایا۔ اس کے لہجے کی اس خوشی پر وہ ابھی غور کر رہی تھی کہ جب نے پٹے سے گریا اور ایک زبردست چٹائی پر چڑھنے لگی۔ چٹائی اتنی زیادہ تھی کہ اسے لگتا تھا جیپ سے نکل کر پیچھے جا کر سے کی ٹین فائر گزری اور بار بار بار بار نے انہیں بہ خیرہ حالت ہوشے پہنچا دیا۔ چند لمحوں پر مشکل ہو گئے گاؤں کا ایک چوکا سامان ان کی حوصلہ شکنی۔ اپنی آواز جانے والی ہاتھوں کو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ ٹوک جیپ سے اتر کر پیچھے ہی اس مکان میں داخل ہوئے ایک ڈنڈی سامنے آئی۔ ڈنڈی کی رحمت صاف تھی اور اس نے اپنے ہاتھوں کو سبہ حشر مینہ میوں کی صورت میں گونہ جارہا تھا۔

”یہ سچ ہے، ہمارا دوسرا نواسہ“ قریبی نظر کرتے ہی اگر مرزا کی شخصیت پر غور کریں اور اسے اس کا حوالہ کر لیں۔ یہ ہم اس پر مختلف دوشیاں کر رہا ہے کی خوشی کا سبب ہے قریبی گل ہے۔ گل سے پیسے اپنی پوٹنی سے لی پھر اس کی طرف حجب ہوئی۔ وہ ہونے آگے چھوڑ

اپنے کام میں متنبہ نہ رہا۔ بڑی بے یارمی سے قدم اٹھا رہی تھیں۔  
 انہیں دیکھ کر کوئی گمان نہیں کر سکتا تھا کہ جب وہ اپنی نظریں  
 اُرد گرد و دوزاری میں تو صرف زمین پر چڑے بکھرے کوٹھن  
 ٹھوٹیں دیکھتا ہے۔ صرف ایک بچہ دھیر بڑھو پیٹھ ورنہ جانہ  
 بھی لگتی ہے۔ یہ غبار بے یارمی سے مین حقیقت میں ایک  
 ایک قدم پھوٹ پھوٹ کر اٹھتی دودھوں پہ جسے سرکاری  
 اسکول کے مین میٹ کے سامنے سے گزر رہی تھیں۔ ابھی  
 اندر ہی نہیں ہوا تھا لیکن اسکول کے گیٹ کے پار چلیے اور  
 ٹواچے والے جمع ہو چکے تھے۔ وہ دونوں اسی منظر کو سرسری  
 نظر سے دیکھتی ہوئی اسکول کے سامنے سے گزر کر دائیں  
 جانب مڑ گئیں۔

اسکول کی دکانیں چاہب کی دنیا کے ساتھ اپنی علاق  
نے پھر اکٹھی کی ہر گھنٹہ ۱۱:۱۵ کی معمول کی خرچ اس  
پھر اکٹھی کی میں داخل ہو گئی۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے پھر  
پہننے کا عمل جاری رکھا۔ پھر میں سے ایک پھر پہننے پہننے  
اسکول کی دکان کے باہر قریب پہنچی کی اور اسے شہ نے پھر  
پھر اس کے باہر کی۔ سے اتار کر دکان کی پھر سے دکان۔ اس میں  
سے فارغ ہوتے ہی اس نے ذرا سے پھر پھر پہننے پہننے  
ساحی کی طرف۔ پھر دکان کی کاشین پھر اور پھر وہاں  
میں اس میں وہاں کی ہیں۔ انی اند میں اس عاتے  
سے دور پہننے ہیں۔ اس عاتے سے بہت دور گئے کے  
بعد ایک گاڑی نے انہیں روک دیا۔ ان کی پہننے پہننے  
کی انہوں نے اپنے لیے تبدیل کرنا شروع کر دیے۔ جیسے  
جیسے گاڑی آئے پھر جاری کی پھر پہننے اپنی عاتوں کے  
پہننے سے سے وہاں ایک دکان پر آئے پھر انہیں۔ ان کی  
پھر وہاں پہننے اس میں وہاں پہننے وہاں پہننے۔

”آجکے دن میں دو سو ارب ملے... وہ بھی ایسا دس  
 میں اسکو کے حصہ میں کچھ ملے۔ تو مجھے براہ راست  
 کر سکتے ہیں نہ سورت صاف؟“ وہ بڑے چپقلش سبب  
 کر دے گئے ہیں۔ ”اچھی کیپ اتار کر رکھیں پر رکھتے ہوئے  
 لڑکے اور خود کو گانی کے اندر نہ لے جاؤ اور کرنی پر اعلان دو  
 گیا۔ اس کے چہرے کے بے اثریت سے ظاہر تھا کہ وہ بہت  
 بڑا اور اعلیٰ دماغی اور دشمن کا شکار ہے۔“

اوپر والوں کو سنبھالیں۔ انہیں کسی حادثے سے کوئی فرق نہیں پڑے۔ وہ دوسرے چھوٹے بیان دے کر قاری پر ہاتھ تھپتھپاتے ہیں۔ یہ سب چھوٹے ہیں جو ایسے برسوتھے ہیں کہ حریفوں کی طرف سے کامیابی کہتے ہیں اور لوگوں کی باتیں بھی

ہفتے ہیں۔ آپ معلوم کر کے دیکھ لیں، ورنہ یہ عقلم اور صدر میں سے کوئی بات کے اس شخص کیس چاکر رہا ہوگا۔“ سجاد رانا نے کچلے کچلے انداز میں خود کی ایک ترقی ستیا ہے جو بے رخ کچلے میں شہر دیکھا جسے سن کر علاء الدین اور اسی طرح کے لوگوں پر ہنسنے لگتا تھا۔  
روزی اور پٹیا بھی میں سمجھ رہا تھا۔

”آج تو تم اپنے کون شہریار کے لیے میں بات کر رہے ہو۔“

"ہر گرج آدمی کو ان حالات میں ایسی لکچر مسابقت  
 کرنی چاہیے۔ جس جگہ ہوں کہ شہر یا روستا میں ہے، جس  
 علاقے میں سے گزرتا رہتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ جذبات کا  
 احساس ہم جیسے لوگوں کو سوت نہیں کرتے لیکن جہاں ہم جاتے ہیں  
 وہاں انہیں۔ آپ نہیں، کیا آپ کو دل نہیں کاٹتا ان  
 چہرے پر جوئے کی شکل لاشیں اور کھڑے ہوئے عضو  
 کی طرح کرنا لیکن میں نے والے سر سے یہ رویہ دیکھتے ہیں جیسے یہ  
 سب کچھ ہم نے اپنے قلوب سے کیا ہو۔ پولیس کیا کر رہی  
 ہے؟ یہ جاننے کا ذمہ دار کوئی ہے؟ اس واقعے کے پیچھے کوئی  
 بڑی وجہ ہے یا پادری ملک کے دہشت گرد؟ برسوں کا  
 خوب سن دی اپناٹ چاہیے ہوتا ہے انہیں۔ کیا پولیس کو  
 کام ہوتا ہے کہ حادثہ ہوئے تلی کھڑے کھڑے۔ ان کے ہر  
 سوال کا جواب دے دیں۔ اگر انہیں کسی پر شک بھی ہے تو کیا  
 میڈیا پر ایسی باتیں جاسکتی ہیں کہ ہمارے بچہ کرنے  
 سے پہلے ہی بچہ ہو گیا ہو؟ ہم نہیں۔" انھوں نے کی پولیس کی  
 ان بھڑکی بھڑکی دوز اور میڈیا کی مسلسل کردار عدلیہ کی چنگ  
 لے کے انکا اعصاب زور زدہ کر دیا تھا کہ اس وقت وہ کسی  
 طرح اپنے حرائق کی ترقی کو چھپانے میں کامیاب نہیں ہو  
 سکتے تھے۔

”پانی پینا ہے کہ کچھ ضرر غصہ ہو۔“ علی مراد نے گویا  
 اس پانی طرز کرکس کی طرف بلا حیا اور انشراح کر دیا  
 اور اسٹیس کے لیے آواز دے لگا۔ اسے سجادہ کی دھن  
 طبیعت کا حسن اور ایک قمار، جو وہ ملتا تھا کہ ایک ایسا شخص  
 اس نے حال میں اس اپنی نوجوان بیٹی کو کوہو تھا، مصمم چاس  
 کے لئے کئے تھے۔ یہ سجدہ کرکس دھن، اچھی اذیت سے گزرا ہوگا  
 اور وہ بھی مری حرج و مرج ہوئے تھیں کسی نہ کسی طرح خود  
 غصے لے رہے تھے۔

”سوری! میں کچھ چاہتی ہوں۔“ اس کے  
 گھر پر کلاں بھر پانی پینے کے بعد چادرانہ اراکھنے اور تو  
 (مندی - ۱۰۱)



وقت ضرورت آتا ہے جب وہ اپنے عہدے اور فرائض سے ہٹ کر ایک عام انسان کی طرح رہی ایکٹ کرنے لگتا ہے۔ تروت اپنی جگہ لیکن اپنے جذبات کو ٹھیک رات سے اکٹھا کر لیتا ہے ہر حال میں نہیں۔ "خبرداروں نے اپنے مخصوص عہدے سے ہونے انہماک میں اسے جواب دیا۔ اسی وقت دروازے پر دھک سے کی آواز ابھری اور ایک ملازم اجازت ملنے پر چلا گیا اور اسٹیکس سے بھری ہوئی فرنی لے کر اندر داخل ہوا۔ ملازم کے فرام پچھا کر دیکھی چپے چلنے تک کمرے میں کھلی خاموشی رہی۔ وہ واپس چلا تو ملازم نے لنگھو کو سہلہ ایک بار بھر جڑا۔

"میں تمہاری رعایت کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میڈم کے لیے اس وقت واقعی بہت زیادہ تیراوی کرنا چاہئے جس لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم بھی آپ سے باہر ہو جائیں۔ جس طرح کی جذباتیت کا مظاہرہ ہم ابھی میرے سامنے کر رہے تھے، اگر کسی نوجوان کے لحاظ سے اسے سامنے کر دیتے تو اس کا انہماک ہوتا اور ہمارے پاس پہلے ہی پائیس سے چھوڑ کر تیراوی کوئی اور دے کر دیتے۔ تم میڈم کے خلاف کچھ نہ سیدھا کہہ دیتے تو ہر طرف سے لوگ پچھتہ ہو کر تہہ رے پیچھے ہٹ جاتے۔ پہلے ہی تمہاری چارچین کافی بڑک چلی رہی ہے۔ خوبصورت لڑکی والے معاملے میں تمہارا نام سر پرست ہے۔ پائیس کھڑی میں جو خوبصورت لڑکی تھی، اس کے بارے میں ہی ہم ابھی تک میڈم کے فکروں و شبہات دور نہیں کر سکے۔ ایسے حالات میں اگر تم نے میڈم کے خلاف کچھ بول دیا تو وہ لوگ تمہیں چھوڑ نہ گئے؟ وہ تو تمہارے اگلے پچھلے سادے کھاتے کھول کر دیکھ جائیں گے۔" اس کا کہا ایک ایک غلط اپنی جگہ درست اور سچی برحقیت تھا۔ سجاد رانا جسے پہچاننے والی جذباتیت کا احساس ہو چکا تھا، کچھ اور بھی کر سکتا ہو گیا۔

"آپ جانتے تو ہیں اگلے کمرے میں خیر والہ کس ابھی تک مل نہ پونے کی وجہ سے کچھ پریشان ہوں۔ ابھی تک اس معاملے میں کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ اور یہ ہے ان پر ہمارے لئے اچھا کر رہا ہے۔ ہر ایک والے راست پر کتہ کام کی بھری گئے لیکن یہاں معلوم ہوا کہ اس کی جگہ عہد کے بعد صرف ایک معلوم ہو گا کہ اس کا کان میں بھر رکھا گیا تھا وہاں راست سے پہلے وہ اس کے تھیں کو چاہئے دیکھ گیا تھا جن میں سے ایک کے ہاتھ میں بھری ایک تھا۔ نڈکیوں کو کوئی جان تھا اور ڈکی کوئی ان کا کبھی حسیہ نہ مارا۔ خیر اداروں

نے بھی کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے تین کو ص کرنے میں مدد ملے لیکن اس کی گازی آگے بڑھائی جاسکتا ہے۔ آج والے راست میں بھی وہ مشکوک صورتوں کا ذکر سننے میں آیا ہے۔ ہر اسکول کی جس دیوار کے ساتھ رہتا تھا، اس کے ساتھ بکرا گھر ہے اور راست سے پیسے وہاں بکرا بیٹھنے والی صورتوں کو جانتے ہوئے وہ بیٹھا ہوا تھا۔ پائیس کے بکرا سر را دن ان لوگوں کے درمیان دونوں صورتوں کی دوسری جگہ سے بکرتے رہے ہیں، لیکن سے کوئی کچھ نہیں جانتا۔ بات ویسے بھی کچھ کہتی ہے۔ چھوٹا بکرا بیٹھنے والی صورتوں کا ایک اپ دہشت گردوں کے گھر کے ہے۔ "مستقل کی تھا۔ اب وہ دوسری جگہ سے اپنے کسی لٹکانے پر کھڑی ہو کر اس دورانی پر نہیں دیکھ کر ہمارے کسی اور ایسی کامیابی پر تعجب لگا رہی ہوں گی۔" اپنے روبرو کی وضاحت چھٹی کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر نہ چلے ہوئے کسی جذباتی ہو گیا۔

"ان معاملات میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ظاہر ہے، ایسے کام کرنے والے انتظامیہ کے ساتھ لے گا۔ مجرم خود اپنے آپ کو قتالی میں جا کر ہمارے سامنے چھٹی نہیں کر سکتا۔ اس قسم کے خصوصی میسر میں تو ویسے بھی حالات بہت پیچیدہ ہوتے ہیں۔ اکثر تو سارے کچھ ہو جاتا ہے جس میں اور مجرم کی شناخت بھی ہو جاتی ہے لیکن مصیبتوں اور مجرموں کی وجہ سے کچھ بھی سامنے نہیں لایا جا سکتا۔ تم نے تو ایک عرصے میں وقت گزارا ہے ملازم میں۔ تم خود میرے سامنے واقف چلے ہو۔ میرے خیال میں تو کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن تمہارے کی ضرورت نہیں ہوتی چاہے کچھ۔ "خبرداروں نے لنگھو کے دوران سامنے دیکھ جانے والی چند چیز کی ہیئت کی طرف اسے متوجہ نہ ہونے دیکھ کر کہنے کے برعکس اپنی طرف کھسکا۔

"آپ رہتے ہیں۔ میں ملاتا ہوں۔" سے ایک دم اپنی کوتاہی کا احساس ہوا۔ عہدے کے اقتدار سے بھی اور رشتے کے لحاظ سے بھی دونوں صورتوں میں بیکارم وہاں کے ہے واجب الاحرام تھا۔ اگرچہ جی اور بے تکلفیہ باعمل درکار نہ ہوتا تو اس وقت ملازم بہت قدامت انہماک سے لیکن ملازم کی عدم موجودگی میں تو اس کا فی فیض ہوتا کہ وہاں بات کا دیکھنا نہ کرے اور اپنی انجمن میں گھر کو کسی کا مگر عہد ہو گیا تھا۔ اب نہیں آتا تو فوراً مستعد ہوا۔

"ساتھ میں کچھ بھی بیٹے تو ہمارا دور چھ گھنٹوں بعد میں بھر ہو گا۔ دو شروع ہو جائے گی۔" جب وہ اپنی دکان چلی گئی تو پائی میں سے کھوت بھر باہر تو ملازم نے سے ٹوکا۔

"جیسے، کچھ بھی کھانے کا دن نہیں چاہ رہا۔ چائے پی کر اب فوراً گھر کے لیے نکلاں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے ابھی تک جاگ رہی ہو گی اور پریشان ہو گی۔ چھپا کے بعد اس کی دکانی حالت بہت خراب ہے۔ چھوٹی چھوٹی قوت کا اثر نے لگتا ہے۔ آج والا حادثہ اس کے علم میں آیا ہو گا تو میری طرح حشر ہوئی ہو گی۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ اسے لے کر جی کی طرف شفٹ ہو جاؤں۔ کم از کم مجھے یہ یقینان تو ہے کہ اگر میری عدم موجودگی میں وہ کسی اپنے کے ساتھ ہے۔" تو لنگھو سوچ رہے ہو۔ میرے خیال میں تو تمہیں فوراً اپنے اس فیصلے پر عمل کر لینا چاہیے۔ "خبرداروں نے اس کی بھر پور تائید کی۔

"میں ایسا ہی کروں گا۔ ابھی تو میری کمری مجھ سے میں بہت سے حالات اور سے چھوڑ کر میری گھر لے گئے ہیں مجھ کو جانا ہوں لیکن اسے کسی کے پاس شفٹ کرنے کے بعد میں پوری کھوتی سے چھپا کے لیکن اس کی گھر کی کمریوں کا اپنی جگہ کے کٹکوں کو کچھ کر دیا کہ بیٹھنے سے بیٹھنے کے لیے صورت نہیں نہیں آئے گا۔ مجرم کتنے ہی طاقتور اور کچھ والے کی بھرت ہوں، میں نے انہیں ہیئت سے انہماک کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ اس عہد کے بارے میں کوئی مصلحت اور بھڑکی نہیں آ سکتی۔ اس نے اپنے حق پر کام کیا تھا۔ اور جی میں موجود غرضی کھوت بھی اپنے غلطی میں غلطی کر رہا ہوں۔

ملازم دھانسی سے اسے جاتا ہوا دیکھتا ہوا۔ اب تک چھ حالت سامنے آئے تھے۔ اس سے کچھ نہ ہو جاتا تھا کہ وہ کال کی عام مجرم کے ہاتھوں میں ہوا ہے۔ اس کی کے ڈاکٹر جن لوگوں سے چاکر مل رہے تھے، ان کے مقابل کھڑا ہوا۔ آگ کے شعلوں میں کودنے کے حوالہ تھا۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ اپنے ہی نوک اس جنگ میں ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے لیکن وہ ہمارا نوک ہو گیا تو نہیں سکا تھا۔ اولاً وہ جی کی نے فر سے جاتے ہوئے آپ کا بیوی بھی مصیبت کا پانی چھڑکا۔ کھنڈ انہیں کیا ہو سکتا یہ بات وہ ابھی طرح نہ جانتا تھا۔

"کیسی چیز تو سزاوارتہ۔ حراج تو چاہیے آپ کا؟" "جی ہاں، میں لنگھو ہوں۔ آپ نے کیا؟ آپ کا مسئلہ کیا ہے؟" "اسی کے مسئلے میں آپ کا مشورہ دے کر کے لیے فون کیا تھا۔ صراحت مجھے کسی کی آپ کو فون کر لینا ہے تو فون میں صراحت یہ تھا کہ اس کی رسی کو موٹی نہیں کر سکا۔

قاریست آفیسر اقبال باجود کے انتقال کے بارے میں تو آپ کو علم ہے۔ اس کی وجہ سے کل شیفول سے بہت کچھ آواز آتا ہے۔ ابھر دوسرے بہت سے کام کی دیکھتے تھے اس لیے آپ کو کال کرنے میں تاخیر ہو گئی۔ وہ دن سے مارچ کا احسان ملتا تھا اس لیے شکر ہے اگر اسے میں دیو ہو جائے تو اپنی وضاحت چھٹی کر رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں اسے ہی صاحب اچھے اعزاز دے کر آپ بہت معزول آئی ہیں اس لیے آپ سے شکوہ کرنا لنگھو نہیں۔ آپ کا کام ہو گیا ہے، اس کا اعزاز دیکھ کر دوسرے بھی لنگھو لنگھو کی اطلاع سن کر ہی ہو گی۔ قادر خوب سچ لکھتا ہے آپ نے چھوٹی بھاری قوت ملایا ہوا بھر دیا ہے چارو۔ میرے خیال سے تو کل کا دن آپ کے لیے بہت ہی خاص تھا۔ ایک طرف چھوٹی کوڈک پچھلی تو دوسرے اس کے ابھی صنف باجود سے بھی جان چھوٹ گئی۔ لنگھو قدرت بھی آپ کا ساتھ دے رہی ہے۔ میری طرف سے ان کا کیا خیال پر مبارکباد تو مل کر رہی۔"

"بہت بہت شکریہ لیکن جی یہ ہے کہ مجھے وہ جو کی موت کی خبر سن کر بالکل بھی خوش نہیں ہوں۔ میں کسی کی موت کو اپنی کامیابی تصور نہ کر کے شاد ہونے چاہئے والا آدمی نہیں ہوں۔ جانا، البتہ اگر باجود کا جرم ثابت ہو جاتا اور اسے عدالت سے سزا ملتی تو مجھے بہت خوش ہوتی۔" شہر دار نے علیحدگی سے اس کی بات کا جواب دیا۔

"یہ تو انہماک نظر ہے۔ آپ سرکاری آدمی ہیں اس لیے قوتوں کی برتری دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہر جیسے عام لوگوں کے لیے بھی کوئی ہوتا ہے کہ کسی کی طرح کبھی بڑے آدمی سے نجات مل گئی۔ آپ کے بڑے اختیارات ہیں، کوشش کیجئے گا کہ باجود کی جگہ کوئی ایسا بندہ آجائے جو چارو کی جگہ نہ بنے۔ بے کوئی ایسا نہیں آپ کی نظر میں؟" "جی ایسا تو نہیں لیکن آپ گرتے گریں۔ میں خیال رکھوں گا کہ باجود قاریست آفیسر کوئی ڈھنگ کا بندہ ہو۔" اس نے ڈاکٹر باجود کو کھلی دی۔

"ایک نام میں بھی مجھ سے کر سکتی ہوں۔ باجود قاریست نام ہے ان صاحب کا۔ میں جس ایجنٹ میں جا رہی تھی، ایک بار وہ اپنے بچے کے تہہ نشین کے سلیسے میں اباں کچھ عرصے دھن رہے تھے۔ ان دنوں میری ان سے کافی بات چیت ہوتی تھی۔ مرہم شاہی کا دھوکا تو نہیں لیکن چھوٹا آکر کی حیثیت سے، ان میں بے شمار لوگوں سے ملاقات ہے، اس لیے کچھ نہ کچھ بندے سے ہی کچھ ہے مجھے۔ عہد انسانی صاحب کو



میں نے بہت اچھا آدمی پایا تھا۔ اپنی گفتگو سے بہت چڑھے  
دیکھے، گیس اور ایمان دار آدمی تھے۔ اگر ہو سکے تو آپ  
انکس ضرور ڈرامے لکھ گئے۔ ڈرامہ مارا ہے۔ یہ حد شائستہ لکھ  
میں اسے حضور سے سے اذکار۔

”جی ہاں، میں دھیموں دھیموں گے۔ آپ یہ بتائیں  
کہ آپ کی والدہ کی کوئی اصلاحی بات؟ اس وقت آپ کا  
شکر ہے۔ ادا کرنے کے علاوہ میرے کمال کرنے کا اہم مقصد  
ان کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس  
مطلب میں آپ کی کوئی نہ کر سکیں۔ چودھری کے ایک دو  
خاص بندے ہیں میری نظر میں۔ ان میں سے کسی کو اپنے  
آدمیوں سے انکار کرنا چاہیے چھ کروں تو آپ کی والدہ کا  
بہ معلوم ہو سکتا ہے۔“

”میں نہیں، بالکل ایسا ہیجرت نہیں لکھی۔ اس طرح کی  
کی باتیں ظلم سے ہیں چڑھتی ہے۔ آپ چودھری کے آدمیوں  
میں سے کسی سے اگر اس مطلب میں چھٹیں کریں گے تو فوراً یہ  
بات واضح ہو جائے گی کہ میں نے آپ کو کبھی اپنے سامنے کی  
نہی دی ہے اور مجھے یہ بات بھی ہے۔ یہ بھی وہی کی جی کہ اگر میں  
نے کسی کو ہتھیار تو کسی کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں۔ کسی  
کی زندگی کے لیے کوئی رتبہ نہیں لکھ لکھتا۔ اس سے پہلے  
آپ کوئی بھی کارروائی کرنے سے باز نہ کریں۔ میری قسمت  
میں جب ہو گا وہی مجھے جانیگی۔ ابھی کو میرے لیے اتنا  
بھی کافی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور خون پر بھی بھار مجھے ان کی  
آواز سنانی چلی ہے۔“ خوف زدہ سے لکھ میں اسے کوئی  
بھی قدم اٹھانے سے روکتے ہوئے ڈاکٹر ماریا نے اپنے  
انکار کی جبر بیان کی۔

”لیکن اس طرح تو آپ نہ معلوم مدت تک چودھری  
کے چنگ میں پھنسی رہیں گی اور وہ آپ کا ہڈیاں دھسنائی  
اجتماع کرتا رہے گا۔ میری مائیں تو تھوڑی سی بہت  
کریں اور مجھے ہوش کر سنے دیں۔“ شہیار نے اسے  
بجھایا۔

”ہاں نہیں... میری جی اس دنیا میں میرا امداد دینا  
نہیں۔ میرے ساتھ چاہے ہو گا وہی جو جائے لیکن میں ان کے  
لیے ڈراما لکھی، رتبہ لینا پتہ نہیں کرواں گی۔ اگر آپ نے  
زبردستی اپنی مرضی سے میرے ہوش کی تو میرے خدوون  
سے محروم ہو جائیں گے۔ اپنی جی کی ضمانت کے لیے میں  
آپ کا ساتھ چھوڑ کر چودھری انکس کی صف میں بھی کھڑی ہو  
سکتی ہوں۔ یہ بات ابھی طرح یاد رکھیے گا۔“ ڈاکٹر ماریا کا  
لہجہ بھلہ دھکیلیہ تھا۔ لیکن شہیار نے اسے گڑبگڑا دیا۔ وہ جانتا

تھا کہ ماریا بہت خوف زدہ ہے اور کسی بھی صورت اسے اس  
کے ارادے سے باز رکھنا چاہیے ہے اس لیے اس طرح کی  
باتیں کر رہی ہے۔

”اے ڈاکٹر ماریا... دیکھیں! آپ غرتہ کریں۔ میں  
آپ کی اجازت کے بغیر اس معاملے میں کوئی اندازہ نہیں  
کرواں گا۔ اس نے ماریا کو مل دی۔

”چیک کرنا ہے کسی صاحب! مجھے امید ہے کہ آپ  
میری باتوں کا برا نہیں منائیں گے۔ آپ میری ہڈیوں  
کچھ کھینچتے ہیں۔ میں درندہوں کے ترے میں پھنسی ایک تہ  
فری ہوں اور اس کی کوئی قسم نہیں کر چکا ہوں جو مجھے قابل  
حالی نہیں سے روکا کر اسے... لیکن آپ سے میرا  
وہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو گا کہ آپ کی مدد کرنی رہوں  
گی۔ اس کی کسی پر مطمئن ہو کر وہ اپنے خدوون کی یقین  
دہانی کر دے گی۔“

”میں آپ کی مرضی میں بہر حال، ہر وقت آپ کی  
مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ جب چاہیں مجھے فون  
کر سکتی ہیں۔“ اس نے ڈاکٹر ماریا کو جواب دیا اور ایک دو  
روایتی روایتی ہنسنے اور کہتے ہوئے رابطہ قطع کرنے کے  
بعد ایک گہرا سانس لیا۔ چودھری کے برادر اور مطالعہ کی  
دستاویز سامنے ہونے کے باوجود وہ ابھی تک کوئی ایسا  
ثبوت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا کہ اس کے  
خلاف جس قدر اہمات اٹھ سکے۔ چودھری کا ڈراموں اور  
دہشت قدم قدم پر کات بین کرنا سنے آجاتی تھی۔

”آپ کا شک و دہشت تھا چودھری صاحب! آپ  
کے ذہن پر کارروائی کرنے والا شخص کبھی خود پر سے ہی  
شہریہ نہیں لکھتا۔ میں نے اپنے ارادے سے مطبوعہ حاصل کی  
ہیں۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے کہ میں مدت ذمہ سے ہر  
کارروائی کوئی اس مدت سے ہی نے اپنے ہنگامے پر ایک موثر  
سرنگیل چھوڑ دی ہے۔ کوئی جی اور صبح وہ بندہ جس کی سوز  
سازش میں اسے ہنگامے سے دھکیلے گیا تھا۔ وہ سائیکل کی  
حالت کو دیکھ کر کبھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس پر حوسن ستر کیا گیا  
ہے... وہ بھی کہے کہے، پیر سے پیر سے اشلوں پر۔“

”تو پھر آپ کارروائی کریں! انکس بی صاحب! آپ  
کے پاس ثبوت ہے تو پھر...“ چاہتا تو اسے کی کوئی برائی  
کر سکتے ہیں۔ میں نے ابھی تک ایک آئی آر میں کسی شکوک  
بندے کا نام نہیں لکھا۔ آپ کسی کو اب اسے کی کام نہ لے  
جئے ہوں۔“ انکس نے تڑکی فرام کر دیا اور اس میں چودھری

اپنی جگہ سے اٹھ کر اور پھر چلے میں اسے حضور سے سے  
لواتے ہوئے خود بھی آگے کی مصوبہ بندی کرنے لگا۔

”اب نہیں ہو سکتا چودھری صاحب! ارادے سارے  
ذرائع ایسے نہیں ہوتے کہ ہر انکس ہوا تو میں گواہ کر  
کھڑا کر سکیں۔ بس آپ سمجھیں کہ یہ آلہ دہی دیکھا  
مصلحت ہیں جو میں نے آپ تک پہنچی ہیں۔ اگر میں نے  
کسی طرح کھری کرنے والے کو ہوا تو میں کوئی دینے پر  
بجور بھی کر دیتا ہوں۔ اس کی کوئی بھی نہیں گئے۔ وہ بہ  
دے گا کہ باپ! میں نے اس رات اپنے ہنگامے پر ایک موثر  
سرنگیل چھوڑ دی تھی اور رات بھر اس پر اور وہ کے ملنے میں  
محسوس ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں چودھری انکس  
کے آدمیوں پر آگ لگانے میں بھی چاہتا تھا۔ کیوں کوئی ایسا  
ثبوت ملے گا کہ میری آواز بہت ہو سکے گا چودھری یا اس  
کے کسی بندے نے اپنی آنکھوں سے مجھے وہاں آتے دیکھا  
تھا؟ اگر دیکھا تھا تو پہلے ہی دن کیوں نہ دیتا؟“

”اس کا مطلب ہے کہ آپ کی تصدیق کے باوجود  
میں اس سے کسی کے ہنگامے میں چھوڑ سکتا۔ آپ کی دی  
ہوئی انفارمیشن آف دی ریکارڈی رہے ہیں اور اس سے مجھے  
کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔“ تڑکے انکار اور دلکھنے  
چودھری کو ہچکچاہٹ میں مبتلا کر دیا۔

”اب انکس کی بات نہیں ہے کہ آپ کو اس انفارمیشن  
سے کوئی فائدہ ہی حاصل نہ ہو۔ کم از کم آپ اسے یہ دینا تو  
ڈراما کی جتنے ہیں۔ فون کریں اس کے ایجنٹ سے، سوں کو  
اور تا میں کہ اس کا ہوا چاہیے یا کی جگہ کرنا پھر رہا ہے۔ ساتھ  
یہ احسان بھی بتا دیں کہ سب پتے جانتے نہ جیتے میں صرف  
آپ کے فائدہ میں آپ کے ہنگامے کے خلاف کوئی کارروائی  
نہیں کر رہا۔ یہ بقت رانا خود اپنے ہنگامے کو کھلے لے گا کہ  
چودھری سے نہ دینا چاہیے نہ لہو۔ مجھے یقین ہے کہ اسے کسی صاحب  
کم از کم ایسا، سوں کے مرض میں تصویروں دہی نہ لانا پتہ  
نہیں کریں گے کیونکہ میں انکس ڈراموں کو کہتا ہوں۔ سوں  
یقین کریں یہ نہ کریں۔ الٹا پتہ کر دیا شکوک ہو جائے۔“

تارڑے شہر اندہ انداز میں چودھری کو صلاح دی تو وہ سوچی  
میں چڑھ گیا۔

”کوئی تو تہی ہاں! ہنگامے میں انکس بی صاحب!  
چھٹی تو فیوچر ہی کرتے ہیں۔ یہ کہ وہ تو وہ ہو گا آرام نہ لے  
چکے گا۔“ آخر اس نے تڑکے کا شور بول کر دیا۔

اعزاز میں منظر چڑھا ہے۔ ان لوگوں کے معاملے میں ڈراما کی  
انکس سے زیادہ اس طرح کی جان ہاں ہے کام لینا  
من سب رہتا ہے... کیونکہ صاف بات ہے کہ ہم انکس آسانی  
سے اپنے راستے سے ہٹا نہیں سکتے، اس لیے بھر ہے کہ  
تھوڑی قری، تھوڑی گری کے ساتھ محالہ جلاتے  
دیں۔“ انکس نے اس کے فیصلے کو سراہتے ہوئے اسے  
حررے بجھایا۔

”آپ کا مشورہ ہے تو ہم، سنے سے انکار کیسے کرتے،  
پر یاد رکھیے کہ جلد ہی کوئی موقع دو بار آئے گا جب آپ کو  
بہاری طرف کی بات جانتے کے بعد اسے آف دی ریکارڈ  
رکنا ہو گا۔“ چودھری نے مسی خیر لکھ میں جاتا تو تڑکے لکھا۔  
”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ رہی صاحب!“

اس نے تڑکی کے اندر میں اضاہت چاہی۔  
”میں یہ ہے انکس بی صاحب کہ وہ تڑکی ماریا تو ابھی  
تک ہمارے اس میں چھوٹیں میں نہیں ہوتی ہے۔ جب تک  
ہمارے نہیں میں گئے، لیکن میں آئے گا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے  
کہ وہ باؤ کا پتا اپنے اسے ہی صاحب کے سوا کسی کو معلوم ہی  
نہیں۔ میرے بندوں نے اس کے اشل کو پتہ انکار۔  
رشتہ، دھوسن، دھکی سارے حوسن آ رہا ہے، پر کہیں سے  
تاکہ معلوم نہیں ہوا۔ جس کا مطلب ہے کہ کسی کو ہنگامہ معلوم ہی  
نہیں ہے۔ اب میرے پاس آخری مل جاتی ہے کہ اسے ہی  
سے ماریا کو پتا لکھواؤں۔ پہلے سوچا تھا کہ تصویروں والے  
معاملے میں اسے ہیکس میں کر کے ڈراموں کے ساتھ یہ کام  
بھی لکھواؤں گا، پر تصویریں تو کل میں جاتے ہیں۔ اب میں  
ایسے سوچ رہا ہوں۔ یہ اپنے اسے ہی صاحب جیوش میں دیکھ کر  
بہت اچھا اور ڈراموں لگاتے پھر رہے ہیں۔ کسی دن موقع  
دیکھ کر انکس اپنے کسی لکھنے پر پہنچے ہوں۔ لیکن آرا میں بھی  
کر سکیں گے اور انکس، وہ تو کا پتا بھی بتا دیں گے۔ اب آپ  
تہہ میں کہ یہ معاملہ آف دی ریکارڈ سے کہہ سکیں؟“ چودھری  
نے اپنا ہار محسوس انکس بی کے سامنے رکھتے ہوئے اس سے  
سوال کیا۔

”یہ ڈرامہ خیر نہ کام ہو جائے گا چودھری صاحب!  
بہر حال آپ اتنا اطمینان تو دیکھیں کہ میرا خدان آپ ہی کے  
ساتھ ہو گا لیکن جھوٹا ہی سے کام نہ لکھو۔ جلد انکس  
کریں، ہر سب سے کسی اور ارادے سے کوئی کے بارے میں  
معلوم ہو جائے۔ وہ اس کے ہاں ہے... اور ایک لیکن میں تو  
ہے یہاں۔ لیکن ہے کی روڈ تو ہی خود اپنے رشتے داروں سے  
رابطہ کرے۔ آپ ان لوگوں پر ٹھکر دھکیا تو میرے خیال



انکھات کر دوں گا۔ خصوصاً اوی سنہی منکھو کو اس موٹے ہوا اور اوسر کرنا ہوگا۔ مجھے دلوں کی چھیری کی کتاب ہے، اسے سنائی۔ چینی اسے سی کو استول کر کے میری جگہ خود اسی جلی بننے کے خواہش رکھ رہا ہوگا۔ بہر حال، میں نے بھی کوئی مکی گولیاں نہیں کھلی ہیں جو اسے اس کے مقصد میں کامیاب ہونے دوں۔ خواب ہی دیکھتا رہا جائے گا وہ اسی نے اپنے کے "پارڈن" بھی اپنے اندر بھی دیکھی کا غہر کیا۔

"اگر نہ پادو مسئلہ ہے تو مجھ سے کہنا، میں کامیاب تمام کر دیتا ہوں آپ کے دشمن کا۔ ہمارے ہوتے ہمارے دوستوں کو کوئی پریشانی ہو نہیں سکتی اور اچھا نہیں لگتا۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ باجوہ کا ساتھ دیا ہم نے۔ ہمارے ہی تعاون کی وجہ سے وہ منکھو ہونے کے باوجود مسافروں سے باہر بیٹھا تھا۔ دیکھ جائے تو ہمارے کام کا بھی نہیں رہا تھا، غیر بھی ہم اس سے آخری دم تک دوستی نبھاتے رہے۔" پارڈن کو چٹنی میں کرتے ہوئے چوہری نے ایک ایسا حال دیا جو خود تازہ کے ہے سمجھا ہوا تھا۔ باجوہ کی موت بھی جی اس کے ہوا دھو جانے کیوں اس کے دل میں کھٹکی تھی۔ شاید اس کی وجہ وہ طے نہ تھی جس میں اس نے چوہری سے باجوہ کے خدشات کو دھسک کر کیا تھا اور وہاں چوہری نے بہت عجیب اور پیار سے اپنے ہاتھ پیر پیر کی موت والی رات اس کے بچنے پر اسے کا ہونے کی بڑی مہنت کی تھی۔ لیکن مسئلہ یہ کہ ہر کڑھت میں موجود دلوں کی کڑھت نے موت کی وجہ موت مل گئی تھی۔ وہاں انکھ کے بیان پر عمل آدھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہاں تھا کہ انکھ کو کوئی لینا چوہری کے لیے کوئی مشکل بات نہیں مگر وہ انکھ کے بیان کو بھٹک کر کے زبردستی باجوہ کا جو موت مار کر دیا تھا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ اس کی ایسی کوئی کوشش چوہری کو بھڑکا سکتی تھی۔ وہ چوہری کو بھڑکا کر اپنے لیے مصیبت میں مولیٰ لے سکتا تھا۔ اس لیے وہی طور پر خاموش ہو گیا تھا مگر اس صورت حال میں اس کے لیے چوہری پر پہلے جیسا اصرار نہ تھا اب بھی ممکن نہیں تھا۔ اس کے دل میں اس کا سامنا ہو گیا تھا کہ کسی روز وہی باجوہ جیسے انجام سے دوچار ہو سکتا ہے۔ وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ چوہری کو محسوس ہونے لگے کہ وہ اس کے لیے اب مفید نہیں رہے۔

"کیا بھائی اس نے صاحب اس سوچ میں پڑ گئے؟" اسے صاحب اس نے پکار کر چوہری نے اسے کہا۔ "مجھے نہیں، میں باجوہ کا خیال آتی تھی۔ ابھی بیٹھتی ہوئی تھی اس کے ساتھ اب نہ ہونے اس کی جگہ جانا

میں آپ کا مقصد زیادہ آسانی سے پورا ہو جائے گا۔" اس نے اپنی کے مشورے نے چوہری کو زلزلہ کیا کہ ایک مہر سے اسے باجوہ کے ماں باپ کو فراموش کیے بیٹھا ہے، وہ دونوں کیا کر رہے ہیں اور کیسے ان کا تدارک ہو رہا ہے، کچھ معلوم ہی نہیں اس نے فوراً ان معلومات کے حصول کے لیے فکری اندر رکھا اور اذنی۔

"تھم کر کارا" فکری اس کی پکار پر فوراً بوس کے جن کی طرح حاضر ہوا۔

"لجائے اور دوران کی کیا خبر ہے؟ زندہ ہیں کہ مر گئے ہیں؟"

"زندہ ہیں مگر.... پر مردوں جتنی حالت میں۔ دوران تو اپنے بھری موت کے بعد خاموشی میں ہی نہیں رہی۔ سارا دن گاؤں میں رہی ماری بھرتی ہے۔ قیاساً اسے پکڑ کر گھر لے گیا ہے۔ اس کا اپنا حال بھی اچھا نہیں۔ ایک تو اگلوتے بھری موت کا کم، اس پر سے گھر والی کی حالت۔ سارا دن کام کر رہا ہے۔ سارا دن اس کے دفتر سے اس کے گھر کے لیے بیٹھ کر رہی ہو گیا ہے۔ اس پر گزر رہی ہو رہی ہے۔" فکری کی معلومت بھی آپ کو ذہن ہوتی تھی اس لیے وہ چوہری کے اسے قریب تھا۔ اس وقت بھی اس نے اس کے سوال کا بھرپور اور مفصل جواب فراہم کر دیا تھا۔

"فکری ہے تو بڑا" چوہری نے اسے رخصت دئی اور ایک بار بھر تازہ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"آپ نے سنا تازہ صاحب اس کی کبھی پوچھا؟ ان ہاتھوں کو تو مجھے نہیں لگتا کہ ان لوگوں کی عمرانی مردانے سے بچے حاصل ہوگا۔ ویسے بھی ماہ بانو اپنے ماں کا سے ناراض تھی، وہ ان سے جدا نہیں کر سکتی؟"

اسے ابھی طرح معلوم تھا کہ اس کے دباؤ اور مافی میں "کریٹ" اور دوران نے وہاں کی اس سے بناوٹی کا جو فیصلہ کیا تھا۔ وہ وہاں کو کو اپنے ماں باپ سے یہ گمان کر گیا تھا۔ اس سے اس بات کا امکان قریب ہی تھا کہ وہ اپنے ماں باپ سے وہاں رہا رہنے کی کوشش کرے۔ اسے رابطہ کرنا وہ تو پہلی ہی تھی۔ لیکن اور بھرتی کی موت کے سوتے پر کرنی تھیں جب وہ اسے نازک مواقع پر خاموش رہی تھی تو اب اس لیے ان سے رابطہ کر کے خود کو بھرتی کرنے کا فیصلہ ہو سکتا تھا؟

"اگر یہ معاملہ ہے تو پھر آپ جو من سب نہیں وہ کریٹ نہیں اور نہ ہی بھرتی کی موت کے ساتھ۔ اور وہاں کچھ کرنے سے پہلے مجھے ضرور مطلع کر دیجیے گا۔ میں بھی کچھ



قاریست؟ فیئر؟ آئے وہ کھانا بندہ ہو؟ ہم سے تعاون کرے یا نہیں؟ پہلے ہی اسے یہی وجہ ہے بڑی غریب ہو رہا ہے۔ اگر قاریست آفسر بھی کوئی اس کا جڑی درمیاں تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔

اپنی اصل شکل کیفیات چھپاتے ہوئے تاروں نے بات بانی جسے سن کر چہرہ دھری مسکرا دیا اور خوشی دلی سے بولا۔ "تو کیوں گھر کرتے ہو اس کی سبب؟ اس میں ہوں نہ۔ اس اپنے چار زور لگا دوں گا کہ نہ قاریست آفسر اپنے مطلب کا بندہ ہو۔ اللہ نے چاہا تو آئے والد ماجد سے زور دیا کام کا بندہ لگے گا۔" وہ جو شیطان کا بیٹا دکھاتا تھا، اپنے پیدائشی مسلمان ہونے کا فائدہ اٹھا کر بڑے دھڑلے سے اپنے مذہب مقدس کی کامیابی کے لیے اللہ کا نام استعمال کر رہا تھا۔ یہ سچے لگے ہوئے کلمہ بھی نہیں تھا بلکہ اس کا ساتھ میں دینا نہیں بھی سکتی تھی۔

ہن ہن ہن

"تم بہت خوب صورت ہو گئے جی! تمہارے باپ تو بہت ہی بڑے ہیں۔" مگر یہاں جو بپ میں بیٹھی اسے کچھے ہاتھوں میں لٹکھ کرتے ہوئے انہیں شک کرنے کی خوش گزری تھی۔ "وہ تو کیسے بڑے ہو گئے تو اس کے قریب چل آئی اور بڑے ہی سائنسی میں اس کی تعریف کرتے تھے۔ دیکھ یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح تھی کہ ہاتھ کو میڈیوں کی شکل میں باہر نکلتے رہے۔ نیلے سے نیلے میں دھبے والی گل جیٹا اس وقت واقعی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ آج اس کے بھائی کی برائت تھی اور ان خوشی میں بے کنتے ہاتھوں ہمداس نے مس کی زحمت کی تھی۔ اس کا بھلا بھلا اور تڑو تڑو دھڑ دھڑ بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

"خوش ہو بہت یاد رکھو۔" مگر جیتا نے اسے شریک مستراہت کے ساتھ اپنی تعریف وصول کی اور اس کو جوابی تعریف سے نواز دیا۔

"باس سیکھانے کے بعد کیا تم وہاں دکان کی میزبانی چاہو گی؟" وہ گل جیتا کے ہاتھ میں ہی چنگی اور اس کے نرم ریشمی ہاتھوں کو چھوئے ہوئے چمچا۔ "اپنے اپنے گل جیتا کے جواب کا پہلے ہی سے اندازہ تھا۔ اس نے گل جیتا سمیت یہاں قریب قریب کوئی میز اسٹائل میں دیکھ تھا جہد بچوں کے سروں پر کھڑا ستر لٹکا ہوا تھا۔

"ہاتھوں کی میز میز میں کھسکے گا تو کیا کرے گا؟" وہ اس کے پیچھے بڑا اور کھسکے ہوئے۔ "اس کی توقع کے مطابق گل جیتا نے اسے جواب دیا۔ "وہ" کہیں "کا سوال اٹھتے

اتھاتے ایک دم چپ ہو گئی۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ پالی کی قسمت اور موسمیاتی کا کچھ رازان طوق اور بچ کے میڈیوں میں بڑا فرق ہے۔ مغربیاتی تقریبی ہاتھوں اور حراج میں بھی تجربہ پیدائش کرتا ہے۔ ہونے کی گھر میں بچا بچا کی وہاں کی ہی عادات کی، ناک نہیں ہو سکتی، اپنی فطرت دونوں کی ایک ہی گل جیتا مشاہد کے دامن میں داخل جس ہونے میں رہتی تھی وہاں بچوں میں سانس تھے۔ سانس کی ایک لہر، بچوں وار دونوں کی ہی، شدید بریل، پالی، لکڑی کی قسمت... جانے کون کون سے سانس تھے جن کا اسے سامنا تھا پھر بھی وہ مطمئن تھی اور اپنی مٹی سے محبت کرتی تھی۔ مادہ ہونے سے سارے سانس نہیں دیکھے تھے لیکن ایک دہندہ ہفت انسان کے ہاتھوں اس بڑی طرح سانس کی گئی کہ پالی کا تھوڑا سا پھاڑنا سنا پتا نہ چاہیے بے مجبور ہو گئی تھی لیکن وہاں چلت کر جانے کی خواہش ابھی ابھی دل میں موجود تھی۔ اس خواہش کے پیچھے بیٹھائی فطری محبت تھی جو ہر انسان کو اپنے گھر سے ہوتی ہے۔ انسان نہیں کا بھی جو فطرت سے غافل نہیں کر سکتا۔

"کیا سوچتا ہے؟" کرم خان تار تار ہاتھ کر رہا تھا۔ "آپ سے آیا ہے۔" ادھر ادھر میں تو بڑا فرق ہے۔ تم رو لے گا ادھر؟" وہ تو کھانا کھانے میں تھا اس نے خود شکوکے سے بڑھائی۔ "کیوں نہیں؟" فرم سے ہم خان بھی تو یہاں سے جا کر وہاں رہ رہا ہے۔... اور بھی کتنے لوگ رہتے ہیں۔ جب یہاں والے وہاں جا کر رہتے ہیں تو میں نہیں یہاں نہیں رہا۔ "اس سے منکر کرتے ہوئے لگا۔

"وہاں کب رہا ہے۔ یہاں سے لوگ تعلیم اور روزگار کے لیے جاتا ہے، یہاں زندگی بڑا سخت ہے۔ باہر سے لوگ یہاں کھنٹے بھرتے تو اس کا سہا ہے لیکن رہنے کے لیے نہیں۔" گل جیتا کے "اس" لہجے میں کئی بات میں دلیل تھی۔ اس سے مل کے وہ جانتی، اچھے تو کوس کے دور دور سے رہنے کی آوازیں آتے تھیں۔ وہ لگتا تھا کہ بہت سے افراد کی کرسی بات پر بحث کر رہے ہیں۔ ہونے والے سب سے بڑے چناؤ اور طوائش کے، اور وہ بھی گھر کے اس صے کی طرف نہیں جانتی۔ مگر میں سوچ رہا تھا کہ خوشی کے چرواہے بھی تھوڑی گھبراہٹ تھی۔ آخر شہر کچھ تھا اور کرم خان اس طرف آنے لگا تھا۔

"کیا سب خیر تو ہے؟" اس نے سب سے پہلے اس کے بڑا کرنا کر خان سے سوال کیا۔ "لیکن کے گھر سے آئی آیا تھا۔ لیکن کے باپ نے کہلایا ہے کہ وہ بڑا کارآمد بندہ ہے کروڑوں کا مالک نہیں۔"

گ۔ "کرم خان نے پریشانی سے بتایا۔ اس جواب پر پالی خواہشیں تو آپس میں بڑھتی ہیں اور تھروں میں مصروف ہو گئیں لیکن اس کی جبرانی سوتھی۔

"کیا مطلب؟ کیسے دس ہزار؟"

"ہمارے وہاں رواج ہے کہ کڑا شادی سے پہلے لیکن کے باپ کو کر دیتا ہے۔ میرے ماموں زاد نے بھی اپنے سر کو رو دیا ہے لیکن اب وہ اس ہزار اور مانگے۔ ایسا پہلے بھی نہیں ہوا۔ ایک بار جو ہم سے ہو جائے تو اس کے بعد کوئی اپنی زبان نہیں بدلتا، ہر اس خانہ خراب کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے؟ ابھی تو ہم نے بڑی مشکل سے سب کو کھانا کھانے کے لیے کرا دیا ہے کہ وہ آرام سے بیٹھ کر اس سیکے کاش سوچتے ہیں لیکن ہم کو مطمئن ہے کہ وہ دوبارہ کب کوئی چپ نہیں رہے گا اور وہ خود (خود) لڑائی شروع ہو جائے گا۔" کرم خان جو کچھ دہاتا تھا اس کی روشنی میں یہی لگتا تھا کہ وہاں کے باپ نے لیکن وقت پر ایک بالکل نازیا مطالبہ کیا ہے جس کے نتیجے میں اپنا بھلا شادی کا کمر دھج بن سکا تھا۔ وہ تو اپنی نرم طبیعت کے باعث یہ ساری صورت حال جان کر پریشان ہوا تھی۔ پھر ایک دم اس کے دامن میں ایک خیال نکلی فطرت کو تھا۔

"بھائی کرم احم مجھے لیکن کے گھر لے چلو۔" لیکن میں خیال آئے ہی اس نے کرم خان سے مطالبہ کیا۔

"لیکن تم وہاں جا کر کیسے کرے گا؟" کرم خان اس مطالبے پر حیران ہوا۔

"جو بھی کرنا کی تم اسے چھوڑ دو۔ لیکن مجھے وہاں لے چلو۔ میرے جانے سے شاید یہ مسئلہ بخیر کسی لڑائی جھگڑے کے ختم ہو جائے۔" اس نے اپنی بات پر زور دیا۔

"تماری تو کچھ کچھ نہیں آ رہا کہ تم کیا کرنا چاہو رہا ہے؟" کرم خان مذہب کا کھار تھا۔

"وہ تم میرے ساتھ چو گئے تو وہ کچھ لہنا لیکن پہلے مجھے لے کر تو چلو۔" اس نے قہقہے میں جھجھکات کھڑک دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم لے چکا ہے لیکن وہاں دکان کے قریب ادھر اڑتی ہے۔ ادھر کے راتوں کو چاہتا نہیں ہے۔ کچھ انا کھانا کھا کر آیا تو میں بڑا مشکل ہو جائے گا۔ میرے مشاہدہ خان کے صاحب سے تمہاری حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔" وہ راستی تو جو کچھ لیکن پریشان تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا کہ تم گھر ہو۔" مادہ ہونے اسے قلمی دی اور ایک منٹ انتظار کرنے کا کہہ کر اندر کمرے میں چلی گئی۔ کمرے سے باہر آئی تو اس نے اپنی مخصوص سیاہ چادر

اور دھڑکی تھی۔ تازہ صورت حال پر تھرے میں مصروف خواہشیں کو اس کے اور کرم خان کے درمیان ہونے والی محسوس کی گئی تھی۔ وہاں کو باہر جانے کے کچھ کر دو چٹک گئیں۔

"تم لوگ ابھی قہقہے دہ رہے ہو؟" اس نے کہا۔ "سوالات کرنے والوں کو یہ ٹھیک جواب دے کر کرم خان اسے لیے کمرے سے باہر چل گیا۔ گلی پر بہت ٹھیک تھا۔ لیکن چند گھنٹوں ہی میں جن میں کیسے کیسے سے مکانات تھے۔ برقی کے بعد ایک انسانی آئی اور پھر کھینچ کر اس کو جانے۔ اس شخص سے گاؤں کو الٹے۔ ہزار ہا حاصل تھا کہ وہاں سے آئے والے وہاں کے عاتق اسے کھانے میں یہاں تک پہنچتے تھے کہ کچھ دیر اس کی خیمہ گاہ میں ٹھہر رہے تھے اور پھر وہاں میں بھی جب وہ کھانے کو سر رہنے کے نقشے میں چار ہوتے تھے وہ ہونے کی قدم بھی کرتے ہوئے ہی واپس جاتے تھے۔ وہ دونوں بھی اس کے باہر چھوٹے گھر و حقیقت تعلیم ہونے کی گلیوں میں قدم رکھتے چند گھنٹوں میں لیکن والوں کے گھر پہنچے۔ کرم خان کی، وہ بھی یہاں ہی لڑکی کے ساتھ آہ کو وہاں بہت کچھ سے دیکھا تھا۔ تاہم کسی نے کوئی سوال نہیں کیا اور کرم خان کی خواہش پر نہیں دیکھ کے باپ سے ملوا دی گئی۔

"میں آپ کا پیغام پڑھا۔ اس پتا مونسے کے بعد ہی میں بھائی کرم سے اصرار کر کے آپ سے ملنے کے لیے آئی ہوں۔" مادہ ہونے خودی کھٹک کا آغاز کرتے ہوئے بھائی ادنیٰ نے بڑے کے ساتھ ہر مسئلہ اولیٰ کو پتہ دینے کے بعد سے باپ کو بتایا۔ جہاں وہ کچھ نہیں صرف سواہ نظروں سے اس طرح اس کی جانب دیکھ رہا تھے اس کے چہرے سے اپنے پیغام کا ترس چھٹا جانا تھا۔

"مجھے آپ کے روادار کا کام نہیں۔ بھائی کرم خان نے الٹے انا ضرور بتایا ہے کہ ایک بار جو بات ملے ہو جائے اس کے بعد کوئی فرق اپنی زبان سے نہیں بگڑے۔ آپ نے پیغام بھیج کر مجھے دس ہزار کا مطالبہ کیا ہے اس کے پیچھے بیٹھنا آپ کی کوئی گنجائی ہوگی۔ ہر مذہب ہے آپ اپنی روایت کے خلاف کیوں جاتے؟ تم اس وقت آپ سے آپ کی گنجائی کے بارے میں سوچ چکے ہیں آئی ہوں۔ میں آپ کو یہ دس ہزار دے آئی ہوں تاکہ آپ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے اور سب کی خوشی بھی تو تم رہے۔" اس نے اب تک چادر کے نیچے چھپا کر رکھا اپنا دایا ہوا ہر لگا اور پتہ لیجے ٹوٹ یوز سے کے سر سے رکھ دیا۔ یہی ہی ٹوٹ تھے جو شہر پارنے



یہاں آنے کے بعد سے بھگوانے تھے۔  
 "ہاں بھگوانے ایسا کیا؟ اگر تم خان اس کے منہ پر ہتھ پڑاؤ۔"  
 "کچھ مدت کچھ بھائی اکرم!" اس نے اکرم خان کو  
 زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ کے اشارے سے بھی متوجہ کیا اور  
 خود بڑھکے طرف مڑ گئی۔  
 "اب ہم چلتے ہیں وہاں وقت پر مارت لے کر نہیں  
 گئے۔" ساکت و صامت چلتے ہوئے سے نرم لہجہ میں یہ  
 ٹھنکری بات کہنے کے بعد وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور باہر  
 کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ اکرم خان کو بھی اس کی جڑی کرنی  
 پڑی، والہت بڑھانے تو اپنی جگہ سے ملے گا تھا اور نہ ہی اپنے  
 سامنے ہرے ذولوں کی طرف ہاتھ بڑھانا تھا۔  
 "تم نے اتنا بڑا آدمی اس لڑکی بڑھے کو دے دیا۔ یہ  
 سب کرنے سے پہلے تمہیں یہی بتانا تو چاہیے تھا۔" وہ بھی  
 کے راستے پر چلتے ہوئے اکرم خان اس سے ساتھ رہا تھا۔  
 "کوئی بات نہیں بھائی اکرم! میرے پاس بھی تو وہ  
 روپے جو بھی رہے تھے۔ اگر ان روپوں سے کوئی بھنگو رک  
 گیا اور کسی کو خوشیاں سننے کی امید بندھ گئی تو میرا کیا شیا؟ تم  
 پریشان مت ہو، مدد کی کسی اور کو اس در سے میں بھگوانا۔ جو  
 بھگوانا، وہ جس میرے اور تمہارے درمیان بڑھ چاہیے۔"  
 اپنے میزبانوں کے حرم میں داخل ہونے سے قبل ماہر نے  
 اکرم خان کو کھجایا۔ اکرم خان نے اس کی بات کا رد کیا  
 اور کسی کو بھی اصل صورت حال بتانے کا خیال دین کے باپ کے  
 دامن چاہنے کی خواہش نہ کی۔ مقررہ وقت پر میزبانوں والی  
 سرن ٹھہری پہلے دہلی کوئے کر برات دین کے مگر کی طرف  
 روانہ ہوئی وہاں خان کو ماہر کی بات کی اہمیت کا اندازہ  
 ہوا۔ اگر وہ سب کو اصل صورت حال بتا دے تو حالات میں  
 کشیدگی ہوئی اور اس کے چہرے پر وہ خوفی دیکھنے کو نہیں سکتی  
 جو اب نظر آ رہی تھی۔ دین کے مگر پہلے کے جد شادی کی  
 مخصوص رسومات انجام دی گئیں۔ آخر میں ہاتھ خوش گو  
 نو جوانوں نے طرح پر گیت بھجوا دیے۔ بھگوانی نے اور  
 تیاروں کے آہنگ کے ساتھ بہت سے لوگ دھن کرنا  
 گئے۔ شاہ اس طرح کل میں پچھترے گیتوں کی آواز سن  
 کر شے کی گلیوں سے نکل کر اس کیسنگ سامت تک بھی پہنچی  
 تھیں جہاں موجود رنگ برنگے تھیں میں سفید پوش  
 پانڈلوں کے مٹن فروگن تھے۔ ان میں سے کچھ مٹن چلے  
 گئے میں میرے لٹکائے ہوئے کی گلیوں میں آئے اور  
 خود بھی اس مشکل کا حصہ بن گئے۔ یہاں کی کوئی ان کی آمد  
 پر اعتراض نہیں تھا۔ خود ماہر کو بھی گلی تھیں جب تیری

یہاں نے اپنے چہرے پر ہنسٹکی چٹک محسوس کی تو: گواری  
 کے حواس کے ساتھ اس حرکت کے مگر کب بھی کی طرف  
 حجب ہوئے ظہر میں رہ گئی۔ اسے حجب وہ کچھ کر وہ غیر ملکی  
 پوری اذیت کی کے ساتھ سکرنا اور اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے  
 ہوئے اس کی جانب ایک برائی پوسا اچھلا۔  
 وہاں تو جو انکی اس کے کچھ کچھ آشنا تھے کش و کد رنر  
 اچھی ہوئی تھی، اس حرکت پر یک دم ہی اسے بچکان گئی۔ یہ  
 وہی شخص تھا جس نے بڑھ ہوئی کے سامنے بھی بچکان کی  
 تھی۔ اس کی اس حرکت پر وہاں کے ہاتھ کے ساتھ موجود شہریدار  
 چارنگ یا دیگر تھا کلن چونکہ یہ شخص چلتی جیپ میں سوار تھا، اس  
 لیے شہریدار سے اس حرکت کا حرحر نہیں بچکا سا تھا۔ اس روز  
 ماہر خان نے دل میں شکر ادا کیا تھا کہ ابھی ماہر وہ بد بھنگو آدمی  
 شہریدار کے ہاتھ میں لگا اور نہ خود کو اور کچھ اڑا چکا تھا۔  
 لیکن آج اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کاش شہریدار جہاں موجود ہوتا  
 اور اس شخص کا نہ تو کوئی اثر نہ مگر شہریدار یہاں کہاں تھا؟ وہ تو  
 اس سے بہت دور بیٹھا اپنے فرنگی کھسکی بھرا ہوا تھا۔ ماہر کو  
 حشیت بھی اس کے نزدیک ایک فریبے کی ہی تھی جسے محفوظ  
 مقام پر پہنچنے کے بعد شاہ ادا سے بھول بھی گیا تھا۔ اسے  
 ضرورت بھی کہ پڑی تھی اسے اسے اسے کتر اور سے حشیت ماہر  
 ہاتھ کو مار دے تھے؟ وہ تو کسی شہریدار کے کی طرح حق میں کے  
 ساتھ کوئی شہریدار ہی نہیں تھا۔ وہاں تو میں اسے اپنے دل کی  
 جڑوں میں ہمارا کچھ پیچھے پیچھے ہی جڑت کر رہی تھی۔  
 اس پر بہت سے اسے اسے اسے خواہش کے ہونے بارسانی کے  
 دکھ میں چلی ادا کی مدد کی تھی۔ اس نے بہت کچھ بھجوا تھا  
 یہ سے طرف سے سینے سے لگا کر رکھا تھا لیکن یہ دلی بھی تھی  
 اسے ساری دلی سے گات کر اپنی ذات میں تھا ہو جانے پر  
 بھگوانہ کو دینی تھی۔ اس وقت بھی وہ اس پر پیر فرنگی سیان  
 سمیت اس ساری خوشی بھری مجلس کو فراموش کر چکی تھی اور خان  
 خان بھگوانوں سے اپنے ارد گرد کے منظر کو دیکھنے لگی۔ اس کو  
 فراموشی کے عالم میں اسے احساس بھی نہ ہوا کہ کب دین کا  
 باپ اس کے ساتھ آکر کتر ہوا اور اس کی مجلس میں کوئی شے بڑھا  
 کر کتر انکی اس سے وہ بھی ہٹ گیا۔ وہ چونک کر اپنی مجلس کی  
 طرف متوجہ ہوئی۔ اب کی مجلس میں وہی بلیے لوٹ دے ہوئے  
 تھے جو پچھلے گئے تھے وہی کی خوشیوں کو فراموش کئے کے بے  
 اس بڑھکے کی خبر کر کے آئی تھی۔ پچھلے روز ایک اچھی لڑکی  
 کے ظہر سے ہار گیا تھا اور احساس دہنے ہی جلی فرست  
 میں اپنی مجلس کی حالتی کر دالی تھی۔

☆☆☆

"لی بی: آپ کے لیے فون ہے۔" وہ تیسری پر دکی  
 کرسیوں میں سے ایک کرسی پر کھڑی تھی آسمان کی دستوں  
 میں کھوئی ہوئی تھی۔ رانی نے فون کی اطلاع دی تو اپنے  
 خیالات سے چوکی اور کرسی مندی سے اٹھ کر اندر کمرے میں  
 دکی اس تپائی کی طرف بڑھی جس پر لی فون بیٹ دھرا تھا۔  
 "ہیلو!" رانیسور اٹھا کر اس نے بے حد بے دلی سے  
 کہا۔ اندازہ تھا کہ یہاں اس کے بے آنے والی کال حریفی  
 کے ہی کی کہیں کی طرف سے ہو سکتی ہے۔  
 "بھیت کرنے والوں کے ساتھ ایسا سلوک تو نہیں  
 کرتے۔ کچھ اندازہ ہے آپ کو کہ میں اس طرح اچا چکا آپ  
 کی طرف خاموشی بھجوانے پر کتر بیٹھا ہوں۔" دوسری  
 طرف سے اس کی توقع کے بجائے فرنگس ہوا آواز سنائی دی۔  
 اس نے اس کے ہم جہاں کرا کر آکر کھڑو۔  
 "آقا اب! آپ! آپ کو یہاں کا مگر کیسے ما؟" ہے  
 بناو حیرت سے کہنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے کال بھی  
 ہوئی آواز میں بچھا۔  
 "آپ کا کیا خیال تھا کہ آپ سو جائیں آف کر دینا کی  
 اور اپنی شہر والی مجلس میں آج بھی آپ کے رابطے کا  
 کوئی ذریعہ ہی نہیں ملے گا؟" اس کے لیے میں محسوس کی  
 جانے والی تھی۔  
 "آپ کھدھو رہے ہیں آقا اب! ایسی کوئی بات نہیں  
 ہے جیسا آپ ممکن کر رہے ہیں۔ میں سے سو جائیں آف نہیں  
 کیا، میں مجھے اسے چارنگ کرنے کا خیال نہیں رہا اور شاہ  
 بھری! اذان ہونے کی وجہ سے وہ خود ہی آف ہو گیا۔" کتر  
 نے وضاحت چھٹی۔  
 "کیا میں چھوٹا ہوں کہ یہاں کی ہو گیا تھا جس کی وجہ  
 سے آپ کو سو جائیں کرنا پڑا؟ یہاں کا مگر کیسے ما؟  
 آپ تو مجھ سے بات کیے بغیر وہی کتر سکتی تھیں مگر یہ کیا  
 انقلاب آ گیا کہ آپ کو وہی شے بھول گئی جو میرے آپ کے  
 رابطے کا ذریعہ ہے؟" اس کے لیے سے جڑو راضی بھگوان  
 رہی تھی۔  
 "مجھ سے کچھ نہ پوچھیں۔ میں آپ کو کچھ نہیں بتا  
 سکتی۔" ہاتھ اس کے منہ کی طرف ڈالتا تھا وہاں اس کے  
 پڑی۔ اس کے اس طرح دہانے سے آقا اب! اپنی ناراضی  
 بھول کر بیٹھا ہو گیا۔  
 "شہریدار! اس طرح تو نہیں نہیں۔ مجھے بتائیں کہ  
 کیا ہوا ہے؟" دیکھیں۔ میں پیچھے ہی بہت پریشان ہوں۔ اس  
 رات آپ میری فریاد سے بات کرنا کہ کہہ کر غائب ہی

ہو گئیں اور میں انتظار کرتا رہا۔ میں نے خود بھگوانے کی  
 کوشش کی تو آپ کا سوا بیل بند جا رہا تھا۔ رانی بھی اظہر  
 ہو چکی تھی کہ میں اس سے آپ کے بارے میں پوچھتا۔ مگر  
 اس کے بھائی کی زبانی مجھے اطلاع ملی کہ آپ لاہور پہنچ گئی  
 ہیں اور رانی آپ کے ساتھ ہے۔ میں سمجھا کہ آپ نے مجھ  
 سے ملاقات کے لیے کوئی مکمل کال کی ہے۔ میں اور ان بھگوان  
 مگر یہیں یہاں آکر بھی آپ نے کوئی رابطہ نہیں کیا تو مجھے  
 بہت برا لگا۔ میں نے آپ کی کوشش کا فون نمبر دھن کیا اور  
 آپ سے رابطے کی کوشش کرنے لگا۔ ہر بار کوئی ملازمت فون  
 اٹھا رہا تھا اس لیے مجھے ہانپتے کیے لائن کاٹی پڑی۔ اس بار  
 فون پر رانی کی آواز سنائی دی تو میں نے اس سے آپ سے  
 بات کرانے کے لیے کہا۔ آپ کچھ کچھ ہیں کراچی چکی  
 ہا کیوں پر میں ایسا خاما بھجوا رہا ہوں اس لیے آپ کی  
 آواز سننے ہی کچھ نہیں ہو گیا۔ نہیں پچھرا! آپ اس طرح تو نہیں  
 تو نہیں۔ مجھے آپ کے رانے سے بہت تکلیف ہو رہی  
 ہے۔" وہ اپنے کچھ کچھ کی وضاحت چکی کرتے ہوئے اسے  
 چپ کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔  
 "میں نے آپ کی باتوں کا کتر نہیں ما؟ آقا اب! مجھے  
 اندازہ ہے کہ آپ بہت پریشان رہے ہوں گے ہر پریشان  
 میں آدمی کے منہ سے کچھ بھی ایسا نہیں بھگوانا۔ آپ  
 لے تو یہاں کچھ بھگوانا ہی نہیں۔" اسے شہریدار کا کتر نے خود  
 کو سنبھالا اور ابھی سے بولی۔  
 "تو پھر وہ کیا بات ہے جس نے آپ کو اس قدر دکی  
 اور پریشان کر دیا ہے؟ کیا کوئی میں کچھ ہوا ہے؟" آقا اب  
 نے اندازہ لگانے کی کوشش کی۔  
 "جو بھی میں تو پرورد کوئی نہ کوئی ناظر و سہم ہوتا رہتا  
 ہے اور یہ میری بد قسمتی۔ کہ میں وہاں بیٹا ہوں۔" اس کے  
 لیے میں کی اور کھدھو راضی بھگوان رہے تھے۔  
 "آپ مجھے کچھ بتا سکتے ہیں؟ کیا یہاں کیا ہوا ہے جس کی  
 وجہ سے آپ اس قدر پریشان ہیں؟" آقا اب! نے اصرار کیا۔  
 "میں قاضی۔ بات ایسی ہے کہ زبان پر لانے  
 ہونے میں شرم سے مرنے لگی ہوں۔ رانی دن رات میرے  
 ساتھ رہتی ہے، میں اسے بھی کچھ بتانے کی بہت نہیں کر سکتی۔"  
 اس نے انکار کیا تو آقا اب! سوچ میں پڑ گیا۔ کتر کی باتوں  
 سے اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی بہت ہی غیر معمولی واقعہ چھٹی  
 آ رہا ہے جس کی وجہ سے وہ شہر پر پریشان کا کتر ہے۔ اس کا یہ  
 ذہن فون آقا اب! کو تکلیف میں جڑو رہا تھا۔ اس کے کال کی  
 مگر کہ کتر کی اس سے ملاقات ہو جائی کچھ کتر وہاں تھا







میں دو طرح کی اور ایک مقامی آدمی تھا۔ اکرم خان کو دیکھنے کا قسم  
لیبرنگی نے دیا تھا جسے میں اکرم خان تو جیسے دیکھیں دیکھیں مقامی  
محققین نے آگے بڑھ کر اسے کاجو کر لیا۔

”چھوڑ دو ہمیں۔ ہم اس گھر کو چھوڑ کے گئیں۔ اس نے عادی عزت پر اٹھوڑا ہے۔“ انگر مٹان بکرا اٹھا۔

”میں نے جگہ گنسا کہا۔ یہ اپنی مرضی سے یہاں آئی۔“

”میں نے اس سے ریت ملے کیا تھا۔“ فرخ پر گراؤ۔

اس کی سیاح: ”ختم کر بیٹھے ہوئے پوری وحشتاں سے بڑا۔“

”مجموعت بڑا ہے بد بخت۔“ انگر مٹان چلاؤ۔

”وکیو یارا! جگہ امت کر۔ ہم نے بھی دیکھا تھا کہ یہ  
 ترکی ٹودا آیا تھا۔ ہم چاکا کہہ رہے تھے کہ ہاٹ کے لیے  
 ہمارا تھا، جب ہم نے اس لڑکی کو ادھر آتے دیکھا تھا۔ ہم  
 جلدی میں تھے کہ اس لیے اسے روک نہیں سکا۔ پھر میں یہ  
 ٹھہر گئی کہ آتا تو ہم سمجھ دیتے چاہیے۔ ابھی تم ادھر آنا،  
 پھر لڑکی کا کچھ سننا تو ہمیں پتا چاکا کہ یہ ادھر جب کے  
 جیسے میں ہے۔“ مقامی شخص جو اس شہر کا کچا کچا تھا، اکر م  
 خان کو سمجھا نہ سکے۔

”یہ ابھر صرف گھوڑے آیا تھا۔“ اکرم خان نے ناہانہ  
کی صفائی چٹن کرنے کی کوشش کی۔ خود اس میں تو اتنی بھی  
سمت نہیں رہی تھی۔

”جیست مت کرہ خان! اگر حق نے عریہ بدھماشی  
دھانے کی کوشش کی تو میں تمہارا بندہ بہت کروں گا کہ  
اس علاقے میں نظر بھی نہیں آؤ گے۔“ امرتشی چوٹی طرح  
سنبھل چکا تھا۔ اگر کم خان کو جھکی دے، وہ تھ۔ اس کے  
ساتھ اس کے تھوڑی سی خاصے خطرناک تھے۔

”جائے دے اکرم خان! کیوں خود کو مشکل میں ڈالتا ہے؟ ان لوگوں کو کتنا پتہ ہے، تجھے بھی معلوم ہے، تو چپ رہے گا تو کچھ نہیں جائے گا۔“ تو کو یہ بھی پتہ بھر بعد ادھر سے ٹھیکے تکی والا ہے۔ اگر تو نے بات نہ مانی تو تو زیادہ مشکل میں پڑ جائے گا۔“ چوتھے روز اب سرگوشیوں میں اکرم خان کو سمجھائی کہ سرگوش کر دے گا۔ وہ بانو نے بھی اس کی یہ سرگوشیاں سنی۔

یہاں سے چوہائی اکرم: اللہ نے مجھے عیالاً کوئی ہے اب چھٹیا طرح کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاتھ خردو گے جو بھی اور اکرم خان کا تو کچھ کرنا ہے فیصہ سے باہر نے مٹی۔ اب ۱۱ روزا چپ چوہا ۱۱ مٹی کے واسطے پر چل رہے تھے۔

”میں یہاں سرگرمیوں میں آئی تھی۔ مگر میں نے

مصر وادی کی وجہ سے آنے سے منع کر دیا تھا اس لیے میں اکیلی  
 ہی آگئی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں... " تمہارا سا قاصد  
 سے کرنے کے بعد اس نے اکرم خان کے سامنے اپنی صفائی  
 چٹا کرنے کی کوشش کی۔ امر کی گدھے سے اسے اب جو اجازت  
 لگا تھا، اس نے اب جو سے دو اکرم خان کے سامنے بڑی سخی  
 محسوس کر دی تھی۔

”ہمیں مظلوم ہے۔ گلے جاتے ہیں بتایا تو کہ تم اس طرف آ جاؤ جسے جب غلو ہم نہیں دھوڑا اور اصرار تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا ورنہ ہم مشاہیر مرخان اور ان کے صاحب کا کیا جواب دیتا؟ ان کو اور ان کی فطرت ہمیں انہی طرح مظلوم ہے۔ ہم روکتا دیتا ہے انہیں کہ یہ کیسے شراب پی کر عورتوں کے ساتھ سوچ سکتی کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ عورت لوگ آتے ہیں اور انہیں جیسا کہ وہ چاہیں ہم چھینا جانتا ہے۔ تم ہمارا زمین بیسا ہے اور ہمیں مظلوم ہے کہ ہمارا زمین بہت اچھا اور نیک ہے۔ اس کو چھینا کی غرض وضاحت کے جواب میں اکرم خان نے جو بٹے کھے وہ اے اے انہیں سرخ زور کرنے کے لیے کافی تھے۔“

☆☆☆

"میں امریکا جا رہی ہوں۔"

”اچانک کیوں؟ خیریت تو ہے پھر صواب؟“  
اطلاع راجہ ان ہوا۔

”ہاں ہاں، سب تجھے ہے۔ میں بڑے دلوں سے اپنے  
چکر کی یاد آ رہی ہے۔ آج وہ دلوں کے اس سے ملائیں۔ خود کو  
اچھڑانے کی فکر کرتے ہیں۔ میں نے سوچا، میں آپ ہی اس  
سے مل کر جاتا ہوں۔ ان پہاڑی تھوڑے عیسویں کے ساتھ بھی  
وقت گزارنے کا موقع مل جائے گا۔“ اپنے امریکا جانے کی  
وجہ بتاتے ہوئے آخر میں چودھری نے ایک اور شاہکار  
اور خودی اپنی بات سے طلب انکودن ہوتے ہوئے بیٹھنے لگا۔

”میںوں کی آپ کو کیا کمی چھوڑی صاحب؟ آپ تو چرچا دہشی آپ کو ایک مہم کی نوازل کی ہے۔“ تارو نے ڈاکٹر ماریا کی حرف اشارہ کی۔

”اوپنی جگہ ہے، جہز زبردست ہے... مجھے انتظار نہیں، ہمارے فاضل ہم نہیں۔ اس کا آپ بھی اپنی قوم کے لیے اہمیت ہے جو گوریٹم کو بھائی ہے چاروی ایسی رہانی ہوئی کہ اس کی خاطر روایت کھوڑ کر دھڑا آئی۔ شوہر کے مرنے کے بعد بھی وہیں نہیں گئی۔ ان دنوں عاشقوں کی اور اور اکثری اصرار ہے پاس ہے، پر چاروی ہم نہیں۔ پوری ہم سے ہے ہمیں اصرار کا کاشی حاتمہ ہے گا۔“

چودھری ایک بار پھر خفاست سے ہنستے ہوئے ہوا۔

"مگر کب تک جارہے ہیں؟" تارز نے اس کا پر ورام جانچا۔

”اچھے کے لیے دے دیا ہے۔ دو چار دن میں کام ہو جائے گا تو گل جو ڈالے گا۔ تو تو نوم (مضمون) ہے کہ میرا آنا ہو گا تو رہتا ہے اس لیے کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ یہ تو اس وادی ہی پہنچ لیا وقت تو گزرا اور نہ جب سے مراد اور ہے، ہر چارچہ مایہ نہ چاہی رہتا ہوں۔“

”ابھی اچھی بات ہے۔ آپ کچھ عرصہ بیٹے کے ساتھ، پھر آئے کر لیں۔ یہاں تو دیسے ہیں بڑے بڑے واکان جا رہا ہے، ابھی خاص فرات قی ہے۔ اسے مطلب کا کیا فارمیت فرمایا تو کچھ کام ہی نہ جانے گا۔ آپ قاضی، آپ نے بیات رانا صاحب سے شہر کے بارے میں بات کی؟ ارادہ کیا ہے تو میں اسی انشائیہ حضور کو بھیج دیتا ہوں۔“

”میں تو اس کے سر پر اسے کسی کا تھم ہے اس لیے کہیں اور اسے نہ کر۔ مشکل ہوگا۔“ چوہدری احمد نے توجہ نہ دینی تھی چوہدری احمد نے۔ اے سہمے وعدوں میں نہیں جاتے جب بھی زمینوں سے آتی آمدنی ہوتی تھی، پھر وہ بھری پیڑی دیتی تھی۔ وہ تو ان کے ہاتھوں میں جو کہ یہ سارے وعدے کرتے تھے۔ ان کے لیے کسی قسم کی نیکیت نہ دیکھتی تھی اور کھالوں کی شکل میں سے والے میں بند ہو جاتے۔ بے جواز فرقہ پرستی، حرام مال کو لے کر بے رحمی سے لے کر ہر طرح کی شکل میں اس لیے اسے جبری پریشانی تھی کہ اس طرح پہلے ہی آپ ارادہ کرتے ہوئے تھے۔

”یہ وقت رہا ہے تو میں نے گل نہیں کی۔“ ۷۲ء تک وہ لوگوں کو جھوٹے مسیح مہیا کرتے رہے۔ وہاں آکر دیکھ لیں، چنانچہ لکھنؤ کے وہ مسیح بھی ہو گئے کہ ”چودھری نے ہے اسے ساتھ لے کر اسے قتل دیں۔“

”آپ کہتے ہیں تو نہیں کرتے تم۔ آپ امریکا جاتے اور اس کے ساتھ انجمنے کرتے۔ ہمارے بچے ذرا انگریزوں کو شاد ہو کر جاتے ہیں، ہم بھی مجھ کو انگریزوں کے ساتھ کھڑا کر دو اور ان کو مجھ سے کی خوش کروا دیں گے۔“

وہ نے سوچ دیکھ کر اپنی خواہش جان لی۔ جب سے انگریزوں کو دیکھا تھا، ان کی طلب ستاری کی تھی مگر چودھری کی اس خاص توجہ دیکھ کر اس کا حال یہ کرنے کی ہمت نہیں ہو سکی تھی۔

”تم کس ہے۔ میں کہہ دوں گا اس سے۔ آپ جیسے تلوں کی کھیتی کرتے ہیں، اسی جانتے ہے بھلا۔“ چودھری کے پاس سے اس کی خوش کروائی۔

"تھک چو دھری صاحب! آپ سے مجھے کیا امید تھی۔ اچھا، اب اجازت دیجیے... اور ہاں، پیلز! آپ کی سین کمرز اوچاں تو مجھے ضرور تائیکو... میں ان پر ٹھک آپ کوئی آف کرنے ضرور دوں گا۔"

”کیسا مٹکس، میں آپ کو اطلاع کروں گا۔“ تیار ہو کر یقین دہانی کروانے کے بعد چدرچری نے فون بند کر دیا اور ایک نوکر کو روانہ کرے کہ اسے بھیجے گا حکم دیا۔ ذرا دیر میں بال کن کی خدمت میں حاضر تھا۔

”دیکھو کون ہا ہے! اتنی کچلی ماری لعلیاں میں نے  
 دف (صاف) کر دی تھیں۔ یہی داری جو کام ترے سر کا  
 کر چاہا ہوں اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی چاہے، ورنہ  
 میرے بچے کو کرنے سے پہلے آپ حق مارا جائے گا۔ میرے  
 بچے کو نے سارا کام وہی ملن اور میٹاری سے کرنا ہوگا۔“  
 ”کسی گھر کی نہ کرو ورنہ اس میں سب سنبھال لوں گا۔  
 میں تو خود چاہتا تھا کہ ڈیمیکٹ (ڈائریکٹ)، انکیشن کا موقع  
 مل جائے۔ آپ نے وہاں چنگا لیا کی ہے کہ سیدھے سیدھے  
 کی ہے ہی جتنا اگلے کا سوچا ہے۔ اب آپ دیکھیے گا کہ میں  
 کیسے اس کا دورا نکالنے آتا ہوں۔ فیو نے کی دلی کو پتا تو وہ  
 میرے دو ہاتھ کا کر فوراً ہی اگلے سے گار میں تو اس کے  
 کانوں کو تھوڑا دوں گا۔ آپ اپنے منہ سے کسی منہ سے میں  
 ہونے سے توجہ کرنے کا جیکے آپ دیکھیے گا کہ دھر سے ہی۔  
 لے لے گا۔“ بلاشبہ عادت میں بھرا کر چومری کو یقین  
 دینی شروع کر دیا۔

”زیادہ بڑھیں نہ مار۔ مجھے تیری بھڑکیں نہیں سنی۔ تم  
 کا سر، اوکھن ہے تم۔ بچوں کا خیل نہ بگھا دیے تو آؤ۔  
 ان کے سارے مارے چاہتے سے اٹھنے کے لیے  
 بھڑ سے بوجھیں گے۔ تجھے بہت سناٹے سے کام کرنا ہوگا۔  
 آزاد آدمی کی وجہ سے اس نے سنا پنا کو بھی گھٹا نہیں دیا، یہ  
 میرا ارادہ تھا تو میری ہے۔ سب سے پہلے تم لوگوں پر ہی  
 لڑے گا، میرے کسی بیٹے کو نہ دینا، وہ میرا سچے وار  
 ہے۔ میری کاٹنی کا کیا چلتا ہے کہ کہہ دھوکا دے جائے۔“  
 بھڑکی ان کی نفرت میں آگ بھڑکی تھی اس لیے وہ دوسروں  
 کی بھڑکوں سے نہیں گرتا تھا۔

”جیسا آپ کا حکم ہو گا، آپ نے کہہ دیا تو سمجھیں  
 سی کو کاغذوں کا ان بھی غبر نہیں ہو گی۔“ اگلے دن ایک بار پھر  
 سے یقین دہانی کروائی۔

”اور ہاں، دیکھ... ڈائری کا بھی دھیان رکھنا۔  
 اس کام کی چیز باتھ روم کی ہے، اسے اتھ سے لٹکا نہیں دے۔“







مرح ہوایمیر کر پھل، خوب آتا تھا۔

”تم تو کافی حساس اور ذہین خاتون لگتی ہو۔ مجھے گنا ہے کہ آج کے بھرگئی قبر سے بار بار اٹھنے کا کٹیا چاہے گا۔“  
 بکارو اب بھی اپنی ہمت گمی کے علاوہ کچھ نہیں چل رہا تھا۔  
 ”بھئی! بدقسمتی دیکھی جاتے نا۔ آپ اب بھی تو ہم سے  
 مل کر دیکھیں۔“ دو ایک اس چار خانہ موڑ میں آئی۔ اسے  
 دماغ کو پوری طرح ابلرت رکھنے کے باوجود بھی کچھ دوا نہ کو  
 تسلیم کرنا چاہا۔ اسد دوا کی کبھی مر دے کو ہوش دعوں میں جھکن لینے  
 کی پوری چوری صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ گزرنے  
 والے اگلے اچھے دو دیکھے اس کے لیے سخت آزمائش کے  
 تھے۔ اس آزمائش سے کسی نہ کسی طرح گزرنے کے بعد وہ جب  
 اس نے اس حسین تھکے کو دہلا سے رخصت کیا تو اتنا اطمینان  
 ضرور تھا کہ اس ٹوکی کی صورت میں ایک ایسا راستہ دکھائی  
 دے گیا ہے جس پر چلتے ہوئے وہ اپنے اصل طرف تک پہنچی  
 سکتا ہے۔

بہت سے اہل عہدے داروں کے ساتھ وقت گزار رہی تھی۔ اس نے اس کی بات پر یقین بھی کر لیا تھا۔ اب وہ اس سے رخصت ہو کر بہت خوش خوشی واپس جا رہی تھی۔ چار ماہ کے محنت میں آجائے کا مطلب تھا کہ وہ اس سے بہت سے محنت راز اگھڑانے میں کامیاب ہو جائے گی اور یہ کامیابی اسے اپنے آقاؤں کے سامنے سرخ رو کر کے اس کی ترقی کا سبب بن سکتی تھی۔ کامیابی کے نئے میں چور اپنے ٹھکانے کی طرف واپس لوٹے ہوئے تھے۔ قطعی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ تعاقب کرنے والے کی عمارت نے بھی اس کے بے خبر رہنے میں جو اہم کردار ادا کیا تھا۔ وہ سامنے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ موجود ہونے کے باوجود اس کی آنکھوں سے ابھی نہ رہا تھا۔

چوٹی شہر کے پیش خانے میں داخل ہوئی۔ اس کے پاس  
ایک چوٹی سی گاڑی بھی موجود تھی جسے وہ خودی ڈرائی  
کر رہی تھی۔ اس وقت بھی وہ اسی گاڑی کو ڈرائیو کرتے  
ہوئے اپنے قہقہے کی طرف جابری تھی۔ اراخان گھ کے  
دوران ہی اس نے گھر کی رست میں رکھا ایک موٹر سائیکل  
پارک کیا اور اسے آن کیا۔ اس موٹر سائیکل میں موجود دو آدمی اور  
سب سے پہلے تھے جو اس نے اپنی دیکر سچھڑائی کی طرح  
غیر قانونی طور پر دیکھ کر ہنس دی تھی۔ کال ٹریس ہونے کے  
خطرے سے بچنے کے لیے انہی سب کا استہساں سب سے محفوظ  
رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے فہم پر پہنچے۔ یہ پہلے اپنی  
کار کو دیکھ کر راجہ اور والدین کو دیکھ کر چلتی تھی اب  
موجودہ گاڑی پر اس کا تھیں غیر جاننے پر اس کا اپنے منظر پر  
راجہ تھیں۔ وہ اس کی سکرین پر روشن ہونے کے  
NOT AVAILABLE کے الفاظ نے اسے حیرت میں مبتلا  
کر دیا۔ جاتی کار اسٹاپ ہوئی اور وہ فوراً پھر دیکھ کر رہی لیکن  
یہ ایک ہی جگہ سامنے آتا رہا۔ اسی لمحہ میں جگہ ادا  
منزل تک پہنچی تھی اور اسے طریقی نہ ہو۔ لاکھوں سے یہاں  
تک اس کا قہقہہ کرتے ہوئے آنے والا تھا اس کا قہقہہ  
نمبر جاننے کے بعد کب پیسے سے اس کی پٹ پٹ گیا۔ اپنے  
قہقہے میں داخل ہونے کے بعد اس نے پہلے اس کی اسٹارٹ  
رہن کی اور پھر بیٹہ اور اس کی طرف دیکھی۔ بیٹہ روم گھر کی  
میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ سچا سچا سچا ہے  
بالکل صحیح انداز سے اس کا تھا اس طرح دیا جیسے وہ اس کی  
میں اسے دیکھ رہی ہو۔ یہی دیکھتے ہی اس نے اس کی طرف  
کی دو دھماکے دئیے لیکن اس وقت اس کی اس کی گھر میں  
چوہے پر پڑی اس نے اسے منگ کر دیا۔

”کس گیت آپ؟ میں تو خود آپ کو گون پر دھارت کر لے والا تھا لیکن آپ سے رابطہ ہی نہیں ہو سکا۔ اس لیے لوگوں کو جانے دینے کے لیے مجھے سے جڑی سے لکھتے ہوئے کڑی پریکشی تقریباً اپنی عمر مرنی سے کہا۔ رونی کے ہم عمر ہونے کے باوجود رونی کے کچھ میں سوچ و احترام قائم تھا کہ وہ اس سے بڑھ کر ہے۔“

”اچھا! کیا رپارٹ ہے تمہارے پاس؟“ گیتا نے  
 حشرانہ لہجے میں اس سے درخیز کیا۔  
 ”مجھے تو پہلی ملاقات تھی لیکن میں سہارنا کو متاثر  
 کرنے میں کامیاب رہی ہوں۔ اس نے خراہیں بھڑکائی  
 کہ وہ دوبارہ بھی مجھ سے ملا پندرہ کرے گا۔ میرے خیال  
 میں دو ملاقاتیں تو ہو چکا ہے کہ ایک آدھ دن میں دوبارہ رابطہ  
 ضرور کرے گا۔“ وہ جو سہارنا سے ملاقات کے بعد بہت  
 بے چارہ تھی، گیتا کو اپنے قیامت میں پاکر خاصی گھبراہٹ ہو گئی تھی  
 اور کچھ دیر کے بعد اسے انداز میں اپنی کارکردگی کے بارے  
 میں اسے بتا رہی تھی۔

”مجھے سے ذلیل میں تمہارا اعزاز و باطل ٹھیک ہے۔  
 چارواں تو تم سے اتنا متاثر ہوا ہے کہ اس نے تمہارا ٹھکانا  
 معلوم کرنے کے لیے تمہارے پیچھے پیچھے اپنا ”دلی“ بھیج دیا  
 ہے۔“ جیسا کہ بے حد چپا چپا کر کے ان جھوٹے جہاز  
 کے چرے کی طرف دوز لایا۔

یہ نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنے شک و شبہوں پر زبان بھرتے ہوئے توبہ کرنے کی کوشش کی۔  
 "ایسا بخیر ہوا ہے لیکن تمہاری یہ خبری ہے ظاہر ہے کہ تم نے غلط تہذیب سے جتنے نہیں سمجھا۔ اگر ہم نے تمہاری عمرانی یہ نظریہ اپنا آدمی نہ لگا دیتا تو تمہارے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سوں کو رسوا دیتے۔" کیا کا لہجہ نہ رشتہ دار قدیم جی اپنے سر پر ہاتھی کی ٹانگیں پر سے ہٹ گئی۔  
 "جیسی کا کہہ کر آدمی کا اہم معلوم ہے، جیسی؟" جیسی نے اس کی آنکھوں میں جمائے ہوئے سوال کی بصر کے جواب میں دو شخص سر ہٹا دیے۔

میں نے کہا: "اگر تم سب کی طرح قرآن ہی پڑھا کرتے تو اس وقت وہ تمہارا دشمن کی طرح نہ ہو جاتا۔ اس وقت کی ناکامی کا داغ دیکھ کر مجھے انا اور جن کو تمہارے ہونے سے پہلے تم سے جدا ہو گیا ہے۔"

”یہ رانگ بیڑا تھا اور اس پر کھسک کر میں ایک کال  
گلاب کی زندگی گزارتے گزارتے اور ہوئی ہوں اس لیے

اس زندگی سے چٹکارا مانے کے لیے خودکشی کر رہی ہوں۔" وہ کہتا ہے۔ انھوں نے گیتا کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ گیتا کی آخروں میں لکھی انہی موت و دہشت اور بھی خراب چاند رہی گی۔ اگر اس کی بات ماننے سے انکار کرتی، جب بھی موت سے نہیں بچ سکتی تھی اس لیے بہتر تھا کہ اس کی بات مان لے۔ کم از کم اس پریشور دور رہی (نہار) ہونے کا الزام تو نہیں؟

”اوری گنڈا اب لہو سے دودھ پی کر اٹھے چوں کہ خیرا  
بستر پر پھینکے بعد کر کے لیٹ جاؤ۔“ دو دوٹ لکھ کر فارغ ہوئی  
تو گیتانے پہلے سے چوٹی پر بکھے دودھ کے گلاس کی طرف  
اشارہ کیا۔ چوٹی کا اندازہ تھا کہ اس سے اس کے تھقب کا طلم  
ہوئے ہی اس کے اوپر اے نور حرکت میں آئے ہوں گے،  
تب ہی تو اس کے فیس پر پھینکنے سے قبل یہ اس کی موت کا  
برکارہ نہی کر پہلے ہی وہیں پہنچ گئی تھی۔ دودھ کی شکل میں گلاس  
میں موجود زہنی موت کو گئے سے بچنے اتار دئے اسے اس  
سوال کا جواب بھی نہیں تھا کہ سیادارنا بھی ہمارے لیے کسی  
مکملی ہوئی انجنت کے بجائے اس کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ جتنی  
طور پر دو دوٹ سیادارنا کی منزل سے پہلے ہی مشکوک تھے  
چنانچہ کہ جن جن انجنت کو مشاع کرنے کا رستہ لیے کے بجائے  
انہوں نے جہی کو چھوڑ دیا کہ سیادارنا کے سامنے ذال و خوار  
اب اسے دیش پر بھیجے جانے کا ثبوت دینے کے لیے خود زہنی  
موت کو اپنے وجود میں اتارنا پڑا تھا۔

”کاشخبر ہے علیہا! کبھی کوئی خبر نہ توئیں؟“  
 ”خبر تو کافی ملتی سرنگین ہم نے ساتھ ساتھ منہال لیا  
 ہے۔ وہ اچھ ہو کر ہم سجادار کا انیکھیتز کے بارے میں  
 پہلے ہی خاصے اڈت تھے ورنہ پہلے خبری میں مارے جاتے۔  
 اسے بھٹا کت سے گھول لیا تھا کہ عاری در گردنیاں کا  
 گرو کے کھس میں بھی کام کر رہی ہیں۔ کسی طرح دور درمیانی  
 آئی کت بھی بچھا گیا تھا۔ میں پہلے ہی سے سارے کت اس لیے  
 کسی خاص در کے بجائے چلے کو اس کے پاس بچھا دیا۔  
 جو لایا کی گھرائی پر موجو رہنے سے نے مجھے ہی پر اظہار کی  
 اس کا قہقہا کیا چار بار ہے میں نے قوی یکیش سے لیا۔  
 ایشوہا مسین لچوئی سے انکس جاتے ہوئے ایک ٹک کی خبر  
 میں آکر مارا گیا ہے جبکہ چوہا کی موت آتھا تھی خاہر کی  
 ہے۔ دونوں کام بھگن بھگن طریقے سے کیے گئے ہیں لیکن  
 خاہر ہے، سجدار ان چک تو ضرور جائے گا۔ اسے ملے والے  
 کلیہ دستانے کے لیے اپنے دونوں در گردن کی دی دیا ضرور  
 ہو گیا تھا ورنہ آکھہ اس سے بھی زیادہ نقصان اٹھاتا۔

مرح ہوایمیر کر پھل، خوب آتا تھا۔

”تم تو کافی حساس اور زہین خاتون لگتی ہو۔ مجھے گناہ ہے کہ آج کے بھرگئی قبر سے بار بار اٹھنے کا گناہ چاہے گا۔“  
 بھارہ ابھی اپنی ہمت گمی کے علاوہ کچھ خوب چل رہا تھا۔  
 ”بھئی! بدقسمتی دیکھی جاتے نا۔ آپ ابھی تو ہم سے  
 نکل کر دیکھیں۔“ دو ایک اسی چار گانہ موڑ میں آئی۔ اسے  
 دماغ کو پوری طرح ابلرت رکھنے کے باوجود بھی کچھ دوا نہ کو  
 تسلیم کرنا چاہا کہ وہ لڑکی کبھی مرد کے ہوش و حواس بچھن لینے  
 کی پوری چوری صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ گزرنے  
 والے اگلے اوچھو دو دیکھے اس کے لیے سخت آؤ بٹل کے  
 تھے۔ اس آؤ بٹل سے کسی نہ کسی طرح گزرنے کے بعد بھب  
 اس نے اس حسین تھکے کو دہلا سے رخصت کیا تو اتنا اطمینان  
 ضرور تھا کہ اس لڑکی کی صورت میں ایک ایسا راستہ دکھائی  
 دے گیا ہے جس پر چلتے ہوئے وہ اپنے اصل طرف تک پہنچی  
 سکتا ہے۔

بہت سے اہل عہدے داروں کے ساتھ وقت گزار رہی تھی۔ اس نے اس کی بات پر یقین بھی کر لیا تھا۔ اب وہ اس سے رخصت ہو کر بہت خوش خوشی واپس جا رہی تھی۔ چار ماہ کے محنتی میں آجائے کا مطلب تھا کہ وہ اس سے بہت سے محنتی راز اگھڑانے میں کامیاب ہو جائے گی اور یہ کامیابی اسے اپنے آقاؤں کے سامنے سرخ رو کر کے اس کی ترقی کا سبب بن سکتی تھی۔ کامیابی کے نئے میں چور اپنے ٹھکانے کی طرف واپس لوٹے ہوئے تھے۔ قطعی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ تعاقب کرنے والے کی عمارت نے بھی اس کے بے خبر رہنے میں جو اہم کردار ادا کیا تھا۔ وہ سامنے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ موجود ہونے کے باوجود اس کی آنکھوں سے ابھی نہ تھا۔

چوٹی شہر کے پیش خانے میں داخل ہوئی۔ اس کے پاس  
ایک چوٹی سی گاڑی بھی موجود تھی جسے وہ خودی ڈرائیو  
کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ اسی گاڑی کو ڈرائیو کرتے  
ہوئے اپنے قیث کی طرف جا رہی تھی۔ اراکھنگ کے  
دوران ہی اس نے گورنپارک میں رکھا ایک موٹر سائیکل  
پارکنگ سے آن کیا۔ اس موٹر سائیکل میں موجود دو آدمی اور  
سب سے پہلے کسی جوان نے اپنی دیکر سچھڑائی کی طرح  
غیر قانونی طور پر دنگی روکی تھی۔ کال ٹریس ہونے کے  
خطرے سے بچنے کے لیے انہی سب کا استہساں سب سے محفوظ  
رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے قیث پر پہنچنے سے پہلے اپنی  
کار کو روکی کی وجہ سے اوپر والوں کو روک چھڑائی تھی۔ اکی  
موجود جس کا پتہ قیث کے گھر خانے پر اس کا اپنے خطے پر  
راجھتیں ہو۔ موٹر سائیکل کی سکرین پر روشن ہونے لگی  
NOT AVAILABLE کے الفاظ نے اسے حیرت میں مبتلا  
کر دیا۔ جاتی کار اسٹاپ ہوئی اور وہ فوراً پھر دیکھتی رہی لیکن  
یہ ایک ہی شخص سامنے آتا رہا۔ انہی اکھن میں جہاں وہ اپنے  
منزل تک پہنچتی تھی اور اسے ملتی تھی۔ لاکھوں سے یہاں  
تک اس کا قیث کرتے ہوئے آنے والا تھا اس کا قیث  
نمبر جاننے کے بعد کب پہنچے سے اس میں بھی پٹ گیا۔ اپنے  
قیث میں داخل ہونے کے بعد اس نے پہلے آؤٹ کی اسٹاپ  
راش کی اور پھر بیرونی طرف بڑھی۔ بیڈروم کمرے کی طرف  
میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہاں موجود تیسرے شخص  
بالکل صحیح اندازے کے ساتھ اس طرف آ دیا جیسے وہ ان  
میں اسے دیکھ رہی ہو۔ یعنی یہی ہے جس نے اسے اس  
کی رودھار دینی ہوگی لیکن اس وقت اس کی کھر جھڑ  
چوہے پر پڑی اس نے اسے منگ کر دیا۔

”کس گیت آپ؟ میں تو خود آپ کو گون پر دھارت کر لے والا تھا لیکن آپ سے رابطہ ہی نہیں ہو سکا۔ اس لیے لوگوں کو جانے دینے کے لیے مجھے سے جڑی سے لکھنے والے کسی پریشی قریب اپنی ہم عمر لڑکی سے کہا۔ لڑکی کے ہم عمر ہونے کے باوجود مجھ کے کچھ میں سوچ و احترام قائم تھا کہ وہ اس سے ملے۔“

”اچھا! کیا رپارٹ ہے تمہارے پاس؟“ گیتا نے  
 حشرانہ لہجے میں اس سے درخیز کیا۔  
 ”مجھے تو پہلی ملاقات حتیٰ ممکن میں سہارنا کو متاثر  
 کرنے میں کامیاب رہی ہوں۔ اس نے خراہیں بھڑکائی  
 کہ وہ دوبارہ بھی مجھ سے ملا پندرہ کرے گا۔ میرے خیال  
 میں دو ملاقاتیں تو ہو چکا ہے کہ ایک آدھ دن میں دوبارہ رابطہ  
 ضرور کرے گا۔“ وہ جو سہارنا سے ملاقات کے بعد بہت  
 بے چارہ لگی تھی، گیتا کو اپنے قیامت میں پاکر خاصی گلیڈ ہو گئی تھی  
 کہ وہ کچھ کر کے رہے۔ اسے انداز میں اپنی کارکردگی کے بارے  
 میں اسے بتا رہی تھی۔

”مجھے سے ذلیل میں تمہارا اعزاز و باطل ٹھیک ہے۔  
 چارواں تو تم سے اتنا متاثر ہوا ہے کہ اس نے تمہارا ٹھکانا  
 معلوم کرنے کے لیے تمہارے پیچھے پیچھے اپنا ”دلی“ بھیج دیا  
 ہے۔“ جیسا کہ بے حد چپا چپا کر کے ان جھوٹے جہاز  
 کے چرے کی طرف دوز لایا۔

یہ نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنے شک و شبہوں پر زبان بھرتے ہوئے توبہ کرنے کی کوشش کی۔

”ایسا بخیر ہوا ہے لیکن تمہاری یہ خبری ہے ظاہر ہے کہ تم نے غلط تربیت سے بچہ نہیں دیکھا۔ اگر ہم نے تمہاری عمرانی پر غلط طعنا ڈالی تو شک و شبہ تو تمہارے ساتھ ساتھ ہر بھی بہت سوں کو سرد و دہشتہ بناتا۔ کیا کا بھرتہ نہ ہو کہ تمہاری اپنی سرپرستی کی جگہ پر آئے ہی تھی۔

”جی، جس کا کہ کوئی کا اہم معلوم ہے، جیسا کہ میں نے اس کی آنکھوں میں جمائے ہوئے سوال کیے ہر کے جواب میں وہ شخص سر ہلایا۔

میں نے کہا: "اگر تم سب کی طرح قرآن ہی پڑھاؤ گے تو میں تم سے ملنے نہیں آؤں گا۔" اس وقت وہ چلا گیا اور میں نے اپنے گھر میں بیٹھ کر قرآن پڑھا۔ اس وقت کی یادیں اب بھی میری یاد میں ہیں۔

”یہ رانجک بیڑا تھا اور اس پر کھسوکھسی ایک کال  
گلاب کی زندگی گزارتے گزارتے وہ ہوتی ہوں اس لیے

اس زندگی سے چٹکارا مانے کے لیے خودکشی کر رہی ہوں۔" وہ کہہ کر انھوں نے گیتا کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ گیتا کی آغوش میں کبھی اپنی موت و ہمت اور کبھی خیر و شر کا چاند رہی گئی۔ اگر اس کی بات نہ سنے سے انکار کرتی تو جب بھی موت سے ٹھیک بچ سکتی تھی اس لیے بہتر تھا کہ اس کی بات مان لے۔ کم از کم اس پریشاں درد مند (نہار) ہونے کا الزام تو نہیں ہے؟

”اوری گنڈا اب لہو سے دودھ پی کر اٹھے چوں کہ خیرا  
بستر پر پھینکے بعد کر کے لیٹ جاؤ۔“ دو دوٹ لکھ کر فارغ ہوئی  
تو گیتا نے پہلے سے چوٹی پر رکھے دودھ کے گلاس کی طرف  
اشارہ کیا۔ جو لی گنڈا نے دھاک دھاک کھائے۔ اس کے تھاقب کا ظلم  
ہوئے ہی اس کے اوپر لے فوراً حرکت میں آئے۔ گئے ہوں گے،  
تب ہی تو اس کے فیس پر پھینکے سے قلمیٹیں اس کی صوت کا  
برکار وہ سن کر پہلے ہی وہاں پہنچ گئی تھی۔ دودھ کی شکل میں گلاس  
میں موجود زہنی صوت کو گئے سے لکھے اتار دے گئے۔ اسے اس  
سوال کا جواب بھی نہیں تھا کہ سیادارنا مجھے ہلکے کے لیے کسی  
مکھی ہوئی لکھت کے بجائے اس کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ جتنی  
طور پر دو دوٹ سیادارنا کی حزل سے پہلے ہی مشکوک تھے  
چنانچہ کہ جن جن لکھت کو ضائع کرنے کا رستہ لیے کے بجائے  
انہوں نے جہی کی کوچ واپس کر دینا کے سامنے ذرا دل خوار  
اب اسے دیش پر بھیجے ہوئے کا ثبوت دینے کے لیے خود زہنی  
صوت کو اپنے وجود میں اتارنا پڑا تھا۔

”کاشخبر ہے علیہا! کبھی کوئی خبر نہ توئیں؟“  
 ”خبر تو کافی ملتی سرنگین ہم نے ساتھ ساتھ منجھال لیا  
 ہے۔ وہ اچھ ہو کہ ہم سچا دار کا نیا ایکٹیوٹیز کے بارے میں  
 پہلے ہی خاصے اڈرٹ تھے ورنہ پہلے خبر ہی میں مارے جاتے۔  
 اسے بھٹا کتھ سے گھول لیا تھا کہ عمارتی ورکر گزریاں کا  
 گروٹو کے کیمس میں بھی کام کر رہی ہیں۔ کسی طرح دور رسائی  
 آئی تھی کچھ چھپ گیا تھا۔ میں پہلے ہی سے اڈرٹ میں اس لیے  
 کسی خاص ورکر کے بجائے چلے کو اس کے پاس بھیج دیوے۔  
 جو لایا کی گھرائی پر موجود رہنے سے نے جیسے ہی پر اظہار آئی کہ  
 اس کا قاتل کیا جا رہا ہے میں نے فوراً ایکشن سے لیا۔  
 ایڈرڈ اسٹین لپوٹی سے اڈرٹس جاتے ہوئے ایک ٹرک کی خبر  
 میں آکر مارا گیا ہے جبکہ جو لپوٹی کی موت آقا تھیں خابہ کی  
 ہے۔ دونوں کام بالکل پھرنے لڑنے سے کیے گئے ہیں لیکن  
 ظاہر ہے سچا راز چھپ چکے تو ضرور جانے گا۔ اسے ملے والے  
 کلیور سٹائن کے لیے اپنے دونوں ورکرز کی بی ویا ضروری  
 ہو گی تاہم وہ آئندہ اس سے بھی زیادہ نقصان اٹھانے پڑے۔“



مستحقانے خود ہندو لے لے کر اسے حمل پروردت تھی۔  
 ”دورگز کا پرہیز نہیں۔ ایسے مجھے دوسرے کے کام کرنے کے لیے تو بہت لوگ مل جاتے ہیں جن میں سے کچھ تو ہندو ہیں۔ ان کی موت سے اسے کچھ کر دینا ہے اور وہ پرہیز میں اس کے قانون تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اس کے اس پاگل پن کی وجہ سے اچھا فائدہ ملنا سب سے بڑا فائدہ ہے۔ مجھے اپنے سارے لوگ اندر کرنا دے کر دے دے ہیں۔ اب اگر وہ ہندوئی اور کفر کیوں کے پیچھے چلے گیا تو ہم اور بھی مستحقانوں کا کھانا بوجھا جائے گا۔“  
 ”اگر آپ غم دینا تو اسے خاموش کرنے کا بندوبست کیا جائے؟“ مستحقانے اسے غصے سے سوال کیا۔  
 ”میرے خیال میں ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ ہماری۔۔۔“  
 لوگ ہے کہ ذاتی انعام کے چہرے میں دے دیں تو ہندوستان نے ساری افکار و خیالات ذات تک ہی محدود رکھے ہیں۔ میں اپنے سارے سب سے ان بات کی تجدید کر چکا ہوں کہ ہندوستان اپنی کسی بھی ایکٹیو کو کسی انتہی کے ساتھ شہر نہیں کر رہا ہے۔ ہر بھی خیر تو ہے کہ وہ ہندو کے لیے کوئی ”مستحق“ نہ بن سکے۔ یہی ہی آقا اور اللہ آباد والے سینت آپ ہرنے کی وجہ سے اوپر والے جھ سے ناراض ہیں۔ تم سب کی تو بھرگی بچت ہو جاتی ہے لیکن مجھے اندر تک جواب دینا پڑتا ہے۔ اوپر والے مجھ سے پوچھتے ہیں کہ سسرور! تمہارے لوگ یہ سنی غلطی کر رہے ہیں؟ میرے پاس شرمندگی کے واکوئی جواب نہیں ہوتا۔ وہ خاموشاں لگتا تھا۔  
 ”نیکن سراسر ہندی طرف سے تو آپ کو کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیے۔ پچھلے دنوں ہم نے اپنے دونوں نامک سنگی کا سامنے سے پورے کیے ہیں۔ یہاں کی انجینئر یہ تک معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئی کہ ان کا پورہ جیو یہاں سے؟“ مستحقانے اپنی کارروائی بتائی۔  
 ”اس بات سے تو مجھے بھی انداز نہیں۔ ہر خیال تھا کہ تہذیبی ان کارروائیوں سے ہم حکومت کو جانے کے طور پر ہمارا کاروبار میں بھی بنائے گا۔ اب وہ نہیں ہے۔ اصولاً موجودہ پالیسی میں اسے اس قدر صواب ہو جاتا ہے کہ ہندی کی موت کی موت کے سامنے کھوں ہوتا ہے۔ لیکن ان کی موت کے لیے یہی مناسب رہتا ہے کہ ان کا کوئی مستقل انعام کر دینا جائے۔ اور اسے کوئی ہمارا نام کی موت کے پورے پر ہر قسم کی شہادت کر دی۔“  
 ”آپ کتنے دن یہ کام بھی کر رہے ہیں؟“  
 ”نیکن وہی اول تو تم بھی احتیاط سے کام لے یہ کام

کرنے کے لیے دوسرے ہندو ہیں میرے پاس۔“ اور نے کسی سے انکار کیا تو مستحقانے کو خاموشی اختیار کر لی تھی۔  
 ”یہ بتاؤ کہ شہر ہمارے سب سے بڑا ہندو ہے۔ وہ ایک ہندو ہے جس میں دو بہت پرچہ سے لگتا رہا ہے۔ وہ ایک ہندو ہے جو ہمارے آباد اور انعام پر دلالت دیتا ہے۔ یہ وہی ہے۔ اسے آتش کو اپنی بری عادت کی وجہ سے ہر ہادی کی مسجد ہندو کر رہا ہے۔ دوسرے اور اسے ہی کا کچھ اس حوالے میں نہیں کہہ سکتے تو ہمیں اسے اپنی اپنی جگہ پر رکھنا چاہیے۔ سب کے کمرے کا فرش کھوکھرا کر کے کیڑے کی لڑائی کا پاش پاش کی حالت کے ہمارے میں بھی نہیں معلوم ہے۔ اس نے نور پور میں بلاست کے لیے غار کا کھدائی کی۔ اس کے کھدائی سے تھیں ظاہر ہوئے کے بعد یہ کھدائی میں مشکل تھی کہ اس کارروائی کے پیچھے کون تھا۔ اور پاش پاش کی لڑائی میں اس کا وہ پہلی لڑائی چلتا تھا۔ اور آتش کو بھی بچنے کا موقع مل گیا۔“  
 مستحقانے ایک سے متاثرہ ہو کر اس سے پوچھتی تھیں اس کی کارروائی کیلئے کئی دوسری جگہ کی کہ وہ دوسروں کے متعلق میں بہت زیادہ قابل ہوسکتا ہے جانی بھی اس لیے اور بھی اس کے سامنے یہ ساری گفتگو کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کر رہا تھا۔  
 ”سب شخصیتیں مت لیں سراسر دوسرے دوسرے سب معمول پر آجائے گا۔ شہر ہادی کو کچھ کر لیا جائے گا۔ وہ اپنے شمع کی ترقی کے خوب دیکھ رہا ہے۔ وہ ہرگز ہمارے سب سے بڑا ہندو ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔“  
 ”آج کا متواہل کا کاروبار“ مستحقانے عرض کر دیا۔  
 ”مستحقانے اسے سنی دہی اور اس کے کلیہ و اصول و سراسر اپنے لیے دھنک کا کام دینا شروع کیا۔  
 ”کئی زمانے میں وہ اس بات بھی کو خواہ سے کی سال ہوئے اور اس کا سب سے بڑا ہندو تھا۔ شہر میں بھی مستحقانے کے تھیں جو ان کے سامنے کے بعد اور کے لیے اس کے بعد اس کوئی کشش پائی نہیں رہی تھی۔ وہ اگر شہر سے لطف اندوز ہوتا بھی چاہتا تو اس کا انتخاب مستحقانے کے لیے اس کے اندر کام کرنے والی کوئی شہر ہوالا ہوتی تھی۔ وہ تو ہندو اور مستحقانے وقت کی اس تبدیلی کو سامنے سے قبول کر لیا تھا۔  
 ”رانی! آج نے ہماری ساری بات بھی غریب سمجھ کر ہے تو دیکھ لو کہ کتنی کتنے دور سے ملنے ہو چکے ہیں۔“  
 ”اور آج اپنے کے سامنے کمرے ہو کر اپنے پیچھے والوں سے ہندو

بھرتی ہوئی کشور نے رانی سے کہا۔  
 ”اسی فکر نہ کرو بی بی! میں سب سنبھال لوں گی۔“  
 سرخ کام دار وہ بچے کو احتیاط سے ذکر کے ایک ایک میں رکھتے ہوئے رانی نے جواب دیا اور ہر بڑی محبت سے کشور کی طرف دیکھتے گئے۔ آج وہ بڑی گھری گھری کی لگ رہی تھی۔ پچھلے دنوں کی کیفیت نہیں اندر چھپ گئی تھی اور اندر سے جو روپ لگا تھا وہ اپنی جگہ تھا۔ اس روپ کو چھپ کر ہمارا ایک مشہور پارلر کی ہر بیٹھن کے دل پر تھیں۔ یہ سب کشور نے اسے اپنا تک باہر بچے کا کم سنہ تھا تو وہ بھی کی کہ بی بی، ستر آفتاب سے ملے جا رہی ہیں لیکن اس کے انداز سے کے برخلاف کشور اسے لبرٹی نے کی تھی جہاں سے اس نے بڑی جہان پھلک کے ہندو سرخ عروسی جوڑا اور اس کی پچھلک کے زیندات وغیرہ پر ہے۔ لبرٹی نے وہ لوگ سب سے بچہ مشہور پارلر پہنچے تھے۔ اس پارلر کے ہمارے میں کشور کو اختیار میں دینے والے اعتبار کے ذریعے ہم ہوا تھا۔ پارلر میں کشور نے اگلے دن کی بیٹھ کر دینے کے ساتھ ہی کشور کے مشورے پر ضروری نہیں کر دینے بھی کر دیا تھا اور ہندو عروسی پر ہندی بھی سنی تھی۔ ہندی کو لڑائی عروسی خوروں سے چھپانے کے لیے وہ پارلر سے خود کو بہت اگلی عروسی چاند میں لپٹ کر گئی تھی۔ وہیں آئی تھی۔ کتنی دیریں کچھ کے بعد کل سے آج تک کا سارا وقت اس نے اپنے کمرے میں ہی گزارا تھا کہ مہاراجا کوئی میں کام کا کرنے والی ہے یا نہ جانے نہ چک جائے۔  
 کھانے پینے کا سامان رانی نے اسے کمرے میں ہی مہیا کر دیا تھا۔ کل سے اب تک وہ کشور کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیتی رہی تھی۔ ”آفتاب سے ملے جانے کے لیے وہ ہمیشہ ہی بڑی پریش خاطر آتی تھی لیکن آج تو معاملہ ہی الگ تھا۔ آج وہ صرف مجھ پر ہی تھیں۔ کتنی بیک مشقت سے جا رہی تھی۔ اس کے ایک ایک سے کتنی سنی اس کی اندرونی کیفیت کے راز افشا کر رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر کچھ آواز دہم بالکل دیکھا تھا جو ہل کے آگے سے رخصت ہو کر گئی کے گھر جانے والی ہیں کے چہرے پر کھینچا ہے۔  
 ”کیا دیکھ رہی ہے رانی؟“ اس کی محبت کو محسوس کر کے کشور نے اس سے پوچھا۔  
 ”اپنی غمروں سے آپ کی باتیں لے رہی ہوں بی بی! آج تو آپ انکی عروسی لگ رہی ہیں کہ آپ کے چہرے سے کھربانے کو سن رہی ہیں۔“  
 ”چھو۔“ اس کی بات میں کشور غمور انداز میں تھی۔  
 ”سوچ لیں ماسٹر صاحب! آج ہم آپ کے ہوش اڑا

کر رکھ دیں گے۔ دیکھو آج تھوڑی سی ہی نہیں تو رانی کی ہارے ہارے میں پرانے ہے، جب ہم کل تھوڑی کے ساتھ آپ کے دو ہر وہاں کے تو آپ کیا کریں گے؟“ آج کشور کی آنکھوں سے آنکھیں میں آئے تھے۔ اسے آفتاب کے عکس کو دیکھتے ہوئے اس نے ہی دل میں اسے کچھ کیا اور پھر خود ہی شرمائی۔  
 ”شریف سے مل رانی کہ گاؤں کا لے۔ میں بھی آ رہی ہوں۔“ رخصت ہون پر رانی سرگرمی کو رانی سے چھپانے کے لیے اس نے بھانے سے اسے کمرے سے باہر بھیجا اور خود ہی دیر بعد خود بھی بی بی کی جاہ میں اس طرح لپٹ کر کہ سارے آنکھوں کے ہر کام کو کی نظر نہیں آ رہا تھا، کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے سامان والا ایک رانی پیسے کی ساتھ لے گئی تھی۔ پورے میں۔ بی بی اور رانی دو دنوں اس کے منتظر تھے۔ شریف نامی پارلر کا گڑس سے ان کے ساتھ ہی بیان آیا تھا۔ اس سے گھر میں کشور نے ساری ہندی اور اقتصادی تقریب چھوڑ کر بھانے سے آفتاب سے ملے اس کے گاؤں کے سامنے گھر میں گئی تھی۔ اس کی بی بی اور رانی کے ساتھ تھا۔ وہ ان کا محل راز داران میں تھا لیکن ہندو دیکھتا تھا، اسے بھی قیمت وصول کرنے کے بعد بھول جاتا تھا۔ کشور کی جائیداد معروقات پر بھی اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور صرف ہم کا قلمرو ہاتھ کر رہا تھا۔  
 ”مجھے پارلر میں بی بی اور گ جانے کی رانی اچھے دیاں پہننے کے بعد تو شریف کے ساتھ کوشی واپس چلی جانا اور مہاراجا کا کام میں ہاتھ دینا۔ میرے ساتھ پارلر میں بیٹھ کر تو مجھے کیاں مارنے کا وہ بھی نہیں کر پڑے گا۔ میں رواجی تھی۔ چھوڑ دیا جب بھی راز داران ہوں، مجھے کوئی پر لونا کر دیاں گی۔ تو شریف کے ساتھ آکر مجھے لے جاتا۔“ ملے شدہ منصوبے کے تحت رات میں کشور نے بہ آواز ہندو رانی کو گھر دیا۔ اس مقصد و راز داران کو لے جاتا۔  
 پارلر میں دھن ہر کشور نے پہلے اپنا سامان ایک ہندو لڑکی کے سپرد کیا پھر اپنے سواگل سے آفتاب کا خبر لائن کیا۔ دوسری ہی میں پر کاں رہی ہو کر گئی۔  
 ”آج آپ کو کتنا یاد آتی تھی؟“ کمال دیکھ کر رتے ہی اس نے ہلکا کر دیا۔  
 ”یاد آئے کے اسے میں نہ پوچھیے۔ جن کا خیال دل سے چاہی نہ ہو، کتنی یہ شک ہو کہ ہم آپ کو یاد کرنے کے لیے بھی فرصت کی تلاش کرتے ہیں۔ تو دل بڑا دھن ہے۔ ہر تو اس اچھا ہندو بیانی کے کو کشش میں لگے گا۔“







اشرف نے سخت لہجے میں اس سے سوال کیا۔

”اس کی طبیعت دلی غراب ہے گی۔ اپنے تبار میں پڑا لوٹ رہا ہے۔“ حاضرہ غی سے کام لیتے ہوئے اس نے چوکیدار کی سیٹ سے قبر حاضری کا بیان کیا اور بچے کو لیے ہوئے کھڑکی کے اندر دنی سے میں ایک سرے کی طرف بڑھ گئی۔ حویلی سے یہاں چوھر کی علاوہ بھی کھادنی کوئی آتا تھا لیکن سارے کمرے پر وقت صاف ”قرے“ اور تیار رہتے تھے۔ ان کمروں میں سے ہی ایک میں اس نے تاجر کے بچے کو پہنچا کر آرام پر بستر پڑا دیا۔ تاجر خود بھی پیچھے نہ چلی آئی۔

”آپ لوگوں کے لیے کھانا لگاؤں لی بی؟“ رانی نے اس سے متواہدہ پوچھا۔

”نہیں، کچھ ناہم کھ کر آتے ہیں۔ اشرف کے ایک دوست کی شادی بھی یہاں اسی میں شرکت کر کے آ رہے ہیں۔“ تاجر نے اسے جواب دیا۔

”توفیر میں آپ لوگوں کے لیے دو روہ لے کر آتی ہوں۔“ ایک قواسی معلوم تھا کہ حویلی سے صبح دیکھے والے سارے افراد رات سوئے سے پہلے دو روہ پہنے کے دانی ہیں اور سارے روز یاد دہ تاجر کے سامنے ٹھہرنا نہیں چاہتی تھی کہ مہاراد و کشور کے بارے میں کوئی سوال نہ کرے اس لیے کسی کے جواب کا انتظار کیے بغیر چڑی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ کمرے سے باہر نکلنے کے بعد اس نے سیدھا دہر چلی خانے کی طرف جانے کے بجائے نشست گاہ کا رخ کیا۔ کئی فون سیٹ سیکھ کر دیکھ بوا تھا۔ اسے کشور کو فون کر کے اس کی صورت حال کے بارے میں خبر دینی تھی۔ اس کی کسی اور جیسی کے لیے اس میں شکین کر دیا ہوا کشور کا موبائل نمبر ڈائل کر کے دیکھ جانے کا انتظار کرنے لگی۔ اس وقت اس پر ایک خبر اہم طاری تھی کہ کچھ کا ہزاروں حصہ گزرا نہ بھی مشکل نہ رہا تھا۔ جیسے ہی بجلی تلج جانے کی آواز ملی وہی اس کی دلی ہوئی سانس بحال ہوئے گی۔

”اس وقت کیسے فون کر دیتی ہے؟“ عقب سے سنائی دینے والے اس سوال پر وہ اس پر ہی طرح اچھلی کر رہی۔ اس کے ہاتھ سے جھوٹ گیا۔ لہجے پر نہ سیر پر۔ سے خبر بنا کر اس نے اپنے پیچھے کی طرف دیکھ۔ دھتے پر ڈھیراں لکھیں جو بچے چوھر کی اشرف شادا سے خشونت بھری لگاؤں سے محو رہا تھا۔

داناں، تم بھی کرتی رہیں۔ چائے نعم ہو تے ہی عاجزہ بنایا ہوں جیسے گی۔

”آج پتہ نہیں کیوں ابھی سے خیر آئے گی؟“ مد پر ہاتھ دھڑک رہا تھی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے عاجزہ نے کہا۔ ”تھک گئی ہوئی۔“ خود آرام کر لے۔ میں بھی چلتی ہوں۔ ابھی شریف کے ساتھ بی بی کو لینے بھی جاتا ہے۔“ اسے مشورہ دے کر وہ کورڈر سے باہر نکل گئی۔ گولیوں کی اثر انگیزی کے بارے میں اسے ابھی صحت معلوم تھا۔ ان گولیوں کی مدد سے تو وہ حویلی میں موجود ملازموں اور مالکان کی بڑی تعداد کو غافل کرنے میں کامیاب ہو جاتی تھی۔ یہاں صرف عین بدلوں سے نمٹنا مشکل تھا؟ چائے کی لڑے باورچی خانے میں رکھ کر وہ گیت کی طرف آئی۔ چوکیدار کرسی پر بیٹھا نگہ رہا تھا۔

”خیر تیری ہے تو اندر اپنے کورڈر میں چکر سو جاؤ۔“ کچھ دیر بعد چوٹی پر، لپٹ آ جانا۔“ چوکیدار کا شانہ بڑا کر اس نے اسے یہ مشورہ دیا تو وہ اونچا ہوا اسے کورڈر کی طرف چلا گیا۔ اب رانی کو یہ بیان تھا۔ کچھ صوب پر آرام کشور کی سمیت ان تینوں کو اپنے سامنے ملا کر ان کی کھیر لے داری پر ڈانٹ بھی ملاتی اور یہ بھی ظاہر کرتی کہ کھیر پر کسی مازم سے رابطہ نہ کرنے کی وجہ سے رات سے مجبوراً ان کیسی سے خیر واپس آنا پڑا۔ مازم اس صورت حال پر حلو کو ضرور ہونے لگیں ظاہر ہے وہ بالکل سے بحث نہیں کر سکتے تھے۔ رانی بھی مالکان کی چوٹی ہونے کی وجہ سے محکوم رہتی۔

ہر طرف سے مطمئن رانی کھڑکی میں کشور کے زہر استعمال کر کے میں چلی آئی۔ یہاں کمروں کا پھانسا ڈھیر موجود تھا۔ وہ احتیاطاً رات چھٹ کر گزرا چاہتی تھی چنانچہ ایک کتاب لے کر چلتی۔ اردو کے اس دلچسپ ناں میں کھوئے سے اس میں ہی کسی ہر اکہ کو وقت گزار رہا ہے۔ گیت پر کسی گاڑی کا زور دار باران بنائی دیہ تو وہ چوٹی اور پھر کتاب چھوڑ کر پھرتی ہوئی گیت کی طرف دوڑی۔ خیال تھا کہ کشور واپس آئی ہوگی۔ اپنے اسی خیال کے جب اس نے بے حذر گیت کھوں پر لیکن سامنے موجود گاڑی اور اس میں سوار مالک کو دیکھ کر اس کا اوپر کا سانس اوپر اور پیچھے کی روٹھ گیا۔ گاڑی میں تاجر اور اس کا شوہر اشرف بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے گیت محل و ایک تو گاڑی تیزی سے اندر آگئی۔ کاپتے ہاتھوں سے گیت بند کر کے رانی چوٹی سے گاڑی کی طرف بڑھی اور کچھل نشست پر فلیج تاجر کی گرد میں سر دھک کر سوتے ہوئے منور کا کچھ گواہ میں لے گئے۔

”ہم کچھ کہناں سرگما ہے جہ جھے گیت کھولا پڑا؟“

تاسوسا انجسٹ

حالات و اصلاحات کی سبک دہائی کی تلاش میں سرگرداں  
عالمی دانش جات کے وقت ایک عالمی





اسحاق ڈاری

کیا ہوں تھا

یہ آئے سماج میں قانون کتابوں  
میں لکھا ہوا ہے جب اس کی باگ ڈور ہاتھ  
سماج کے روایتی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہیں  
بدل کے رہ جاتے ہیں مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون  
کے بھی کلی رخ ہیں ہالا طریقے کی خوشنودی ہیں قانون کی اصل  
تعریف و تشریح نہیں ہے۔ یہ تشریح کتابوں میں نہیں روایتوں میں  
نہیں ہوتی ہے۔ ایسی روایتیں جس میں قانون صوب کے لیے ایک جوتا نہیں  
ہے نہ سمندر اور چال کا ہے جہاں طاقتور مچھلی چال کو توڑ کر اور کمزور  
مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے پھانسی وہی ہے جو درمیانہ طبقے سے ہو۔ محبت نہ تو  
روایتوں کو مانتی ہے نہ طبقوں میں تقسیم معاشرے کا تجزیہ کر کے محبوب کا  
انتخاب کرتی ہے۔ یہ تو میں ہو جاتی ہے۔ نل مٹھوں کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی طاقت  
اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اسے آزمائشوں سے ضرور گزرنے پڑتا ہے زندگی کی  
بمقام اور وقت کے دھارے سب قسمت کی ماٹیں اور مقدر کی چالیں ہیں۔ کبھی بازی  
ہلکت بھی جاتی ہے۔ یہاں وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر مقدر ساتھ دے جاتا ہے۔ اس  
وقت تک پاؤں کے نیچے سے بیت سا پانی گزر چکا ہوتا ہے۔ جرم، اسیر فانی، جاگیر داری  
اور پھار کے محور کے گرد گھومنا آزمائشوں کا ایک ایسا ہی لامتناہی سلسلہ

تقریر کی شہوں گری قسمت کی جا بازی یا مقدر کا کیل ..... ملنے اور پھر جاتے والوں کی کہانی





دانی کے اندر اتنی بہت نہیں تھی کہ فوری طور پر اشرف شہ کے سوال کا جواب دے سکتی۔ وہ خوف زدہ ہی کھڑی اس کی جھلک دیکھتی رہی۔

”میں نے تم سے پوچھا ہے کہ کوئی رات گئے گئے فون کر رہی تھی؟“ سے خاموشی پر کمرشرف ٹھہر گیا۔ پہلا پہلا۔  
”کی کوئی نہیں شادی افون کی بمبئی کی تھی تو میں نے فون اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے کوئی کچھ بولا ہی نہیں۔“  
رانی نے قہقہہ لگ کر اپنا شک جھ جانے والا گاتا کر کیا اور  
کمرشرف شادی بات کا جواب دیا۔ اچانک رانی جھ جانے والے  
چہرہ پر ہنسنے لگی۔ اس نے سنا اور گاتے کے لیے فی الحال  
بیکہ جہاز اسے سوجھ سکا تھا۔ کمرشرف شہ نے اس کا  
جواب سنا اور خود آگے بڑھ کر کچھ کہہ کر رانی سے پوچھا۔  
”کی کوئی نہیں شادی افون کی بمبئی کی تھی تو میں نے فون اٹھایا تھا۔ دوسری  
طرف سے کوئی کچھ بولا ہی نہیں۔“

”یہاں“ اس نے خزانے کے انداز میں کہا۔ وہ اگلے  
میں فوراً ہی داخلہ کر دیا۔ یہاں وہ نوٹوں کی آواز سنائی  
دینے لگی۔ اشرف شاہ نے رافلی کو کھانچا جانے والے انداز میں  
دیکھتے ہوئے ویسپر کو کھیل کر روک دیا۔

”مشور کہاں ہے؟“ یہ سوال کرتے ہوئے اس کے لہجے میں ایک سرسراہٹ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اس جنگم کال کا کشور سے تعلق کا اشارہ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

”لیٹی تو اپنے کمرے میں سو رہی ہیں۔“ قہرور کا  
اشرف شاہ کی کوئی میں آہ کے ساتھ ہی اس نے اس سوال کا  
جواب سوئے شروع کر دیا تھا اس لیے اس بار پورے اعتماد  
سے اشرف شاہ کو جواب دیا۔

”لہذا بی بی کے سر پر اور ہاتھ پر باقی باقی بی بی اور تک بھتے سے  
سرد ہوتی ہیں۔ ابھی کھڑی رہے پہلی ہی رونا کھڑوئی ہیں۔  
سارے سے پہلے انہوں نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ جب تک  
میں خود نہ جاؤں، مجھے سارے ساتھ نہیں۔“ ”حقاً باقی کے  
وقت اس نے آئے مجھے سے حالات کو سنہاتے کے لیے ابھی کھڑی  
بی بی شرماء کر دی۔“

[illegible]

تاجور اور اشرف شاہ کو کشور کے قیام سے بے خبر رکھنا اور خواب آور دہلی جانے کے پل کر سوجانے والے ملازمین کو سنبھالنے کی تمام تر ذمہ داریاں اس کے سر میں صرف وہ تھی جو کشور کے ملازمت کی زمین کی اور اس ملامت کا قلعہ بنانے کے لیے اسے چند مشعل کی کام لینا تھا۔

"آفتاب! مجھے یقین دلائیں کہ یہ سب خواب نہیں  
 ہے۔ میں کچھ اس وقت آپ کی بات کی حیثیت سے آپ  
 کے قریب، آپ کے ساتھ موجود ہوں۔" کشور نے انہماک  
 آفتاب کے سینے پر رکھنے ہوئے خوابیدہ سے لہجے میں اس  
 سے فرمائش کی۔ اس کی لڑکھائی پر آفتاب نے دونوں ہاتھوں  
 سے اس کا چہرہ قدام کر رہی نظر اس کی حرکت میں لپکے کشور  
 نے اپنی آنکھیں موند رکھی تھیں۔ شیدہ وہ آفتابی زندگی کے  
 ان اصول کات کو کوئی خواب تصور کر رہی تھی اور اس خواب  
 صورت خواب نے موت جانے کے ذریعے انہیں نہیں  
 کھول دی تھی۔ آفتاب اس کی کیفیت بہت اچھی طرح سمجھ  
 سکتا تھا۔ وہ خود بھی انہی احساسات سے دوچار تھا۔ کبھی کبھی  
 اچانک مل جانے والی خوشیاں انسان کو ایسا کرتی ہے جتنی میں  
 جلا کر دیتی ہیں۔ وہ خواب جو ہر باد کیجے جائیں، تعبیر کے  
 سرے میں داخل ہونے کے بعد بھی خواب ہی محسوس ہوتے  
 ہیں۔ خوب صورت خوابوں کی خوب صورت تعبیر خواب  
 دیکھنے والے کو ڈراتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے یہ تعبیر نہیں  
 کالج کا نازک ڈارو ہے یا مہر ہے جو ذرا سی گھٹے پر فوٹ  
 جانے کا۔ وہاں بھی اس وقت ایک دوسرے کے ساتھ  
 نہ نے اور بہت سے کھف آ کر موت لڑ رہے تھے کہ جو کبھی  
 ہی اور اسی خواب میں جلا تھے۔

”اگر آپ کو یہ سب خواب آتے ہیں تو بھی کیا حرج ہے کہ ہم یہ خواب دیکھتے رہیں۔ اسے خوب صورت خواب قسمت والوں ہی کو نصیب ہوتے ہیں۔ رنگ برنگ خوابوں کے پھولوں سے ہماری یہ فصل تو سب انجی دلوں کی سرزمین ہے اچھے سے چھتیں محبت کے چلنی سے سیراب ہونے کا موقع ملے گا۔ بہ خوش نصیب ہیں کہ قدرت نے انہارے دلوں کی زمین کو آفتاب و فخر بنا دیا ہے۔“ بہت دیر آواز میں اپنے فکروں کا جادو دگاتے ہوئے اس نے فری سے کشمیری بھائیوں کو ہادی بادی پناہ، بلکہ دیا سے اور غور و تحقیق دانے کے لیے پوری شدت سے اس کے ایک ایک گوش کو پتا چلا دیا۔ ”مگر“ کے قریب نے اسے ایک ایسا بدل دیا یا تھا کہ برتنے سے بعد بھی خالی نہیں ہوا تھا۔ اس کی یہ بہت کی گھبراہٹ اور بھی گھبراہٹ

آزادی تھی۔ دھرتی بھی اہل قہر بن جانے کے باوجود طرے  
برسات کا لالہ کرنے سے انکاری نہیں تھی۔ ان کے لیے اس  
وقت کا نکات میں ایک ”سب سے“ کا پتہ نہیں رہا تھا۔ وہ  
میں اور ”کا فرق ملنے لگا ایک“ ہے میں تم تھے۔ ایک  
دو ہے کو چاہت ہے ہر جہاں ہر جہاں ہے وہ دھڑلے دھڑلے  
تھے۔ اچانک ہی ایک آواز نے اس فسون کو توڑ دیا۔ وہ  
چاہنے والوں کی تنہائی میں قہر ہونے والی یہ آواز کھڑکے  
موہاں کی رنگ ٹون کی جیسے سن کر وہ بری طرح چٹک گیا۔  
اس کے موہاں ہر طرف ایک قہر کی آواز اور وہ قہر اس  
کے ساتھ تھا۔ یہاں آنے سے قبل وہ رانی کو اپنا موہاں کھیر  
رہا کر آئی تھی اور کھتی بیٹھے کا مطلب تھا کہ کال کرنے والی  
رانی ہے۔ رانی کی طرف سے کال آنے کا یہی مطلب لیا جا  
سکتا تھا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے اور وہ اس وقت  
اسے ہرگز نہیں کہتی۔ اندیشوں اور خوف میں  
گہری کشمکش ہاتھ پیر چا کر اپنا موہاں اٹھایا۔ موہاں کی  
اسکرین پر کبھی کا لون ٹون پر ہتھ پیرا تھا۔ اس نے ”کیا“ کا ٹون  
پہل کرتے ہوئے کال ریسپنڈ کی لیکن دوسری طرف سے جو قہر  
کے برخلاف رانی کی آواز سنائی نہیں دی۔ وہ پتہ چلتا اس  
سے کس ہی ایک مردانہ آواز اس کے کانوں تک پہنچی۔ اس  
نے اپنی ہاتھوں کو پوری طرح دوسری طرف سے سنائی دینے  
والی آوازوں پر ہرگز نہ دیا۔

”میں نے تجھ سے پوچھا ہے کہ اتنی رات گئے گئے  
فون کر رہی ہے؟“ اس بار وہ آواز دے کر کے ساتھ ساتھ لفظوں  
کو گھٹکتے میں بھی کامیاب ہو گئی۔ اسے اس آواز اور لہجے کو  
پچھانے میں بھی کچھ عرصہ لگا۔ کچھ جانتے نہ تھے۔ انہوں نے جا  
اس کا پتہ دلچ سپ کیا۔ اس کے ساتھ موجود آفتاب مناسوٹی  
سے اس کی اس وقت کیفیت کو لے کر پوچھا۔ فی الوقت وہ اسے  
مکھی بھانے رانی کی آواز میں رہی تھی۔ رانی کا وضاحتی بدلہ  
ابھی اس کی ساتھیوں سے گھر پر اس تھا کہ ایک غراتی ہوئی  
مردان ”چلتا“ نے اس کے وجود کو بدل ڈالا۔ اب شک و شبہ کی  
کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ وہ سولہ بعد کا سا ایجنسی  
اشرف شاد تھا۔ اشرف شاد کے کونجی میں موجود دو بے گنا  
مطلب تھا کہ بہت بڑا مسئلہ سر پر سٹار رہا ہے۔ اس کے  
ساتھ امرتہ جو مرد بھی تو کشمور کا کونجی سے لپکا ہوا پہنچا بہت  
جھٹکتا تھا۔ بے خوف زادہ وہ ہے اس نے اس کے ان کاٹ  
دی اور بارے وہ نے انداز میں نہ ہلے کال ہ سے جانتے  
ہوئے بے زوال دیو۔ حقیقت کی کئی اسے خواہش کی دیا ہے  
دائیں سے بائیں تھی۔

”کیا بات ہے کشور... کیا ہوا؟“ آفتاب نے پرشہ میں غوروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
”جدا اشراف کو بھی پر آئے؟“ وہ ہیں۔“ اس نے مردہ سے لہجہ میں بتایا۔

”یہ تو واقعی بہت بڑا ہوا۔“ آفتاب اس کی دی ہوئی اطلاع کو سن کر ہریشان ہو گیا۔

”مجھے فوری طور پر کوئی دوا پہنچا دینا ہو گی۔“ منشی جو یہاں تک پہنچ رہی تھی کہ اس نے ایک دوسری حرکت کاٹی۔  
”لیکن اس وقت آپ کا اس خراج سے جان بچنا مشکل ہے۔“  
”آپ نے تشویش کا اظہار کیا۔“

”نمبر آجانی زانی کے لیے بہت برا وقت ہوگا۔“  
 اسے اس کی وقاداری اور محنت کے دے نے بھی اسے بڑے  
 خطرے سے آگاہ کیا جس کی خبر اس نے نہ سنی تھی۔  
 چنانچہ وہ بھی، واقعی انسانیت کا کٹنا بھی تھا کہ یہ وقادارہ  
 جہاں ڈراما زمرہ موجودات کے رحم و کرم سے چھوڑا جائے۔

”میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔“ اس نے جرات مندی سے اپنا ہاتھ تان دیا۔ وہ اور کشمور ایک دوسرے سے الگ نہیں تھے۔ وہ اس کی امانت سنبھالنے کے لیے خوشیاں کھیلے کرنا تو چاہتا تھا۔ اور یہی مطلب کشمور سے کسی مصیبت میں جھکاؤ نہیں کرنا تھا۔ جی جی کی لیکن آفتاب کے ساتھ جانا بھی اس کی سمجھوری تھی۔ رات کے اس پہر وہ کئی گھنٹے تک وہاں نہیں جاسکتی تھی۔ آفتاب کو کوئی کیسٹ سے سی واہیں لوانے کا حکم ارادہ کرتے ہوئے اس نے اشدت میں سر ہلا دیا۔ وہ جانتی تھی کہ آفتاب آسانی سے انہیں لوٹنے کے لیے اسی نہیں ہو گا کہ وہ اسے اپنی جگہ سے نہ لے کر واپس آئے۔

”آپ تیار ہو کر باہر آئیں، میں افضل اور بھائی کا  
صورت حال سنا گا کہ کرتے ہوں۔“ آفتاب نے کہا اور شرت  
کے بھائی چند کرتے ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ شرت بھی بچھے دل  
کے ساتھ حرکت میں آگئی۔ قلعہ کی اسے اتنے خوب صورت  
لکات اس طرح دردم برہم ہو جانے پر دل کا بچھڑنا ایک  
طبعی سی بات تھی۔ اس نے کوئی سے پار کرنا چاہتے ہوئے جو  
لباس پہنا تھا، وہی اب دوبارہ پہن کر لیا اور حسرت بھری  
نظر سے اس سرخ خروئی لباس کو دیکھنے لگی کہ اسی نے یہ  
طور غلام بنے اور ماضی سے اس کو بیچ کے لیے خریدا تھا۔  
آفتاب نے اسے اس لباس میں دیکھ کر خوب خوب سراہا تھا  
لیکن اتنا سراہے جانے کے بعد بھی وہ سیر نہیں ہائی تھی۔ جو  
میں گزار گئے تھے وہ بے شک انمول تھے لیکن وقت نے،



خواہش سے بہت کم یہ اصول ملتا ہے جس کی جمہوری میں ڈالنے  
 تھے۔ اسے اپنا آپ ایک ایسے سے خواہی کی خرچ گہ وہ تھا  
 کہ ہادی طرح سے ضرور آنے سے آگلی ہی سے جاننے سے  
 رفاقت کا تصور نہ دیا گیا ہو۔

اور انہیں کی جانے کی وجہ سے اندر داخل ہوئی۔  
 ”جی، بس یہ جڑ بھی کھینچ لی۔“ اس نے بیٹے پر  
 ہنسرے عروسی لباس اور زینرات کی غراف اشارہ کرتے  
 ہوئے جواب دیا۔

[illegible]

”بھئی! میری بی بی چن چن آپ کے پاس آتے ہیں۔ یہی  
 انہیں بہت متنبال کر کے گھونٹا ہے۔ صرف وہی اشیائیں ہیں۔  
 ان میں سے جو چیزیں ہر روز کی کے ہاتھوں ہاتھوں کی مہک بھی  
 ہی ہوئی ہے۔ چادر کو کہتے ہیں کہ ڈاکٹر کو ڈاکٹر سے  
 رنگ ہوئی آواز میں بہت سادہ و سادہ ہے۔“

”تم قہر مت کرا۔ جہاد ہی ہر شے کا اہل محفوظہ ہے۔  
کی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی مرحلہ کرے اور تمہیں دوبارہ ان  
جہادوں کو براہِ نصیب ہو۔“ منہاج نے جہادوں کے گناہ از  
میں اسے گلے لگائے تو اسے زبردستی اس کی آنکھوں سے اور  
بھی تیزی سے آنسو بہنے لگے۔ بس یہی تو کسی ایسی ہی زندگی  
میں۔ اس کے خون کے شے اسے زندگی کی ہر آسائش فراہم  
کرے تو وہ دہرے جتھے کیوں ان کیوں براس کے لیے ایسی

عروش کن دعا کی بھی نہیں ہوئی تھی۔  
 "چاہا باہر جتنے ہیں۔ اٹھل اور آفتاب انتظار کر رہے  
 ہوں گے۔" مہتاب نے کسی کی اپنی آنکھوں میں بھی آسو اٹا  
 آئے تھے، طہر کو اٹھایا تو بے ہوشی اور بے طہر سے انگ  
 کر کے اپنے دو بٹے سے پلو سے اس کے کمر باندھواں پر جتنے  
 آنسو سال کیے۔ رنگہو نے بھی وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے  
 خود کو تیزی سے سنبھال لیا اور چاند کے جلو کو خواب کے انداز  
 میں چہرے پر لینے کے بعد مہتاب کے ساتھ باہر نکل گئی۔  
 انظر اور آفتاب باہر منتظر کھڑے تھے۔

”اپنا خیال رکھیں گے۔“ مہتاب نے ان کے گلے سے  
 لپٹ کر چل دی تھی۔ مگر سہی کے ساتھ مہتاب نے کیڑی  
 ”میں تو کہتا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ ہی مت چلو۔  
 کشور کے ساتھ میرا کچھ ہی جانا مناسب ہے۔ وہاں بچوں کی  
 حالت برا ہے۔“ مہتاب کی غورمندی دیکھتے ہوئے  
 آفتاب نے مہتاب سے کہا۔  
 ”اس بات پر ہم پہلے ہی بہت بحث کر چکے ہیں۔“  
 میں جیسی واضح طور پر بتا چکا ہوں کہ میں ان حالات میں  
 جیسی ہرگز بھی اپنے دل میں چھوڑ سکتا۔“ مہتاب نے جیسی کے  
 ساتھ ہوتے قدم آگے بڑھائے۔ آفتاب نے اسے ساہوکار  
 مہتاب کو دیکھا۔

”افضل نمیک سمجھو یہ ہیں آفتاب اتر میں اٹھائیں  
کی طرح عزیز جو۔۔۔ ہر شخص کی صورت کی عجب عجب چھوڑ  
کئے۔۔۔ اور چوں کہ انہوں نے نہ تو میں بھی اس وقت ہمارے  
ساتھ ہی تھی۔۔۔ وہ یہ دنیاں کو ہاتھ کو منہ بٹا، انھیں کے  
اُس نے ساتھ جانے کو کہا۔۔۔ لیکن میں نے اس کے لئے ان کو  
کہا۔۔۔ کہ میں نہیں ہوں، میرا آپ نے اسے اٹھا لیا۔۔۔ بات  
کر رہا تھا کہ وہ پہاڑوں میں آج ایک قباۃ خاندان کا خون  
ہے۔ ایسے خاندان کا جہاں مردوں کی طرح عورتوں سے  
موسطے بھی بہت بندہ اور مضبوط ہوتے ہیں۔۔۔ وہ منہ بٹا ہے ایک  
تکڑا اور تھوڑا سا کپڑا لٹکایا۔۔۔ کھڑکی اسی کے ساتھ تھی۔  
”آپ نے وہ دارہ کو بھی خون کر کے صورت حال معلوم  
کرنے کی کوشش کی؟“ کاشمیر کو اڑھار لائے ہوئے  
افضل نے بھروسے سے پچھا تو اس نے بھی سر ہلایا۔  
”اگر آپ اہل خون کو کہیں تو ممکن تھا کہ آپ کو اپنی  
ماں سے متعلق صورت حال معلوم ہو جاتی۔“

کے اس لیے میں ڈر کر فون نہیں کر سکتا۔" مشور نے اپنے آپ کو فون نہ کرنے کی وجہ بتائی۔

”فون کرنے کے مقابلے میں اس طرح براہ راست کٹنی وانیں بھی مایہ ناز و خطرناک ثابت ہو گا۔ ہم فائل ایجر سے بھی ہیں۔ نہیں معلوم کہ وہاں کیا صورت حال درپیش ہے۔ فون پر بات کر لینے کی صورت میں پتہ واضح ہو جائے گا۔“ انھوں نے اسے بھیجا۔

”مسودہ حال جو بھی تیار ہو جائے ہر ماہ میں کوئی دوا نہیں پہنچتا ہے۔ میرا نہ پہنچتا رہا کی زندگی کا کالرے میں ڈال دے گا۔ میں بدترین حالات میں بھی اسے کیڑوں کی کاشت نہ بننے کے لیے تجاویز چھوڑ سکتی۔ آپ لوگوں سے میری درخواست ہے کہ مجھے کوئی کے قریب: بازار خریدو دواؤں سے چاہیے گا۔ آگے جو کچھ پیش آئے گا اس سے میں خود کھول دوں گی۔“

کشمور کا کچواں بہت مستعد تھا لیکن آفتاب کو اس کی بات سے متکلف نہ پہنچی۔ کشمور کا یہ کہ آپ لوگ واپس چلے جائے گا میں خود نہت لوں گی... اس کو کوئی محبت کی چیز نہ لگا تھا۔ آخر یہ نیلے مٹاں تھا کہ وہ کشمور کو اس گھر سے بھی کر اچھوڑ کر خود واپس آ جا ۱۹۴۵ء اس نے اپنی رنجشیں بیٹ پر بھی کشمور پر رکھ دیں۔ کشمور نے انھیں نظر ڈالی اور پتہ لگتا تھا کہ میں اس سے ملے گی کشمور کے سوا کسی کی محبتی چیز نہیں تھی۔ اس نے تیزی سے سواہی کی اسکرین پر نظر ڈالی۔ حسب توقع کوئی قانون برہمنی وہاں لٹکے رہا تھا۔ اس نے کال سے میڈو کر لی لیکن زبان سے کچھ نہ بولی کہ مراد وہی طرف اشرف شاہی سے موجود نہ ہو۔

”جی ہاں! میں رانی بول رہی ہوں۔“ دوسری طرف سے رانی نے کال ریسیو کیے جانے کو ٹھوس کر کے یلگ آواز میں بتایا۔ اسی کال آواز کی ہنسی کی کمر کوئی سے لڑیا کہ جس کو تمہیں یاد ہے۔

”ہاں کیا حل سے رانی! تجھے کوئی عقل تو نہیں  
ہوئی؟“ رانی کی آواز پر کھڑے نے چٹائی سے یہ پھا۔  
اس آواز سے کھڑے نے رانی کی طرف دیکھ کر ہنس دیا۔

شاہ ولی نے آپ کے ہاے میں چاچھا تھا، میں نے کبھی دیکھا کہ آپ اپنے کمرے میں سو رہی ہیں۔ پھر سوئے ہوئے میں کیا کروں گی جی؟ چھٹی قبر میں نے انہیں دو دو جوش جھوڑی سی نیند لی اور ملا کر دے دی تھی، وہ دو لوگ وہاں ہی گرو سوئے ہیں۔ آپ بتائیں آپ کب واپس آئیں گی؟ کوئی کی آواز نہ تھی۔

”ظفر نہ کر رہی تھی، انہیں آ رہی ہوں۔“

میں ہی ہوں۔“ صورتِ حال کا جو میں ہے، یہ جان کر مشورہ  
نے ایک سکون بھر اس میں اور کافی کچھ بھی مل گیا۔  
”تھک ہے بی بی! میرا آپ کا انتظار کرتی ہوں۔ آپ  
دروازہ سے کچھ بھی مت جانا، میں چھوٹے کیمٹ کی کڑی اندر  
سے کھول دوں گی اور خود کرپ عیار ہوں گی۔ آپ بیچے سے  
اندر آجائے۔“ بولی نے جلدی سے آگے کا منصوبہ تہ تیہ کر لیا  
سے انتظار کرتے ہوئے اس نے کال منقطع کر دی اور پچاس  
سے بیچھے آقا پر افسوس کی نگاہیں ڈالتے تھے۔

☆ ☆ ☆  
”مکتوب کہاں سے رانی ۱۲ سے کچھ کہہ بھی چکر ہوا کر  
لے۔“ رانی اور حارثہ بیرون شہر کے لونڈاں کا راجہ  
تھیں۔ جس تاجر نے رانی کو حکم دیا۔

”لی بی نے تو سوسے ہفتہ کی ہشتا کر لیا تھا۔“ رانی نے اطلاع دی مگر حیرت و شاکستہ ہوئے ہوئے۔ ”اصل میں لی بی کی طبیعت کبھی نہیں ہے، اس لیے میں نے ان کے کمرے میں وہی ہشتا کر لیا تھا۔“

”جہاں تک ہے۔ دوسرے بھی رات جانے کیوں اتنی گہری نیند آئی کہ سو رہے جلدی آنکھوں میں کھل گئی۔ اب بھی طبیعت مصلیٰ مندی کی ہے۔ چھوٹے قوتیہ کو مشین کروا دیا۔ ہے جاری کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، کب تک ہوا کا انتکار کرتی۔“

میں ہے۔ وہ ہم بھی لیکن اشرف کے سامنے خیرہ نہ رہے۔  
 گریہ کیا اور لیکن اشرف کی حمایت کرتا ہی نہ تھا۔  
 دوسری طرف دینی اس سے ٹکریں چا رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ  
 تاجدار اشرف کی بی بی ہادی نے آج بھی نہیں مل سکی۔ خود اس

نے تو اس اسی طرح کے عجیب و غریب نظریہ کو نہیں تسلیم کیا۔ کادرات کے آخری مہم کوئی دواؤں آج کسی کے منہ میں نہ آجائے۔ ان کی زندگی کے کچھ حصے ہونے کا بندوبست کیا تھا۔ کچھ حصے برصغیر کے دوسرے ملازمین کو بھی

وہ کسی نہ کسی طرح کا کرکٹ کھیلے گی۔ وہ بچے کی اس معاملے میں زبان کھولنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ شو کے بارے میں کوئی ایسی دوسری اطلاع سن کر وہ لاکھنؤ میں آجائے گا۔

[illegible]

اور حاجہ العزیزہ کی طرف سے زہرا کی ساری باتیں۔ ایک دفعہ  
قادیان میں تھیں انہیں مالکان نے اسے محراب کے لیے بغیر  
زہرا کو لے کر ہر گزت ہو پانی بھی۔ ماضی کی یاد پر ان کے







"باہل نہیں جاتا۔ اگر کہو اکرم خان کو یاد کروں سے  
 بھی پچھ لیتے ہیں۔" وہ بانو نے اسے حراہہ کیا۔  
 "مجھ سے کیا پوچھنا ہے؟" اچانک ہی دروازے کی  
 طرف سے اکرم خان کی آواز نہلی دی۔  
 "ماہوانو! کتنے پچھ رہا تھا کہ اب تک وہاں ہائے کا؟"  
 ماہوانو سے اٹک ہوئے ہوئے گل بیتا نے چندی سے بات  
 بنائی۔ اس کے اس طرح بات کرنے پر بانو کے ہونٹ ساہو  
 مسکراہٹ دوڑ گئی نہ ہم اس نے تو رہی کوشش نہیں کی۔  
 "میں جی کہتا ہے آپ تھا کہ جیسا کہ ہے اس تیار کی پورا  
 جلتا چل کر جیپ میں بیٹھا جاؤ۔" اکرم خان نے جواب دیا۔  
 "تیار کی تو ہو گئی ہے مگر اب اس طرح میرا یہ کبک جیپ  
 میں رکھو۔ میں سب گھر والوں سے مل کر ایسی آئی ہوں۔" ماہ  
 وانو نے جواب دیا تو اکرم خان گل بیتا پر ایک بھر پار نظر ڈال  
 کر سب بات بیک لے کر باہر نکل گیا۔ اس نے دہر لپٹے  
 ہی وہ وہاں ہی کمرے سے دہرا آگئیں۔ اکرم خان کی ماں  
 اپنے کمرے میں سے رخصت لے رہی تھی۔ ماہوانو کی ان سب  
 سے ملنے لگی بھر وہ وہ اکرم خان کی ماں گھر سے باہر نکل  
 گئیں۔ اکرم خان کو رنجیدہ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھان کا  
 منتظر تھا۔ وہ دونوں کچلی نشستوں پر بیٹھ گئیں۔ کچلی جیسے میں  
 ان کے سامنے بکے ملوہ دیگر سامان بھی رکھا تھا جس کا حق  
 بیٹھنے کی نہ کسی اچھی دیکھ بھال سے ہی ہو گا۔ ان کے بیٹھے ہی  
 جیپ اشارت ہو کر ایک منٹ کے آگے چلی۔ ماہوانو نے  
 بیچے مل کر دروازے کے باہر آ کر آئے ہوئے اٹے اپنے  
 ہواؤں کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ دیا۔ سوائے گل بیتا  
 کے تقریباً سب ہی لوگ اس کی طرف متوجہ تھے۔ گل بیتا بھی  
 لو بہر آگے یا حق جیپ کی طرف ہی دیکھ رہی تھی لیکن اس کی  
 توجہ کا مرکز اکرم خان تھا جس کو رخصت کرتے ہوئے یہاں  
 کے سلیپ کے میں گل بیتا کی آنکھوں میں انتظار کے جیپ  
 جل گئے تھے۔ ماہوانو کو اکرم خان پر رشک آیا۔ وہ کتنی خوش  
 قسمت انسان تھا کہ کسی کی آنکھوں میں اس کے لیے انتظار  
 کے جیپ جلتے تھے۔ دوسری طرف وہ خود بھی جو اس کے ساتھ  
 اس جیپ میں سفر کرنے کے باوجود اس بھی قسمت نہیں رکھتی  
 تھی۔ اسے کبھی اسے نہیں تھی کہ اس کے لیے کبھی کسی کی  
 آنکھوں میں انتظار کے جیپ جلتے ہوں گے۔ وہ تو وہ وہاں  
 نہ رہ سکتی تھی۔ اسی وقت کے ملوہوں نے اپنے چاروں سے جدا  
 کر کے اس میں ملاتے میں پانچواں لپٹا تھا۔ اسے پوچھ نہیں تھی  
 کہ حالات کے اس کو اب سے کب لگے گی۔ اور گل بھی  
 تنہا کی نہیں؟

ابھی خیالات اور اداسیوں میں گھرے ہونے کے  
 باعث اسے اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ وہ لوگ کب ہوئے  
 باہر نکل آئے۔ اس کے علاوہ جیپ میں نہ وہ ذاتی تین گناؤں  
 بھی باہل بنا دوش تھے۔ اس کے ساتھ ہی اکرم خان کی ماں  
 انگریزی کی۔ نو اکرم خان بھی انھیں نہ کیے دیشا قوانین  
 ماہوانو کو اندازہ تھا کہ وہ سونے کے بجائے اپنی بند آنکھوں  
 کے چپے سے جو درگن بیتا کے حضور میں گم ہے۔ جیپ ڈرائیو  
 شاہی سراجا گم کو آوی تھا یہ پھر اپنے ہم سفران کی خاموشی میں  
 غل ہونے کو سنا سب نہ جانتے ہوئے خاموشی سے سڈا رانچنگ  
 کر رہا تھا۔ وہ اپنے ذہن میں موجود ماپوں کی سوچوں کو چھٹی  
 ہوئی یہ وہی متاعری طرف متوجہ ہو گئی۔ جیپ کو ڈرائیو ہوتی  
 ہی ہی چلی چنانچہ والے ایک نہایت شک صحتی ملاتے کے  
 قریب سے گزر رہی تھی۔ اس علاقے میں چڑیاں سے قحیر  
 کر وہ پند کر رہا تھا۔ ماہوانو کو یاد آیا، وہ لپٹے جاتے  
 ہوئے اکرم خان نے اس علاقے کو کیکڑاں تک کے نام  
 سے حصارف کر دیا تھا۔ وہی کیکڑاں تک جہاں کا نام  
 کے سیلاب ڈرنگان نے اپنے لیے لے کر لیا تھا۔  
 چنانچہ کو توڑ توڑ کر لے گئے تھے ان گھروں کے کچن اس  
 علاقے میں پڑی جیسی بنیادی ضرورت سے محروم تھے مگر وہ  
 یہاں رہنے پر مجبور تھے۔

ان لوگوں کے حالات پر... ایک محسوس کرتے  
 ہوئے، ذاتی ہی طرح ان کے خیال میں ذاتی ہی تھی کہ  
 اسے اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ ایک چلی ہی چندن کی آڑ میں  
 توڑی جیپ سب حرکت میں آئی اور اندازہ ہی تو ان کے  
 سروں پر آ گئی۔ اس جیپ نے اچانک ساٹے آجائے کے  
 باعث ان کی جیپ کے آرائیہ نے ایمر ہائی پر یک لگے  
 جس کے نتیجے میں ایک زوردار ہلکا لگا۔ وہ لوگ اس ہلکے  
 سے سمجھتے چار بھر اس افراد کی جیپ کو بھر چکے تھے۔

"نوں لوگ سے تم؟" اکرم خان زوراً سمجھا تو اپنی  
 ماہب کھڑے ہوئے سب کھاب بکھش سے بھرا ڈانڈ میں پوچھا  
 اور جیپ سے اترنے کی کوشش کی۔ نجاب بکھش نے اپنی  
 راکھ کی ناں اس کی گردن پر رکھتے ہوئے اسے اس کو شکر  
 سے باز رکھا۔ اکرم خان کو راکھ کے زور پر کھاب میں رکھتے  
 اسے نجاب بکھش نے ملوہ ذاتی نجاب بکھش میں رکھتے  
 کا ایک ایک اندازہ مل گیا کہ تمام انھیں ابھی تک ان تینوں  
 کی حرکت کی ضرورت نہیں تھی آپنی آئی تھی۔ نجاب ڈرائیو نے  
 شاہی اندازہ لگایا تھا کہ انھیں پھر لے والوں نے جس کی



مستعد سے انھیں روکا ہے، اس کا تعلق بہر حال اس کی ذات سے نہیں ہے۔ وہ برسوں سے اس سائے میں بیٹھ چلا رہا تھا اور یہی ایسی ہی صورت حالی سے وہ چاہتیں ہو اٹھا۔ اب جو صورت .... خوش آئی تھی تو اس کا مطلب تھا کہ ملہ آدروں کا نقشہ اس کے بجائے اس کی بیپ میں سوار ہو کر افراد ہیں۔ چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کیے رکھنے میں ہی عاقبت جانی کی بچھر شاہ وہ صورت حال کے راسخ ہونے کا انکار کر رہا تھا۔ بہر حال، جو بھی بات تھی، اس کی طرف سے مکمل خاموشی تھی۔ اکرم خان کی ان بے حد ہجر جانے کے باعث کچھ کہنے یا کرنے کے لائق نہیں رہی تھی جبکہ وہ اپنی ایک ایک طرح اس کے تعاقب میں لگے ہوئے چہ مہری کے کارندوں نے اس جگہ بھی اس کی پوچھ لی تھی۔ اور اب اسے ابھی کراہنے ایک کے قدموں میں پہنچانے والے ہیں؟

”نہی کو نہیں پتا۔“ اکرم خان کی گردن سے رافضی کی نال لگائے کڑے لفظوں سے حکم صادر کیا تو انہیں میں سرسراہٹے ہی ہونے کی تحدید ہو گئی کہ یوں اس ویرانے میں انھیں گھیرنے والے ماہ بانو کے ہی دشمن ہیں جو ایک بار پھر اس کی زندگی کا سکون و ہم درہم کر دینے کے وہ بے چہرا۔

”بچہ تو بڑی!“ حکم ملتے ہی ماہ بانو والی جانب مڑا خوب پوش اس کے شانے پر رافضی کی بھیجی دیتے ہوئے فرمایا اور پھر اس کے ہنسنے کا درجہ طائر ہونے سے جس خود ہی ماہ بانو کا زور پکڑا۔ اسے بیپ سے ہار چکا۔

”یہ کیا پتہ تیری ہے؟“ اس نے پوچھا۔

اپنی گردن سے ہی رافضی کی نالی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اکرم خان بھڑکا۔ صورت کا اعتراض ہو ہی اس کی مٹتی میں چلا تھا اور ماہ بانو تھی بھی اس کی سہمان... جسے پتاو کے لیے ہی اس کے پاس بھیجا گیا تھا۔ اس کے ساتھ کسی پرستو کی پر اس کا بھڑکن لازم تھا۔ ماہ بانو جو خوب پوش کے خود کو پہنچنے کی وجہ سے بیپ سے ہار چکی تھی، اکرم خان کی طرف حویہ ہوئی۔ اس کا بچہ چھوٹے ہونے کے باعث تھم رہا تھا اور انگلیوں میں سرخی آئی تھی۔ اس حالت میں وہ مشاہیرم خان سے بہت زیادہ مشتاک رہا تھا۔ نئے بدلے کی وجہ سے یوں بھی ان کی انگلیوں میں تھوڑی سی شہ بہت تھی اور اب جسے کی کیفیت میں نہ تھی وہ نہ تھی وہ نہ تھی زیادہ چھ پوش و ہم بہر مشاہیرم خان سے مشتاک رہا تھا۔

”آرام سے چلو۔ زیادہ جوش اٹھایا تو اپنی جان سے جاوے۔“ اکرم خان کی گردن سے رافضی کی نال لگا کر

کھڑے ٹھاب پوش نے ہال سے ہی اس کے جیز سے پر زور دھڑک لگائی لیکن اب اکرم خان بری طرح بھر پوا تھا۔ اس نے جیز سے کی پٹ کے گواخرا میں ڈالتے ہوئے اونوں ہاتھوں سے راضی کی تال کو پکا کر زور سے اٹھا دیا۔ راضی برادر اس بھٹے سے چبھے کی طرف ڈھکا۔ اکرم خان دھنڈا ہوا جیپ سے نیچے اتر اور نیچے گرے ہوئے ٹھکانے کی طرف بھاگا۔ اس وقت وہ عالم جوش میں تھا اور اس حقیقت کو فراموش کر چکا تھا کہ اس کے مقابلے میں ایک ایسی شخص نہیں ہے جسے بڑے بڑے کے وہ حالات پر کاہل ہو سکتا ہے۔ وہاں بھی اس افراد اور ان کی موجود تھی۔ اکرم خان کی زور آوری دیکھتے ہوئے اس کی ہاں اکوڑ کیے کھڑے ٹھاب پوش نے اپنی راضی سیدھی کی اور بھر دھا نہیں کی زور دار آواز کے ساتھ اکرم خان لہرا ہوا اپنے آکر اور تڑپے لگے۔ اس کے پہلو سے اٹھنا خون بہت تیزی سے اس کے پلڑوں کو لگی رنگ کر رہا تھا۔ اس ساری کارروائی کے دوران ٹولہ زور ہی منہ سے نکلتی اس کی ہاں نے بے منظر، کیمے زیاہ دل روز کی بازی اور جیپ سے اتر کر اس کی طرف دوڑی۔ ٹھاب پوشوں میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ وہاں زور جیپ کا زور آئے ہوگی یہ سب دیکھ رہے تھے۔ ارا تیر نے شروع سے ہی ایسا طریق اختیار کیا کہ قاتل جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی جیز سے میں بڑے کے لیے تیار نہیں ہے اور اب جو کچھ وہاں ہوا تھا اس کے بعد تو وہاں ہی کھسک بیٹھا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ذرا ہی جنبش بھی کرے۔ گر مبادا کسی مشکل میں چڑ جائے۔ وہاں خود زینب سے اتار نے اسے ٹھاب پوش کی کمرات میں بیزی شاگ کے سے عالم میں یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اکرم خان میں سے کمر میں وہ نہ کر رہی تھی۔ فتنے وہاں ہا کر لگی چنے کے دروازے تک لے جانے کا وہ اس سے وعدہ کرنے کی تھی۔ فتنے اس کی جانب صرف اس لیے بلند ہوا، پہاڑوں کا قریب کرنے اور کھسکی کر لنگھ پہاڑ اس کے ایک اور چارے کو تھگ لے۔ اپنے ہی خون میں لہو خشک زمین پر چڑھا۔ پیاسی زمین اس کے جان خون سے سیراب ہو رہی تھی جبکہ علم سے فو حال کر لائی ماں نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ کر اس طرح اسے اپنے زانوؤں میں دھکی کر رکھا تھا کہ اسے اٹھل سے اسے پہچاننا پانی ہو۔ مادہ فو جی ہوئی انکھوں سے یہ بارادھر دلچسپی تھی۔ آج پھر ایک انسانی جان اس پر قربان ہوئی تھی۔ آج پھر کوئی اسے چانے کے لیے اپنے خون میں فنا کیا تھا۔ آج پھر اس کے گرداب میں چلنے والے کو گرداب سے لالہ لئی کی کوشش کرنے والا خود اس گرداب کا کھار ہو گیا

"لوگو کو بیپ میں بھٹانے والا" کو مرغان کے اگلے سے  
 بچنے کے لئے اس کا تپ پر پشیمانی جیٹان مندا اور ان کا لینے و  
 تپا کا شعل کر لیا اور چکا تھا۔ اس نے وہاں پر قیامت  
 پر ایک سرسری نظر اٹلی اور پاپا کو کہ جب میں اسے  
 پکڑے گا تو تم کو حکم دوں گا۔ وہ کھنکھناتی ہوئی اسے  
 بچنے پر اپنی بیپ کی طرف لے گیا۔ پاپا کو کہ صدمے  
 سے سناکت ہو جانے والے وجود میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ  
 اپنی ناخون کو حرکت دے سکتی۔ اس میں اتنی طاقت بھی نہیں  
 تھی کہ اپنے ساتھ کیے جانے والے سلوک پر حراست کر  
 لے۔ وہ کالہ کی کٹی ٹیڑھی طرح خود کو پھینچنے والے کے ساتھ  
 ساتھ جھپٹتی جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے اسے بیپ میں اٹائے  
 کے بعد اس کی ناک پر گلوہ دھام میں ڈال دیا اور مال دیا۔ جب  
 ابھی اس نے کوئی حراست نہیں کی اور نہ اس کی بے بسی  
 کے اندھروں میں اتار کی۔ ان اندھروں میں اس طرح کرتے  
 سے ظلم تھا کہ پتھر پر پشیمانی جس بیپ میں سزا دی گئی تھی  
 اس کے پاؤں پر نڈر داخل کی گئی تھی۔ وہ ناکارہ کر رہے  
 تھے۔ ہر ارباب وہ اپنے دوستوں کے چائے و مشروبات کی ہم  
 کالی میں ایک انجان و انکسور دیا میں سے ملتی جا رہی ہے۔

[illegible]

والی دہائی نے مشہور و دلچسپ ڈرامے مسکر ڈی۔ واقعی صبح رانی کے بے حد اسرار کے باوجود وہ ایک کپ جانے کے ساتھ ساتھ ایک سانس کے سوا ہر شے کا کھائی تھی۔ رات اٹھ کی بیوی مہتاب نے کھانے پر اچھا خاصا انتہام کیا تھا لیکن وہ بے حد انتہام سے تیار نہ کیا تھا نہ بدلت کی شہرہ دوسری کے باعث اس کی اور آقا کی بہت زیادہ توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کرا سکا تھا۔ ان دنوں ہی نے بہت کھانا کھایا تھا چچہ بھولا اسے اس وقت بھوک لگی تھی کہ اسے اور گدگد بھی رہی تھی... پھر بھی وہ رانی کو نہ لگی۔

”ابھی تو تم چائے لے آؤ کھانے کا میں جیسی بدمعاش ہوں۔“ وہ اچانک سر کھول کر سوہاگل کا رخ کرنے لگی۔ سوہاگل نے اس سے سوہاگل آف کر دیا تو حجاب تک بند ہی تھی۔ سوہاگل کی اپنے پاس سوہاگل کی دوسروں سے شہید ہو گئے۔ لے دو، مولا اسے بند ہی رکھتی تھی کہ مولا سوہاگل کی سوہاگل میں مخلص بن جائے اور اس کا راز کاش ہو جائے۔ سوہاگل ہی سے کل کر آن کرنے کے بعد اس نے قلاب کفر بھی۔ پہلی ہی سال رولڈ کر لی گئی۔

”یہاں تک کہ آپ: میں کب سے آپ کے خون کا  
نظارہ کر رہا ہوں۔“ فوراً ہی دوسری طرف سے آداب کی فضا  
نی آواز سنائی دی تو اسے اس شخص ہو کر دوہیں کے ساتھ علی  
وی نہایتی کر بھی ہے۔ پہلے رات کو اپنے کھڑوں میں  
لیجئے کے پکڑ میں اٹھتے ہوئے کے باعث اسے ذیالی ہی نہیں  
کہ آداب کو کال کرنے اور بعد میں دیکھیں ہونے کے  
بعد اسے نیند نہ آتی رہی۔ ۱۱ء چار رات سے آپ تک  
تین اس کی طرف سے کال کیے جانے کے انتظار میں بیٹھ  
رہے اور یہ تھا۔

”سوہی آفتاب: میں آپ کو کمال بھی نہیں کر سکتی۔ پہلے  
 چاکلی موز جو لوگوں کی سیر سے کافی پریشانی تھی، اب ہند میں سو گئی۔ ابھی  
 بھی ابھی جوں اور سب سے پہلے آپ کو کون کیا ہے۔“ اس  
 نے بہانہ دے کر شرمندگی کے عالم میں چائے کا احترام کیا۔  
 ”کیا کہتے ہیں آپ؟“ بے غازی کے۔ شاید اللہ نے  
 دلوں کو دنیا میں بھیجا ہی اس لیے ہے کہ ہم بے چارے  
 ایک سر دوس کو ٹھوکر نہیں۔“ اس نے ٹھوکر دیا۔

”میں نے آپ سے سوچی کہ تو ہے۔ جس قسم کی ہوگی۔  
 آپ کا کان پلوسا۔ تب حال کریں گے؟“ اس نے فوراً  
 ۱۱۰۰ کا نمبر دیا۔ اسی وقت رانی سے میں چائے  
 گئے اندر۔ اگلے دو گھنٹے اور اس کے اندر سے بے غم۔ یہی  
 وہ گھنٹیں تھیں کہ وہ بار بار اگل گئی۔ کشور نے ایک نظر میں ہی دیکھ



لیا کر خرے، چائے کی پیالی کے علاوہ اور بھی بہت سے لوازمات سے ہماری دکان ہے۔ ان لوازمات میں کچن سٹاک، شامی کباب اور دیندہ چڑیاں ہیں۔

"کان پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اگر کچھ پڑا ہے تو ہمارے پاس آکر ہمارا ہاتھ بٹاؤ۔" اس بار آفتاب کا لہجہ خاصا شوق تھا۔

"ابھی فرمائش کی ہے۔ یہ تو چھ چھٹیں کے بیابان کے حالات کیسے ہیں؟ ہم جیسے ہیں کہہ رہے ہیں۔ بس فوراً اپنے مطلب کی بات کہہ ڈالیں۔" اس نے سرگرمی سے اسے ٹوکا اور سرے میں سے چائے کی پیالی اٹھا کر اس کا ایک گھونٹ بھرا۔

"ابھی ایسے بے خبر بھی نہیں تھا۔ رات سے آپ کی کوئی کے باہر میرے بار سے پھر اٹھایا ہوا تھا۔ سب معلوم ہے کہ آپ نے کتنی بہنوں کو اپنے بہت کے ساتھ کچھ کھینچ کر لے گئے۔ صبح دوپہر دس بجے تھے۔ ہائی کی اطلاعات کوئی

کے فون پر کال کر کے ان خاتون سے حاصل کر لیں۔ نیکانام تو رانی سے لیکن فراموش وہ آپ کی کیکر کے لیے ہوتی ہیں۔

وینے آپ کی کیا بات ہے۔ آپ چاہیں تو کیکر کے رانی مایوں کو کوئی خدمت پر مامور کرالیں۔ وہ بے چاری تو خیر ہے ہی صرف نام کی رانی۔" آفتاب آج اپنے حراج کے برخلاف بہت زیادہ خوشی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

شاہی ہر انسان کے اندر چاہے وہ کتنا ہی بوجھ و بردبار ہو، ایک شورش و خشک اور سرسبز گوشہ ہوتا ہے۔ لیکن بعض لوگ اس کی کمی کو ہی اس تک رانی حاصل کرنے دیتے ہیں۔

شہر۔ آفتاب نے انہوں پر براہمانگی اور اس پر شہت لڑتی تھی، اس سے بڑا وہ اپنی اہانت کا کوئی گوشہ کیلئے بے شہدہ رہتا۔ شہر بے سانس ہی اس کی باتوں پر فانی ہوئی کی بھر پوری۔

"لکھاری ہیں۔ انھوں نے تمہیں آپ سے بڑھ کر بھروسہ کیا ہے؟"

"انھوں نے تمہیں تو بہت کھیل سکے۔ اب تو میں آپ کی باتوں سے کھیلنا چاہتا ہوں۔" اسے واقعی انھوں کا استعجاب خوب تھا۔ شہر کے نکلے سے ہٹ کر پکڑے ہوئے

اپنی مطلب کی بات کہتا تھا۔

"میں کو کھینچ کر رہی ہوں۔ آفتاب ابھی چھٹیں تو میں بھی آپ کے پاس آیا تھا۔ ہوں۔ لکھاری تو چاہتی ہی ہے ہوں کہ وہ میرے لیے آپ کے پاس رہیں۔ لیکن حالات آپ کے سامنے ہی ہیں۔ میری بہت زیادہ سہولتیں آپ نے

لیے ہیں۔ یہی کام میں آتی ہے۔ رات میں نے حالات سنبھال لیے تھے۔ ملازمین کو بھی کسی نہ کسی طرح خاموش

رکھے ہیں۔ کامیاب رہی ہوں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے کون کب اپنی کاپی ہوس میں جائے۔ ان ملازمین کو بل دے کر ہی مجھے آپ تک پہنچانا ہوگا۔" شہر نے ہنسی کے انداز کرتے ہوئے اس کو مخاطب سے آگاہ کیا۔

"میں آپ کی بھاری ہوائی طرح بھٹکتی ہوں اور آپ کو بہت زیادہ مشکل میں بھی نہیں ڈالنا چاہتا۔ اس وقت یہ فرمائش اس لیے کی ہے کہ آج رات مجھے جیڑا اور دوا نہیں

جانا ہے۔ دوبارہ چھٹی کے دن سے پہلے اور بھی اسکول گاہ۔ آپ جانتی ہیں کہ جیڑا کا اسکول میرے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ نہ تو میں اس سے خیر حاضر ہو کر اسے خطرناک نہیں کر سکتا۔ اسی لیے جانتا تھا کہ چلانے سے پہلے آپ سے

حفاظت کرلوں۔ نہ تو میں وہاں کوئی بھی دے سکتا۔ جہاں تک میرا خیال ہے، دن کے وقت کوئی سے نکلے میں آپ کو بہت زیادہ مشکل پیش نہیں آئے گی۔" جہاں آفتاب نے اس سے

میں زیادہ اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

"شک ہے۔ میں تو جیڑا اور بعد فون کر کے آپ کو آگے کا پتہ دکر آ رہی ہوں۔ آپ مجھے بہنوں سے نہیں کہہ سکتا۔ تیار رہیں۔ میں نے رات سے اب تک کچھ نہیں

کھانا۔" اس نے شہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خوش گواری پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"کھانا تو میں نے بھی نہیں کھایا۔ چھٹیں آپ آج نہیں تو ساتھ میں کر رہی کھائیں گے۔" آفتاب نے بھی بے چین انداز میں کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔ فون بند ہونے کے بعد

شہر وہی میں پڑی۔ کوئی سے باہر نکل کر نہیں جانے لے اپنے اراکین کو ساتھ لے جانا پڑا تھا۔ وہ بھی وہی میں لڑائی کوئی نہ کہہ جاتا تھا۔ جہاں چہرے کھینچ کر انے کا بہانہ بنا کر

آراہنہ کو دوا میں بھیجا دیتے۔ کچھ دیر پہلے کے بعد ایک بار اس کے ذہن میں آئی کہ میں اس دوران جانی میں غلطی جانتی

ولی جائے غلطی ہو سکتی تھی۔ پیالی نے سرے میں دوا میں رکھ کر اس نے رانی کو کمرے میں بلایا۔ "آپ نے تو کچھ نہیں کھایا ہے؟"

چائے بھی آگے بھڑکی۔ رانی نے اس سے شکوہ کیا۔

"کوئی بات نہیں۔ کچھ دیر بعد میں باہر میرا سر کھانے والی ہوں۔ حیرت آمیز اور غیر وادی اس وقت تو کھان

ہو رہی ہیں۔ میں نے پتہ نہیں لگایا تھا۔" اس نے جواب دیا۔ رانی نے بھی کچھ نہیں کہا۔ وہ بھی کوئی نہ کہہ سکتی تھی۔

رہی۔ لیکن کورنگ بھی نہیں کتی تھی لیکن کل جیڑا کھینچ کر آیا تھا۔ اس کے بعد فون پر یہ دوا اور فون پر لیڈ بھی مناسبت نہیں تھا۔

"اس آج کی بات ہے۔ اپنی اپنی طرف سے بھڑکتی ہیں کوئی سے باہر تو ہم بھی نہیں نکال سکتی۔" شہر نے اس کا تذبذب

بھانپ کر خود ہی اسے کئی تو دوا نکالتا ہے۔ فون کرنے کے لیے شہر کو بھونکی۔ چہرہ صحت کے وقت کے بعد وہ دونوں

اور راج کے ساتھ باہر بری کی طرف جاری تھیں۔

"ناہر بری کی کچھ پیچھے تک بھی رہتی ہے۔ ہم اس وقت تک اندر ہی رہیں گے مگر یہ ہو تو دوا میں جیسے جیڑا یا باہر ہی

رکے رہو۔ میری طرف سے پہنچے بیٹے تک تم آزاد رہو۔" ناہر بری کے ساتھ اترنے سے کئی اس نے آراہنہ سے

کہا۔ اس پر اسے شک میں پڑنے سے چلانے کے لیے اس نے اپنے اراکین کو ساتھ لے لیا تھا۔

"میں نہیں دیکھ کر آپ کو کس کا انتظار کروں گا؟" لی "آراہنہ نے اپنا فیصلہ بنا لیا جس پر کوئی بھی رد عمل ظاہر

کیے بغیر اور رانی کے ساتھ اندر کی طرف بڑھتی۔ شہر رانی کے کھانے کے بعد کچھ فون کو کس کے علاوہ دیگر افراد کو گاڑی

ناہر بری کی خدمات کے اندر لے جانے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ اور دونوں ناہر بری کے احاطے میں پہنچیں تو ان کی

گاڑی کو وہاں کھڑے دیکھ کر شہر کے ہوتوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ آفتاب اور اصل دونوں پر توجہ دینے سے متعلق

تھے۔ اصل پر توجہ دینے سے ان میں سے ان میں زیادہ سہم مل گیا تھا۔ اس لیے اس نے گفتگو میں زیادہ تھی۔ اس کے

تعلقات کا ہی فائدہ اٹھاتا ہے۔ آفتاب اس کی گاڑی ناہر بری نے اس سے لے لیا تھا۔ اس نے انداز میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"تم جاکر کچھ بیٹے تک حرج۔ سنا بی بی پندری لائی ہیں۔" ناہر بری کی طرف سے جواب دیا تھا۔ "رانی کو

ہے۔ لیکن کورنگ بھی نہیں کتی تھی لیکن کل جیڑا کھینچ کر آیا تھا۔ اس کے بعد فون پر یہ دوا اور فون پر لیڈ بھی مناسبت نہیں تھا۔

"اس آج کی بات ہے۔ اپنی اپنی طرف سے بھڑکتی ہیں کوئی سے باہر تو ہم بھی نہیں نکال سکتی۔" شہر نے اس کا تذبذب

بھانپ کر خود ہی اسے کئی تو دوا نکالتا ہے۔ فون کرنے کے لیے شہر کو بھونکی۔ چہرہ صحت کے وقت کے بعد وہ دونوں

اور راج کے ساتھ باہر بری کی طرف جاری تھیں۔

"ناہر بری کی کچھ پیچھے تک بھی رہتی ہے۔ ہم اس وقت تک اندر ہی رہیں گے مگر یہ ہو تو دوا میں جیسے جیڑا یا باہر ہی

رکے رہو۔ میری طرف سے پہنچے بیٹے تک تم آزاد رہو۔" ناہر بری کے ساتھ اترنے سے کئی اس نے آراہنہ سے

کہا۔ اس پر اسے شک میں پڑنے سے چلانے کے لیے اس نے اپنے اراکین کو ساتھ لے لیا تھا۔

"میں نہیں دیکھ کر آپ کو کس کا انتظار کروں گا؟" لی "آراہنہ نے اپنا فیصلہ بنا لیا جس پر کوئی بھی رد عمل ظاہر

کیے بغیر اور رانی کے ساتھ اندر کی طرف بڑھتی۔ شہر رانی کے کھانے کے بعد کچھ فون کو کس کے علاوہ دیگر افراد کو گاڑی

ناہر بری کی خدمات کے اندر لے جانے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ اور دونوں ناہر بری کے احاطے میں پہنچیں تو ان کی

گاڑی کو وہاں کھڑے دیکھ کر شہر کے ہوتوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ آفتاب اور اصل دونوں پر توجہ دینے سے متعلق

تھے۔ اصل پر توجہ دینے سے ان میں سے ان میں زیادہ سہم مل گیا تھا۔ اس لیے اس نے گفتگو میں زیادہ تھی۔ اس کے

تعلقات کا ہی فائدہ اٹھاتا ہے۔ آفتاب اس کی گاڑی ناہر بری نے اس سے لے لیا تھا۔ اس نے انداز میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"تم جاکر کچھ بیٹے تک حرج۔ سنا بی بی پندری لائی ہیں۔" ناہر بری کی طرف سے جواب دیا تھا۔ "رانی کو



”مت ڈرامہ کریں۔ ہمارے درمیان جو دشمن ہے، اس کا سب سے زیادہ اثر ہم پر ہے دل میں ہے اور آپ کو جس جبر سے دل کی پروا ہوئی جا رہی ہے۔“ راجہ جی نے اس سب سے پہلے کہا۔

”یہی تھا آپ کو ایک حرفے کی بات بتاؤں؟ یہ جو افسانہ اور مہتاب بھالی ہیں، ان کا کیس بھی کچھ ہماری ہی طرح کا ہے اس لیے ان دونوں سے ایک فیصد بھی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ خود مجھے آپ کو کھلا کچھ نہیں۔ اس کے ساتھ یہ لہجہ کرتے ہوئے بغیر ادب نے انکشاف کیا۔“

”مطلب کچھ یوں ہے کہ یہ جو ہماری مہتاب بھائی ہیں، ان کا تعلق ایک پٹان قبیلے سے ہے۔ بھائی کے والد آکھڑو سے لاکر کر پالت ایک خاصہ روشن خیال سردار تھے لیکن یہ روشن خیالی بس اس حد تک تھی کہ انہوں نے جی پی تعلیم کا دوروارہ بند نہیں کیا۔ بھائی نے یہ صبر کر کے جیٹن کیا تاکہ بائز کے لیے بھی اپنے علاقے سے نکل کر اسلام آباد کی پندرہویں تک پہنچ سکیں مگر خاندانی رواج کے مطابق ان کی تعلیم چھٹھ میں ہی ان کے چچا زاد کے روٹی کی تھی۔ چچا زاد ان سے عمر میں تین سال چھوٹے ہونے کے علاوہ تعلیمی میدان میں بھی بہت پیچھے تھا۔ اصل میں اس بھائی اور بھائی کے بے سردار زادے کو بچہ بنے لکھنے سے پہلے ہی نہیں تھی۔ ظاہر ہے مہتاب بھائی کو کتنی ہی علمی ہمت اور کتنا ہی احساسات و محنت والی خاتون اپنے خاص کو پسند نہیں کرتی تھیں لیکن اپنے والد کے احترام میں اس رشتے سے انکار بھی نہیں کرتی تھیں۔ ان حالات میں ان کی ملاقات افضل سے ہوئی۔ افضل اپنے ایک اساتذت کی تیاری کے سلسلے میں قومی مدارس کا دورہ کرتے پھر رہا تھا۔ مہتاب بھائی جو ان دنوں پچیسوں پر اپنے گھر آگئی ہوئی تھیں، افضل کے لیے بہت سی بات چل ثابت ہو گئی۔ وہیں دونوں کے دلوں میں پسندیدگی کا جذبہ بھی پیدا ہوا۔ لیکن بھائی نے ایسا کوئی موقع بھی اپنے دل سے دیا کہ اس جذبے کا اظہار کرے۔ افضل ناگزیر کہی ہی دیا کہ آج کل ان کے یہ مقصد ہی تھا کہ بھائی اسلام آباد میں رہنے سے بائز کر رہی ہیں۔ ان نے ان سے وعدہ کیا مگر بھائی نے اپنی مکتبی اور دیانت کے بارے میں بتاتے ہوئے انکار کر دیا۔ افضل اپنی تہمت پر کشش سے باز ہو کر ان کے تعلق نہیں کر سکا۔

اور چون تقریباً سال بھر کا عرصہ گزر گیا۔ بھائی اچھا ناستہ سے  
 قاری ہو کر اپنے گھر واپس پہنچیں۔ یہی طور پر آجہا بھی جس  
 کو لڑن سے شادی کر لیں گی لیکن جب ان کے ضمیر میں یہ  
 بات آئی کہ ان کا بھتیجہ اخلاقی بے دروادی کا شکار ہو تو وہ  
 برداشت نہیں کر سکیں۔ بھتیجہ صاحب کی اہلیہ ایک ملازمہ کے  
 ہاتھ زبردستی کر لیں ان کے سامنے ہی خوش آہٹے سرورادوں  
 نے اپنے اثر و سوغ کے استعمال سے دوا دی۔ لیکن ظاہر ہے  
 بھائی بے وقوفی میں بھی انہوں نے اپنے والد سے بات کی  
 کہ بے شک ساری زندگی ان کی کسی سے شادی نہ کی جائے  
 لیکن وہ اس بدکردار شخص سے شادی نہیں کر سکی۔ چڑھے  
 کھسے روشن خیال والد صاحب اس موقع پر روزی مراد  
 بات ہوئے جن کے مطابق مردوں کی ایسی خصوصیات قابل  
 گرفت نہیں تھیں۔ بھائی نے سمجھ لیا کہ وہ اپنے والد کو کاکل  
 نہیں کر سکیں گی۔ انہوں نے منسل مہر کی کاغذ پر کرتے  
 ہوئے مذہبی اقتدار کر لی اور جب اپنا وراثت معلوم کرنے  
 اسلام آباد گئے تو انھیں سے رابطہ کر کے اس سے پوچھا کہ کیا  
 تم فوری طور پر مجھ سے طلاق کر سکتے ہو؟ افضل صاحب،  
 اندھا کیا ہے وہ آگھیں کے عہداتی نور ارامی ہو گئے  
 دونوں کا خاموشی سے نکاح ہوا اور پھر دونوں اسلام آباد سے  
 اور شقت ہو گئے۔ سرورادوں میں سے کوئی گمان نہیں کر سکتا  
 تھا کہ سال بھر پہلے ان کے ملاتے میں آئے والے اخباری  
 راجہ ران کی فری کو لے اڑا ہے۔ وہ انھیں بچے سے کام لیتے  
 ہوئے اپنی فری تلاش کرتے رہے۔ اب تو کافی سال گزر  
 گئے ہیں لیکن جب بھائی کو یقین ہے کہ آج بھی انھیں تلاش  
 کیا یہ بابا ہوگا اس خوف کی وجہ سے وہ بہت نگرہ سے  
 غمی ہیں۔ غمی بھی ہیں تو اصل پادے میں۔ "آآب ہے یہ  
 ساری داستان خانے کے دروازہ پر آتے ہی کیا اور مشاہد  
 نہیں نہیں ہو سکتی۔ وہ تو اس وقت چچی جب گاڑی انھیں لے کر  
 منزل مکان کے سامنے رکھی اور آآب نے بارن دیو۔ فوراً ہی  
 دروازہ کھل گیا۔ کل رات کی طرح اس وقت بھی مہر نے  
 مسکرتے ہوئے گرم چوٹی کے ساتھ ان دونوں کا استقبال کیا  
 لیکن آج اس کے ساتھ افضل اور بچے موجود نہیں تھے۔  
 "افضل بھائی اور بچے گھر پر نہیں ہیں گا" منکر نے  
 امانت کے گھر سے اس کے ساتھ اس سے گئے تھے  
 ہوئے اہل کیا۔

”افضل اپنے دفتر کے ہوئے ہیں اور بیچہ ابھی ان کے  
سے آئے نہیں ہیں۔ اس آئے ہی والے ہوں گے۔“ مرتبہ  
جو اس ابھی اس کے منہ میں تھا کہ باہر سے بارش سنائی دے

”لو آگئے بچے بھی۔ ہم بیٹے کے ساتھ ہی شہان حاضر ہیں۔“ مہتاب صدمہ بھری عینت کے ساتھ کئی ہول دواڑے کی طرف دوڑا۔ لڑکا لڑکے کے دھانے کے بعد ہی دونوں گول کر تھنے سے بیچ کٹھڑ کے سامنے سجدہ کرتے۔

”آپ... آپس آئی ہے۔“ اسے دیکھ کر وہ دونوں خوش ہو گئے۔

”دارا تم لوگ انہیں چلی کہہ لیا کرو، لیکن تو یہ بھی  
ہیں۔ خواجہ تمہارے دکن کہنے سے مجھے بیٹھسی کا لے گئی  
ہے۔“ آفتاب نے چہرے والے کو گود میں اٹھاتے ہوئے  
شوشہ چھوڑا۔

”تھیک ہے، ہم ابھی دیکھ چکی تھیں کہ“۔ بڑے  
آصف نے وہ پرانا انداز میں فیصلہ سنا۔

[illegible]

☆☆☆

"تم نے پک اپ کر لیا سٹھیا؟"

سوال کا مختصراً نے مستعدی اور انحصار کے ساتھ جواب دیا۔

”گذا“ بھر کب تک تم کوٹ مقرر سے واپس جاؤ گے؟ میں نہیں جانتا کہ تمہارے اور تمہاری نیک کے اظہار و انکشاف ہونے سے پہلے کوئی کارروائی ہو۔ رات کو لوگوں کی بوسہ لگتا بھر رہا ہے۔ اس کے جانچوں میں سے بھی ایک آدھ لڑنا ضرورتِ حال سے واقف ہوگا۔ ہماری کارروائی کے حجاب میں ایسا کوئی نقص آئیتو ہو کہ تم تک نہ پہنچے، اس لیے احتیاط ضروری ہے۔“

”ڈرنٹ وی سر! آپ کو راکشمن لیتا ہے نہیں۔ ہم لوگ بالکل نوجوان ہیں۔ ارمیڈا اور میٹا لٹی ماں کے ساتھ چلے گی۔ زورورن امر پادی کی طرف بھگ چلی ہیں اور میں بھی آج نکلا۔ چلنے والی ہوں۔“ ہرما کی تھمیش کے جاب میں اس نے مسکون اور پیچیدہ درجہ اختیار کیا۔

”اے اے! مجھے بس تہادی طرف سے ہی کر رہا ہوں۔“  
 چاہے تھا۔ میرا ایک سیکشن انکسٹن کے لیے ہاگل تھا۔  
 رات کی تمام انکسٹنیز ہماری نظروں میں ہیں۔ میں صرف تم  
 کو کوئی کی طرف سے خاص تھا۔ پہلے ہی ہمارے چہ اہم  
 اور کر رہے جا چکے ہیں اس لیے میں کوئی رسک نہیں لینا  
 چاہتا تھا۔ اب تم نے اطمینان دلایا ہے تو میں سمجھو کام نہ کر۔  
 بہت جلد تمہیں خود کی نذر سے کوئل جائے گی۔“

”نیت آف لک سر“ اور ”ہیڈ آف لک سر“ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے اداسوں کے لیے اپنی ناپ خواہشات کا اظہار کیا۔ وہ حقیقت اس ناپ اخلاقی میں غلبہ کی کوئی مثال نہیں تھا۔ یہ جس افتخار اور اعتبار کی وجہ سے اس کو بے مٹی اور خوف میں چھٹا کر کے زمین پانی تھی۔

”جسٹس“ اور مانے سپاٹ سے لچر میں سلجھایا  
 کہتے ہوئے کوں متعلقہ کر دی۔ اس کے فون بند کرتے ہی  
 سلجھایا نے بھی ریسپورڈ کر لیں پر ڈال دیا اور پھر پرکھا اپنا پیشہ  
 ایک جاتھ میں لٹتی ہوئی مٹری ڈاگنی۔ سیر پر اب ٹیڈ فون  
 بیٹ کے ۱۱۱۱۱ کو لکھی شے موجود جس میں جگہ پر ہے دفتر میں  
 قریب کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اولو کو اپنے تمام ضروری اور  
 غیر ضروری سامان بہت ناموشی سے یہاں سے ہٹا چکے تھے۔  
 دفتر کی بہت پار تک نہیں گئے تھے۔ نہ وہ نہ ہی کوئی بھی شے کہ  
 اگر کوئی کھنڈک کا ۱۱۱۱۱ یہاں تک پہنچی جائے تو اسے کوئی کلیجہ  
 نہ مل سکے۔ قصداً بھنگ پرکس کے زمانے میں انہوں نے اسے



[illegible][illegible]

کیا جوشن ہے؟ " دوسری طرف سے ٹھہر گیا۔  
 "ہاں سب کھڑاں میں ہے۔ لی اسنے کا لادو قین  
 ان چند نئے بڑک کے لیے روانہ کئے تھے۔" لی اسے  
 سے مراد آج اور اوادار کا مطلب ہے دوسری افکار تھا۔ سوال  
 کرنے والے کو اطلاع دے ہوئے اس نے دوسری افکار  
 کی روٹی کا کاف اور کافانٹ برہنہ کر دیا۔  
 "او کے ہم اسے سنبال لیں گے۔ جس تم لی اسے  
 کے مطابق غور نظر رکھو۔" دوسری طرف سے ٹھہر گیا  
 اور اس کی کٹ گئی۔ سنبال اپنے مخصوص رفتار انداز میں چلتی  
 ہوئی لی اسے ہاتھ کی اور ایک دوسری کسی کو اشارہ سے  
 سے روک کر اس میں سوار ہو گئی۔ اس کے ہاتھ پر لے جے  
 کی طرف دو آگے دھوپ پر کسی دھڑانے والے کسی  
 اور اندر کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ اس وقت دوسرا کسی  
 آگے کی ایک ٹھہری کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ ہے  
 چار سے کسی زار تھری کی فتنے حقیقت ہی کیا تھی۔ تو کو بہت  
 زیادہ دھوپ اور قوت میں لے گئے "را" کے سوار بھی کسی اپنے  
 رہا ہوا نہ ہو اور انھیں کی حقیقت نہیں چاہا۔ تھے۔ انہیں  
 نہیں معلوم تھا کہ ان کی یہ ظاہر کا ایک سنبال اور حقیقت  
 ذیل ایک ہے جس کی اصل رفتار دھوپ "سوسا" کے ساتھ  
 وابستہ تھا۔

☆☆☆

کمال کرلی جن اور دھڑکی موت نے سچا اور مانا کو بری طرح بھڑکایا ہست میں ہٹا کر ادا کر دیا۔ ظاہر ہے اس مضمون کو نہ دینی یہ اوقات اور حقیقت کو سچے سمجھیں ہیں۔ وہ یہ بات ابھی عرض کر رہے تھے۔ وہ بھی یہاں تک کہ موت کی اطلاع آئی ہے تو فری طوار پر پڑی کی گئی۔ ظاہر ہے یہ ایک حادثہ نہ ہو کی کسی شخص کے کہ جو تو جیسا کہ کتاب میں جوئی سے اپنی ملاقات کے چند لمحوں بعد ہی اس کے لئے کی اطلاع میں مراد ہو کر غیب گیا اور فری طور پر اپنے دو ہاتھوں کو چوٹی کے پائپر محنت کی طرف دوڑا دی۔ وہاں جانے والوں نے پچھے اپر محنت کی کال تیل بھائی جس میں کوئی رنجش ظاہر نہیں ہوئے۔ چوٹی ہوئی سے ہے اپنا محنت کھینچے کے بعد وہاں وہ پائپر محنت لگی ہے اس بات کہ اسے طرہ قرار چنانچہ محنت کی کوئی ظاہر نہ ہوئے یہ یہی خیال آتا کہ حادثہ وہاں نہ ہی قیام کیا نہ دئے سے وہاں وہ چلی ہے اور وہاں وہ چلنے کے لیے آئے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ دونوں باتوں کو اپنے اندر محسوس القیادت استعمال کرتے ہوئے وہ اس کے خلاف کوئی اثر نہ ہوئے۔ چوٹی کی کاٹھن اور خوب صورت اپر محنت محسوس تھا۔ وہی میں نے دیکھا تھا۔

روم میں انھیں چلی اس حال میں نگرانی کہ اس کے ہاتھوں پر  
اہلی خاصوٹی تھی۔ زندہ کی روش سے ماری اس کا جسم موت  
کی ناکت سے گزرتے ہوئے پڑنے پر تھیب ضرور ہوا تھا  
لیکن اس کے بعد روم بیت پر سے اپارٹمنٹ میں نکلی کوئی  
بہتر بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ۱۱۱۱ء کا خیالی گلاس اور چلی کے  
ہاتھ سے لکھا خود کشی کا خطوط ماری ان کی نظروں میں آ گیا تھا  
اسے اپنی کمری میں لینے کے بعد انہوں نے بعد میں سہارا  
تک پہنچا دیا تھا۔ گلاس میں پیچ جانے والے ۱۱۱۱ء کے مرنے  
اور چلی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ نے ظاہر کر دیا تھا کہ اس کی  
موت زیرِ غورانی کے باعث ہی ہوئی ہے۔ چلی کے پورے  
جسم پر ایسا کوئی نشان یا زخم وغیرہ نہیں ملا تھا جس سے یہ اندازہ  
لگا جاسکتا کہ اسے زہر دہنی زہر ۱۱۱۱ء دینے پر مجبور کیا گیا  
ہے۔ ۱۱۱۱ء کے گلاس پر بننے والے نقش پر غور بھی صرف چلی  
نے تھے۔ پولیس نے اس نقش پر سے اپارٹمنٹ میں سے  
چلی کے سوانسی دوسرے شخص کے نقش پر غور بھی حاصل کرنے  
میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ کسی جسم کی پڑتھیں سے ماری  
اپارٹمنٹ، چلی کے بے دریا جسم اور خود کشی کے خط کی  
یاد دہی کے سے بھی ظاہر ہوا تھا کہ یہ واقعی خود کشی کا کیس ہے  
نہیں چور یا زہر دہا تھا کہ اس نے جن لوگوں کی نام پر چور کئے  
کی کوشش کی ہے، وہ ایسے ہی بے دریا جرائم کے لیے ہیں۔  
چلی اور ادھر کی موت نے ظاہر کر دیا تھا کہ وہاں کچھ عجیب  
پر کام کر رہا ہے لیکن ساتھ ہی جو بری بات ہوئی تھی ۱۱۱۱ء کی  
کہ جرم بے شمار ہو گئے تھے اور انہوں نے وہ نکات بتا دیے  
الے تھے جن پر پھر کوئی ان تک پہنچ نہ سکا۔ اس نے کئی کرا  
الوں اور ایک دوسرے شہوک ڈوب کر اوبھی پولیس ایڈی  
میں باک کر کے اس کی راہیں بند کر دی تھیں۔ اسے اپنا  
تہہ راتہ کر چکے وہ بڑا آگے بڑھتے ہوئے آئے۔ اس سے اس  
سے دیکھا پیچھے وکیل دیتا ہے۔ یہاں کوئی اس کے بیٹے میں  
کڑی آگ پر تیر کے پھینکانے کے مانند اثر کرتی تھی۔ اسی  
آگ کی پوسٹ پر تھینت ہو تے ہوئے وہ اتنے دن گزر  
جانے کے بعد بھی اپنی لاؤٹی جی کے کانوں تک رسائی  
مائل کرنے سے باز نہ تھا۔ صبح کی سوڈا آتش برپا کی اس کی  
نظروں کے سامنے کھڑی رہتی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ اس کی فہم  
جی کی آتش اس سے اپنے کانوں کا مطالعہ کر رہی ہو۔ صبح کی  
اسات جانے کی طرف تھیں تھیں۔ انکی خواب پر پوری طر  
جواب بھی نہیں آیا تھا۔ وہ تانی جی نے ساتھ میں اپنے  
پیلے ہی فوڈر میں لایا تھا۔ پلوں کوئی ایسا پندی اور  
انہوں نے تانی جی کو ایک چکر کی موٹی کی بیٹ



چہ ما کر زندگی سے محروم کر دیا تھا۔

چہ ما کر زندگی سے محروم کر دیا تھا۔  
 تیار کیا تھو کہ کیکر کر دیا تاکہ پہنچانے کی تو اجازت میں وہ وہاں  
 کی حد میں داخل ہو گیا تھا اور اس کا رویہ بارش نہیں رہا  
 تھا۔ اسے اپنی اس لہجہ دہلی کا احساس بھی نہیں تھا۔ اس کی بر  
 مگی نے اسے وار میں کا ایک کراں تھا لیکن مہج کی صورت کی  
 طور سے بھونکی نہیں تھی۔ اس وقت بھی اسے ایک نئے شہ  
 میں ایک میں شرکت کے لیے جا تھا۔ روز بروز جیسی وہ شہ  
 گردی اور اسے وہاں کی خراب صورت حال پر غور و فکر کے  
 لیے دڑ رہی کی طرف سے بڑھتی گئی اس میں ایک کے بعد  
 حسب معمول عوام کے لیے ایک پریس نوٹ جاری کرنے  
 کے ساتھ پرنس کو اپنے ساتھ لے جانے کے بارے میں یہ شک  
 میں شرکت تو کر لی ہی تھی۔ وہ مقررہ وقت پر اپنے دفتر سے  
 نکلا۔ گاڑی ڈرائیور میت باطل تھا تھی۔ ڈرائیور نے  
 دروازہ کھولا اور وہ پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ آگے ڈرائیور نے  
 سامنے والی سیٹ پر ایک کنبہ میں بیٹھا تھا۔ آج کنبہ وہ صرف  
 ایک ڈرائیور اور کنبہ میں کے ساتھ میں شرکت کے

اس نے اپنی کنبہ میں کے ساتھ میں اور بھی لڑائی کی تاکہ  
 موٹر سائیکل سواران کی گاڑی سے اور بہت جائیں۔ کنبہ کی یہ  
 ترکیب کار کرنا نہیں ہوتی۔ کار کو تو ان کی ترکیب میں جو  
 گاڑی میں موجود اگلے گاڑی کی توجہ دینا چاہتے تھے۔ کار  
 موٹر سائیکل کی طرف متوجہ ہوا اور اسے خبر بھی نہیں ہو سکی کہ کنبہ  
 سنبھل مارگو نے اپنی رفتار بدھائی اور سواران کی گاڑی کے  
 دائیں پہلو میں پہنچ کر اس پر بے خوفہ قاتلہ کر دیا۔  
 سواران گاڑی میں داخل کنبہ کی جانب سے پھینکا تھا۔ پہلے برست  
 میں ہی اس کے جسم میں کنبہ کی گولیوں بتر گئیں۔ گولیوں کا نشانہ  
 بننے والا وہ تھا جس تھا۔ ڈرائیور اور کنبہ میں بھی اس اندھا دند  
 قاتلہ کی زد میں آئے تھے۔ سنبھل مارگو اور سنبھلی سنبھل  
 میں اس سواران کا دروازی کھنکھار آئے بڑھ چکی تھیں۔ متوجہ  
 ہونے والے جب تک متوجہ نہ ہوئے پھر میں خون سے نہانے  
 ہوئے تھیں بے جان انسان کی سوں کے ساتھ کنبہ کی ہائی نہیں  
 رہا تھا۔ زندگی سے محروم انسان سوں سے پہلے خون کی سرئی سے  
 انہماکات کی تار و تاروں کی سر سبز کی تھیں۔

”کاشخیزن میں سے کاشخیز؟“

”وہ کیوں کہیں؟“ اس اعتراض کو کنر شہید یاد چمکا۔

چوہدری کے خلیفے کے زمرے کے ساتھ ہی اسے چوہدری کی  
جسٹس سائز بھی یاد آئی تھی۔ جب پہلو اٹھانے والے اپنے  
مذہب پر چوہدری نے اس کے خاندان میں چوتھاں لڑا، یا تھا  
اور پھر اس نے بی بی کے ساتھ ساتھ چوتھے اس کی اسطر  
دارانہ کے ساتھ شریک تصویر بنی۔ چوہدری کا  
ارادہ تھا کہ تصویر بنی کو میسج کے سوشل پر منظر عام پر لانے کی  
دھمکی دے کر اس سے اپنے معاملات تسلیم کروائے گا۔ وہ تو  
اس کی قسمت اچھی لگی۔ سارا اور اکثر ارباب کے خاندان کی وجہ سے  
چوہدری کے ذمے کے خلیفہ چوہدری سے وہ تصویر بنی نکلتا  
لانے میں کامیاب ہو گیا اور چوہدری کو مذہبی کھائی چڑی اور نہ  
شے وہ چوہدری کی اس سائز میں چھس کر اس کے سامنے  
گواہ بنی جاتا۔

”پھر میری بھی رہا لمشاہ صاحب اپنے پر خور و ہر  
 اوقات کے لیے نہ یاد رکھنے والے یاد رہے ہیں۔ نکاح  
 ہے، ان کی بیوی آپا بھی غیر زوجہ کی کے دوران ان کی بیوی کی جرأت  
 نہیں ہو سکتی کہ میلوں میلوں سے لطف اندوز ہو سکے، چنانچہ  
 جب چودھری صاحب نے یاد رکھ سے شغل میل کر کے انہیں

آئیں گے تو حیر آباد کے سالانہ میے کے بارے میں غور و خوض کیا جائے گا۔"

عبدالمنان نے جس طرح یہ سچے میں جواب دیا، اسے سن کر شہزاد مسرور ہوا اور مسرور ہوا چھوٹے سے ہوا۔  
وہ اپنے بچہ معلوم نہیں ہوا کہ دھری صاحب آں جناب کو  
حقانی بکر کی سزا میں سے ملاقات کی یہ کہ گروہی؟

”بچہ کہہ نہیں جاسکتا۔ دیئے تو چوہری صاحب  
 ظہیر نے جوں کے قادران کے خیمہ و چراغ... کبیر خواجہ  
 بھی انہیں تجارت ہوئی ہو کہ بچے سے نئے تھوڑے رک ملے  
 جائیں، سو اب وہ یوریا بستر سمیٹ کر وہاں جانے کے لیے  
 تیار بیٹھے ہیں۔“ عبدالمنن کے جواب پر شہزادہ ایک بار پھر  
 مسکرا اٹھا۔ یہ اسی عید انسان تھا جس کی یہاں آمد کے پینے  
 دن مکمل طور پر چوہری کے اہل میں نظر آتا تھا لیکن جوں  
 جوں اسے یہ معلوم ہوتا گیا کہ کتنا اسی چیلوں سے بہت  
 مختلف ہے اور کی چوہری امید دے گا وہاں نہیں آئے واپس  
 اس کی صداقتیں اور چوہری کے خلاف نہ پندہ کی کھل کر  
 سامنے آئے گی۔ اب وہ نہ صرف چوہری کے لیے اپنی  
 تائیدہ کی کاربلا اختیار کرتا تھا بلکہ شہزادہ کے لیے بھی اچھا  
 معاون ثابت ہو رہا تھا۔

”پلو جانے دو! اپنے چودھری صاحب کو تھوڑا دک۔ وہ بھی وہاں کچھ دن پیش کر لیں گے اور یہاں بھی ارا سکون رہے گا۔“ شہزیادہ نے تھوڑے کرے تو نے اپنے سامنے دگی کاٹکس کھول لی۔ یہ ان بات کو بھی اثناء وقت کا کباب وہ حریہ گھس شہزادگانے کے تواس میں نہیں ہے۔

”میرا آٹن سے مشابہت مٹانے دو ہار دایوتی نے اس  
 کر دی ہے۔ ہار آیا بیٹا ہے۔ آپ سے ملاقات کی خواہش  
 ظاہر کر رہا تھا۔“ اس کا ہار اچھلنے کے دو دو وعدہ اٹان  
 نے یہ اعلان دینا ضروری سمجھا۔

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ تم فوراً اسے اہد بخانا۔“  
 جس اس سے اس کا حال حال ہی تو پوچھوں گا۔“ شہزاد نے  
 اس کے اہدازے کے مطابق مشہور خان کے لیے حاکمیت  
 کی اجازت اسے دی۔ مشہور خان نے شک ایک معمولی  
 ذرا میرٹھ پر لیکن اس کی جاں نثاری کی ۱۱۱۱ سے اس بات کی  
 مستحق بنائی تھی کہ اس کے ساتھ خصوصی سلوک روا رکھا  
 جائے۔ مہاراجا ان کی طرف سے رضامندی پر کامیاب ہو گئے  
 گئے۔ اس کے باہر نکلنے کے وقت بعد ہی مشہور خان نے  
 دروازے پر دھک دے کر اندر آئے کی اجازت مانگی۔

”آؤ بھئی۔ مبارک خان... چیمو۔ چیمیا، اگلے کر دی خوشی ہو رہی ہے۔ صاف کرتا چیمو، میں مسرور فیات کی وجہ

❖ **تاریخ تاسیس**

قرآن مجید کی روشنی میں انسانیت اور دنیاوی زندگی کے مسائل پر روشنی ڈالنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا مقصد قرآن مجید کی تعلیمات کو عام فہم زبان میں پیش کرنا ہے۔

سے دوبارہ تھیں، دیکھئے اسپتال نہیں آ سکا لیکن تنہا ہی کی میں نے بہت محسوس کی۔" مشاہیرم خان کو اعدہ آنے کی اجازت دیتے ہوئے دو خوشحالی سے بولا۔

”آپ نے مجھے یاد کیا، یہ کافی ہے سرا آپ کے اچال نہ؟“ نے کا مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میں اسی طرح چلتا ہے کہ آپ بہت مصروف آدمی ہیں۔ آپ فون پر ہماری فہمیت پر جو چیزیں تھے وہی میں خوش ہو رہا تھا۔ دینے لگی ہیں ہاں! ٹھیک خاک تھوڑی تو آپ نے اپنا دست نہیں رکھی اور میں بہت پہلے ہی ڈیوٹی پر حاضر ہو جاتا۔“ مگر یہ زمانہ نے عاجزی سے اس کی بات کا جواب دیا۔

اور خائف وہاں کا رخ سے میں کیا حال ہے؟ تمہاری بات تو بھولی ہو گئی نا اپنے بھائی کریم خان سے؟ یہ سوال کرتے ہوئے شہرہ پور نے یہ طور خاص کی کہ کام نہیں لیا تھا لیکن اس کی غفروں میں ماہانہ کارا با ضرور ہو گیا تھا۔ نام سے گمرانے سے صحت رکھنے والی وہ چھوٹی سی لڑکی ہانے کیوں ہے بھائی جس کی۔

”آخر بات یہ ہے ایک دفعہ سے نوپادہ وقت گزر گیا ہے۔ آپ نے مجھے وہ چل فریہ کر دیا ہے لیکن اہم خانان تو اب اس وقت خون لکڑا ہے جب اسلحہ وہاں میں ہوتا ہے۔ ایک دفعہ پہلے جب اس نے مجھے خون پاتھ پوتا پتا تھا کہ اسوں کے بیٹے کی شادی میں شرکت کے لیے وہ لوگ ہوشے جا رہے ہیں۔ وہ لڑکی مادہ باجی سمجھتی جانے والی تھی۔ اگر مہمان بہت تحریف کر رہا تھا تو باجی کا کہنا تھا، وہ باجی کو اس کا موافق نام کا خیل رکھتا ہے مگر کہ سارا کام کاج سنبھال رہا ہے اس نے۔“ مشاہیر خانان نے اسے روبرو دیکر

”یہ تو اچھی بات ہے۔ اسے نہ جانے کب تک وہیں رہنا پڑے گا۔ یہاں اچھا ہی ہے کہ وہ وہیں اپنا دل لگانے کی کوشش کر رہی ہے۔ شہزادی اب اگر مرنے سے بات ہو تو میری طرف سے چھوٹا کر گروہ ان کو بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی ہے۔ یہاں سے بھڑا دی جانے کی۔“ اس نے ہاتھ دلو کی مصروفیات پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے لیے چھپا نام بھی نوٹ کر دیا۔



”خجک ہے سہا میں کہہ دوں گا۔“ مشاہیرم خان نے جواب دیا اور پھر یوں حرکت کی جیسے کرسی سے اٹھنے والا ہو۔ لیکن اس نے کچھ نیکی نہ کی، آتش نشا نہ بجی نہ دیا۔

شہزاد نے اس کی سہولتوں کو بھانتیے ہوئے سوال کیا۔

”میں یہ پوچھتا چادر ہاتھ اس کے آپ کی گاڑی تو میں  
 ع: جلاؤں گا نا؟“

”پانگل بھی، وہ تو مجھ پر ہی تھی اور نہ میں خود بھی چھٹی  
 سا چھوڑ کر نہ آرام محسوس کرتا ہوں۔“ شہر یار نے اسے  
 تسلی دی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ مشاہیرم خان اپنی ہر دم سوجھ بوجھ میں  
 اس کی کاٹھی چلائے، اے اراستہ کی وجہ سے پریشان ہے۔  
 اس کے اور مشاہیرم خان کے درمیان جو تالی میم اٹھ چکی ہے وہ  
 کھلی تھی، اس کے باعث اب مشاہیرم خان مسلسل اسی کے  
 راجھارے کا فوٹو منظر تھا۔

”بہت بہت شکر“۔ مہرمان کے الفاظ ابھی منہ  
نہیں تھے کہ اس کا سوا منہ بج اٹھا۔

”سوری سرا“ وہ شہر پارک کے مقابل بیٹھ کر موہا کلا کے  
بچے، ٹھننے پر شرمندہ ہو گیا۔

”مگر کوئی بات نہیں... کال انیڈ کر لو۔“ شہزاد نے اجازت دی تو اس نے فون کی جیب میں رکھا سو جاگل ٹالا۔

اور کمال اختیار کر لیں۔ شہر پر اس دورانیہ کا چارے سے سونپنے

رکھی گائیں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا لیکن اس مشہور سیاح پر اس کے کان پر شاہ مہتاب کی آواز نہ گونجنے لگی تھی۔

”کون؟“ کل خان ہات کر رہا ہے؟ ہاں ہاں ہاں میں  
 ہاتھ دھو رہا ہے۔ تمہارا سر خان کے دوست ہو رہا ہے۔

کہ اگر مہمان کے جانے سے تم نے کیوں فون کیا ہے؟ ” وہ کہیں

بعد اب قدرے تلاش سے پوچھ رہا تھا۔ دوسری طرف سے

یہیہ اس کے سواں ہوا پ دیا جائے گا۔ سچہ روزواروں کی طرف کی آواز سناں نہیں دے رہی تھی سیکین شہاب م ظان کی

پڑھائی میں سب اور ایسے سرور بھی اپنی جگہ سے  
 گئے بعد اس نے مشیرم خان کے چہرے پر غمزہ ڈال دیا۔ وہ اس

افضل خاموشی۔ دوسری طرف وہ چار شخص بھی جو تین رہنما کے ساتھ

میں نے اس کے ہاتھ سے مل کر کہا کہ میں نے تم سے کبھی نہیں مل سکا تھا۔

دوست تھا۔ مشاہیر خان کی جو حالت تھی، اس سے ظاہر ہوا تھا کہ اسے اس کے گھر سے تعلق ہی کوئی بڑی خیر نہ مل رہی تھی۔ اس کے گھر میں آج کل وہ ہونو بھی نہیں تھی۔ ہنر پور شہر کا راز کھن لا محالہ اس کی طرف ہی چلا گیا تھا کہ کہیں وہ کسی پریشانی میں نہ۔ وہ ہونو کی پریشانی اور تکلیف کا خیال آتے ہی اس کا دل خود بخود راز دہن میں آگوش میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

”خیر، تو ہے خان؟ کیا کوئی پریشانی کی خبر ہے؟“

”بہت ہی خیر ہے ہر امرے بھائی! آکر مہمان کو گل کر دیا گیا ہے۔“

ویری سیڈ... یہ واقعہ کب اور کیسے پیش آیا؟ شرمیلار نے رول اہر روڈ کے ساتھ م تھا۔

”یہ کل کی بات ہے سراسر! میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میرے گھر والے اور ذوالفقار علی بھٹو کی شادی میں شرکت کے لئے

میرے سرور کے اور وہاں ساری ساری باتیں سن کر اس نے اپنے  
 ہوش گئے تھے۔ وہ شے تھی، اسی طرح وہ لوگوں نے ان  
 کا جس کی فکر کر رہا تھا ان کو خود کرنے کی بات کی تھی۔

ان لوگوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ایسا چاہیے کہ انہوں نے اگر

جائے تو وہ جیب کے باز بھی ناکارہ کر گئے تھے اس لیے ڈرائیور  
آگے بڑھ کر سیدھے گاڑی کے پیچھے جا کر کھڑے ہوئے۔

اگر ہم جان واپس چاہیں تو اس کی بجائے جیب سے دوسری جیب وہاں سے گزری تو اس جیب والوں نے ہر دکان سے کچھ کچھ لے کر ساتھ لے کر گئے۔

یہی ان وقت تھا کہ اس کے سوا کسی اور شخص کو یہ خبر نہ تھی۔ اس کی ماں اس کے دو خانے اسپتال میں رکھی ہے۔ میری ماں جس کا صدمہ ہے

کے دوست نے جی ٹی ٹیکسٹ کے ممبر انفراسٹرکچر کرنے کے

بعد اسی جتنے عمارتوں کی تعمیر ہوئی ہے۔ مگر جو زمینیں اس کے قبضہ میں تھیں۔ اس کے ہاتھ سے ان کو لوٹا دیا گیا۔ اس کا حوصلہ اور مضبوطی توڑ دی گئی۔

سب باتے ہوئے ایک ہر گھنٹہ اس کی آواز بھرتی نہیں تھی۔

خیال سے اتنی دور بھجوا دیا تھا۔ اس کے دشمن اس کی ہر ہمت

ہو گئے وہاں بھی مٹکا جائے۔ انہیں پانچ سو امید تھیں۔  
 شہید رہا۔ ۲۲ جولائی اور انٹرکام انٹاکٹر عبداللہ بن کھڑے

پس میں انے کا حکم دیا۔

یہاں سے گھر رہے ہیں۔ ہمیں یہاں سے ۱۹۷۱ اور ۱۹۷۲



”وران یقیناً قسم ہے سارا نظام کر لو گے۔“

[illegible]

”صرف فراموشی کرنے سے کام نہیں ملے گا۔ مجھے  
 بتا دو یہ پرعقل شیور کی فریب ہے۔ ماہ بانو اٹھ اکر لی تھی ہے اور  
 اکرم خان ہلاک ہو گیا ہے۔ ہمیں اس معاملے کو دیکھنے کے  
 لیے فوراً اسکو روانہ کرنا ہوگا۔ اکیلے دستِ بزم کے جانے سے  
 بات ٹھیک نہیں ہے کی ہنس لیے میں ساتھ چاہتا ہوں۔“  
 شہر یار کو شاید اندازہ نہیں تھا کہ جذبات میں اس کی آواز کافی  
 اندر پہنچا ہے۔

”اؤ گئے سر! میں انتظام کرتا ہوں۔“ پہلے صورت  
میں چہن کر مستعدہ سابعہ النان اور بھی پھرتی کا منظر یہ کرتا  
ہو اپاہی کی طرف اڈوا۔

”تمہیں اہل جوہر کی چیزیں وغیرہ ساتھ دینی  
ہوں، وہ لے لو گناہ: اہم کسی چہرہ منت میں یہاں سے نکل  
جائیں گے۔“ اس نے مٹ پران کو چہرہ بتا دی۔ اس کے  
اُپر نکلنے کے بعد خود وہ اپنے جگے کا خبردار کر بیٹھ میں کو اپنا  
سامان تیار کرنے کا حکم دینے لگا۔ حکم دینے کے بعد اس نے  
فون بھرتی کا تھا کہ عبداللہ ان پوچھ کر ہوا یا اسامہ آیا۔

”ایک چنڈ نڈ ہے سر!“ اس نے اپنی ٹھہراہٹ کو قائم رکھا۔  
میں نے اس کی کوشش کرتے ہوئے شہر باز سے کہا۔

”کیا نہ... بیٹ بیٹیں علی! مہم خراب ہونے کی وجہ سے آج اسکرود کے لیے کوئی ضمانت نہیں جاری؟“ اس نے اسکرود جانے کے خواہش مندوں کو درپیش دو عمومی مسائل کے بارے میں احرازِ دلگتھے ہوئے سوال کیا۔

”اس کام کے لیے تو میں ابھی فون کر رہی تھی۔ کمرہ  
 یہاں سے اپنے کمرے میں جا کر ہی میرے پاس پہنچا۔  
 ایک فون کال آئی۔ اطلاع دی کہ اس کی بیوی صاحبہ کا  
 حادثہ ٹھیک کالنگ ہو گیا ہے۔ میں نے اس شہر کی تھوڑی  
 کرنی ہے۔ یہ تو عجیب و غریب ہی اس وقت میں یہ ٹھیک نہ تو  
 رہی ہے۔“ عبداللہ نے بھلی بھلی باتیں کرتے ہوئے اسے

تلاوت و ادایٰ میں نے لیے تو سناکتی ہو گیا۔ اعلیٰ المیزان سیاست دانوں اور ممتاز دانشوروں کی خدمات کو دہشت گردی کا نشانہ بنانا کوئی نئی بات نہیں رہی تھی۔ آج سے لے کر دہشت گردی کی ایسی کئی کہیں ہمارے اعلیٰ ترین سرگرم

[illegible]

”آر یو او کے سر؟“ اس کی بے پناہ خاموشی سے کھبرا کر عبدالمنان نے پوچھا۔

”جیسا“ وہ میرے ننان کو گھٹسے جواب دے کر حرم کے  
 قہقہے سے کہتا ہے۔ ”جیسا“ کے بعد چارواں کی موت کا قصہ مرثیہ کے  
 لیے لکھا جاتا ہے۔ اس کا نام ”چارواں کا قصہ“ ہے۔ دوسری طرف  
 مغل بادشاہ کی آواز سنائی دیتی رہی لیکن کسی نے کمال دیکھا  
 نہیں۔

[illegible]

”راہِ حادبہ تو اس وقت ہاتھوں کر سچے۔ ان کی طبیعت کافی بکراگنی تھی اس لیے انہیں اسپتال منتقل کر دیا۔“

اس وقت آواز آئی جی میں ہیں۔ "یہ بات کے بعد کہ کمال کرنے والا شہر دار ہے، سلیٹری نے فوڈ اینڈ ایئر میں معلومات فراہم میں جو ظاہر ہے اس کے لیے تشویش ناک تھیں۔ اسے شدت سے اپنی نگاہوں سے دوری کا احساس ستانے لگا۔ وہ ہنگ سچکے میں اذیت کاٹتی جانا چاہتا تھا لیکن ہے میں تھا۔ اس کی جدید ڈس کیٹ طور راجن والی سرینہ بن چکی ایک حد تک ہی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتی تھی اور مجبوراً یہ تھی کہ اس سے بڑھ کر تیز رفتار کوئی دوسرا شخص اصل کا ذریعہ میرا موجود ہی نہیں تھا۔

☆☆☆

ماہ خانہ نے ہوش کی - تاہم قدم رکھتے ہوئے اپنی  
آجھیں کھلیں اور پھر فوراً ہی بند کر لیں۔ سورج کی کئی پرچوں  
کی طرح آنکھوں میں دو آبی کرنوں سے بچنے کے لیے ایسا  
نہ نہرا دی تھا۔ سورج کی کرنیں جو روشنی کی بیاباں بن کر

کائنات کے ایک ایک ذرے کو ہمارے لیے جہاں کر دیتی ہیں۔ سبھی سبھی کی ایک ہی نظام پر مبنی ہی ظالمیت ہوتی ہیں کہ رکھنے والی آنکھوں سے ان کی پھانسی ہی ایک کر کے چاہیں۔ اس کی آنکھوں میں بھی پھر کے لیے اسی روشنی پھر گئی تھی کہ اسے اپنی بصارت جانے کا عذر ملتا ہو گا۔

تھوڑے سے دوستوں کے ساتھ وہ خود کار ٹھکانے کے قریب پہنچے اور دیکر حواس کی صلاحیتوں کو

میں ادا کر رہی تھی۔ سب سے پہلے احساسِ بھروسے کا

تھا جس کی پشت پر اسے باندھ کر آگے کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ جانور کی چال کے مخصوص ٹیکنوں سے ملاوٹ ہو کر ہوسری چیز اس نے غامض طور پر محسوس کی وہ شہنشاہ کی سرحد تھی۔ اس سرحد سے اسے جاننے کے لیے اس پر کوئی ترسناک شے ڈالی

آئے تھے اسے اکرم خان کا بچہ جان و جود اور اس کی بڑھئی لڑکی کی ویران آنکھیں بھی یاد آئیں۔ اس کے لہجوں سے ایک سکا روئی سی مٹی۔ عجیب نصیب تھا اس کا!۔ عجبت کرنے

بھی اس عالم میں کہ وہ ان کی جان چاہے گا یا جو اپنی جان پر

والی ہے۔ سب اور اہل اس کی خاطر اپنی جان کا کھراؤں پیش کیا۔ چمکری نے اس کے غائب ہوجانے پر سب سے پہلے انیسویں صدی کے علم کا کتابچہ تیار کیا کہ کی طرح ان سے وہ لوگ کیا

[illegible][illegible]

معا (بابی سے) "پارٹس کا پانی کہاں جاتا ہے؟"  
بابی: (فٹ سے) "میرے سر میں۔"  
معا: تب ہی تو آپ کی ناک پر وقت بقی راق  
ہے۔

یہی ہستی اس طرف چلی گئی۔ یہ قدرت کا اس پر احسان تھا کہ جو  
قدیم کے بے شمار مصائب کے وجود کو اس کی حفاظت کی جارہی  
تھی۔ لیکن وہ اپنی حکمت کو کسی ایک اس کی زندگی پر اپنی جانیں  
نچھاور دیتی تھی اور مصائب کا سلسلہ ہے کہ روز بروز ہی چل  
جاتا ہے۔ اور اب وہ جو پہلے ہی اپنے ملنے اور اپنے

لوگوں سے دور رہی، ایک سالوں کی پشت پر سوار ہو گیا ہے ہاں  
لے جا لی جارہی ہے؟ اور کون تھا جس کے اشارے پر یہ یہ موسم  
حرکت کی تھی؟ اس کے اہل میں تو اپنے اہل کی منجبت  
سے بس ایک چہرہ کی فکر کا نام ہی خیر سے کی سرخ زبانی کی  
طرح روشن رہتا تھا اور اب بھی وہ بھی سوچ رہی تھی کہ اتنی

جنگلات میں ایک اور عجیب و غریب جانور بھی پائے جاتے ہیں۔ چوہری کی حرکت میں آجانے کے خیال سے اس کا ہاتھ ماساجو جسم کسایا اور اس ہمارے لئے چہرے کا رنگ بدل کر ایسے اوپے پرلائے ہوئے کہ سورج کی روشنی براہ راست آنکھوں میں نہ ٹکے، دھیرے سے اپنی آنکھوں کو کھولا۔ سب سے پہلے اس کی نگاہ نے اس

جانور کو اپنی زندگی میں لیا جس کی پشت پر وہ سفر کر رہی تھی۔ وہ

چاند بھی ایسی ہی ایک دم کالچ لگ ہوگا۔ جس فرق کی توقع تھی کہ وہ

[illegible]

کابل جانے لگے اور تھوڑی دیر میں کراچی پہنچ گئے۔  
خود کیسے لوگوں کے اس بات کا اندازہ لگا جاسکتا تھا  
ایسی زبانوں کو کچھ فرقہ رشتہ پر است خیال آ کر کہ اس  
وقت وہ کسی بہت سی ہفتہ قحط پر موجود ہے۔ پھر ہی اس نے



طرف برف ہی برف تھی جس سے بھر کر سورج کی شعاعیں  
 یوں منتشر ہو کر کہ سی کی آنکھوں میں کسی چلی آئیں اور ابھی  
 بھلا انسان کو اسے پائنا نہیں کا نظر واقعہ نہ پاتا۔ وہ بھی چند  
 ساتوں سے زیادہ اپنی آنکھیں مل نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ  
 بچکے لے کھاتے جسم کے ساتھ آنکھیں بند کیے چلی گئی۔ وہ  
 اس بات پر حیران اور ہی حیران کہ اگر ان لوگوں کا مطلق  
 چودھری انکار سے ہے تو وہ اسے پہاڑوں سے میدانوں کی  
 طرف لے۔۔۔۔۔ جانے کے بجائے حریف بلندی کی طرف  
 کیوں لے جا رہے ہیں؟ کیا چودھری کا ان برف زادوں  
 میں بھی کوئی لکھنا تھا؟ شاید ایسا بل۔۔۔ ایسا بندہ جو تہذیب  
 کے آخری گاؤں ہوئے تھے تک رسائی رکھتا ہو۔ جس کے  
 بندے انکی اور بچکے کرانے افکار نے کی طاقت رکھتے ہوں،  
 اس سے تو بچکے کی بچہ نہیں تھا۔ دولت اور بے طاقت دولت  
 کے بل بوتے پر تو دنیا کے کسی بھی حصے میں اپنے لیے جیسی کدو  
 خریدا یا نہ پاتا تھا۔ اس میں کہ میں اپنے من پند نام  
 بھی خریدا کر لے جائیتے تھے اور جو اسے لڑا کرتا نہ ہوں،  
 ان کو کرانے کے ٹوکوں پر لا کر لایا جاسکتا تھا۔ ہاں تو کو  
 چودھری نہ تو خود کے سے حاصل کرنا تھا نہ دولت کی جنگ  
 دیکھ کر چاہتا تھا۔۔۔ چنانچہ اب طاقت کے استعمال پر ظاہر  
 تھا۔ چودھری کے اعتبارات اور مزاج اپنی جگہ لیکن اس نے  
 بھی فحاشی کی کہ چاہے جان چلی جائے، چودھری کو اپنے وجود  
 سے کچھ حاصل نہ کرنے دے گی۔ اس فیصلے پر بچکے کے بعد وہ  
 پانچوں ہائی اور ستر کے انتقام کا انکار کرنے لگی۔ مگر بچہ  
 طویل تھا۔ راستہ میں وہ ایک آدمی نے اس کے من سے  
 بچل لے کر کوئی شراب اس کے من میں اتار دیا۔ اگلے میں  
 وہ شراب مکمل کے ساتھ لٹکا تھا۔ اسی ہانڈ ریشن سے بچنے  
 کے لیے ان برف زادوں میں اسے کبھی کی شہیت دیکھنے والا  
 مشروب، جو پہاڑوں کے عجیب و غریب موسم میں بلا کام  
 ثابت ہوتا ہے۔ ہاں ہاتھوں نے دونوں ہاتھ اس مشروب کے  
 گھونٹ خاموشی سے منے لیے اتر رہے۔ جب تک جسم  
 سے روح کا تانہ نہ تھا تو اسے جسم کی توانیاں بھر کر اور بھی  
 جیسے تاکہ وقت مل جائے جو مل جاتا ہے نہ ہوتا ہے۔  
 آخر کار ستر سمجھ ہی گیا اور وہ لوگ ایک تہ پر چھو  
 گئے۔ یہاں رہتے کے بعد اس کے ہاتھ بندھوں سے آزاد کر  
 کے اسے اپنے اتار کیا۔ زمین پر قدم ہانا گھر سے ہونے  
 لے بعد اس نے اپنے اندر کا کاپا ہار دیا۔ وہ کافی مٹی جگہ  
 جس کے اندر گرجوٹی جی برف پوش پہاڑیاں اس طرح  
 کڑی تھیں کہ ان جگہ سے بہت کر بہت دور تک کا منظر نہیں

دیکھ جاسکتا تھا۔ فکری مدد ان پہاڑوں سے نکل کر واپس چلت  
 آتی تھی۔ وہ لوگوں کی نگہوں سے بچ کر رہنے کے خواہش  
 مند ان کے لیے ایک آبیلی علاقہ تھا کہ ایسا تھا تو میں  
 وہی لوگ حاصل کر سکتے تھے۔ بے پناہ اسباب کے مالک  
 بن کر ہوں۔ ہاں تو کو ان میں سے کسی نے نہ لگی۔ چودھری  
 انکار کی دولت مددی میں کوئی کام نہیں تھا لیکن سوال یہ پیدا  
 ہوتا تھا کہ چودھری کو ایسے کی لکھانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟  
 اس نے اپنا مال یہاں خرچ کیا تھا تو اس سے اسے حاصل کیا  
 ہونے والا تھا؟ کھس عیاشی کے لیے تو ایسی طاقت نہیں کی جا  
 سکتی تھی۔  
 "اگر چاہو۔۔۔ وہ اپنی سوچوں کے تانے بانوں میں  
 الجھ جاتے کہ کب تک وہ اپنی فکری رتی کرنا۔۔۔ خالی آواز  
 والے شخص نے کہہ دیا ہے مجھے میں سمجھ دیتے ہوئے ایک  
 جانب اشارہ کیا۔ یہ وہی شخص تھا جو راستہ میں اسے نکول پاتا  
 رہا تھا۔ اس شخص کی اپنے قریب آہ دولت سے اسے اندازہ  
 ہو کر آگے جانے والے پاک کے علاوہ ایک ایک اس کے  
 پیچھے بھی موجود ہے۔ اب وہ تینوں پاک اس کی نگہوں کے  
 سامنے موجود تھے۔ ان کے جسم سے بندھے پکڑے کے  
 بھرے ہوتے پڑے پڑے پڑے پڑے پڑے پڑے پڑے پڑے  
 اور انہیں شقت کا ملو اپنے کے لیے ہاتھ لگا کر ان کے  
 سامنے ڈال دی تھی۔ پہاڑوں پر اتنی شام پڑ چکی تھی کہ  
 کر وہ خود کو دیکھ رہے تھے ان کے اشارے کی سمت چڑھتی۔  
 چند قدم چلنے کے بعد اسے پہاڑ میں موجود وہ پہاڑ نظر آگیا جو  
 آگے کی تاریک سوچوں کا تھا۔ رہا تھا۔ اپنے ساتھ ساتھ  
 چلے گئے لیکن مرگات و انات سے اس کے اندر اس کو بچاتی وہ  
 غار کے لیے اہلے تھے۔ اندر داخل ہو گئی۔ اندر وہی طور پر ہے  
 حد پہاڑ میں چلا ہونے کے بعد وہ اس نے ابھی تک کسی سے  
 کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں کہتا تھا۔ یہاں تک انے  
 والے شخص سے ہیں جو ہمارے ہاتھ کیپنے والے کی مرضی  
 سے ہی حرکت کر سکتے ہیں۔ ان پہاڑ پر شکر کین وہ حقیقت  
 قوت مل سے غم و غم و غم و غم کوئی سوال کرنے سے بچتا تھا کہ  
 اس ہاتھ کی کا سامنا نہ کرنا تھا نہ کیا جائے جس نے چار  
 کھیل چاہا تھا۔ وہ بہت آسانی سے اس ہاتھ کی کر کے  
 کے ساتھ لگتی تھی، اب اتنی بے خوفی نہیں تھی وہی تھی  
 کہ ڈال کا نام وہاں مت کہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی پانی چل  
 چلے، اگر چہ چودھری تھا وہ چودھری طرح کی تھی کہ اس کا ہاتھ  
 ہوتے ہی اس کا مڑوٹا ڈالے لیکن جب وہ ہاتھ نہ کر  
 کر نہ رہا تھا۔ ابھی وہی، بھول گیا۔ وہی، اندر سے کافی اشارہ

اس تاریکی انہاں اس کے لیے بالکل ہی انوکھی تھی اور وہ اندر  
 لپٹ میں اتنا ڈھکیا بچکے والی انکس کی طرح کڑی حرکت سے  
 آنکھیں بند کر رہی تھی۔  
 ۱۱۱  
 لیاقت رانا کے خاندان پر قیامت ٹوٹی تھی ابھی تو وہ  
 لوگ دنیا کی موت کے صدمے سے پوری طرح جھل نہیں  
 پائے تھے کہ عمارت کے کل نے ایک اور قیامت زحادی۔  
 پھر انسانی سے نڈرے لیاقت رانا نے پانی کے بعد بیٹے کی  
 موت کی خبر کی تو ہنسنے سے چائے۔ صدمے سے چھ چہرہ ان  
 کے دل کی دھڑکنوں کو احوال پر لانے کے لیے اسپتال میں  
 ملک کے بہترین ڈاکٹر جمع کر دیے گئے تھے لیکن شہر یادی  
 پر بیٹل کی رقم تھی۔ اس کا ایک ہی اسپتال میں تھوڑا سا رہا ہے  
 تھا کہ میں سسر خرمین رانا اور مریم دونوں ہی کی حالت  
 غراب تھی۔ ان کا وہ شہر یادی کے دل کو کچھ اتنا لیکن فی  
 الحال اس کے پاس انہیں سبکی تھیں کرنے کے سوا کوئی چارہ  
 نہیں تھا۔ دونوں خواتین اس انہیں کو تنہا اور ہی شہر سے  
 روٹیں اور اس کا دل جھل جھل کر انہیں لیکن اور ہونے کے  
 تاج آنکھوں سے آنسو نہیں بہا سکتا تھا۔ مگر ان کم سب کے  
 سامنے تو بالکل بھی نہیں۔ یہ وہیت تو قدرت کی طرف سے  
 غلامی کو ہی ہے کہ وہ ہر دھڑکے پر دل کھول کر رو رہی ہیں اور  
 نتیجہ دل کا وہ جو ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہے۔ مراد ہے چارے اس وقت  
 سے عروہ اپنی مردانگی کا جرم کا غم دیکھنے کے لیے سب بکھار  
 ہی اندر تپتے رہتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے دنیا میں عروہوں  
 کے مقابلے میں عروہوں میں امراتوں قلاب کا کتاب زیادہ  
 ہے۔ مثال رانا، اس میں ہی اور وہی، نو تین لم سے زیادہ  
 طویل تھیں اتنی تھیں لیکن اپنا لیاقت رانا بھی کئے تھے۔  
 شہر رانا وقت ان کی نیچے ریت منجم کرنے اسپتال ہی پہنچا  
 ہوا تھا۔ الزائز نے اسے منی دی تھی کہ لیاقت رانا کی طبیعت  
 اب سنبھلنے لگی ہے۔ وہ فون پر بھی اسے یہی تسلیاں دیتے رہے  
 تھے اور اسے بھگدور ان تسلیوں سے بھلا بھی پڑا تھا۔ اس وقت  
 ساری لڑتے باوریاں اسی کے شانوں پر تھیں۔ عمارت کی  
 تدفین انوقت کے لیے آنے والوں سے ملنے اور اخباری  
 رپورٹرز کو بیانات دینے کے قرائن اسے ہی ابوم دینے  
 پڑے تھے۔ اس بار سے فرائض کی انجام دہی میں وہ نہ کے  
 کڑے مرہم سے کڑا تھا۔ اسے سامنا کرنا ان کے تخی  
 طاقت سے ہی طرح چڑانے کا سبب بنتے تھے۔ وہ ہاتھ تھا  
 کہ عکسوں کے یہ جانے کھس نہائی کڑی باتیں ہیں۔  
 دھشت مردوں سے آگلی ہاتھوں سے لٹکنے کے ان کے



”وہ تو عوامی ہے۔ کسی ہنس سے آپ کے لیے اپنے  
بیٹے کا جنازہ دیکھیں کسی بھی صورت آسان نہیں ہو سکتا۔“ اس  
کی بات سن کر کئی مرد نے اُسی آواز میں تبصرہ کیا پھر وہ  
اُٹیں ساتھ ساتھ بیٹے کو دیکھ کر دم میں دھکی کر انہیں  
خلف چھوڑ گئے۔ یہ نام و نشان آدمی کس تھا۔ یہاں صرف  
قیامت رہا جسے وہی آنی پڑے قتل دیکھنے والے لوگوں کے  
تلاش رہی داخل ہو سکتے تھے۔

”کچھ مضمون ہوا سجاد بھائی کے قاتلوں کے بارے میں؟“ وہ دونوں ایک دوسرے کے؟ سنے سانسے بیٹھ گئے تو شہر دار نے ان سے پوچھا۔

”تو کون کی کتنی بھلائی ہوئی ہوگی؟“

بہت سی وجوہات سامنے آئی ہیں جن کو کچھ آدمی نے اس کی موت کا بہت گہرا لاشعور کیا ہے۔ اصل میں اس نے ہجرت کی موت کا بہت گہرا لاشعور کیا تھا اور اس کے قاتلوں کو کچھ نہ سمجھا۔ پہلے کے لاشعور اور دوسرے لاشعور کے درمیان ایک ایسی بات تھی جس نے اس کے لاشعور کو بدل دیا۔ اس نے اپنے لاشعور کو بدل دیا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو اس کی موت کی بجائے اس کی زندگی کی موت کے بعد کچھ بدل سکتا تھا۔ اس نے اپنے لاشعور کو بدل دیا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو اس کی موت کی بجائے اس کی زندگی کی موت کے بعد کچھ بدل سکتا تھا۔ اس نے اپنے لاشعور کو بدل دیا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو اس کی موت کی بجائے اس کی زندگی کی موت کے بعد کچھ بدل سکتا تھا۔

پھر سے پاس سے اطلاعات پہنچی ہیں۔ ان کے مطابق کچھ دن  
پہلے ہی دو خباثتی کازی خود ارمیہ کر کے ایک نایاب منار ہوئی  
چاپا تھا، وہاں اس نے جولی نامی ایک لڑکی کے ساتھ چند  
مکھن گزاردے تھے۔ جولی ایک کولرل محبہ بنت چائے  
ہوئی کے ایک دھڑے ذریعے اور اپنے کچھ لیا تھا۔ ہوا کے علم پر  
اس کے ایک ناخست نے جولی کا تعاقب کر کے اس کی رہائش  
کا دکھنا معلوم کر لیا تھا لیکن حیرت انگیز طور پر اسی رات ہوئی  
کا دیکر ایک رات ایک ٹیٹ میں مر گیا اور جولی نے اپنی لہیر  
شریعت زندگی سے بچ ارمی کا اہلہ کرتے ہوئے خود کشی  
کرتی۔“ حکام ارمی کا بتا رہے ہیں کہ اسے ایک دھری اپنی  
ہمارا سے آخری ملے فوٹو تکٹھیر رہا تھی۔ اس منکھ کے  
دوران انہوں نے اسے بتا دیا تھا کہ جولی کے تھکس کو کھانا  
کرتے ہیں۔ وہ پھر اپنے چار ذریعہ کچھ کے ہیں جن کے

روپ میں غم: ایک ایسی چیز ہے جسے ہر انسان کا ہونے چاہیے۔ یہ بات جانتے ہوئے انہوں نے غم کو اپنے لئے ایک ایسی چیز بنایا ہے کہ اس کا بغور مطالعہ کرنا ہی ان کا مقصد ہے۔ انہوں نے غم کو اپنے لئے ایک ایسی چیز بنایا ہے کہ اس کا بغور مطالعہ کرنا ہی ان کا مقصد ہے۔

سارے دعوے سراسر منکسلے ہیں۔ یہ آئی، تاکہ نہ تو ماضی میں  
کبھی حرکت میں آیا تھا اور نہ ہی اب کوئی امید تھی۔ شاہد الغیر  
اشغال کے یہ کئی صرف جہازات کا حصہ بنے، ۱۱۱ یہ آئی تاکہ  
ذبح آلودہ ہو کر باقی اشغال ہو چکا تھا۔ اگر ایمان نہ ہوتا تو  
ملک کے طول و عرض میں دہشت گرد اس طرح رواج کیسے  
کرتے بھرتے؟ عوام سے لے کر غریب تک ایک ہی جگہ تو اس  
دہشت گردی سے محفوظ نہیں تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ عوام  
ایک ہی جگہ میں کچھ دنوں کو کھڑوں کی طرح بڑی تعداد میں ہے  
دودھ سے مارے جاتے اور غریب کو بڑا ایسا بول کر حساب  
کتاب سے ملک بدم کی طرف روانہ کیا جاتا۔ اس جگہ سے  
قلی کو "ہارٹ ٹنگ" کا نام دیا جاتا تھا۔ سجاد رانا کی موت  
بھی ہارٹ ٹنگ ہی اور حسب معمول کلرڈ کا کوئی عام ونگٹن  
نہیں مل سکا۔ خود ہی آئی بی ہوئے نہ بد آئی بی کے داماد  
ہونے کے باوجود ان کے لکلی روپوت نہ خصوصاً کانکس کے  
نام رون کی آئی تھی۔ ان کے ایم این اے والد آئی بی تھے  
کے باوجود بیٹی کی موت کے صدمے سے غر حال اپنی اس کے  
ایک ہی آئی بی روم میں ہے دست و پاڑے تھے۔ ان میں تو  
آئی بی سکت نہیں روئی جی کہ بیٹے کے جنازے میں ہی شرکت  
کر سکتے۔ شہر یاران سے ملاقات کے لیے اپنا آلودہ  
تھوڑی اور بیک صرت بھری ٹھکروں سے اس کا چہرہ دیکھتے  
رہے اور پھر انھیں سونہرے کپڑے بدل گئے۔ جس بچے کو  
انہوں نے اہلی بکڑو چنا سکا تھا اور قدم قدم پر اس کی  
راہنمائی کرتے ہوئے اسے اسسٹنٹ کلرکی کر ہی تک پہنچا  
دیا تھا، اس کے سامنے وہ اپنے دل کا درد کچھ آگے اس سے  
بہا سکتے تھے، ان کی کیفیات کو سمجھتے ہوئے شہر یار نے ان کے  
ہاتھ کی دہشت پر ایک قطعیت مندا نہ ہو۔ وہ خود اس کے  
سے باہر اٹھ گیا۔ میں ان وقت شہر مراد وہاں پہنچے تھے۔ تم  
ان کا بھی کم نہیں تھا کہ ان کی اکلوی بیٹی کی گود اور مالک  
دووں ہی اجڑ گئی میں یقین ہے بنا بر داشت کا مظاہرہ کرنے  
ہوئے انہوں نے خود کو سنیاں رکھا تھا۔ تم کے اس حوالان  
سے گزرتے ہوئے شہر یار کو ان کی ذات سے بڑا سہارا  
تھا۔ اب بھی دو دھڑانے تو اس کے دل کو حادسہ کی تھی۔

”کیسی طبیعت ہے رانا صاحب کی؟“ شہرہ ر کے قریب پہنچ کر انہوں نے اس سے سوال کیا۔ ان کی سنجیدہ روی پر مامور محسوس رانا نے ہنسی پر لب رک گیا تھا۔

”طبیات تو آپ کافی حد تک مکمل تھی ہے۔ (الفرز کے مطابق) اور شعرے سے اُٹھ آئے ہیں لیکن میرے انداز سے کے مطابق شعر و نثر ہیں۔“

ہوئے تعلیمات ملاقات پر مجوز دی قیصر۔ شوہن قسمت کر ملاقات کی نوبت ہی نہ آسکی۔

”مجھے یقین ہے کہ یہ انہوں نے دوست بنی ہو، پر قہری اور دانش ور ہیں۔ عباد بھائی کے اسی قسم کے افراد کے خلاف کام کرنے کا تو کسی حد تک مجھے بھی علم ہے۔ جیسا جو یہ سے مجرم ہیں انہوں نے اپنی طرف جانے والے دستوں کا کشتان مٹانے کے لیے اپنی ہی بدنامی کو بھی بچا دیا ہوگا۔“ وہ بے ساختہ ہی درمیان میں بول چال اور دیگر مرا کو بھی اور عبادا ناما کی منگول کے بارے میں بتاتے تھے۔

”تمہارا تجویز بالکل درست ہے۔ میرے سامنے پہلے ایسے شواہد آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ادھکے خاص قسم کے عکروں کی راہ پر گم گیا تھا جس کے نتیجے میں اسے جان سے ہارنا پڑا۔ میرے بدلے ایک ایسے صریح پتہ درآ گیا ہے کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی خاص قسم کی پٹریوں کی پٹریاں بناتی تھیں، وہ کبھی اپنے آپ کو نہیں پہچانتے تھا۔ وہ میری 200 راہ پر گم ہو چکا ہے اور لیکن یہ سب اختلاف کے بارے میں کوئی خبر نہیں۔ عمارت کے ڈاک کے ریکارڈ میں عورت کا جو پتا درج ہے، وہ بھی غلط ہے۔ میرے آدمیوں نے دفتر کی تلاش کے کرکیز حاصل

کرنے کی کوشش کی جس میں اسے پہلے ہی کھل طور پر کھین کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ہم کسی کے فطر پر شرم حاصل کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوئے۔ اس صورت حال سے ظاہر ہے کہ مجرم کوئی عام لوگ نہیں بلکہ قوت یافتہ اور بے حد باطنی تھے جنہوں نے اپنے پیچھے کوئی سراغ نہیں چھوڑا۔ ”اسی دورانے اے آگے کی تحلیلات سے آگاہ کیا اور جہیزوں خاصوش ہو گئے جیسے تانے کے لیے طرح بلکہ بانی تدرہ اور۔

شہرِ رُخسود کی چھ دیو خانوشی سے ان کے سامنے پہنچا  
 رہبرِ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے ہوئے پورے چھپاواں گلیں  
 لبِ اجڑت دبیچے۔ مجھے کچھ اور معاشات بھی دیکھئے ہیں۔  
 آپ البتہ مامول جان سے مل گئے۔ آپ کی کت اور واسطے  
 کو دیکھ کر یقیناً نہیں بھی حاصل ہو گا۔ وہاں سے مصافحہ کر  
 کے اچانک سے رخصت ہو گیا۔ اسے یہاں سے سبقت دیا  
 لی۔ پاش کا کوئی طرف بہ تھا۔ مشاہیرم خان کی ہمہ جہتی  
 میں اور ایک لے فراموش انجام دینے والے ذرا بیرون  
 کی تھی۔ جبکہ روبرو میں پانچ ہند کے بہادر میں شامل کی توان  
 نے اپنا تیل میں نکال کر مشاہیرم خان کا کمرہ چلیا۔ اور رات کی  
 آخری رسومات اور دیگر فراموشی اور اچانک میں اسے سوچ  
 نہیں مل کر کافر مشاہیرم خان سے رابطہ کر رہا حالانکہ اس



کمال

# پیرزادہ وسیم جعفری

روحانی کار

**ماپوسی کنااد ہے**

ہم چھین لیں گے آپ کی ہر  
پریشانی اللہ کے قدم سے

وہ کام جو بڑے سے بڑا عالم و جادوگر نہ کر سکے وہ میرے بزرگوں کی دعا سے ہو جاتا ہے مثلاً شوہر کے دل سے شک و نفرت کی آگ، مستعدل محبوب نے نیند حرام کر دی ہو تجارت میں دن بدن نقصان، رشتوں میں بندش، عزیزوں سے لڑائی جھگڑا عزت و وقار میں کمی یا دشمن حاوی ہو، بیٹی کی سسرال میں عزت نہیں، امیگریشن کے مسائل، لائٹری نمبر غرضیکہ ہر مشکل کسی ہی کیوں نہ ہو اپنی آخری امید سمجھ کر رابطہ کریں

**0300-7462777**  
**0333-8217808**

گھرات  
پاکستان

**پیرزادہ وسیم جعفری**



سے لڑنا تھا، پہلی کے عالم میں بھی وہ اس سے کچھ دور نہیں تھا۔  
 نامہ لکھو اس نے اپنی آتش وادی چھتیاں بھینچا تھا وہ اب اس  
 کے غوا کی خبر پر وہ غور سب سے بڑھ کر متغیر تھا لیکن  
 حالات ہی بڑھایا مارا غصہ کر کے تھے کہ وہ اپنے ہاتھ پر  
 لکے ہوئے غصوں کو رہا تھا۔ خواہش کتنی تھی کہ کسی طرح چھتیاں  
 پہنچ جائے اور وہ اپنی کوئی دانی کے ملے میں ہاتھ پر مارے  
 جائیں لیکن قربان اور غولی رشتوں کا حق وہاں میں حاکم تھا۔ وہ  
 اپنے پیادوں کو ان حالات میں تنہا چھوڑ کر کسی دکان کی خاطر  
 کھینچ لکھ جا سکا تھا، چاہے وہ لڑائی اسے اپنی زندگی سے بھی  
 بڑھ کر پیاری ہوتی۔ کتنے دن لے کتے ہیں کہ مراد کی بھور نہیں  
 ہوا لیکن مکی زندگی میں بہت سے مقامات اپنے آتے ہیں  
 جب طاقتور سے طاقتور اور دھوکہ بھور غصوں کرتا ہے۔ خصوصاً  
 اگر طاقتور فرض اور غواہی کی جنگ کا تو اسی تربیت کے  
 حامل افراد اپنی ذاتی خوشی قربان کرنے کے فرض کی ادائیگی کو ہی  
 ترجیح دیتے ہیں۔ اس نے بھی ایسی ہی کیا تھا اور خود بڑھ کر  
 کے ہاتھ کو طاقتور سے ہاتھ پر کرنا تھا۔ بات قدر پر بھروسہ  
 کرنے کے باوجود وہ کتنی تدبیر میں بیٹھے پیچھے کر سکتا تھا۔ وہ  
 اس نے ضرورت کی تھی اور اب اسی تدبیر کے نتائج چاہتے تھے  
 لیے مشاہیرم خان کو کال مل گئی۔

”السلام علیکم سر“ مشاہیرم خان نے کال رد نہیں کر لی

اور اپنے چھوٹے انداز میں سلام کیا۔  
 ”جیکو اسلام کیا حال ہے؟“ خان آرام سے وہاں

غلی تو کھتے تھے ”اس نے غصہ سے کہہ دیا میں اس کے  
 ساتھ کب اب دیتا ہوں؟“

”میں ٹھیک ہوں سر“ اپنی برائی سے غرضیں بھی  
 کوئی مکالمہ نہیں آئی۔ ”مشاہیرم خان نے فریب وراس  
 کے والوں کا جواب دیا لیکن اس کا کچھ ہتھ بچا ہوا اور صحت  
 زور تھا۔

”تھوڑی دیر وہ کسی طبیعت سے ہے؟“ وہ بے شک ہوا  
 ہاتھ کے بارے میں چاہنے کے لیے بے چین تھا لیکن غلطی  
 تھا تھا کہ پیسے بڑھانے کے سانس ہی بات کی جاتے۔  
 ”اں کی سات ٹھیک نہیں ہے۔ اس کے داموں کو  
 قوت صدمہ پہنچا ہے۔ ابھی وہ اپنا ہی نہیں ہے اور بے  
 دوش ہے۔ مجھ ہی میں مجھے اگر نہ مان کی تو لیکن ابھی اس کے  
 بڑے ہی لڑتی رہی۔“ مشاہیرم خان نے ”اسی سے ہوا۔“

کے اپنا دل زیادہ ہے اور ہاسکات ہیں۔ تم کہو تو میں  
 اتھکات کہہ دوں گا“ اس نے ہمدردی کے ساتھ مشاہیرم  
 خان سے کہا۔

”مگر سر“ لیکن میرے خیال میں اس کی ضرورت  
 نہیں ہے کی۔ ”اگر نہ کہ ہے کہ اس کو کوئی دسانی مسئلہ  
 نہیں ہے، جس صدمہ سے جس سے وہ ہستہ ہستہ ہی اگل سیکے  
 گی۔“ مشاہیرم خان نے جواب دیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ اگر  
 مشاہیرم خان کو مطمئن تھا تو حیرت انگیز رہے گا تھا۔

”معدے کے بارے میں مجھ کو معلوم ہوا کہ کیا ہوا تھا اور کون  
 لوگ ہیں اس کے پیچھے؟“ سب اس سے اہل معلوم ہو چکا۔

”والدہ ہوش سے واپس کاندھے جاتے ہوئے  
 کہیں اس تھک کے قریب نہیں آتا تھا۔ جب کے ذرا اندر کے  
 مطابق اچانک ہی ایک بیپ میں ہوا کہ وہ لوگوں نے انہیں  
 کبیر لپٹا تھا اور ہاتھ لگا کر اس نے کی کوشش کی تھی جس پر کرم  
 خان نے جوش میں ان سے بھڑکنے کی کوشش کی اور ہوا اسے  
 گولی مار کر وہ لوگ ہمارے لڑکے۔ یہاں کی پالیسی نے  
 اس واردات کے بارے میں قیادت میں تو اس بیپ کا پتا  
 چلی گیا جس میں غواہی آئے تھے۔ وہ ایک فورسٹ جینی کی  
 بیپ تھی۔ جب کا ذرا اندر غالی بیپ لے کر پڑھ کر شیفہ ول  
 کے مطابق پڑھوں سے واپس آئے والی ایک استحقاق ویش  
 ٹیم کو پتہ چلا تھا کہ رشتہ میں اس کی بیپ وہ کی تھی اور  
 اسے بے ہوش کر کے روکنے والے بیپ لے اڑے۔ دوش  
 میں آئے کے بعد اب تک اس نے قحانے میں رہا ہے

لڑائی اور بیپ اس کی تھی۔ جب تک جرم ان کا مرنے پہلے  
 تھے غالی بیپ پشیمان ہو کر ایک باغی اپنا پناہ دینی سے قریب  
 لڑائی کی تھی۔ ”نہرو“ وہاں سے کہاں اور پیسے کے۔ اس  
 بات کا سراغ نہیں مل سکا۔ لیکن جس حالت میں بیپ کی  
 وہاں دین کی ساخت انہی سے کہ کسی سودا کی دانی کی قدیموں  
 کے کھاتہ حاصل کر کے نہیں لیں۔ اب یہاں کی پالیسی ابھی  
 ہوئی ہے کہ آگے کی کوششیں کس بنیاد پر کر رہی ہیں اس کی پادری اور  
 کرم خان کی سختی رہا ہے۔ اس کی اور بھی میں اچھے ہونے کی  
 وجہ سے میں خود بھی اب تک پکھ نہیں کر سکا ہوں۔ لیکن آپ فکر  
 نہ کریں سر“ اب میں کوشش کروں گا کہ کسی نہ کسی طرح کچھ  
 ”صدمہ نہ لکوں۔“ مشاہیرم خان نے تصدیقات ثبات سے  
 آخر میں اپنا منہ مڑا دیا۔

”اپنی سہاہ اور اس کے مطابق اگر تم پھر نہ لکھو  
 ضرور کہ وہ خان لیکن میری طرف سے تم کو کوئی زور و زبانی  
 نہیں ہے۔ مجھے ابھی طرح اس سے ہے کہ اس وقت کی بھی

اور کام سے بڑھ کر تم پر اپنی اس کی دینے واری ماند ہوئی  
 ہے، اس لیے تمہیں سب سے زیادہ اپنی کا دھیان رکھنا  
 چاہیے۔“ وہ اور مشاہیرم خان کو پیش ایک ہی تھکی صورت  
 حال سے ہوا تھا۔ پناہ دینے والا مشاہیرم خان کے سامنے کچھ  
 سکتا تھا۔ ”اس سامنے کھینچے ہوئے ہی اس نے مشاہیرم خان کو  
 کسی بھی اسے واری کے بارے سے آزاد کرنے کی کوشش کی  
 تھی۔

”اں کا خیال تو اپنا دل والے رکھ رہے ہیں سر۔ لیکن  
 مجھے اپنے ہمائی کے کانوں کو تلاش کرنے کا کام خود کرنا ہوگا۔  
 اور ہمارے ساتھ جاتے ہیں لیکن وہ ذات پہلے بھی نہیں ہوئی۔  
 یہاں کی پالیسی کو پتہ ہے لیکن کبھی آگے کرنا نہیں چاہتے جس لیے  
 مجھے خود ہی پکھ کرنا ہوگا۔“ مشاہیرم خان کی بات ابھی تک درست  
 تھی۔ وہ جبکہ یہاں کی ضرورت زیادہ ہوں اس طرح کی کوئی  
 واردات اب نہ ہونے کی پالیسی کا پھلانا سمجھتا تھا۔

”ٹھیک ہے خان۔“ یہ بات مناسب سمجھو۔ میں اب اس  
 کی انتظامیہ سے ایک بار پھر مذاکرات کروں گا کہ قریب رہے  
 ساتھ قیادیں کریں۔“ اس نے مشاہیرم خان کو اجازت دی اور  
 کال منقطع کر کے بیٹ کی پشت سے سر نکال دیا۔ مگر اپنا دل اور  
 ہوا تو سمیت ایک چارے شمع کی ڈنڈے دار لپٹا کا ہتھکڑا اس  
 کے شانوں پر تھا اور وہ یہ ظاہر آرام و انداز میں بیٹھ ہوئے  
 کے باوجود اندرونی طور پر ان ساری ڈنڈے داروں سے اس  
 طور پر مجھ رہا تھا کہ اس نے کبھی نہیں اچھا ہوا تھا۔

وہ بہت دیر سے ساری دیر سے پشت ہٹا کے ایک ہی  
 پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے پتہ نہ تھا کہ کتنے قدم  
 دیا ماری داستانوں میں نہ کر رہی ہوگی کا شمع کی آنکھوں والا  
 مجھ رہا ہے کے ساتھ کچھ دینیں یہ ایک ایسا مجھ رہا جس کے  
 خطوط میں ایک ایک سے ہونے والی حرکت سانس کے  
 حقوق کو ظاہر کر رہی تھی۔ سانس جو زندگی کی علامت ہے اور  
 جس کے ہم سے ہی سادے سے جذبہ اور خواہشیں کا گھر ہیں۔  
 سانس جسم کا ساتھ چھوڑ دے تو سانس سے حسین انسان بھی مٹی  
 کے امیر کے برابر ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے ترانے کے بھی  
 اپنی تمام تر خوب سورتی کے ہوجا دوسرے سانس کی عدم  
 موجودگی کے باعث اس کو بے رو جاتے ہیں۔ اپنے جسموں  
 کے لیے پیچھے والی آنکھ میں تھیں تو ہوتی ہے لیکن ان میں  
 جذبات لکھیں۔ اور اس کی کوئی بھی مٹی کی وہ اور بھی نہیں مٹی  
 اس نے ایک ایک میں زندگی بھر کی تھی۔ پھر وہی اور  
 شباب سے پڑھ کر جو کچھ وہی آنکھ میں سر لے تھیں لیکن

بھرتی ہو رہے تھے وہ کوئی اکبرتی ہے۔ وہ وہاں کے ساتھ ٹیک لگا  
 کر آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی اور یہ ظاہر اپنے اور گرد سے بے  
 ہوشی لیکن اچانک ہی اسے اپنے جسم پر ہوشیاری کی روشنی  
 محسوس ہوئی۔ اس کی ذہانت بہت سے غواہی اس نے اندر  
 غلے کی کھینچ لی اور اس نے چوک کر ایک ٹھکے سے  
 آنکھیں کھول دیں۔ اس سے پچھلی قافلے پر ایک پتہ ہرما  
 ابھی ہوئی ڈانگی اور ہالوں والا شخص کھڑا اپنی سرخ سرخ  
 آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ وہ ان عجیب و غریب لوگوں  
 میں سے ایک تھا جنہیں وہ کہیں اس تھک سے غواہی کر اس  
 برف زار میں آنے کے بعد سے مسئلہ اپنے اور گرد و بھروسہ  
 تھی۔ وہ سارے لوگ بڑے عجیب تھے۔ انہیں کچھ نہیں لگتا  
 تھا کہ انہیں نے ایک زمانے سے تھک سب اپنے اپنا کی شکل نہ  
 رکھی تھی۔ ان کے چہروں سے وحشت برتنی تھی اور آنکھوں  
 میں کسی بھی جگہ کوئی اور نہ تھی تھی۔ ان کے اظہار کے آقا  
 تھے یوں سمجھیں ہوتا تھا جیسے وہ اپنے ہتھکڑا رکھتے لگتے  
 اپنے ہاتھوں اور کسی بھی اپنی اس بے بسیت چہرے کے لیے تیار  
 ہوں۔ وہ ان عجیب و غریب لوگوں کے ساتھ ان کی دنیا میں  
 تہی کی حیثیت سے رہ رہی تھی اور حیران تھی کہ یہ لوگ کون  
 ہیں اور کس شخص کے تحت دینا ہے کٹ کر اس دیمانے میں رہ  
 رہے ہیں؟ اس بات کا تو اسے کبھی یقین تھا کہ ہر حال، وہ  
 اس جگہ کے قدمی باشندے نہیں ہیں۔ وہ سب باہر کی دنیا  
 سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے۔ ان کے رنگ، روپ اور لہجہ  
 چلتی کھتے تھے کہ وہ مختلف طاقتوں کے رہنے والے ہیں۔  
 ان کے طبقے بے شک یکساں تھے۔ ان کی بیوی بھالی  
 ان کے ہاں اور انھیں نہ بے ہالوں نے انہیں ایک دوسرے  
 سے مشابہ ظاہر کرنے کی کوشش بھی یا پھر اس حال سے لے پانی  
 اور دیگر سہولیات کی قلت کے باعث ان کے لیے قیامت  
 کروانا لیکن نہیں تھا، وہ ابھی تک اس بات کو پہلے نہیں کر کی  
 تھی۔ ان کے جسموں پر موجود ہوس بھی ایک جیسے تھے۔ وہ  
 پیرنگ اور بگھے ہوئے کوئی چہروں کے سر تھوڑی نش خراب  
 لگا نہیں پہنے ہوئے تھے۔ یہ مشرک طبعی اعتبار کر لینے کے  
 باوجود ایک دوسرے سے ایک شگافت کے بے کھینچتے تھے۔  
 ان میں کوئی گور سے رنگ اور سنہری ہاتھ کا ہاک تھا تو کوئی  
 لہجہ دار گور سے گور سے نہیں لگتا تھا۔ یاد گار تھی سے  
 رنگ والوں کے ساتھ ہونے تو اور۔ یادوں رنگت والے  
 پیر سے بھی، ان خیرات تھے۔ لیکن حال زمان کا تھا۔ وہ  
 زمانہ انہیں میں بولتے تھے اس میں اندھی ہوا تھی، ہوائی،  
 پتھر اور انگریزی کے الفاظ آپس میں اس طرح مل گئے



چودھری کے کاندھوں سے لڑاؤ غلغلا کر نکلا اور سناٹا ظاہر کرتے تھے۔ اس کی جیب کی ان میں سے کسی پر نظر پڑی۔ وہ اپنی ہڈ پر لڑاؤ چاہتی تھی۔ شریعہ تھا کہ وہ اپنی قاتلہ مرہ ظالمی نے ہاؤز باپ تک اس کی طرف سے قتل کیے بغیر نظر آئے تھے۔ یہاں اسے سوائے قید خانہ کے کوئی اور گناہ نہیں تھی۔ اس کے پاس آدھ روپہ ہتھیار تھا اور دوسری ہتھیار کو برداشت کرنے والا اس میں بھی۔ کھانے پینے کے سامنے میں بھی اسے کوئی پریشانی نہیں تھی۔ اسے تینوں وقت کا کھانا نہایت اچھی سے فراہم کر دیا جاتا تھا۔ لیکن پریشانی تھی تو یہ کراسے عکس کے طور پر اور کیوں یہاں لایا گیا ہے؟ اس وقت بھی وہ رات کے کھانے سے قانع ہونے کے بعد انہی سوانحوں کا جواب کہہنے کے لیے سوچوں کے کانے ہانے میں ابھی ہوئی تھی کہ خود کو گھور سے جانے کے احساس نے اسے آگے بڑھنے کو کہنے پر مجبور کر دیا۔ اسے اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے گھورنے والا شخص وہی تھا جو چند روز قبل اس کے لیے کھانے لگا تھا۔ اب اس کی وہ بار آور کا قصد پتہ چلتا ہے تھا کہ کھانے کے خالی برتن واپس لے جائے لیکن وہ خالی برتن واپس لے جانے کے بجائے اس کے کپڑے پر اور جوش اٹھ گیا تھا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں ایک خاص قسم کی تر ہو گئی تھی۔ اس کی تحریر سے عورت پر غوطی چڑھ گئی ہے۔ وہ اپنے کو بھی غوطی پر تحریر چڑھ لی اور خوف کے باعث اپنے اندر مست سی گئی۔ اس سے قبل اس نے چودھری اچھر اور وہ شے کی تیسہ چوک ساٹھ میں بیٹے والے امریکی سیارے کی آنکھوں میں بھی یہ تحریر ہو چکی تھی لیکن، دونوں ہی شیطانوں کے مقابلے میں قدرت نے اس کی مدد کی اور وہ ان دوس دونوں کی تباہی طاعت نے باوجود ان سے قتل آنکھوں میں کاغذ پانچ لگائی۔ لیکن یہاں اس قاتلہ کو اپنے سامنے موجود روپہ سے بچنے کے لیے کیا کرنا ہو گئی؟ یہاں نہ تو اس کے پاس فراہم کوئی راستہ تھا اور نہ ہی کسی اور کی مدد کی امید۔ بے بسی کے اس ناام میں وہ بے ساختہ اس کی گھبراہٹ سے اپنے رب کو یاد کرنے لگی۔ سناٹا لوہوں کے ساتھ وہ بے جا۔ بے جا اس کی آنکھیں اس شخص پر۔۔۔ ہوئی تھیں جو کسی دہشت کی طرح اس پر نظر میں آتے۔ وہ اپنے دھمکوں۔۔۔ اس کی طرف۔۔۔ فرار ہوا تھا۔ قریب آتے آتے وہ اتنا نزدیک پہنچ گیا کہ اس کے اندر دھماکے درمیان مشکل سے ایک لٹ کا۔۔۔ فاصلہ رہ گیا۔ اس قدر کم فاصلے سے وہ اس کے چہرے کی خیر معلومی سر کی اور سانسوں کے پھان کو بغیر کسی گھبراہٹ کی۔ اب کی شب نہیں، ہاتھ کر وہ گھبراہٹ سے اس کے قریب آتا جاتا تھا۔ اس شخص کی نسبت بھانپ کر وہ تیزی سے الٹی ہو کر بھاگنے لگی

[illegible][illegible]

”پھر آپ اس ویک اینڈ پر لاہور آ رہے ہیں؟“

ہنر پر ہونے لگی دو ایک ہفتہ سے سوچ رہی تھی کہ اسے ہاتھوں میں مصروف رکھ کر، خوشی کے مقابلے میں اسے یہاں بہت آزادی حاصل تھی..... یہاں اسے آلب سے بات کرنے کے لیے رات کا انتظار نہیں کرنا پڑتا تھا۔

آلب کی مصروفیت اور معمول کو نظر رکھتے ہوئے وہ دن کے وقت بھی اس سے بات کر لیا کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ دن کی روشنی میں ایک دوسرے کی ہوا کے دوش پر سفر کرنے والی آوازوں سے جذبات کی شدت کا اعتراف کرتے ہوئے بگ بگکتی تھیں۔

”نہا نے کا کیا سوال؟ ہم تو خود گن گن کر رہے تھے نہ وہ ہوا۔ اچھے بھلے آدمی کو کھٹا کا کر آپ نے؟ اپنا اسیر کر لیا ہے۔ پہلے چڑھتے چڑھانے نہ رکھتے کے سوا کوئی اور کام نہیں تھا اب آپ کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہے۔“ بس کے سوال کے

جواب میں وہ بڑی بے نیکی کا اظہار کرتا جو اولاً تو کشیدہ ٹکلسا کر  
 نہیں دی۔ اس ہنسی میں خوشی کے رنگ بھی تھے اور یہ مز بھی کہ  
 وہ کسی کو اپنا راجہ نہ مانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

”نہیں۔ نہیں۔ جی بھر کر لے لیتے۔ میں آؤں گا تو مارے بڑے کھڑا ہوں گا۔ ہر آپ کو پتا چلے گا کہ میں اور اس سے کسی کو ملانے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔“ اس کے یہ ظاہر روئے ہوئے کچھ میں یادگار مسند فرما جس ماحول پر غار مشور کا چہرہ اس کی بات کا مطلب سمجھنے کو ہے حیا سے سرخ ہو گیا۔ اسے شرم کے دو احباب میں کچھ کچھ بھی ٹھنک گئی۔

ابن ابی حنیفہ کی عمر تھی۔ پہلے تو وہی ہادیوں  
 دکان چلاتی تھی۔ اب یہ حال ہے کہ وہاں پر بھی صرف ایک جملہ  
 سے گزرتے جاتی ہیں آپ۔ ابھی تو عین تھیں آج کہ آپ  
 وہی کشور ہیں جس کی طرف سے انتہاء محبت میں ہمیں کی گئی  
 تھی۔ آج آپ نے اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے  
 اسے بھینچا۔

[illegible]

”یقیناً اس کا مطلب ہے کہ اب ساری زمین مجھے ہی  
آپ سے اٹھ کر میری محبت کا فریضہ بنانا شروع کرے گا۔ اس کے لیے  
میں مجھ پر کسی سے دوسرے مجھے جواب پر آپ کے لیے چاہوں گے۔“  
”تو کہہ کر بڑے گا۔“ مشورہ دینا ادا کے ساتھ ایک  
بار پھر کھٹکھٹائی۔ آپ جواب میں کچھ بولتا اس نے جس کی  
دورانے بڑے دھک بکھری۔

"ایک منہ: دو لہریں آفتاب:" وہ ہم آواز میں

[illegible]



کڑی اس عورت کو کچھ رہی تھی جو اب اس سے فدا ہے۔  
 دے ملے پر آ کر رک گئی تھی۔

”کیوں ہیں آپ... اور مجھ سے کیوں مان جاتی  
 تھیں؟“ عورت کے اظہار سے آزاد ماسٹکس ہونے لگے۔  
 اس نے پوچھا۔ ”جواباً عورت نے پوچھ کر کے بچانے کا  
 ہاتھ کرنا چاہا۔ ہر سونے کا خواب بتا دیا۔ خواب کے بچنے  
 سے نمودار ہونے والے چہرے کو دیکھ کر کشمور بڑی طبعاً چوٹی  
 لیکن یہ اس کا ابتدائی روزگ تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ قرط  
 سرت سے عورت کے گمے کی جگہ تھی۔

آپ مجھ سے نئے یہاں آئی ہیں... مجھے یقین نہیں  
آتا کہ اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ مجھے میں بھی ہے ہوا۔  
خوشی۔

”میں نے سوچ کر فی: دیورانی کے سامں چال ہی مظلوم کر آں۔ ویسے تھاروی توفی دیو لرو بھی چو پندہ پندہ کہ کہ بھی سامنے دیو تھاروی چال ہے۔ تو اگر جو کسی دیورانی اس طرح اجاغب آگئے تو تم کیسا ران؟“ دسکرانہ دسکی آوند میں ہوتی ہوئی دسکرانہ کیخبر نہ لی۔ اس کیخبر میاں پڑ سٹو کا پیر و مگر دنگ دیا لیکن مگر وہ تو انھی پر تھ کر پڑے اطراف میں دیکھنے لگی۔ اسے ارمحوس ہوا تھا کہ کہیں ساجو نے میاں پڑ کے اٹھا نہ دیں لیکن لیکن یہ کہہ کر اسے اطراف میں ہوا کہ ساجو کو کافی مصلے پڑی تھی۔ یہ پیدا تو خیر تھا ہی دور۔

”جیہیں، اندر چل کر باتیں کرتے ہیں۔“ اس نے  
مہتاب کا ہاتھ تھام کر اندر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر  
پلٹ کر مہاجر سے گفتگو نہ کی۔ یہی وہی ”جہی“ سے آؤش  
پہلے تیار کر کے لے آیا، پھر مہتاب لکھا بھی تیار کر لیا۔  
”لکھانے والے تک میں نہیں دیکھوں گی۔“ وہ دھیر آہ  
سے نشہ کا ہتھ دل چاؤرہم تھام لے چلی آئی۔ بیٹے اسکو  
لکے ہوئے ہیں۔ ان کے اٹھنا آئے تک مجھے گھر پہنچنا  
گا۔“ اس کا مہاجر کو دیکھنا تھا۔ وہ غم سے بے مہتاب  
جہت اس پر مصروف تھا۔

”نفی آپ بچوں کے اسکول سے آنے کے بعد انہیں  
 بھی اپنے ساتھ لے کر آجائیں گا۔ میرا خود اول کمرہ  
 ہے ان سے ملے گا۔“ مہتاب کی بات سن کر وہ منہ نہ  
 کھولے۔ ”اب اس کے بڑے دو صاحب بھائی بھی  
 اس کے ساتھ آ رہے ہیں۔“

”چوں کو میں جان بوجھ کر ساتھ نہیں لاتی۔“  
 ”موسم“ نے میں۔ ”جانے میں ان کی زبان سے کوئی ایسی  
 بات نکلے گی جس کی وجہ سے تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔“

ماذکھ جس میں بلی اور موہاں گھسے کے چھپے کھ کر سپی بھی ہوئی۔  
 "کون ہے اندر آ جاؤ۔" بلند آواز سنا دے گئے اس  
 جواب پر سحر و دواؤں کو کھل کر اندر داخل ہوئی۔ رات کو خود  
 اس نے اپنی چمک اٹتی بیچوں کی فریادیں اسی کے لیے اور تپور  
 کے ساتھ ہر گیت تک بھیا ہوا تھا۔ پہلے اس کی کا لاجور آتا  
 تھا تھا تو وہ اپنی ہر حرکت کی خریداری کے لیے غور ہی چاہتا  
 کرتی تھی۔ اس طرح اسے بکثرت آزادانہ نفسی سانس لینے  
 کا موقع مل جاتا تھا لیکن اب وہ خود کو کسی سے باہر نکلے سے  
 مگر یہ کر دیتی تھی تاکہ آفتاب کی کالاجور آدھ پر جب زہر نکلا  
 جسے تو طماز میں کون بھی نہیں نہ دیکھ سکے گا اور روز بروز سیر جانے  
 کرنے میں مل جاتی ہے۔

”کیا کام ہے حاجرو؟ کیوں آئی ہو؟“ بے نیازی کا  
مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے حاجرہ سے پوچھا۔

”وہ بی بی! آپ سے مجھے کئے ایسے عورت آئی ہے۔ کتنی بے کثرت بی بی سے ملتا ہے۔“ حذیر نے اپنی آمد کا قصہ سنا۔

جبران انہوں نے نام پر چھاپا تھا اس عورت کا؟

”میری بی بی! یہ اس نے اپنا نام کیسے بتایا۔ بس یہی کہتی ہے کہ آپ سے ملنا ہے۔ یہی چوڑی کمریہ فتح والی عورت ہے۔ مگر ہفتہ پہلے لگایا ہوا ہے۔ آپ نہیں تو میں جا کر متح کر دوں۔۔۔ چاہئے کون عورت ہے؟ چاندی دار نے اسے گھٹ پر لی راک دکھا ہے۔“ ”خارجہ نے اسے تحفہ سے آگاہ کرتے ہوئے اپنی طرف آنے والی عورت کو ہانے کے مطالبے میں اجازت سے بھیج دی۔“

”جیسا کہ ہے۔“ میں ہلکتی ہوں۔ شاید میری کوئی  
جانتے والی ہی ہو۔“ وہ ابھی ابھی ہنسنے سے انکار کر رہی ہے۔  
”ہر ایک پر اس بھل چڑی۔“ جی جی اس کے چہرے چبھنے لگی۔  
”جیسا کہ ہے۔“ سے کہہ کر صورت کو گھٹ سے اٹھاتے  
وہ۔۔۔ گھٹ سے کافی واسطے پر اسی رنگ کر س نے جی جی کو  
تھمھوا تو وہ تیر تیر قدم اٹھاتی آئے جی جی جیکہ کھڑا رہی جگہ  
رک کر انتظار کرنے لگی۔ حارجہ نے اس کا تھمھ چکر دیکھ کر پوچھا  
تو خدا اور کے تہذیب کے بعد اس نے اپنی کیت کھول کر  
صورت کو اٹھاتے کی اجازت دے دی۔ یہی چوڑی صورت  
ہر جگہ کہ اٹھارہ اعلیٰ یعنی اور اس کے باقی پہلی کی شکل ہر  
لڑکی ابھی طرف آتے تھی۔ اس کے چہرے پر چادر اور اسل  
تھاتے باقی اس طرف کھڑا تھا۔ صورت اور ابھی کوئی اپنی یہ کہ  
جسٹ کرتی تو وہ اسے فوراً کوئی بارہا۔ کھڑا تھا لیکن میں

مہتاب نے اس کے بستر پر بیٹھتے ہوئے بچوں کو ساتھ دھانے کی بات کی۔

”اچھا، آپ یہ فریق تو تاریں اور آرام سے بیٹھیں۔  
 ہر گز بچوں کی پہن میں کافی وقت ہے۔ کھانا چاہتے ہیں۔  
 کھائیں لیکن اردو میں ان کا وقت میرے ساتھ ہی گزرتا رہا ہو گا۔“  
 مشورے سے بہت بھرے لہجے میں کہا کہ مہتاب منگوائی کو دہائی فریق  
 اٹا دے گی۔

”وہ مجھے امداد نہیں تھا کہ آپ اپنی پروہ دار  
خاتون ہیں کہ کمر سے ابر تلنے کے لیے آکاہدیرج اوزستی  
ہوں گی۔ میں تو انازہ کی زبانی ہے کہ حرجان ہی عارضی  
کہ کوئی رنج پوش خاتون مجھ سے بے آئی ہیں۔ آپ نے اپنا  
ہم کی نہیں بتایا تھا۔“

”ہم تو میں نے اس لیے نہیں بتایا تھا کہ اہل کفار  
 چارے دے سکتے ہیں۔“ کہیں کہیں وہ کہتا تھا۔  
 یہ جتنی بات تو حق کیوں ہے۔ یہ سچ میں پروردگار نے ہی  
 ہم سے نہیں بتائی بلکہ اس لیے حقیقی کائنات کو خدا کو کون کون کی  
 نظر ان سے اچھا رکھ سکوں۔ ”مستجاب کا جواب میں کہ اسے  
 آفتاب کی اس کے حلقہ جاتی حق داستان یا رومی۔ مستجاب  
 ہے اور کی سوائی حق جس کے سے عجیب سے ملن زندگی  
 بنایا دی شریعت میں اس میں کے لیے اس نے جو قدم اٹھایا تھا،  
 وہ قدم اور اس کے کچھ کچھ سے پکار کرنے سے کہہ سکتے تھے۔“

اسے قہقہے کے زور پر دھکی دیا اور کھڑکھڑائی دہانے سے جا چلا۔  
گرا فاضل کی بیٹی تھی اور اب بھی اس قدر کاکھڑ تھی کہ  
جانے اب کوئی تہ نہ رہا۔ اس کے بچے کڑے۔ ایسا بھانر  
ملے گا۔

آئے۔ پہلے آفتاب سے دھن کر دی گئی۔ ذرا انہیں آپ کے بارے میں بتا دوں تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں ورنہ بے چارے پریشان ہی ہوئے رہیں گے کہ میں کس شکل میں گرفتار ہوں۔" منجانب سے حقیقی آفتاب کی تباہی ہوئی تھیں۔ ادا نہیں تو ساتھ ہی یہ بھی یاد آگیا کہ وہ آفتاب سے اپنی جھگڑا دھوری چھوڑ کر خارجہ کے ساتھ باہر نکل گئی تھی۔ اب کیا کیا تو فوراً لپکے گئے۔ لپکے پیسہ سواں نکلا۔ آفتاب کو کوئی تھی۔ منجانب کی تباہی کے بارے میں مطلع کیا۔

”خیر، آپ بھرتی کے ساتھ اچانک سے گریں۔  
میں بھی اپنے کام دستہ سے نکلتا ہوں۔“ اس فی وی ہولی  
اطلاعیہ سن کر انی آپ نے کہہ ارفوں بندہ کر دیا۔

”اب آپ تاحیں بھائی کو کہہ سکتے ہیں؟“

انہیں برائی تو خیریت سے ہیں ؟؟؟ آفتاب کی طرف سے  
 دیکھیں جو کہ وہ مناسبت کے برابر ہیں اگر کسی اور اس سے  
 پانچ فیصد۔ انا سوچتا ہوں اس نے بے پروائی سے بیٹے ہی وال  
 دیکھا۔

”سب غریب ہیں۔ بچے قسمیں بہت یاد کرتے ہیں۔  
مجھ سے یاد پانچ بچے ہیں کہ ان چالیس دو بارہ بارے میں  
کب آئیں گی؟“ مہتاب مسکراتے ہوئے اسے قاتلے لگی۔

اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی ہے تھکفانہ پائیں کرتے ہوئے  
وقت گزرتے گا۔ حاجو اس دور ان کھانے پینے کی پُر تھکف  
اشیا سے بھر دی اڑاں کرے میں پھینچا کر جا چکی تھی۔ دلی کے  
پارے میں بھی اطلاع مل گئی تھی کہ وہ دہلی کیسے سے واپس  
آ چکی ہے اور اب زور پٹی خانے میں حاجو کا قہقہہ بھار رہی

ہے۔ جہتاپ کے گھانے سے اٹھار کے ۱۱۰ کلو گرام چینی ہے  
 اکیس ٹکس جانے دیا جانتی تھی۔ اگر متاب کہنے پر تھی  
 دتی تو دو سو چار کے نام سے اس کے ساتھ گھانا، لکھ کر بھجوا  
 دیتی۔ اسکی تو غیر دو ہاتھ میں تھیں اور متاب نے وہاں  
 جانے کا کوئی اور دوا بھجوا نہیں تھا۔ آئین کی باتوں میں کھنڈہ  
 دونوں اس وقت میں جس جہتاپ نے غارت گھنٹہ دیے مگر  
 دروازہ کھولا۔ اس غیر مہذب باشندہ نے کوئی رد عمل ظاہر کرنے  
 سے قنیں بھی کھنڈہ سے کھلے دروازے سے سبزی دیکھ کر دلچسپا۔  
 ”السلام علیکم اداں! آپ یہاں... وہ بھی اتنی  
 آپ تک؟“ وہ پوچھا کہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور ماں کی  
 ایا تک آج رہے تے کا انکار کرنے لگی۔

”کیوں میرے یہاں آنے پر پابندی ہے کیا؟“

تو یہاں وہ فتنی ہے تو میں کیا فتنہ دار کہی؟ "چودھری ان کا ہاتھ  
 نے نرا گھٹے پکڑنے سے روک لیا۔ چودھری اس کے انداز میں کشادہ  
 کے لیے ہڈی رگڑت ہوئی تھی لیکن اس وقت وہ خاصی خفا  
 لگ رہی تھی۔ کشادہ اس فتنی کا پیسہ مقرر کچھ سنی تھی۔ تاجر نے  
 اپنے ناچور کے دور سے اسے امانتیں چاہنے کے بعد جیتنا اس  
 کے بارے میں اسکا اسکا بھروسہ کیا تھا کہ اس کی ماں  
 سے جو اس کا پس منہ زیادہ دور نہیں رکھا تھا اور وہ سوچنے سے بھی  
 کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لیے لاہور آچکی۔ ماں کی  
 آمد کا سلسلہ جتنے دن کے کشادہ نے بے ساختہ ہی اپنے مہندی  
 سے اپنے ہونے سے تھوڑا بہت بڑھ کر لے لیا۔ اس کے ہاتھوں پر گل  
 مہندی ہے۔ کشادہ نے مہم پر جھلکی لیکن آناب کی محبت کا چور تک  
 اس کے لیے بڑے اجرو پر پڑے چاٹھا اور بہت بات نہ تھا اور اسے  
 نہیں۔ ابھی چنگن نہیں تھا۔ چودھری ان کا ہاتھ نے بھی چھلی نظر میں



پھر اس میں در آنے والی تہذیب کو محسوس کر لیا تھا اور اب  
تفصیلی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔  
"میں نے آپ کے یہاں آنے پر اعتراض نہیں کیا  
اماں آپ آئیں، یہاں ٹیکس۔" مہتاب کے سامنے ماں  
کے بچے پر ہلکی ہنس کرنے کے باوجود اشارہ سے  
ماں کو مخاطب کرتے ہوئے اسے اس جگہ بیٹھنے کا اشارہ کیا  
جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ خود بیٹھی تھی۔ چودھرائی ماہیہ  
مہتاب کو گھور کر بولی چڑھی۔  
"تسلی کون ہو لی؟" بیٹھے کے بعد اس نے براہ  
راست مہتاب سے سوال کیا۔

"یہ میری سہیلی ہیں اماں۔" بیٹھنے ستاروں کی دکان پر  
میری اماں سے ملاقات ہوئی تھی۔ بس پھر ہماری دوستی ہو گئی۔  
آج پر پچھلی بار مجھ سے ملنے یہاں آئی ہیں۔" مہتاب کے کچھ  
ہلنے سے تکیہ کشور نے اس کا ہاتھ سے متعارف کرا دیا۔  
"ایسے ادا پتی عورتوں سے دوستیاں کاٹنے کی جتنی  
میں نے اجازت دے دی، اسے اپنی اپنی جگہ پر رہا۔" وہ  
اس کی غریب پر تو اس کی اصل کی ابھی طرح جانچ چکا تھا  
کرتے ہیں۔ تو بغیر جانے پر گئے دوستی کر کے وہ چلتوں کو  
گھمسانے لگی۔ "ماہیہ کے الفاظ اور لہجہ دادوں اتنے جھک  
آج مجھے کہ مہتاب کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"میں اب چلتی ہوں کشور!" اس نے کشور کی خاطر  
چودھرائی ماہیہ کو کوئی بھی جواب دینے سے گریز کرتے  
ہوئے خود... شبہ کیا اور کہی ہو کر اپنے برج اڑ گئی۔  
کشور کی آنکھوں میں ماں کے روپے کے لیے گہری محظرت  
تھی لیکن اس وقت وہ پھر بھی بیٹھنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔  
مہتاب برج اڑ کر باہر نکلے گی تو چودھرائی ماہیہ کی آواز  
نے اس کے کتہ ہر دوک ہے۔

"یہ فون شاید تھپڑا ہے، اسے بھی اپنے ساتھ لے  
جاؤ۔" یہاں کہاں چھوڑ کر چوری ہو؟" اس نے ہنر پر پڑا  
کشور کا سوا ہاتھ کہ مہتاب کی طرف بڑھایا۔  
"یہ سوا ہاتھ میرا ہے۔" مہتاب نے سوا ہاتھ کی ملکیت  
سے انکار کر دیا لیکن فون اسے کشور نے مداخلت کر کے اسے  
درمیان میں ہی روک دیا۔

"لوہے ہاں اماں اپنے ان کاغذ سوا ہاتھ ہے۔" اچھا ہوا  
آپ نے کچھ وقت پر دیکھ لیا اور سب چاری کو بچھلی ہو  
پائی۔ "اس نے چودھرائی ماہیہ کے ہاتھ سے وہ پزل بہت  
کر مہتاب کو تھپڑا دیا۔ اس نے بھی صورت حال کو سمجھتے ہوئے  
نہ سوئی سے سوا ہاتھ اپنے پر ہاتھ میں رکھ لیا اور نہ مداخلت

ہولی باہر نکل گئی۔

"میں تجھے اپنے ساتھ واپس گاؤں لے جانے کے  
لیے آئی ہوں۔ بہت دور لی یہاں۔ اب واپس چل۔" یہاں وہ  
کرتو جو آواز سے کڑی ہے وہ میں ہر دوہا دانت گھٹن کر گئی۔  
سادہ پہنائی ڈی چودھرائی سے وہ کڑی دہان اور اب  
تیری وجہ سے اور بھی بیٹھنے بیٹھنے پڑتے ہیں۔ غولی چل، میں  
دیکھتی ہوں وہاں وہ کریم دار داغ نیچے ٹھک ٹھک ہوتا۔ جس سے  
لوہی بھی میرے ساتھ ہی آئے ہیں۔ آنکھ میرا دے پاس  
اس کا جانا ہے۔ ابھی تو وہ مجھے یہاں اتار کر خود کسی کام میں  
گئے ہیں پھر شام میں ان پڑت چلے جائیں گے۔ تو چودھرائی  
رکھ۔ اور یہ آنکھیں چھوڑ کر واپس آئے گا تو ہم اس کے ساتھ  
واپس گاؤں چلے جائیں گے۔" مہتاب کے جاتے ہی  
چودھرائی ماہیہ نے اٹل لہجے میں اسے ٹھک پٹا اور کہنے سے  
باہر نکل گئی۔ اس کے ہر نکلنے کی کشور نے والے انداز میں  
چلے پر دیکھی۔ جتنے اٹل لہجے میں چودھرائی نے اسے علم دیا  
تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ چودھرائی کی تیل و جوت سے  
کام لے رہا ہے چودھرائی کے ساتھ واپس جانا ہی چاہے گا۔  
واپس جانے کا مطلب تھا... آنے والے ویک اینڈ پر آفتاب  
سے ملے شدہ ملاقات سے محرومی۔ اس ملاقات کے حوالے  
سے ان دونوں کے دل میں کتنے ارمان تھے وہ بات کوئی اور  
کیسے سمجھ سکتا تھا؟ کشور کی کو بھابھی کیسے سکتی تھی؟ فی الحال تو  
اس کے پاس موجود آفتاب سے رابطہ کا ذریعہ وہ دشنام سا  
موبائل بھی تھا جو کیا تھا وہ وہ ذرا دیر کے لیے ملے والی پڑا  
کی آواز دہلی کے بعد ایک بار پھر بھی بے زبان کھڑی کی طرح  
واپس اپنے کس کی طرف ہائی جا رہی تھی۔

"دیکھ دیکھ میرے بیٹھے وہ بے کام ایکٹ  
نہیں لیا۔ اس وادی بیٹھے تھے سے کوئی شکایت نہیں ہوتی  
چاہے۔ میں جس سے ساتھ ای وادیت کر چکا ہوں۔" اب  
کے کارنگلوان تو خیر اچھا اچھا تھا۔ بھگت چلی طرح کچھ  
لے۔ انور کی طرح میں تجھے کتوں کے آگے ڈھونڈوں گا۔  
خدا کی کی طرح کام چوری بھی جسک خزانہ کی نشانی ہے۔ اب  
کی وادی تو نے جس خزانہ کی نشانی دیا تو کچھ سے کہ فیروہ جام بھی  
جسک خزانہ میں میرا ہی ہو گا۔" اپنے رچے مانچ میں سو نہ  
چودھرائی انکار دیا۔ وہ بھی نہ وہ اہمیت جاری کر با تھا۔ فرماں  
بر وادی سے سر ہاتھ دے لے لی رات اس کی چھٹیوں پر انور  
سے نکال ہوئی چارہ کی گئی۔ وہ انور کو اور اس نے انجام کو بھی انور  
تھا۔ وہ تو کا کیا انور کی انور نے اپنی بی بی کو ہر روزک حالت

میں اسپتال پہنچانے کے لیے غولی کی طرف سے گاڑی کی  
فرمانی کا طب کار ہوا تھا اور انور پر برکت ہو کر بندوبست پر اثر  
آفتاب۔ پانی کی موت کے بعد سے نے انور کے حواس بھینک  
لے تھے۔ انور تھے میں وہ پھر بھی سے طرے لیتے ہوئے اسے ہی  
شہر یا کارطرب میں بیٹھا تھا۔ رات گھٹنے کے بعد انور کو پھر بھی کی  
طرف سے ملے والی برکت نہ سراسر اپنی ہی تھی۔ چودھرائی  
نے کتو اور انور کا اس انور کو کھڑی کتوں کے آگے ڈھکیل دیا  
تھا۔ انور اپنے ناکوں اور دھڑکے ساتھ ان طاقتور کتوں سے  
مقابلہ نہ کر سکا اور کتوں نے انور میں اس کے جسم کو اور پھونکا  
تھا۔ انور کی اس بے بسی سے لطف اندوز ہونے والے ہاتھ  
نے جب اپنے ساتھ جیسے لے چلے پے جسم کو محسوس کی آنکھ سے  
کتوں سے بھگڑے جانے کا مشورہ دیکھ تو کاپ اٹھا اور  
چودھرائی کی چال چلی کرتا ہوا خوشامد انداز میں بولا۔

"آپ گھرنے نہیں سہارا۔" سب کا سر غیر ذہنی ہلا جائیں  
گئے۔ آپ نہیں بھولے شادی کے پاس امریکہ نہیں چلیے  
تے میں کو کر کے آپ کو خوش خبری ہے۔ تانوں۔ اس وادی  
آپ کے دشمن کی ایک ٹیم بیٹھ گئی۔ میں ناک کے کدے سے اس  
کی ساری انفری کال دوں گا۔ ایکہانت میری لیے میں گزار  
لے گا تو اپنے سارے بچے والے ناموں چاچوں کو بھول  
جائے گا۔ میں آپ کو خیر اسانکار کریں۔ امریکا سے واپسی پر  
آپ کے سامنے آپ کی پندرہ لاکھ فیسی کر دیا جائے گا۔"

"اپنی گل پر قائم رہنا۔ اگر تو نے میری مرضی کے  
مطابق کام کیا تو میں بھی تجھے لالہ کر دوں گا۔ اور ہاں...  
اس اسے ہی کے بچے سے کوئی رعایت کرنے کی ضرورت نہیں  
ہے۔" ان اخراجات اس میں۔ میں اس نے لڑن کی موت پر  
انورس کرنے کیا تھا تو اس نے مجھ سے اٹھتے سے گل جھک  
ٹھسکی کی گئی۔ "چودھرائی جو شہر دار سے خدار کھائے بیٹھا تھا  
بالے اور بڑھانے گا۔

"تسلی کے گھر ہو جائے گا۔ اسے ہی کو تو میں گل کرنا  
سکھاؤں گا۔ طوطے کی طرح فرخرو لے گا اور وہ سب تانے گا  
جو ہم چاہیں گے۔" بالے نے چودھرائی کا سوز بھان کر نے  
کے لیے جو کھدائی۔  
"پڑھایا سے کام کرنا۔ خبردار کسی کو یا کوئی شہوت  
نہ دے۔ گے گا وہ جسک بھلی گئے۔ بیٹھے شہوت کے اسے ہی نکال  
فی شہر چائے۔ اور انور کو بچھلے گا۔"

"اگر آپ نرم کر لیں تو اسے ہی زبان ہمیشہ کے لیے  
فی بند کر دوں۔" سارا رات کا شہر چائے گا۔" بالے نے  
چرخ میں زیادہ ہی مستعدی کا مظاہرہ کرتا تھا۔

"میں لائے... اسے ہی کو تو میں نے زندہ ہی رکھنا ہے  
جو کس کی سب ہی کا قاتل دیکھ سکوں۔" وہ امریکی کی طرح کڑی  
کھانے یہاں میں پھپھا کر دیکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ سب ہم  
اس لڑکی کو کھل کر کھدائی کے تو اسے ہی کی جڑ جات ہوئی۔  
اسے دیکھ کر میں اس کی سوت سے زیادہ خوشی ملے گی۔"  
چودھرائی نے فورا ہی بالے کی تجویز سے اختلاف کرتے ہوئے  
اپنے شیعانی ذہن میں بھی خواہش کا اظہار کیا۔

"تسلی آپ کی مرضی سہارا لالہ تو آپ کے حکم کا ظلام  
ہے۔" بالے نے ایک بار پھر خوشامد انداز میں کہا جس پر  
بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چودھرائی نے اپنی گردن  
سوڑی۔ ایسے لہجے اور وہ اس کی زندگی کے مہولات میں  
شامل تھے۔ وہ ہمیشہ سے لوگوں کو اپنے سامنے بھینکے دیکھنے کا  
عادی تھا۔ اگر بھی کوئی ٹھکے سے انکار کر دیتا تو وہ بھینکے ہو  
جانا اور اسے بھگانے کی تڑکیوں سے پٹنے لگتا۔ اب بھی اسے  
کافی اطمینان ہو گیا تھا کہ شہر دار سے وہ انور کا پتہ حاصل کر کے  
اسے اپنے بیٹھے میں لانے کے بعد شہر دار کی بے نی کا قاتل  
دیکھ سکے گا۔ اس کی طرح خواب کو آنکھوں میں سجائے وہ  
پینکٹ کے سہرا مل سے گزارتا اچھا جڑ میں کھینچ گیا۔ اس کے  
لیے جس کلاس میں سیٹ ریج روڈ تھی۔ وہاں مسافروں کے  
استقبال کے لیے موجود اچھا ہوٹلکس نے ہوتلوں پر دل پر عرب  
سکراہٹ سجائے ہوئے اس کی سیٹ تک راجہائی کی۔  
انور ہوٹل کی بے دل غریب سکراہٹ پر اس کا درد پوری قیمت کی  
تھی جس سے وہ اپنے پیشہ ورانہ لڑائیں کے مطابق ہر ایک  
مسافر کو ذاتی کمی بھینک چودھرائی جیسے خود پند بند سے نے اس  
مسکراہٹ کو خاص اپنے لیے قصہ کیا اور اس کی پیش پرست  
لمحہ خوش ہوئی کہ طوطی فر کے اور انور کو اپنی اور سوچ  
مستی رہے گی۔ دوران سفر انور ہاتھ سے دل پشوری کے  
خیال نے اسے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے گھر سے کی  
موجودگی پر بھی کبھی خاطر نہیں ہونے دیا۔ اپنے وہ عواماً  
گھروں کی ہر سطر کی پوند نہیں کرتا تھا۔ اپنے کام سے کام  
رکھنے والے اور ٹھکر ٹھکر کرنے والے گھروں کی جگت اسے  
ہر کر دیتی تھی۔ ایسے لوگ زیادہ بات چیت کا موقع ہی نہیں  
دیتے تھے انورس اپنے سر ہوں اور جاگیر کے لیے تارک  
مروجہ کیا ناک کیا جان لگا اچھا کے قہقہے آف کرنے تک وہ  
گھر کی طرف سے رخ اڑتے چپ چاپ بیٹھا ہوا۔  
البتہ بیٹ جات پانہ ملنے کے لیے آنے والی انورس کی  
قربت سے کھات طوطی نے کے لیے اسے اپنے ساتھ طب  
اچھا سے رکھا۔ انورس اپنے ہاتھوں پر پیشہ ورانہ مسکراہٹ



جائے اسے برداشت کرتی رہی لیکن اس کی آنکھوں سے جھلکی جاگڑی واضح تھی۔ جہاز کے ٹک آف کرنے کے بعد جب پرواز دوبارہ ہوئی اور پانکٹ کی طرف سے مسافروں کو سیٹ جٹ کھول لینے کا اشارہ دیا گیا تو چودھری نے خود اسے یہ معمولی کام انجام دینے کے بجائے اڑہائیس کی خدمات حاصل کرنا ضروری سمجھا اور سیٹ کے ساتھ گئے جن کو دبانے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”کاشمیر جہاز میں آپ کی سیٹ جٹ کھول دیتا ہوں۔“ چودھری کیے جنی دبانے سے پہلے اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا گویا شاکی سے وہاں اردو میں بولا۔ گودے کی زبان سے انکی صاف اردو سن کر چودھری کا حیران ہوا کہ جنی دبانے بھول گیا۔ اس کی حیرانی کی پرواز کرتے ہوئے گودے نے اس کی طرف جھٹک کر اس کی سیٹ جٹ کھول دی۔

”آپ تو بڑی صاف اردو بول لیتے ہیں۔ مجھے داکٹر اندازہ نہیں تھا کہ آپ اردو جانتے ہوں گے۔ شاید آپ نے پاکستان میں طویل عرصہ گزارا ہے۔“ گودے کے اردو بولنے پر حیرت کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ چودھری نے اندازہ بھی لگایا۔

”اسکی تو بڑی بات تھیں۔ ہے جب اس پر اس نے تنک کی ہار آچکا ہوں لیکن اردو میں نے یہاں سے کبھی بلکہ امریکا میں ہی رہ کر سیکھی ہے۔ اصل میں مجھے نہ سیکھنا کہ بہت شوق ہے۔ میں اردو کے علاوہ اردو کی کئی زبانیں بولتی ہوں۔“ گودے نے اسے مزید جاننے کے لیے کہا۔

”یہ سن کر ایسا وہی خوش ہوئی ہے۔ اردو اور پنجابی بولتے ہیں اور امریکی زبان بھی بولی ہے۔“ چودھری نے ہاتھ پر اشارہ کر کے اس کے چہرے پر غصہ لگایا۔

”چودھری انداز میں لڑائی کی۔“ میرا نام دیا ہے۔ مجھے کے اعتبار سے میں انجینئر ہوں لیکن سیاست خصوصاً کانٹنگ کا بڑا شوق ہے۔ یہ شوق مجھے ہر بار مشرقی ممالک کا رخ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ آپ اپنے ہمارے میں تہا پئے کہ آپ کی یہ فیصلہ فرماتے ہیں؟ ویسے آپ کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے میں نے آپ کے بارے میں بڑا اندازہ قائم کیا ہے۔ اس کے مطابق تو آپ کوئی ٹھکانا دار ہی نہ لگتے ہیں۔“

”آپ کا اندازہ بالکل ٹھیک ہے۔ جی۔ میرا نام چودھری انصاف عالم شاہ ہے۔ میں ہی آبادی ایک گاؤں کا

مالک ہوں۔ پرکوں سے ہم وہاں سکرانی کرتے آ رہے ہیں۔ چار منٹ پہلے اور سیر و تفریح نے لیے احمد اتر آئے جاتے رہے ہیں لیکن پھر اپنے اصل مکان کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ انکی میں اپنے ہر سے ملنے یاد رکھا جا رہا ہوں۔ خود سدن اس نے ساتھ رو کر ادھائیس آجائوں گا۔ میرا ہر دارا آخری ٹاپ ہے۔ پرکوں کی طرح اسے سکرانی کا ذرا شوق نہیں ہے۔ امریکا میں رہ کر پڑھا کھا اور اب وہیں ملازمت کر کے خوش ہے۔ پانکٹس آپ کے ملک میں ایسی کیا گل ہے کہ ہمارے جوانوں پر جادو ہو جاتا ہے۔ واپس آنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔“ چودھری نے شکوہ کیا۔

”ارے نہیں چودھری صاحب! ہمارے پاس کچھ نہیں رکھا ہوا، جو کچھ ہے مصروفی ہے۔ اصل میں اردو بھاری تو آپ کے ملک میں موجود ہے۔ میں تو آپ کے شمالی علاقہ بات کے سن کا اتنا عاشق ہوں کہ موقع ملتی ہے میں کارخانہ کرتا ہوں۔ لیکن والے آپ کے نظام بت کر دینا میری بیوی کی سرزنشیں کہتے ہیں اور کچھ کھوں تو مجھے بھی ان برف پوش چھاڑیوں پر پڑیں! دھن کرلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آپ پاکستانی تو اس طرف کا رخ ہی نہیں کرتے ورنہ ایک ہزار ان برف پوش چھاڑیوں کی سیر کے لیے چلے جائیں تو ہمارے امریکا کو بھول ہی جائیں۔“ چودھری نے انداز سے ظاہر کیا کہ واقعی وہ پاکستان کے شمالی علاقہ جات کی خوب صورتی سے بہت متاثر ہے۔

”آپ جتنے ہیں تو نہ ہی پڑے گا۔ مسٹر چودھری! ہم پاکستان کو دیکھ کر بھی امریکا کی برکت دینے کی بات نہ بنے۔“ چودھری اپنی بات پر اصرار دینی بڑا آواز میں بولا۔

”جانی باتوں کے بارے میں پتہ نہیں چلتا۔ چودھری صاحب لیکن جو بات میں آپ سے چہرہ ہوا، اس پر تو آپ انھیں بند کر کے بیچیں کر لیں۔“ گودے نے بات تو آپ جانتے ہیں کہ ہمارے کسی بھی ملک جگہ پر یہ غرضی نہیں کرتے۔ میں ان کا رخ کر کے ان علاقوں کی سیر کرنے آتا ہوں تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کچھ نہیں ہے ان علاقوں میں ورنہ مجھے کیا ضرورت پڑتی ہے اپنی رقم خارج کرنے کی؟“ چودھری نے ایسی دلیل دی کہ چودھری کو قائل ہونا پڑا۔

”مگر تو قبائلی ٹھیک ہے۔ آپ تو میرا بھی دل چاہ رہے ہیں کہ میں امریکی یہ کے لیے جاؤں۔“

”تو اپنا نہیں چودھری صاحب! میرے ساتھ ہر امریکہ نہیں۔ آپ مجھے اپنے کانٹنگ بھروسہ دیں۔ میں فیصلہ نام پاکستان آؤں گا تو آپ کو اندازہ کروں گا۔“

آپ میری نیم کے ساتھ چلے گا۔“ ایسے ہم لوگ تو کافی اوپر تک جاتے ہیں۔ آپ کی چھان تک بہت دور اساتذہ دیتے ہیں۔ اصل میں کانٹنگ میں کسی کی جی اہمیت ہوتی ہے۔ آپ کے پاس لوگ اپنی تئیس کا خیال نہیں دیتے اس لیے زیادہ باتیں تک نہیں چاہتے ورنہ ہمارے پاس ان لوگوں کی بھی شش ہیں جو ستر اسی سال کی عمر میں کے نو کے ہیں کب تک پہنچ گئے۔“ چودھری نے آخری الفاظ نے چودھری کی اتنا کورنگ پہنچا لیکن بہر حال، کچھ کچھ اس لیے وہ چاہنے کے باوجود ہار کے سامنے کوئی جھٹک نہیں دے سکا۔ اگر وہ انکی اپنی جواں مردی کا دعویٰ کر بیعت تو آنے والے وقت میں اسے ثابت نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ اس موضوع پر خاموشی کو ہی فیصلہ جانا ضروری تھا۔

”چلیں تو پھر ان کو نہ کر اب جب بھی میرا ہمارا پاکستان آتا ہے ہم ساتھ مل کر انھیں ڈھنیں دھنیں گے۔ انکی میں اب کرنا ہوں کہ آپ کو اپنے حالیہ ڈیوٹی کی تصویریں دکھانا ہوں۔ بڑے شاندار دستاویز ہیں۔“ چودھری کا شخصیت فہرہوت کرنے کے بعد اس کا ہاتھ پر نہیں کھنکھرتا۔

”اپنے ڈیوٹی فہرہوت کرنے سے تصویریں جاتی تھیں میں نے۔ زیادہ تر تو انکی میرے میں ہی محفوظ ہیں۔ میں کچھ خاص خاص تصویریں جو مجھے زیادہ سی پند آتی ہیں، انھیں میں نے تئیس سے فی الحقیقت کر دیا۔“ آپ تصویریں دیکھیں گے تو خود میرے منظر کے قائل ہو جائیں گے۔“ اس نے علاقہ چودھری کے ہاتھ میں تھمایا۔ غائبانے کے دن سے احمد نے ہمارا حق اس میں انھیں خاص تصویریں دے دی ہیں۔

چودھری نے لانا لھو لانا اس میں سے ایک ایک پر آد بھرا۔ وہ خوشی خوشی انداز میں ان میں سے کسی بھی تصویر کو دیکھنا نہیں دے گا۔ اس کا دعویٰ تھیں تھا۔ واقعی اس نے بڑی خوب صورتی سے قدرتی مناظر کو کمرے کی آنکھ سے قید کیا تھا۔ چودھری نے ساتھ ہی تحریریں کرتے ہوئے ایک ایک تصویر دیکھنا آگے بڑھا۔ لیکن پھر ایک ایک مقام پر اس کی ہاتھ بند ہوئی اور حیرت سے تنک تصویر میں نظر آنے والے چہرے کو دیکھنے لگا۔ بھاری نرم ہاتھ میں کسی چھاڑی ڈاٹیر کے روپ میں وہ ہر لڑکی ماہر ہوئی ہے۔ اسے اسے حیرت کر لینے کے پانچ دانے اپنی آنکھوں پر لٹکے تھیں۔ آرم تھا۔ اس کی اتنا کے لیے انتہائی دل کو اس کی نیلہ نیلہ لکھنے والی وہم کو چھو بہت پر طراوت چائے خوشی کی ٹھنڈی میں شرارت کرتی چر رہی تھی۔ اس بات کو سوچی کہ اس کا تین بدن ملک تھا۔

”خوب صورت لڑکی ہے؟ چودھری صاحب؟ مجھے بڑی اچھی لگی تھی اس لیے میں نے اس کے کپڑے لے لیے تھے۔ آپ آگے دیکھیں، آگے اور انکی پوز میں اس لڑکی کے۔“ چودھری کے پیرے کا ہاتھ لپٹتے ہوئے ایسا نے اس سے کہا اور ہر خوشی ہاتھ بڑھا کر کئی تصویر سائے کر لی۔

”یہ لڑکی آپ کو کہاں کی مٹی مسٹر چودھری؟“ تصویر پر نظر جماتے چائے چودھری نے سرسراہٹ ہوئی اور اس میں اچھے سے سواں کیا۔

”اسے میں نے ایک چھاڑی گاؤں میں دیکھا تھا۔ میں اپنی نیم کے ساتھ اس گاؤں کی کچھ کچھ ساڑھیوں میں موجود تھا کہ میں اطلاع ملی گاؤں میں شادی کی تقریب ہو رہی ہے۔ ہم لوگ متدی شادی دیکھنے کے شوق میں انجیر دعوت کے اباس جا پھڑے۔ جو اسے اچھے مہمان نواز لوگ تھے گاؤں والے۔ انھوں نے ہمارے اس طرح پہنچنے کا برا نہیں مانا۔ کچھ تصویریں بنانے کی بھی اجازت دے دی۔ تصویریں بناتے ہوئے میری اس لڑکی پر نظر پڑی تو میں نے سانس ہی اس کی کئی تصویریں لے لی ہیں۔“ ان کے تفصیل سے اس کے سواں کا جواب دیا۔

”اس گاؤں کا کیا نام تھا مسٹر چودھری؟“ لڑکی کی تھیںات میں سب کچھ بولنے کے باوجود بنیادی جواب نہیں تھا اس لیے اس بار چودھری نے ذرا زیادہ وضاحت سے اپنا سواں دہرایا۔

”نصرت ہے چودھری صاحب! مجھے لگا ہے کہ آپ اس لڑکی کو جانتے ہیں اور اس کی تصویر کچھ کرکچھ پریشان ہو گئے ہیں۔“ چودھری کا انداز اگرچہ سرسری تھا لیکن وہ بہت گہری نظروں سے چودھری کے پیرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں واقعی اس لڑکی کو جانتا ہوں۔ اس کا نام نصرت ہے اور یہ میرے ایک حرم کی بیٹی ہے۔ یہ لڑکی کافی دنوں سے اپنے گھر سے غائب ہے اور اس کے ہاں باپ اس کے لیے کچھ حد پریشان ہیں۔ میں نے اپنے حرم پر اسے تلاش کروانے کی کوشش کی مگر میں میرے لوگ کا سیاق نہ دے سکے۔ کسی کو تھان ہی نہیں تھا کہ لڑکی انکی در ایک چھاڑی گاؤں میں تھیں ہوتی ہوگی۔“ چودھری نے اپنے ہر مضمراں کا سا بیجا احتیاط کرتے ہوئے ایسا کہ نصرت بات نہ آگاہ کیا۔

”اور انکی بیٹی پر آپ حرم لڑکی کچھ دیکھیں کہ آپ کی تلاش اب ختم ہوئی۔ میرے رشتے ہیں وہاں۔ ہم



لیختہ کر رہا تھا مگر میں پاکستان میں موجود اپنے دوستوں سے رابطہ کر کے اس لڑکی کو اس کی موجودہ قیام گاہ سے باخبریت کرادوں گا۔ اگر انہو فیروز کا معاملہ ہے تو میں آپ کی باتوں کے بارے میں بھی کام لے سکتا ہوں۔'' ذوالیہ کے بچے کا چہرہ تار و تھکا کہ وہ غیر قطری ہونے کے باوجود پاکستان میں کافی مضبوط رابطہ رکھتے۔

”نہی؟“ نہیں کے ہاتھ میں حائل نہیں دیتا ہے۔ وہ لوگ خرافات کا انبعاث دیتے ہیں۔ مجھے تو کسی بھی مازاداری سے اپنے قبضے میں چاہیے۔ چودھری نے نورانی ویڈیو کی تجویز سے انکار کرتے ہوئے اپنی خرافات کو اکٹھا کیا۔

”کیسا آپ جائیں، دوسری دوکان پر چھری ساجا  
آخراً آپ کی طرف دوکان کا ہاتھ بڑھتا ہے تو وہ قیامتی ہنسی  
بدی۔ منہ سے خیال میں ہم منزل پر پہنچ جائیں تو پھر اس  
موضوع پر عمل کر بات کریں گے۔ آپ مجھے تکمیل سے  
تائید کیے کہ آپ کا پختہ خیال کسی نہ کسی کا اعتراض ہے... بلکہ ایسا  
ہے کہ میں آپ کو اپنے ہاں کھانے پر اداوت کروں گا پھر ہم  
کھل کر اور اداوت کی نفسانیت بات ہیئت کریں گے۔ آپ البتہ  
انتظامیہ میں انھیں کہ آپ کی ماہر لوہاں آپ کے ہاتھ سے  
لگنے والی ہیں ہے۔ وہ ہماری نظر میں ہے بلکہ آپ ایک طرح  
سے بھی سمجھیں کہ وہ ہمارے پاس ہے۔ آپ جب  
چاہیں گے، وہ آپ کو مل جائے گی۔“ دوسرا کے آخری جملے  
پڑے سختی فخر تھے۔ ان جملوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ  
ماہر لوہاں بھی طرح چاہتا ہے اور چھری کی جس کے لیے ہے  
تائی سے بھی واقف ہے۔ یہی اب تک جو چھری چھری کے  
ساتھ بیٹھا تھا ماہر لوہاں، شخص ایک اور تھا۔ اس ادارے کا  
مقصد لیکن کے لیے چھری، ادراک کے چہرے کا ٹوٹنے والی  
نظروں سے جائزہ لینے لگا۔ وہاں صاف لکھا تھا کہ اس کا  
بازار دھند نہیں ہے۔

”کون ہو تم؟“ اور ماہ بانو کے بدلے میں مجھ سے کیا  
چاہتے ہو؟“ اس نے سرد سے لہجے میں ڈنڈا سے دریافت کیا۔  
”ان سوالوں کے جواب کے لیے آپ کا وقار دیکھنا  
ہو گا۔“ اچانک اس سے بھی زیادہ سرد لہجے میں جواب دیا اور  
بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی سیٹ کی پشت سے  
لپٹ لگا کر انھیں دھتکا دیا۔ ”اچانک زنی! میں بہت  
تھک رہی ہوں۔“

اس کے بچہ اور پیر کے تاثرات میں وہی رعایت تھی جو عمرانی کرنے والوں کا خاصہ ہوتی ہے۔ پودھری اندر لی اندر چچ و تاب کرتا غور بھی اس کی طرف سے درخ ساز

گیا۔ ایسا اس کی جانگیری کا کام کرنے والا کوئی ہے جس حوالہ سے  
 نہیں تھا جس سے وہ کسی قسم کی ذمہ داری نہ رکھتا۔ وہ زیادہ سے  
 زیادہ اپنا سوا خراب کر رکھا تھا، سو وہ پہلی ہی خراب ہو چکا  
 تھا۔ حواج کی اس خرابی نے اسے حواجی طریقوں اور ہوسوں  
 سے دل پھری کا خیال بھی بھلا دیا تھا۔

شکوہ ہر پتہ چٹ لٹل کر کے کی جہت کو گھور رہی تھی۔ یہ کمر اس کے لیے ایک ایسے شخص کے ساتھ تھا جہاں اسے ہر حال میں ملوث کر دیا جائے گا۔ اس بار بھی وہ لاہور میں آگیا۔ اس کے چہرہ پر گراں سے گراں کے بعد وہاں یہاں پہنچا دی گئی تھی۔ چہرہ ان کے ہونے اس کی ایک نہ ہونے کا ہے۔ اسے اپنے ساتھ جوئی آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جوئی کی یہ توجہ اس پر پہلے بھی اتنی بھاری نہیں گڑی تھی جتنی کہ اب۔ اب تو اس کی ہمت اپنے دلدار کے ساتھ رہنے کی خواہش کرنا تھا لیکن چاند کوئی دہائی وہاں نے سب کچھ درم برہم کر کے دکھا دیا تھا۔ وہ جو آنے والوں میں ایک بار پھر آفتاب کی تصویر میں سا کر دینے کی خوشی منگنے کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی، ایک دم ہی زمین پر آگری تھی۔ بالائے ستم یہ کہ آفتاب سے رابطے کا ذریعہ وہ موبائل بھی اس کے ہاتھ سے چھین گیا تھا۔ موبائل کو اپنی ملکیت نہ نکال کر کرنے کے چکر میں سے موبائل مہتاب کے حوالے کر دیا تھا۔ اس وقت اگر کوئی بھی اس کے پاس آتا تو آفتاب سے بات کر کے ہی بیٹھ کر رہتا۔ اب آئے سامنے بیٹھ کر ملاقات کرنے کی شہلی نہ لگے تو اس شخص سے ہوتی آئے گا ہمارا بھی قیمت لگا دے۔ لیکن اس نے تو یہ ہمارا بھی چھوڑ دیا تھا۔ ۱۱ مارچ سے یہ آباد انہیں آتے وقت راستے پھر اور اب اپنے کمرے میں عالم اسرار میں بھی اس کا ذہن مسلسل اپنے موبائل میں لگا رہا تھا۔ بار بار خیال آتا تھا کہ آفتاب میری کان کا ٹھکانہ کر رہے ہوں گے، انتظار سے جھک کر اب انہوں نے دوکان حالی ہوگی... شاید مہتاب بھالی نے ان کی کان رسید یہ ہو اور بتایا ہو کہ شکوہ کو اس کی ماں دیاں جی نے مٹی ہے۔ آفتاب یہ اطلاع سن کر بڑے مایوس ہوئے ہوں گے۔ آفتاب کی مایوسی کا سوچ کر وہ جیے السرور ہو گئی اور بہت سے بے خبر بن کر اپنے ہاتھوں پر ڈالی۔ لیکن جس خوب لڑکچارہک بننا والی مہندی کے نقش نگار ہے وہ ہمہ دم چلتے تھے وہ داتا کے دھک سے ہٹ کر بغاوت خیر مرئی لیکن یہاں بہت کم ہے آفتاب کی بہت کے رنگوں کو انہیں اچھے تھے۔ یہ رنگ تو اس کی ہر جگہ میں بس گئے تھے۔ اس کے

مستند سرحد، قصبوں کی پُر ہوشی و گرفت، ہندوؤں کی نرمی و  
مدت، پُر شوق نگاہوں کی شہلی... سب بخیر ہی تو بڑی آب و  
ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہ پل ہوا تھا۔ آفتاب نے اپنی  
نوائے حساس اپنی جہت کے رنگوں سے رنگا تھا کہ وہ اس کی  
مہارت کی قائل ہو جاتی تھی۔ اس کی پہلے رنگ تصویر آفتاب کی  
جہت کے رنگوں سے رنگ کر لینی تھی مگر اس کا دل چاہتا  
تھا، وہ ہر روز نئے سرے سے ان رنگوں سے بھری جائے۔ مگر  
یہاں اس فکر تک آفتاب کی رسائی ہی کہاں تھی؟ حوصلی میں  
دو کہ وہ آفتاب سے بچنے کی خواہش کرتی تو اسے رات کی  
تیارگی میں چھپ کر اس اندھ سریل بوم تک چلا جاتا یہاں پہلے  
پھر اس نے آفتاب کو اپنے جسم و جاں سے جوئے تھے۔ جیل وہ  
دلوں کا گناہ ہے، بندھن میں بند ہے جسے اور آفتاب نے اپنے  
فصل پر سے ہلال کا ٹھک بند کر دیا کہ آفتاب نہ ان مائن  
آج ان کو لڑا تھا۔ اظہار میل بوم تک راتوں کو چھپ کر  
ملاقات سے پہلے چاہتا بہت خطرہ تھا۔ غمراہ سے وہ آقا  
نکس رات کی شبنم گان کے بعد ان سے خود اپنے آپ پر یہ  
بھٹی عامہ رانی تھی کہ وہ اس جگہ آفتاب سے بچنے میں جاتے  
کی۔ وہ اپنے کیسے اپنے فیصلے پر کافر بھی رہتا ہے حتیٰ کہ لیکن اہل  
اور مہتاب کے گھر اس کی اور آفتاب کی جھڑکا ردا تو تھیں ہوئی  
تھیں، اس کے بعد آفتاب سے نوہ و دان کی دلدی برداشت  
کرنا بھی ممکن نہیں لگ رہا تھا۔ تاہم سے رات بونے سے  
لے کر اب تک وہ کھنڈوں اس منہ سے ہر سو جی رہی تھی۔ شاید  
بہت زیادہ وہ اپنے کے پیچھے بھاگنے والے ہفتی وہاں کا  
نئی تھی کہ اسے اپنا پورا اندر ہی طرح نکال دیا۔ وہ ب  
تھا۔ قصبہ کی اس مہدی اور سستی تھی کہ وہ ہرگز سے اپنے کی  
جہت کی نہیں لڑ پڑی تھی، حالانکہ ہر ذریعہ سے ملاقات کا  
ایساں بھی اس میں آیا۔ سراب خوب فریاد جو قافی و قدوہ ہی اور  
شادی کی منگو کی شہیت سے حوصلی کی اوپری منزل میں تھم گئی  
وہ جسے اور حقیقت سردی و دہلی کی کھنڈوں میں بھول بھونک کر  
دھڑھری پائی ہوں کا ہیبت بھرنے کے لیے حوصلی لے کر آیا تھا۔  
غمرہ سے شہر سے اپنے اپنے پ کے اس طرح کے خلاف کرنے  
ہو گیا تھا۔ لیکن اب اس نے فریاد سے ملاقات کے  
ایساں سے اپنے ہرگز سے اپنے کی کوشش کی تو اس کی ہر طرح سر  
ہو گیا کہ ہرگز سے ہی نہیں کر سکی۔ طبیعت میں قصبہ کا  
مداری پل تھا۔ یہاں تک کہ وہ اندر رات کے گمانے کا اپنے  
کی بھی تو اس نے انکار کر لیا۔ ایک اور سمیت یہ بھی کہ رات کی  
کے ساتھ ہو جی، وہاں نہیں لکس آتی تھی۔ اسے وہی چہرہ ان  
لہرے سے طرہ بگایا گیا تھا کہ وہ اندر رات کی کو بھی میں رنگ

نور مجرم کے ساتھ کوئی کام کرنا دیکھتے۔ گھوڑے اس حکم پر  
اخراج کیا تو تین اس نے اتفاق کو نظر میں نہیں لیا کیا اور  
رائی کو ۱۱۱۱ میں دیا۔ رائی کے بغیر وہ نہ ہو سکتا تھا۔  
دست اور کھنکھری ہوئی تھی۔ وہی تھی جو اس کی آواز سے  
دروانی کو گھٹانے لاتی تھی۔ وہ کبھی تو تیرہ پیغام رائی کا کوئی  
ذریعہ تھا۔ ذریعہ طاقت کی کوئی شکل نکالنا چاہتی تھی۔ حوصلے  
کے ساتھ ہی احوال میں رائی جیسی وہ دروازے سے بغیر موجود  
حضور میں حال میں رہنا اسے طرب ناک لگ رہا تھا۔ آدھ  
طرب ناک کہ سوچ سوچ کر سر پکڑنے لگا تھا۔ اس وقت بھی  
وہ اپنے پکڑنے سے روک کر دیکھنے پر اصرار اور حوصلے کے سہراں  
ہوئے گا۔ انتظار کر رہی تھی کہ دروازے پر ہر شب کی آواز ابھری  
اور پھر رائی جیسی دروازے کھول کر کمرے میں داخل ہوئی۔ اس  
نے اپنے ہاتھ میں بی بی کی اسے تمام ہاتھ بھیجی۔

”خدا کہ میں اپنی ادا میاں پر ہو گئی ہے۔ رات میں  
خدا بیتِ صافیت کے لیے پانچ گھنٹوں کو۔“ کشور کو اپنی  
حرف متوجہ کردہ کہہ سکا۔ ”میں سمجھا لے گا تو بولی۔“  
”تجھ سے کسی نے کہا تھا کہ ان لائے کو چل جا  
یہاں ہے۔“ تجھ سے کہیں نہ کہہ گا۔“ ”مجھی سے پہلے ہی اس  
کی جان بخشی تھی اور اس وقت تو رہے ہی صیغہ جی کہ مجھ  
ہو رہی تھی اس لیے یا فلک بھی ہوا نہ تھی کہ اس کی اور بھی  
ڈپ کر رہا تھا۔“

”یہ میرے کہنے سے آئی ہے۔“ چھی ان کے علم پر  
 انہیں ہنسی۔ ان کے جانے کو۔ میں وہی ہر امر ان کی  
 آواز کوئی۔ وہ شاید مجھ سے پیچھے پیچھے ہی وہاں تک آئی تھی  
 اور اب اہل بین وقت پر اہل انداز ہوتی تھی۔

”مجھے لازم ہے کہ اپنی جہت میں روکنے کی وجہ سے  
پہنچاؤ ہوگی اس لیے میں نے بھی کوٹھ دیا تھا کہ جب تک  
میری حوصلہ میں نہیں ہے، اسے تیرا ذیل رکھنا ہوگا۔ جس اب  
خود اٹھ کر کھانا کھا لے گا کہ اس وچاری کی ذوقی بھی شکر  
وہ۔“ جو دھڑکن کی طرف سے محبت کا یہ اظہار، درحقیقت اس  
کی پہلی سے لطف اندوز ہونے کے لیے کیا جارہا تھا۔

”میرا ہی نہیں کرو، ہادی ہادی“ ہادی چورہا کی  
 کے احترام میں لپٹے سے ٹھہ کر دیکھی گئی تھیں کہ: کھانے پر  
 اب بھی آمادہ نہیں تھی۔

”میری ٹیپیں لہرا رہی ہیں۔ آپ بھی تھوڑا سا لکھ لے۔ میری  
 زندگی پہلے ہی سب کچھ سمجھ گئی۔ راز کو راز کو روکا جائے گی۔“  
 دھرمیان اس واقعے کے حوالے سے اس کی عورت کو خراب  
 راہ سے رہی تھی جب وہ چھ مہری کو فروغ کے ساتھ قابل



احساس ہوا کہ اور دوسرے پہنچ رہے ہوں گی۔ سوچنے کے نتیجے میں  
 جو خیال ذہن میں ابھر اس نے اسے لڑا کر رکھ دیا۔ وہ  
 بڑھائی کی پیشگی۔ پیشگی کت بھی کھینچی اور ہاتھ پر لٹا  
 لی گئی۔ زندگی سے اپنے سے کی خوشیاں دوسرے سے  
 قابل تو نہیں تھیں اس کی تھیں۔ کتا کھانہ کی ادنیٰ کی صورت حال  
 کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

”کیا گل ہے وہی آیا کیا ہوا ہے کشور کو؟“  
 آنکھیں بند کیے خوف زدہ سی گئی تھی کہ اسے اپنی ماں  
 چوہرائی بی بی کی پریشان اور بے لکڑی ہوئی آواز ملتی ہوگی۔  
 ”طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی۔“ انہوں پر اطمینان  
 کر رہی ہے۔ اب کیا ہوا ہے تو؟ کئی ہی آکر بتا دے گی۔  
 اور پھر کوئی گھبراہٹ ہے میں نے ڈاکٹر کی کولانے کے لیے۔  
 ڈاکٹر چوہرائی کے طور پر ہے لہجہ پراندہ سی انداز پر کت  
 ہوئے کشور نے آنکھوں کے دھماکے اور سی بھری نہ کر  
 کر کا پھر بیٹے کی کوششیں اس کی ماں کے پیروں سے  
 ہوا کیاں اور سی بھی بند۔ وہی چوہرائی زمین پر ایک  
 کئی پریشانی سرساف کرتی شاہد جاتا۔ لے سی تھی۔

”کیا ہوا ہے کشور؟ کیا اتنا سیدھا کتا تھا جو اپنے  
 طبیعت غراب ہو گئی؟“ چوہرائی کا پیروں سے کشور کے قریب  
 آکر اس کا شانہ ملتا ہے ہونے لڑتی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
 کشور اس کی بات کے جواب میں کھنکھرتی ہوئی اور چپ چاپ  
 چڑی رہی۔ خاموشی سے بوجھ پریشان کن کھوت آخر کار کسی  
 نہ کسی طرح آکے بڑھ سی گئے اور ڈاکٹر مارا ہوئی آگئی۔

آج کے ساتھ اس نے پشیمان انداز میں کشور کو پیسے اپ  
 کیا اور اس سے اس کے کھانے پینے کے معلق پھر لے گئے۔  
 ۱۱۰۰ روپے۔ چیل آپ سے فارغ ہونے کے بعد وہ  
 مسراتی ہوئی ڈاکٹر چوہرائی کی طرف چلی اور اطمینان  
 بھرے لہجے میں بولی۔ ”پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے  
 چوہرائی صاحبہ! کیا کوئی قشربک مسٹر نہیں ہے بلکہ آپ  
 کے لیے ایک ایسی خبر ہے کہ۔۔۔“ اس ”کہ“ کے آگے وہ ج  
 بھی کہنے والی تھی، دوسری ہی کے در درجہ اور کلرز اور بھی رکھ سکتا  
 تھا۔ آئے داسے طوطا کی آغوش میں چوہرائی بی بی کا دل  
 چاہا کہ وہ ڈاکٹر مارا کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے کچھ بھی کہنے  
 سے روک دے۔ جبکہ خود کشور کا یہ حال تھا کہ طبیعت کی غرابی  
 سے اس کا بیٹا چاہا ہے ۱۱۰۰ روپے کی زندگی سے اس  
 اور بھی جینا ہو گیا تھا۔

حاجہ صاحبہ کی شکر دہ کی ملاش میں سو گدلوں  
 ملا بیوی کی دلش حب کی واپس اظہار مل رہی ہے

امتراض حالت میں دیکھ کر اپنے حواس کو چینی تھی اور عالم  
 حسی میں پوہری کے مقابل کڑی ہو گئی تھی۔ اس وقت  
 پوہری نے نو کو بچانے کے لیے اسے ڈاکٹر مارا پر بے نیاز قرار  
 دیتے ہوئے ملاش کے بچانے اور بچا دیا تھا ملاش  
 اور وقت خود اس میں دوسرے رہا تھا کہ اپنی پوہری پلائی  
 جانے کے بعد بھی کا سامنا کرے اور اس سے خطر نہ سکے۔

”تو کیا ابھی تک نہ بڑھ کر کڑی ہے؟ یہاں رکھ لی  
 فی کے سامنے۔“ اس پر چوہرائی نے بھی گواہی دینے ہوئے  
 ہم دو تو اس نے فرسے کشور کے سامنے رکھ دی۔ کشور کو  
 اندازہ ہو گیا کہ ڈاکٹر چوہرائی اپنے بچے والی نہیں۔ چاہے  
 اسے وہ بار بار اس قید خانے میں جالیے کی خوشی میں اس کی ہے  
 ہی سے دکھانے کے لیے ہی ہی۔۔۔ وہ اس وقت اس کی  
 بعد روئی کڑی تھی تو وہ اس کے علم سے سرتابی کی جرأت نہیں  
 کر سکتی تھی۔ چنانچہ اس پر جبر کرتے ہوئے اس نے کھانے  
 سے بھری ٹرے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پیٹ میں ٹھوڑا نا  
 سان نکال کر روئی کا ترہ میں رکھا۔ ترہ میں روئی سے سی  
 اسے روئی اپکانی آئی۔ منہ پر ہاتھ رکھ کر روئی ٹانے کی  
 طرف دوڑی لیکن اس پر ہی سر پرکھایا کہ خود کو منہاں  
 نہیں نکلی۔ اگر یہ وقت بھی اسے سہارا دیتی تو وہ فرش پر گر  
 پڑتی۔ چھگی کے سہارے سے وہ حال ہی اپنے ہاتھ تک پہنچی۔ منہ  
 میں رکھ کر تھوڑے پیلے پانی کے ساتھ پیلے ہی گل چکا تھا۔  
 ہاتھ پر بیٹھنے کے بعد بھی اسے وہ روئی اپکانی آئی، اس بار اس  
 کے پیٹ سے صرف پانی نکلا۔

”ڈاکٹر مارا سے کچھ بھی کہنا نہیں ہے ڈاکٹر کی کوئی  
 کرے۔ ڈاکٹر کی آواز دیکھ کر وہ دم نہ کیا۔ وہ کڑی  
 کہ۔۔۔ کشور وہی انہوں کے بعد چلی چکی تھی اور اب بیٹی  
 بیٹ سے ٹکے لگاتے غرض حال ہی لیے لیے سانس سے وہی  
 تھی۔ اس کی حالت کا خود چوہرائی چوہرائی نے سرا سے  
 انداز میں بھی گھبرا دیا۔ وہ خود اس کے علم کی فصل کے لیے  
 کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی۔

”اور ہاں، اس کی ماں کو بھی خبر کر دینا وہی کی طبیعت  
 کی خرابی کے بارے میں۔ اس کو اپنی قید میں پوہری کرنے  
 سے ہی غرضت نہیں تھی، وہی کی خبر کیا تاکہ دیکھ لے گی۔“ یہ  
 دوسرا کتہ ڈاکٹر چوہرائی نے بھی کے کمرے سے باہر نکلتے  
 نکلے چوہرائی کیا تھا جسے نہ کھنکھرتی ہوئی باہر کی طرف روئی  
 لیکن غرض حال ہی کشور کے اندر قریب۔۔۔ اس کا۔۔۔ وہی  
 چوہرائی نے ٹپکے نہیں کوئی ایسی بات ضرور تھی۔ اس نے  
 اسے مٹانے پر مجبور کر دیا تھا۔ آخر وہی حالت کے باوجود وہ اس  
 کی بات پر غور کرنے لگی۔ یہ وہی اس کے اندر ایک







ہوئے، دینے سے روئے، مریض طرح پھرتے۔

[illegible][illegible][illegible][illegible]



[illegible][illegible][illegible][illegible][illegible]

"اگر کوئی کہتا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی قصہ نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں قصہ نہیں ہے بلکہ اس میں قصہ کی طرح کی باتیں ہیں۔ قصہ کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص یا ایک قوم کی زندگی کے حالات و واقعات کو بیان کرنا۔ قرآن مجید میں ایسی باتیں ہیں جو کہ انسان کی زندگی کے لیے سبق و نمونہ بن سکیں۔ مثلاً: حضرت نوح علیہ السلام کی کہانی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہانی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کہانی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہانی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کہانی، اور ان کے پیروؤں کی کہانیاں۔ یہ ساری باتیں قصہ کی طرح ہیں۔"

[illegible]

”لوگ بھی کھڑکھڑاتے ہیں۔“ وہ کہتا ہے۔  
 ”میں نے جلدی نہیں کی۔ صرف کافی غائب ہو گیا۔“  
 ”پتھر تو کھینچ لیا ہے۔“ ڈاکٹر نے اسے سونپ دیا۔  
 ”وہ تو کھینچ لیا ہے۔“ وہ کہتا ہے۔  
 ”میں نے جلدی نہیں کی۔ صرف کافی غائب ہو گیا۔“  
 ”پتھر تو کھینچ لیا ہے۔“ ڈاکٹر نے اسے سونپ دیا۔  
 ”وہ تو کھینچ لیا ہے۔“ وہ کہتا ہے۔

[illegible][illegible]

یہاں پر ایک اور عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ایک گلی میں گھوم رہی تھی۔ اس نے اسے روک لیا اور کہا: "تو یہاں سے گزرتی ہو؟" عورت نے جواب دیا: "جی ہاں، میں یہاں سے گزرتی ہو۔" اس نے کہا: "تو یہاں سے گزرتی ہو؟" عورت نے جواب دیا: "جی ہاں، میں یہاں سے گزرتی ہو۔" اس نے کہا: "تو یہاں سے گزرتی ہو؟" عورت نے جواب دیا: "جی ہاں، میں یہاں سے گزرتی ہو۔"























۴-۲۲

[illegible]

اللہ تعالیٰ تمہاری خواہش چاہی کرے کہ تم سے بہتر  
 محفل کو اپنی خواہش کے مطابق کسی بڑے شاعر کے ہاتھ سے  
 میں اپنے کو بھی کر دوں گا جس سے تم کو بہت فائدہ آئے گا۔  
 میں تو اسے اس وقت کی فکریں یہ کہ وہ ایک بڑے شاعر  
 نہیں۔ میں نے وہاں تک بھی نہیں جاسکا کہ وہ ایک بڑے شاعر  
 کو قرار دوں۔ اس لئے کہ وہ تو ایک محفل سے دیکھ کر نہیں  
 بڑھتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے اپنے سے بڑے شاعر  
 کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو اسے اس میں ہو کر کہ وہ ایک بڑے  
 شاعر کو دیکھ کر اسے اس کے لئے تو میں مجھے خواہش ہے

”خیر، تو واقعی نے کچھ نہیں دیا۔“

میں نے انہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک بڑی بڑی عورت تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں ایک بڑی بڑی سیڑھی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں ایک بڑی بڑی سیڑھی تھی۔

وہ اپنے بھائی کے پاس چلے گئے۔

[illegible][illegible][illegible][illegible]

۱۵ مکمل ۱۰۰۰ پیسہ ہر کارکن کو ملے گا۔ اگر کسی کارکن کو کم سے کم ۱۰۰۰ پیسہ ملے گا۔ اگر کسی کارکن کو کم سے کم ۱۰۰۰ پیسہ ملے گا۔ اگر کسی کارکن کو کم سے کم ۱۰۰۰ پیسہ ملے گا۔

[illegible][illegible][illegible][illegible]

تو کہتا ہے: "مذہب کے لوگوں نے ان کے لیے ایک نیا مذہب بنایا ہے۔" یہ نیا مذہب ہے جو کہ ان کے لیے ہے۔

[illegible]







یہ کام کے سے ذمہ داریوں کے لیے ایسا ہے۔  
 خدمت کے لیے انہوں نے خیر فرائض کی ہر شے کی ہے۔  
 جب بھی میں ان کے پاس آتا ہوں، وہ بہت شرمناک ہوتے ہیں۔  
 میں ان کے لیے ہر شے کی ذمہ داریوں کے لیے ہوں۔  
 میں ان کے لیے ہر شے کی ذمہ داریوں کے لیے ہوں۔

[illegible]

ہیں؟" یہ سہمناں اس کا جواب نہ دے سکا۔

میں ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔  
 میں نے یہاں دو بچے دیکھے جو کہ وہاں سے آئے تھے۔  
 ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ وہاں سے آئے تھے۔  
 وہاں سے آئے تھے۔

”بھوت مت ڈرو! یہ اعلیٰ علم کی حامل ہے جو لوگوں  
اسے طرح سے مسلسل قہر سے روکا ہے، یہ اس  
جس سے کسی کو بچنے کی ضرورت نہیں ہے۔“  
کے درمیان میں جانتے ہو کہ یہ سب کچھ اس کی

[illegible][illegible]

میں نے کہا: "اگر میں کسی کو نہیں پہانتا تو پھر  
کیوں زبردستی میرے پیچھے چلے گا؟" (سورۃ النبی - ۱۱)

میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں اسے جواب دوں اور یہ کہ  
میں دعا کروں۔ وہ مقررہ وقت آیا اور میں نے دعا کی۔  
پھر اسے دعا پڑھنے کے لئے دعا پڑھا اور اسے دعا پڑھنے  
پر آمین کہنے کے لئے دعا پڑھا۔

یہ نکتہ ہے جس پر اسے غصہ تھا۔ اسی نے ان کی کارروائی کو مستحکم و جاری رکھا۔ یہ غصہ اور جوش ہی اس کی ساری زندگی کا محرک رہا۔

میں نے یہ سنا کہ وہ ایک نوجوان لڑکے کے ساتھ تھا۔  
 وہ ایک نوجوان لڑکے کے ساتھ تھا۔  
 وہ ایک نوجوان لڑکے کے ساتھ تھا۔

کسی طرح بیپ نہ ہو۔ یہ کہنے کے لئے اس کی یہ پیشگی  
 ہچکچاہٹیں، اس کی انگلیوں سے قبضہ کی گئی ٹھوس سی  
 سگ جھین کے بیپ بچھے ہے۔ کہہ دیجئے کہ اس سادہ سنہرے  
 رنگ پر مہر سے لکھ کر کھانا اور دوا ہے۔ ہاتھ کو اگلے

ہم خود روکھا۔ اس کی طرف سے گلہ ہونے والی چیز تو ان کے قرائم کی، کھلی اور بے گناہ ہونے کی اور ان کی طرف سے ہونے والی کسی طرح کی۔ شاہ جہاں نے

کے ہاٹ نیو راک میوزک کے گروہ کا راز ان کی مضمحل و مہملہ  
مشین پر مشتمل آواز ہے۔ لیکن ان کی تخلیق میں جتنا  
ہلے کے بعد بھی سہ سے آواز آتی ہے، ان کی طرف دلائل  
میں پرکھائی کے ساتھ، ان کے گروہوں نے ہمیں کچھ کچھ

کی طرف سے تھا۔ یہ قادیان کے رہنے والے تھے۔  
 دہلی کے رہنے والے تھے۔ ان کی جگہ پر ان کے بھائی کے  
 بھائی کے بھائی کے بھائی کے بھائی کے بھائی کے  
 بھائی کے بھائی کے بھائی کے بھائی کے بھائی کے

وکیل ہوئی۔ یہی ہے کہ اب جو ہمارے بھائی اور بہنیں ہیں، ان کے پاس بھی وہی روح ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔

سوداوی اقلیت کے اس طرف آگے جو اسے اقلیت پر ہے  
تعمیدیں کی غرض سے اسے اس دور میں نہیں پہنچ رہا  
ہو نہ کہ جہت منصفہ ہو جائے، اس میں وہ جو اصل کا کام ہے  
تقریرات کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں اس کے مطابق

میں نے اس وقت تک اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی کہ وہ میری طرف سے کتنی ہیبت سے بھاگتا تھا۔

کے لیے قدم قدم سے جانتے ہیں۔ ہمارے لیے یہ بات بھی قدرت کے لئے ایک وقت پر شروع ہو گئی تھی اور اس کے دوران ہی اس کو یہ چکا تھا کہ دنیا کی چند روز زندگی کے تمام کے بعد جو وہ روز بنے۔ یہ سب خبریں سننے سے اس

میں نے اس کی طرف سے کوئی شکایت نہ کی تھی۔  
 یہ سب کچھ میری طرف سے تھا۔  
 میں نے اس کی طرف سے کوئی شکایت نہ کی تھی۔







[illegible][illegible][illegible][illegible]



اور کس چیز کی تکفیر اور اجوائے کفر کا ہوں۔" (تائید الہیہ)۔

شراب و خمر کے لئے میں غرق ہو گیا۔ چاہا کہ اپنے گھر سے چھوڑ دوں، یہ بھی نہیں کر سکا۔ ۱۰۱ سے آج تک یہ حالت ہے کہ میں مستعد ہوں۔ حق پرستی کے لئے ہر حال میں آمادہ ہوں۔

[illegible]

میں نے کہا: "ہاں، یہ سب کچھ ہی ہو گا۔" اور میں نے کہا: "ہاں، یہ سب کچھ ہی ہو گا۔"

یہودیوں نے عیسیٰ کی بات سے کہ آپ کو میرے ساتھ لے کر آؤں گا۔

[illegible]

پانی شرب کے بیشی طرح نوش نہ کرے۔ یہ بھی خیر نہیں ہے۔

کافی عرصہ تک یہ دعویٰ چلتا رہا کہ سب سے بڑا آدمی کیس  
 اسی کیسوں کی بنیاد پر خوش گواری سے بنے ہوئے آیا۔  
 پچھلے عرصہ تک یہی بیانی تھی کہ اس کیس نے بیانی کیسوں کے چھوڑنے

چاہے وہ کس اور وہ مظلوم کیس نہیں وہ وقت انہی کے دور ہے اسے ہرگز آنے پر مجبور نہ ہو کر سب ہی ناقص تھیں۔ لیکن ان مجرموں کے انہی ہی نے انہیں کس

فکری، سیاسی و تعلیمی کشمکش کی مثال لہذا آئی، مگر وہ تو عمومی اور  
ظاہری تھی جس میں اُن کے ساتھ چاروں ہی تھے۔ لیکن کشمکش  
میں بائیں بازو کی تین اہم قوتیں تھیں۔ ان میں سے دو بہت بڑی تھیں۔

نہایت میں جو لطف ہے وہ اسے اپنی پوری زندگی میں بھی  
 کہیں بھی محسوس ہوا ہے وہ اپنے دھن کے ہوا میں  
 مانی سے آواز آئے کسی صورت سے چاہیں تو۔

[illegible][illegible]

اس کا تدارک دینا لازماً ہے۔ یہی دیا نہیں گیا۔ وہی ہے جو اس کے والدین کو دے گا۔  
 غصہ نہیں ہے۔ کاغذیں نہیں جڑتے۔ اچھی باتیں کہتے ہیں۔ جس سے آپ کا  
 ایسے ہی تو فراہم نہیں کروں گا۔ اس کے لیے آپ کو GIVE

U TAKE  
ہو گئے۔ کوئی سے نکلنے کی بات نہ کی

اس کی آنکھوں میں بھانپتے ہوئے پوچھا۔

[illegible]

میں نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔

مقامی آراء سے فوج کو روکا جاتا رہا۔ فوج نے یہاں پر انہی کو دھمکا کر دیا کہ اگر وہ اس علاقے سے ہٹ جاتے ہیں تو ہم ان کے گھر و زمینیں لوٹ لیں گے۔

میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ ایک بڑا بڑا آدمی ہے۔ اس نے کہا کہ وہ ایک بڑا بڑا آدمی ہے۔

میں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اسے کسی شہر میں  
 ہوسکتا ہے۔ جہاں اس کی طبیعت میں ہے۔ یہ کیا ہے۔ اور  
 گزشتہ سال کے موسم میں اسے اور اسے جو وہاں کی عمارتیں۔

ہر کی طرف سے ہونے والی ترقی کی وجہ سے اب کا یہ زمانہ  
بہت زیادہ خوشحال ہے۔ جس میں ہر قوم کو اپنا حصہ حاصل ہے۔

یہ ہے کہ اس کی تائید میں اور مضبوط کرنے کے لیے اس کو دوسرے طریقوں سے بھی پختہ کرنا چاہیے۔

چنانچہ کہنے لگا: "میں نے تم کو یہ سب کچھ بتا دیا ہے۔ اب تم خود اپنے آپ کو دیکھو۔ تم نے جو کچھ کہا ہے، وہ سب سچ ہے۔ اب تم خود اپنے آپ کو دیکھو۔ تم نے جو کچھ کہا ہے، وہ سب سچ ہے۔"

اور کافی کے ساتھ ہے۔ اے اہل ایمان! اگر تم مجھ کو پکارو گے  
تو میں تم سے ملنے کے لیے حاضر ہوں گا۔ اور جو میری دعا کی تائید کرے گا  
میں اسے بخش دے گا۔ اور جو میری دعا کی نفی کرے گا میں اسے  
بخش نہیں دے گا۔

جسوسی الحسد

اور چھر چھر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ہوتے ہیں کہ اگر آپ کے پاس سب سے زیادہ ہے اور آپ کو کسی پورے ہفتے میں سب سے زیادہ ملنا چاہیے اس لیے ہم آپ سے معاملات کے نمونہ چاہتے ہیں۔ دوسری صورت میں، اگر آپ کے پاس سب سے کم ہے اور اگر آپ

ہوا اور یہ وہ تھا جس نے آپ کو بھی نہیں گئے گی۔ " کسی بات کہ  
کراس نے مجھے ہر وقت کو تلف کیا اور ہر دھڑکی کے ہر سے  
تاثرات کا غور کرتے ہوئے۔ حریف کے گئے مرنے۔

آپ کو بتائی جاتی ہے کہ آپ کے فائدے میں ہے  
 ہمارے لئے یہ سب کچھ ہے۔ آپ کی کوریج  
 ہے۔ آپ کی کوریج ہے۔ آپ کی کوریج ہے۔

ہم دونوں اور پناہ خود کو کی نشہ اور ہوسختی تھی۔ بہر حال میں نے اپنے خیمے کے ساتھیوں کو بصورتِ حال کا انجکی لٹریچر جانزدہ کیا ہے اور انہیں متنبہ کر دیا ہے کہ انجکی کا حیرت انگیز، ماحول اور موسم

اور پھر کاشت کے لیے بہترین طریقہ کا یہ ہے کہ اس  
مطابق بھی بہت جلد سے اسے پھیلنے میں کام کرنے کا  
ارادہ رکھتے ہیں اس کی کوئی خاص سے پہلا کاشت کا مرحلہ

ہے اور جس مسئلے میں ہمیں جو میں ہمارے پاس ہے وہ آپ بھی  
مہمہ کر رہے ہیں۔ آپ کے دل آپ کے دل اور دل اور دل اور دل  
ہندوں کی کھس ہوئی جو یہ نام کر رہے ہیں اور جاتے اور

میں بھی بھیس... "وہ نے آفر کا قبول کیا۔" "تو مجھے سے کیا ہوا؟" "میں نے اسے دیکھا تھا۔" "تو نے اسے دیکھا تھا؟" "جی ہاں، میں نے اسے دیکھا تھا۔" "تو نے اسے دیکھا تھا؟" "جی ہاں، میں نے اسے دیکھا تھا۔"

ایک شہر کے رہنے والے اور بھی کسی رہائش کے سلسلے میں اس کا  
 نام نہ لیں۔ یہ "پادری" نے زوج کی فوج کو فوج نام لگنے کی  
 طرف ہڈ دلی کر دیا۔

[illegible]

میں نے کہا کہ میں اس کی طرف سے نہیں آتا۔

میں بات کروں گا۔ آپ جو کام کرنا چاہتے ہیں،  
بہت اچھے ہیں۔ دیکھئے، یہ ملک میں آپ کیلئے ایک نیا راستہ  
میں دوسری قومیت میں ہے کہ جہت پیمانہ ملک کی دوسری  
قومیت میں ہے۔ یہ ملک میں آپ کیلئے ایک نیا راستہ

12



[illegible][illegible][illegible][illegible]

اور اسے نور شہینہ کا بیٹا ہے۔  
 ”اب تو یہ خوش ہیں، یہ چھری صاحبہ“  
 نے کہ خیرانہ تڑپیں مسکراتے ہوئے چھری سے پوچھا۔  
 ”خیرانہ جو کہ خوش ہے وہ نے کوئی سال پہلی انہ  
 نے چھری کو اپنے گھر سے من لیا۔“ انہ کے آنکھوں میں ہنس  
 دہانی کی حدت چلنے لگا تھا۔ وہ نے چھری سے کہا کہ  
 ”وہ۔ جو اپنا“ اس نے سمجھے ہوئے انہ کا یہ ہنسنے لگا  
 اس کے دل سے کوئی لمحہ چھری کے دل میں نہ رہا۔  
 ”جی“ انہ نے کہا کہ خیرانہ اس کے ساتھ اس کے بجائے  
 چھری کے پاس چھری کی سسکی کی شہینہ کو لے  
 آئے۔ چھری نے وہ چھری ہر شہینہ چھری کے ساتھ  
 چھری کے ساتھ چھری کے ساتھ اس شہینہ کو لے آیا تھا۔

"اے شہزادہ! دوستی یہاں تک چلی کہ  
 کے چتر نے گرنے والی اس کے سامنے گناہگار گہرے  
 تھا، جب وہ گرنے لگا، یہ بچہ جس ایکس سار  
 کے لئے قتل کیا جا رہا تھا، اس نے بڑھکوں میں جی ادا  
 تھی۔ ان گھٹوں کو بچھتے جس میں یہ اس پر ہاتھ لگا  
 اس دوران نے اپنی زندگی میں کوئی بہت بڑا فیصلہ کر  
 ہے۔ اپنی گھٹوں میں سے بھروسہ ہے انہی گھٹوں میں  
 ہو رہی ہے۔ وہ گرنے لگا اور وہی ادا کران  
 دیکھا تو وہ ہاتھ پھینک کر گرا گیا۔ اس نے ہاتھ کا  
 کہ وہ وہاں پہنچا۔ وہاں اس کے ہاتھ سے قتل  
 ہے۔ اس کے پاس سے اس وقت وہ گہرے سے وہ گہر  
 فہم آتے تھے کہ وہ اس کی سمیت کا زخمی تھے۔ اس  
 اس کی قتل ہو کر اس کی گولی قتل کر دینے والی  
 غرضی اپنے اس میں اس کے لیے ایک نام رکھنا چاہتا  
 گھٹوں پر جاتا۔ وہ وہاں بھی وہاں تھا کہ وہ ایک  
 امیر کے گھر۔ وہاں وہ بھی گئی، اس کی بہن  
 جواب دی کہ وہاں وہاں رہا تھا۔ لیکن وہاں سے وہاں  
 سے اس کی طرف دیکھا۔  
 "تمہارا نام کیا ہے؟" وہ گونے اس سے وہاں  
 کہا۔ وہ گولی میں وہاں اپنے دینے کے لئے اپنے  
 جیسے سے ان کا خون نہ کہ گولی کا کوئی بہت گولی سے  
 وہاں میں چلا گیا۔  
 "دیکھ، میں جانتی ہوں کہ تم میری بہن کی  
 کچھ کچھ ہو اور اس کا جواب بھی ہے۔ یہ کہ تم  
 بات کر رہی ہو اس سے کہہ لیتے ہو۔ وہاں سے وہاں

[illegible]







“—مِنْهُ”

[illegible][illegible]

”ہاں! اگر وہاں کوئی شخص نہ ہو تو اس کے لئے ایک شخص کو بھیج دیا جائے گا۔“

تھی۔ جوان بہت عرصہ جسم سے لٹکے والے دیوانہ خانہ میں مقیم رہا۔  
 واپس کے لئے ایک چھوٹے سے سرسبز شاہی باغ میں ایک خاصہ چمنی  
 خانہ میں پانی کی روانگی کی وادش کی اطلاع کے بعد وہ باغ  
 کی دشت سے متعلقہ گدی تھی۔ وہ دوسرے نمبر پر آگیا۔  
 یہ بہت عرصہ پہلے کی بات تھی۔ اس زمانہ کی پہلی آن سرور  
 اپنی تہہ نشینی کے لئے بنی ہوئی۔ وہ لوگ جو تہہ نشینی  
 میں اس دور تک ان کے کھٹے کھٹے انداز سے تھے، پانی  
 کی آواز سے بے خبر تھے۔  
 "تھکے تھکے لڑائی کی کھڑکی سے نکل کر برسرِ تہہ  
 نشینی سے پہلے خزانہ تحریک ہو۔ اور آواز کی سہ  
 آواز۔ اس دور میں وہ خود بخود کھڑکی کی کوشش میں کام  
 لے رہے تھے۔"

[illegible]

”وہی تھوڑا سا ”عمران“ نے فوراً اس سے معافی مانگی۔  
 ”تو اس نے معافی نہ دے بلکہ پہلے وہ معافی مانگا۔  
 اس کی معذرت نہ مانگنے سے مجھے کوئی سروکار نہ تھا۔  
 علم اور جہت تھی۔ دلوں کو سینہ دھڑکنے سے افسانہ  
 کی معافی کی طرف سے پالنے والے عمران کا کہنا تھا۔  
 یہ تھا کہ میں بھی اس طرح بڑھ کر آج کا ہوں۔“

[illegible][illegible][illegible][illegible][illegible][illegible]

شیراز، غوجانی کے لئے اس پر ہرگز سے قلعہ تھا۔  
مشرقیہ خان کے ہاں، بے اور ہاتھ مارنے کی صورت  
میں ہی یہ ممکن تھا کہ وہ کو کوئی تاجدار کو ہاتھ  
ان سے بھی یہ ممکن تھا کہ وہ کو کوئی تاجدار کو ہاتھ  
قلمی صورت میں اور اودت، غیر وہابی کہہ سکتا تھا۔  
ظہر بن سید کہہ سکتا تھا کہ ان کا کوئی تاجدار  
ہوئے کو کوئی تاجدار کہہ سکتا تھا کہ ان کا کوئی تاجدار











تو وہ انصاری نے سمجھا کہ اس نے اپنے جذبات و عقیدات کو  
 انہما کیا۔  
 "میں بھی بھی تو ہیں بہت سوں کے آپ میری  
 اور میں چارہ سے ہر تھکر اور میں ابھی تک نہ لے لے رہا  
 کم ٹھیکلے رہا ہوں۔ آپ اس کے ایک اچھے نمبر ثابت  
 ہیں۔ اکثر وہ سونے لگھتے ہیں اور انہما آپ کی تحریف کی  
 بھی۔ اور وہ ایک ٹھیک اور فرض میں غارت ہیں اس کے لئے  
 نے ان کی تحریف پر یقین کرتے ہوئے آپ کی یہاں  
 پر شک کے لئے سزاوارتہ کرادی۔ اب اے آپ کا کام  
 ہے کہ میں اپنے ان میں درست قرار نہیں۔ اور  
 نے سے جا بڑی ہونی ٹھکر سے دیکھتے ہوئے تھا۔  
 "مجھے یقین ہے کہ آپ کو مجھ سے مافی نہیں ہوگی۔  
 اب میں یہ بات بھر سکا ہوں کہ آپ ۱۹۷۲ء کیوں ہیں  
 تو سے اٹھ جائے اور ان کی برائی کو سب تو نہیں سمجھیں  
 کہنے پر مجبور ہوں کہ باوجود صاحب نے اپنے قرار میں سے  
 فحوت کی حد تک ہے پر وہ ان کی بھی اور یقیناً ان کا بھی  
 دینا آپ جانتے ہوئے پر مجبور کر رہا ہے۔ ہر حال میں اپنے  
 رہے میں بھی کہ سکا ہوں کہ خود سے ہی عرصے میں آپ  
 پر مجھ سے اور باوجود صاحب سے اور میں موجود فرق خواہ  
 جائے گا۔ آپ کی جلی کے لئے میں اتنے دوں کہ میں نے  
 اپنے قرار میں کی اور انکی سے اپنے منصوبہ بندی شروع کر دی  
 ہے۔ خود صاحب پر مجھ میں شک کرنے پر مجبور رہے۔  
 ہیں۔ اور وہ پاس بھی میں موجود ہوں اور وہ ان  
 کے صحیح اور انکار ہو کر نہیں ہیں جس کی وجہ سے۔  
 کی ایک قسم کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ میں نے اپنے  
 اور خواست جاری ہے جس میں سمجھتے سے مطابق یہ ہے کہ  
 مجھے اپنے افراد اور اہم کیے جائیں گے اس کام کے۔ ہر حال  
 میں کوئی کی تکلیف استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ اس طرح  
 جنگ میں موجود ہوں اور خود کی کا مختلف ہیں جو پے  
 اور ان میں زور و جادو اور اور عقول کو اٹھ کرنا بھی  
 میں رہے گا۔ یہ انصاری نے مختصر الفاظ میں اسے  
 اور منصوبہ کیا۔  
 "تو آپ بہت زبردست کام کر رہے ہیں۔  
 اب انہما کی غرضات میں بھی کوئی جنگ کے  
 میں بہت اس طرح سے کام چاہئے۔ ٹھیک ہوں  
 بہت ہے مگر ہر کوئی وہ خواست کر رہے ہیں۔ میں ان  
 آپ کی تلاش کروں گا۔ اور وہ کام کے واسطے  
 میں رہے۔ اور خود انہما کی کوئی چیز نہ کرنا  
 اور ان کے ہر چہ وہ ان کی نہیں دینی کہہ دے گا۔"

[illegible]

اب آپ اس طرح اپنے کھانا کھاتے تو زبان سے  
 ٹکس جا سکتے۔ یہاں کا وقت گزریا ہے ہمارا۔ لیکن میں  
 اور جنیت کر رہی۔ کچھ جھوٹی نے اس پر یہ بھڑک کر  
 پاشیج اور ان سے اور دولا چکا ہے۔ شہر دو آگھنے کے  
 پیرہنے میں تھی۔ کونہ محمد اور قمر کے خلاف قریبی کی  
 برتاؤ سے میں نہیں تھا۔ وہ چھوٹی کی ایک بھینچ پڑا تھا۔  
 شہر دور اور جھوٹی نے اس میں شکوک کرتے تھے۔  
 خوش گو اور مہول میں کھانا کھاتی۔ ڈیڑھ کے۔۔۔ میں بھی  
 اس اطلاع میں تھی کہ اسے بھی حوت کا پانی لیا ہے۔  
 حاتم کے بعد مریدانی کا دور چلا۔ پھر ان کا زمانہ چلنے  
 وہاں سے راستہ پڑی۔ یہ انسانی کے ہنگامے میں  
 وہ پشیمانی میں رہتی کے ہے۔ وہ انسانی کے ساتھ  
 یہ بہت خوش گور سارا اس تھا۔ اسے گھبراہٹ تھا کہ  
 اس میں سے قوت کا گور ہوتا ہے۔ اس کے لیے ان کا گور  
 میں وہ ان کا انسانی کا پڑا ہے۔ اس کے ساتھ  
 یہ کافر تھیل پڑا تھا۔ اس کی شان میں کافر تھا کہ  
 وہ اپنی منزل تک سرور پہنچے گا۔ کون ان میں سے  
 کمرے میں اس کا گور کا گور کی زبان سے سارا  
 کھینچ کر منہ سے بیچے گا۔ یہ گور کا گور کا گور  
 اسے پھینکے گی۔ اسے ایمان میں لے لیں۔ اسے  
 بیان پر یہ وہی ایک زور اور کھانا کا گور  
 اور اس کے ساتھ اس کے ساتھ گور کا گور  
 یہ کہ کر کھینچیں گے۔ اس کے ساتھ اس کے ساتھ  
 کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے ساتھ

ہمارے دل میں یہ بات گہری ہو گئی ہے۔ ہم نے اس کی تلاش میں بہت کوشش کی ہے۔ ہم نے اس کی تلاش میں بہت کوشش کی ہے۔



ہمارے سماج میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے جب اس کی باگ ڈور ہائر سماج کے روایتی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہی بدل کے رہ جاتے ہیں۔ مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی کئی رخ ہیں، بالا تر طبقے کی خوشنودی ہی قانون کی اصل تعریف و تشریح نہہرتی ہے..... یہ تشریح کتابوں میں نہیں، روایتوں میں تحریر ہوتی ہے..... ایسی روایتیں جس میں قانون سب کے لیے ایک جیسا نہیں بلکہ سمندر اور جال کا سا ہے جہاں طاقتور مچھلی جال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔ پھنستا وہی ہے جو درمیانے طبقے سے ہو۔ محبت نہ تو روایتوں کو مانتی ہے نہ طبقوں میں تقسیم معاشرے کا تجزیہ کر کے محبوب کا انتخاب کرتی ہے، یہ تو بس ہو جاتی ہے۔ دل طبقوں کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اسے آزمائشوں سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ زندگی کی بساط اور وقت کے دھارے سب قسمت کی باتیں اور مقدر کی چالیں ہیں..... کبھی بازی ہلت بھی جاتی ہے۔ بیٹا وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر مقدر ساتھ دے جاتا ہے..... اس وقت تک ہلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا ہوتا ہے۔ جرم، افسر شاہی، جاگیرداری اور پیار کے محور کے گرد گھومتا آزمائشوں کا ایک ایسا ہی لامتناہی سلسلہ

تقدیر کی فسوں گری، قسمت کی چال بازی یا مقدر کا کھیل..... ملنے اور پھٹنے والوں کی کہانی





کے تاروں کی چڑچڑاہٹ دور تک گونجی لیکن آبادی سے دور جنگل کے اس قریبی حصے میں کوئی گولی چلنے کی آواز سننے والا نہیں تھا تو تاروں کی چڑچڑاہٹ کے متوجہ کرتی؟ طاقتور انجن والی جیپ رناتے بھرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔

”تم لوگ جس بھی مقصد کے تحت مجھے...“ یہ سمجھتے ہوئے کہ اگلی سیٹ پر بیٹھا ڈھانچا پوش ہی اسے اغوا کرنے والوں کا اس کارروائی کے دوران لیڈر ہے، شہر پارنے اس سے گفتگو کی کوشش کی لیکن اس کا جملہ عمل ہونے سے قبل ہی اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے افراد میں سے کسی ایک نے کلوروفام میں بیٹھا ہوا رومال اس کی ناک پر رکھ دیا۔ وہ چونکہ اپنی توجہ عمل طور پر اگلی سیٹ پر موجود شخص پر مرکوز کیے ہوئے تھا اس لیے بروقت اس کارروائی سے آگاہ نہ ہو سکا اور بے خبری میں ہی بے ہوشی کے اندھیروں میں ڈوبنے پر مجبور ہو گیا۔

☆☆☆

رات بے حد تاریک تھی اور اس مقام پر تو تاریکی کے ساتھ ساتھ بھیا تک بھی لگ رہی تھی۔ دنیا کی رونقوں کا سبب، اس کی سرگرمیوں کو جاری رکھنے والے جسموں کی آخری پناہ گاہ کا یہ عجیب الیہ ہے کہ جیسے ہی روح جسم کو چھوڑ کر پرواز کرتی ہے، مٹی کا ڈھیر خالی وجود کو یہاں لا کر گاڑ دیا جاتا ہے۔ وہ جو مٹی کا رو بہا حیات چلا کرتے تھے، اس شہر غموشاں میں منوں مٹی تلے دبے ڈی کمپوزر کی کارروائی سے آہستہ آہستہ خود بھی مٹی ہوتے اس مٹی میں ملتے جاتے ہیں۔ ہنگامہ حیات کو جاری رکھنے والے انسانوں کی آخری پناہ گاہ کی خاموشی میں جانے ایسی کیا بات ہوتی ہے کہ جیتا جاگتا انسان اس طرف کا رخ کرے تو ایک دہشت سی محسوس کرتا ہے۔ خصوصاً رات کے وقت قبرستان میں داخل ہونے کو بڑے دل گردے کا کام سمجھا جاتا ہے۔ اکثر لوگ یوں محسوس کرتے ہیں کہ جیسے قبروں کے اندر لیٹے مردے مٹی کے ڈھیر کو چیر کر اپنے ہاتھ باہر نکالیں گے اور انہیں بھی اندر کھینٹ لیں گے۔

لیکن وہ چاروں اس خوف سے قطعی بے نیاز نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک قبرستان کا گورکن تھا جس کے شب و روز گزرتے ہی اس شہر غموشاں میں تھے۔ وہ انہی قبروں کے درمیان مردوں کی ہڈیوں سے کھیلتا ہوا بڑا ہوا تھا اور اب عمر کی آخری منزل پر تھا۔ عمر کے ان سالوں میں اس نے بے شمار مردوں کو مٹی تلے اتارتے اور پھر ہڈیوں کا جبر بننے دیکھا تھا۔ مرنے والے مر جاتے تو چند دنوں تک ان کے عزیز واقارب

گھیرنے والوں میں سے اب تک صرف یہی شخص اس سے ہم کلام ہوا تھا۔

”میرا ڈرائیور زخمی ہے۔ یہ یا اگر اسی طرح یہاں پڑا رہا تو مر جائے گا۔“ عقب میں موجود شخص کے حکم کی تعمیل میں اس نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ زخمی ڈرائیور پر نظر پڑنے پر ٹھک کر رک گیا۔ ارد گرد چھائے اندھیرے کے باوجود گاڑی کی اندرونی مٹی روشن ہونے کی وجہ سے وہ اندر موجود ڈرائیور کو صاف دیکھ سکتا تھا۔ اس کے سینے پر گولی لگی تھی اور زخم سے نکلنے والے خون نے اس کے سفید یونیفارم کی قمیص کو بے تحاشا رنگ ڈالا تھا۔ خون کے اس بے تحاشا بہاؤ کے باوجود شہر پار نے نوٹ کر لیا تھا کہ ابھی اس کی جان نہیں نکلے ہے اور وہ آنکھیں بند کیے اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا ہے۔

”اس کی فکر کرنا بے کار ہے۔ یہ چند منٹ سے زیادہ مزید زندہ نہیں رہ سکے گا۔“ بے حد سرد لہجے میں اسے جواب دے کر ایک ٹھوکا اور دیا گیا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ رکے بغیر آگے بڑھتا رہے۔ اندر ہی اندر ہیچ و تاب کھاتے ہوئے شہر پار نے اپنے قدم آگے بڑھائے لیکن خود کو سوال کرنے سے نہ روک سکا۔

”تم لوگ کون ہو اور مجھے اس طرح گھیرنے کا کیا مقصد ہے؟“

”ہم کون ہیں یہ تو نہیں بتا سکتے، البتہ مقصد شاید آپ کو آگے چل کر معلوم ہو جائے۔ ہم تو بس اپنے دوستوں کا ساتھ دینے کے لیے اس کام میں شامل ہوئے ہیں۔“ بڑے بے نیاز اور پُر اعتماد انداز میں اس کی بات کا جواب دیا گیا۔ اس جواب کو سن کر شہر پار چونک گیا۔ قطعی غلط لب و لہجے میں بات کرنے والا یہ آدمی جس کے بارے میں وہ پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ شخص مقامی نہیں ہے، اس کے کسی دشمن کے ایما پر اسے اغوا کر کے لے جا رہا تھا اور اس علاقے میں اس کی چودھری افتخار کے علاوہ بھلا اور کس سے دشمنی تھی؟

اس سوچ کے حصار میں گہرا وہ جیپ تک پہنچ گیا۔ پشت پر موجود شخص کے علاوہ اب باقی دو افراد کی رائیوں بھی اس پر اٹھی ہوئی تھیں اور اس کے لیے کسی قسم کی حرکت کی کوئی گنجائش موجود نہیں تھی۔ اسے جیپ کی پچھلی نشست پر بٹھانے کے بعد دونوں ڈھانچا پوش اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے جبکہ عقب پر موجود ڈھانچا پوش نے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ سنبھال لی۔ اس کے جیپ میں سوار ہوتے ہی ڈرائیور نے جھٹکے سے جیپ آگے بڑھا دی۔ رات کے ستارے میں جیپ

سب کا بالکل اے ون ہے۔ آپ ہمیں گلیوں میں کچے کھیلنے والے لوٹے تصور کرنے کی غلطی نہ کریں اور آرام سے بغیر کسی مزاحمت کے ہاتھ اٹھا کر سامنے آ جائیں۔“

وہ گاڑی کے عقب میں پہنچا ہی تھا کہ ان ڈھانچا پوشوں میں سے ایک کی قدرے بلند لیکن ہموار آواز سنائی دی۔ وہ اس آواز کو سن کر تذبذب میں پڑ گیا۔ بولنے والے کے لہجے سے ظاہر تھا کہ وہ ایک پڑھا لکھا اور پُر اعتماد آدمی ہے۔ پھر اس نے جو بات کہی تھی، وہ تو بالکل روشن حقیقت کی طرح عیاں تھی۔ حملہ آور تعداد میں زیادہ بھی تھے اور عمل طور پر ہتھیار بند بھی۔ وہ اگر ان کے خلاف مزاحمت کرتا بھی تو ان کے آگے اس کی کتنی دیر پیش چلتی۔ آخر کار اسے ہار مانتی ہی پڑتی لیکن اس طرح بغیر کسی مزاحمت کے ہار مان لینا بھی اس کے لیے خلاف فطرت تھا۔ وہ فطرتاً ہی تھا اور ایسے کسی موقع پر اپنی حیثیت و مقام سب بھول کر میدانِ عمل میں اترنے کے لیے تیار تو نہ لگتا تھا۔ اس وقت بھی اس کے عضلات پوری طرح تنے ہوئے تھے اور اس کی فطرت اسے مقابلے پر اکسا رہی تھی۔

”دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر کھڑے ہو جائیں اے سی صاحب! کوئی بھی غیر ضروری حرکت آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔“ اس سے قبل کہ وہ از خود کوئی فیصلہ کرنا، اس کی پشت پر سے آواز ابھری اور کوئی ٹھنڈی سی شے اس کی گردن سے ٹکرائی۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ گردن پر موجود ٹھنڈک کو پہچاننا اس کے لیے کچھ مشکل نہیں تھا۔ لوہے کی یہ ٹھنڈک جتنی طور پر کسی ہتھیار کی نشان دہی کر رہی تھی۔ اس کا راستہ روکنے والوں میں سے کوئی بہت آہستہ سے چل کر اس کی پشت پر پہنچ گیا تھا اور اسے بے بس کر دیا تھا۔ اس بے بسی پر شدید جھنجھلاہٹ محسوس کرتے ہوئے وہ اپنی پشت پر موجود شخص کے حکم کے مطابق سر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس پر سامنے کا منظر زیادہ واضح تھا۔ اسے روکنے والی جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ڈھانچا پوش بالکل تیار بیٹھا تھا۔ اس نے جیپ کا انجن بند نہیں کیا تھا تا کہ کسی ایمر جنسی کی صورت میں اسے اور اس کے ساتھیوں کو فرار ہونے میں مشکل پیش نہ آئے۔ ڈرائیور کے علاوہ دو ڈھانچا پوش اس کی گاڑی کے بالکل قریب کھڑے ہوئے تھے جبکہ ان کا چوتھا ساتھی تو اس کی پشت پر موجود ہی تھا۔

”آگے بڑھو۔“ وہ اس جائزے سے قانع ہوا ہی تھا کہ اس کی پشت پر موجود شخص نے اسے ہلکا سا ٹھوکا دیتے ہوئے حکم دیا۔ شہر پار نے اس کی آواز کو شناخت کر لیا۔ اسے

وہ ایک کھلی جیپ تھی جس نے اس کی گاڑی کے عین سامنے آ کر اس کا راستہ روک لیا تھا اور اب اس سے ہتھیاروں سے لیس ڈھانچا پوش اچھل اچھل کر باہر نکل رہے تھے۔ وہ کون لوگ تھے؟ فوری طور پر اس کے لیے فیصلہ کرنا ممکن نہیں تھا لیکن یہ تو طے تھا کہ وہ جو بھی ہیں، دوست ہرگز نہیں ہو سکتے۔ وہ اچانک سامنے آ جانے والے ان دشمنوں کے لیے ترنوالہ بننے کو تیار نہیں تھا اس لیے بے حد پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر گاڑی کا لاک کھولا اور دروازہ کھول کر تیزی سے باہر نکلا۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے اس بات کا دھیان رکھا تھا کہ سیدھا کھڑا نہ ہو اور جسم کو ایسے زاویے پر رکھے کہ گاڑی کے دروازے کی آڑ میں چھپ سکے۔ ورنہ دوسری صورت میں اگر حملہ آوروں کی طرف سے قاتلنگ کی جاتی تو وہ نشانہ بن سکتا تھا۔ اگلے ہی لمحوں سنائی دینے والی قاتلنگی آواز نے اس کے اندازے کی تصدیق کر دی۔ اسے باہر نکلتے دیکھ کر ان میں سے کسی نے قاتل کر دیا تھا۔ قاتل کی آواز کے فوراً بعد جو دوسری آواز اس کی سماعت تک پہنچی، وہ اس کی گاڑی کے ڈرائیور کی بھیا تک جیج تھی۔ وہ بے چارہ اس صورت حال پر بری طرح بوکھلا گیا تھا اور اچانک راستہ روکے جانے پر ایمر جنسی برپا کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکا تھا۔

اس کی جیج سن کر شہر پار کو اندازہ ہوا کہ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے ہلاک یا شدید زخمی ہو چکا ہے۔ ڈرائیور کے ساتھ جو بھی حادثہ پیش آیا تھا، اسے اس پر دلی افسوس تھا لیکن اس وقت وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ فی الحال تو اسے اپنی بھا کی جنگ لڑنی تھی اور وہ بھی بنا ہتھیار... فی الوقت وہ قطعی نہبتا تھا۔ ایک عام سے معمول کے دورے پر آتے ہوئے اسے خیال ہی نہیں گزرا تھا کہ اپنے ساتھ کوئی ہتھیار لے کر چلا۔ اس نے ڈرائیور کے پاس موجود ریوالتور کو ہی کافی جانا تھا لیکن قسمت کی خرابی سے ڈرائیور اس کے تحفظ کے لیے کوئی قدم اٹھاتا، اس سے قبل خود ہی نشانہ بن گیا تھا۔ اس کی طرف سے کسی مدد کی قطعی امید نہ رکھتے ہوئے شہر پار گاڑی کے عقب میں رہ گیا۔ جیپ سے اترنے والے ڈھانچا پوش ابھی تک اس کی گاڑی کے قریب نہیں آئے تھے اور دور سے ہی جائزہ لے رہے تھے۔

”بے کار کی محنت نہ کریں اے سی صاحب! ہم تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور ہمارے پاس اسلحہ بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ اگر ہم چاہتے تو آپ گاڑی سے اتر بھی نہیں سکتے تھے۔ اپنے ڈرائیور کو نکلنے والی گولی کو ہماری کوئی خطا نہ سمجھیے گا۔ نشانہ ہم



باقاعدگی سے قبر پر آتے رہتے، تازہ قبر پر پانی کا چھڑکاؤ ہوتا اور پھولوں کی چٹائیاں بکھیری جاتیں۔ پھر آہستہ آہستہ یہ سلسلہ کم ہوتا جاتا اور ایک وقت ایسا آتا کہ عید، شب برأت پر حاضری کا سلسلہ بھی موقوف ہو جاتا۔ گورکن کی بوڑھی آنکھیں برسوں سے یہ سارے تماشے دیکھ رہی تھیں۔

مگر آج کی رات بوڑھے گورکن کے تجربوں میں ایک اور تجربے کا اضافہ کرنے کے لیے آئی تھی۔ رات کے آخری پہر قبرستان میں آنے والے وہ تینوں نفوس کسی مرنے والے کے لواحقین تھے، نہ ہی پناہ کے مٹلاشی نشے باز و پریم دیوانے۔ وہ کفن چور بھی نہیں تھے لیکن آئے بہر حال کچھ لے جانے ہی تھے۔ انہوں نے گورکن سے کفن سمیت قبر میں دفن ایک مردے کا مطالبہ کیا تھا۔ گورکن اس مطالبے پر ہٹکا بٹکا رہ گیا لیکن مطالبہ کرنے والوں کی شناخت اور حیثیت نے اسے انگاری جرات نہیں کرنے دی۔ وہ سرکاری اہلکار تھے اور کچھ عرصے قبل ہی یہاں دفن ہونے والے ایک سرکاری افسر کی ڈیڈ باڈی لے جانے آئے تھے۔ ان کے پاس اس کام کے لیے مختار نامہ موجود تھا اور وہ چاہتے تو دن و رات بھی یہ کام کر سکتے تھے... لیکن انہوں نے اس کام کے لیے رات کے آخری پہر کا انتخاب کیا تھا۔ گورکن کے لیے حکم تھا کہ کام نہایت صفائی اور خاموشی سے کیا جائے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی جائے۔ غریب گورکن کے پاس اس حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ بھاؤ اور کدال سنبھالے اپنی دھوٹی کو گھٹنوں سے اوپر باندھ کر میدانِ عمل میں اتر آیا اور مشاطی سے کھدائی کا کام کرنے لگا تھا۔ یہ تو شکر تھا کہ قبر ابھی کئی نہیں کی گئی تھی اور اسے صرف چاروں طرف اکھری اینٹوں کی چار دیواری جن کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ کچی قبر کی کھدائی کرتے کرتے بالآخر گورکن اس مقام پر پہنچ گیا جہاں قبر میں دفن لاش ظاہر ہوئی۔

لاش ظاہر ہونے سے پہلے وہاں موجود افراد کا اس بدلو سے سابقہ پڑا جو مردہ کھٹے سڑتے جسموں سے اٹھتی ہے۔ یہ کوئی معمولی بو نہیں تھی۔ اگر کسی عام آدمی کے تفتنوں سے ٹکرائی تو وہ ابکانی لے کر پیٹ میں موجود خوراک اٹھنے پر مجبور ہو جاتا لیکن گورکن تو اس شہرِ خوشاں کا ہی باسی تھا۔ یہاں بسنے والے سیکڑوں پاسیوں میں سے واحد زعمہ باسی۔ اس کے لیے یہ بوجھان نہیں تھی اور اس نے پہلے ہی حفظِ ماتقدم کے تحت اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ لیا تھا۔ اس کے ساتھ موجود سرکاری اہلکاروں نے بھی اپنے منہ اور ناک بلکے بزرگ کے ماسکس سے ڈھانپ رکھے تھے۔ وہ لوگ گورکن

کے کھدائی کرنے کے دوران مٹی کو ہٹا کر ایک جانب کرنے میں اس کی مدد کرتے رہے تھے۔ قبر کشائی کے بعد لاش ظاہر ہوئی تو اسے قبر سے نکال کر مخصوص پولی حصین بیگ میں منتقل کرنے کے کام میں بھی وہ پیچھے نہیں رہے۔ لاش بہت زیادہ پرانی نہ ہونے کے باوجود اچھی خاصی خراب ہو چکی تھی۔ گورکن کے تجربے کے مطابق لاش کو دفن ہوئے جتنی مدت گزری تھی، وہ اس سے ڈھری مدت کے برابر پرانی لگ رہی تھی۔ اس طرح کی گلی سڑی، بدبودار لاش کو قبر سے برآمد کر کے پولی حصین بیگ میں منتقل کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن ان لوگوں نے کر لیا۔ ظاہر ہے، وہ اس کام کے ماہر تھے تب ہی تو یہاں بھیجے گئے تھے۔

”قبر کو دوبارہ مٹی ڈال کر پہلے والی حالت میں کر دو۔ کام اتنی صفائی سے کرنا کہ کسی کو قبر کھولے جانے کا شبہ نہ ہو سکے۔“ لاش کو جراثیم کش ادویات اور بودبانے والی خوشبوؤں کے چھڑکاؤ کے بعد اپنے ساتھ لائے ہوئے ایک تابوت میں منتقل کر کے۔ ان میں سے ایک نے گورکن کو حکم دیا اور پھر اسے ایک ٹیلا کڑکڑاتا ہوا نوٹ تھا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ تابوت سمیت وہاں سے رخصت ہو گیا۔ سرکاری اہلکار کا حکم، اس پر سے نیلے کڑکڑاتے نوٹ کی خوشبو... گورکن ان کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی پوری تن دہی سے قبر کا کڑکا بھرنے لگا۔ اس قبر کا کڑکا جو اپنے سینے کی رخصت ہونے پر کسی ماں کی کوکھ کی طرح خالی ہو چکی تھی۔

☆☆☆

شہر یار کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک نیم روشن کمرے میں فرش پر بچھے گدے پر لیٹا ہوا پایا۔ کمرے حد مختصر تھا جس میں اس کے بستر کے بعد کس چند فٹ کی جگہ بچی تھی۔ وہ بستر پر اٹھ بیٹھا اور مدھم روشنی میں کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ وہ ایک چوکور کمرہ تھا جس میں اس کے بستر کے علاوہ جو دوسری شے موجود تھی، وہ دیوار کے ساتھ رکھی پانی کی ایک صراحی تھی۔ اس کے علاوہ کمرے میں کچھ موجود نہیں تھا۔ اس نے بستر پر بیٹھے بیٹھے ہی اپنا باقی جائزہ بھی مکمل کیا۔ کمرہ اینٹوں کی پرد سے بنایا گیا تھا اور دیواریں پلاسٹر اور رنگ و روغن سے قطعی عاری تھیں۔ دائیں دیوار میں لکڑی کا ایک پٹ والا دروازہ لگا ہوا تھا۔ دروازے کی چوڑائی بہت کم تھی اور وہ دیوار میں کچھ اس طرح سے فٹن تھا کہ کوئی درز نظر نہیں آرہی تھی۔ یہاں تک کہ باہر سے روشنی آنے کے لیے بھی جگہ موجود نہیں تھی۔ کمرے کی تار کئی کو نیم روشن کرنے کے لیے دیوار پر ایک کیل کے ساتھ لائین لگی ہوئی تھی۔ اس مختصر قید



خانے کا جائزہ لینے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو لمحہ بھر کے لیے سر چکرا کر رہ گیا۔ یہ یقیناً اسے بے ہوش کرنے والے کلورو فام کا اثر تھا جو اب بھی باقی تھا۔ اس نے سر جھٹک کر خود کو اس کے اثر سے آزاد کرنے کی کوشش کی اور صراحتی کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس پر رکھے اسٹیل کے گلاس میں پانی اٹھایا۔ پانی بالکل شفاف تھا اس لیے اسے پانی پینے میں کوئی عار محسوس نہ ہوا۔ پانی پی کر اس کی طبیعت ہلکا ہو گئی۔ وہ اٹھ کر دروازے تک گیا اور اسے ہلانے جلانے کی کوشش کی لیکن دروازہ مضبوط لکڑی کا تھا اور کچھ اس طرح سے دیوار میں فٹ کیا گیا تھا کہ اسے ہلانے جلانے سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ اس طرف سے مایوس ہونے کے بعد اس نے دروازے پر دستک دی تاکہ اس کو یہاں تک لانے والے اگر باہر موجود ہوں تو انہیں اس کے ہوش میں آنے کا علم ہو جائے اور وہ اس سے بات چیت کر کے اسے اغوا کر کے یہاں لائے جانے کا سبب بتائیں۔ مگر اس کی مسلسل دستک بے کار ہو گئی اور باہر سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ خاموشی سے بیٹھ کر ان لوگوں کے متوجہ ہونے کا انتظار کرے۔ اس نے یہی کیا لیکن اس خالی خولی انتظار کے دوران بھی اس کے حواس جاگ رہے تھے۔ ذرا سے ارتکاز کے بعد وہ یہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گیا کہ اسے جس چار دیواری کے اندر قید رکھا گیا ہے، وہ عام آبادی میں موجود نہیں ہے۔ اس کی سماعت چار دیواری سے باہر موجود آوازوں کو محسوس کر رہی تھی۔ پرندوں کی چچھاہٹ، ہوا کی سرسراہٹ اور کچھ غیر معمولی سی آہٹیں تھیں جو ارد گرد گھمری ہوئی تھیں۔ سماعت کے بعد اس نے اپنی قوتِ شامہ پر زور دیا تو فضا میں جنگلی پونوں کی مہک اور نمی سی محسوس ہوئی۔ اس کا ذہن فوراً حساب کتاب کرنے لگا۔ قوتِ سماعت و شامہ کی حاصل کردہ معلومات کے تجزیے نے اس کے سامنے ایک ہی جواب پیش کیا۔ وہ اس وقت جنگل کے کسی حصے میں موجود تھا اور اس خیال کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی تھی کہ اسے جنگل کے قریب سے ہی اغوا کیا گیا تھا۔ یعنی اغوا کرنے والوں نے اسے جنگل ہی میں موجود اپنے کسی خفیہ ٹھکانے میں رکھا تھا۔ وہ کون لوگ ہو سکتے تھے؟ وہ جب بھی خود سے یہ سوال کرتا، اس کے سامنے ایک ہی جواب آتا۔

چودھری انکار عالم شاہ... یہاں اس کا دشمن بھی وہی تھا اور اختیارات بھی اسی کے اتنے وسیع تھے کہ وہ اس جنگل سمیت پورے علاقے میں جہاں چاہتا اسے قید کر دیا سکتا تھا۔

چودھری کے پاس اسے اغوا کروانے کے لیے کئی مضبوط جواز بھی موجود تھے۔ وہ یہاں کا بے تاج بادشاہ تھا اور لوگ اپنی ہر ضرورت کے لیے نہ صرف اس کی طرف دیکھتے تھے بلکہ اس کا ہر قلم بھی خاموشی سے برداشت کر لیتے تھے۔ لیکن اب اسکول واسپتال کے باقاعدہ آغاز نے چودھری کی اس حیثیت کو زک پہنچائی تھی۔ دوسری طرف لکڑی اور کھالوں کی اسمگلنگ کے لیے کی جانے والی سختی نے اسے مالی اعتبار سے نقصان پہنچایا تھا۔ پھر ماہ بانو کا شہریار کی مدد سے اس کے ہاتھوں سے نکل جانا بھی اس کے غصے کو بھڑکانے کا سبب بنا تھا۔ اس نے ڈاکٹر ماریا کو چارے کے طور پر استعمال کر کے شہریار کو ٹریپ کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن خوش قسمتی سے شہریار اس کی اس گمراہی چال سے بچ گیا تھا۔ اب یقیناً وہ ایک نیا حربہ لے کر آیا تھا اور اس حربے کے استعمال سے پہلے خود امریکا روانہ ہو گیا تھا تاکہ خود کو شک سے بری رکھنے کے لیے عدم موجودگی کا جواز دے سکے۔

شہریار جوں جوں اس صورت حال پر غور کر رہا تھا، اس کا یقین مضبوط ہوتا جا رہا تھا کہ اس ساری کارروائی کے پیچھے چودھری کا ہی ہاتھ ہے۔ اپنے یقین پر پختہ ہونے کے بعد وہ ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے پر دستک دی۔ حسب سابق اس دستک پر بھی کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا لیکن اسے یقین تھا کہ باہر کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ اسے اتنی جدوجہد سے اغوا کر کے لانے کے بعد بغیر کسی گھراس کے تنہا چھوڑ دیا جاتا۔

”میں جانتا ہوں کہ باہر میری آواز سنی جا رہی ہے۔ بے شک تم لوگ مجھے رسپانس نہ دو لیکن میرا یہ پیغام چودھری تک پہنچاؤ کہ وہ قہر ڈکلاس مجرموں کی طرح اوجھے جھکنڈے استعمال کرنے کے بجائے مجھ سے بیس ٹو بیس بات کرے۔“ اپنے یقین ہی کی بنیاد پر اس نے بلند لیکن ہادقار لہجے میں یہ بات کہی اور واپس بستر پر آ بیٹھا۔

”آپ بے کار اندازے لگانے میں اپنی توانائیاں ضائع نہ کریں اے سی صاحب! یہاں جس کو اور جب بھی آپ سے مذاکرات کرنے ہوں گے وہ خود سامنے آ جائے گا۔“ ذرا سے توقف کے بعد دروازے کی دوسری جانب قدموں کی آہٹ سنائی دی اور نہایت ٹھنڈے لہجے میں شہریار کو جواب دیا گیا۔ جواب دینے والے کی آواز شناخت کرنے میں اس بار اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ یہ وہی تھا جو اغوا کے دوران بھی اس سے گفتگو کرتا رہا تھا۔ اس شخص کے لہجے کا ٹھہراؤ اور زبان کی روانی اس کو ہر بار ٹھکانا دیتی تھی۔ وہ بولتا تو

صاف احساس ہوتا تھا کہ وہ کوئی پڑھ لکھا، شہری ماحول کا بندہ ہے جو شاید کسی مجبوری کے سبب ان بھرمانہ ذہنیت رکھنے والوں میں شامل ہو گیا ہے۔ فی زمانہ بڑھتی ہوئی۔ بے روزگاری اور کرپشن نے یہ ایک نیا ٹریڈ جنم دیا تھا۔ یہ حیثیت ایک انسان کے شہریار کے لیے یہ ایک بڑا لمحہ گریہ تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنی قید و بند کی پریشانی کو بھول کر اس نوجوان کی ذات میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

”مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر شہریار عادل زندہ سلامت چاہیے ایس پی صاحب... آپ یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ لیں۔ اگر آپ اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے تو یاد رکھیے گا کہ پھر پولیس کی نوکری میں آپ کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ یہ ناکامی آپ کے اگلے پچھلے سارے کھاتے کھول دے گی۔ شہریار عادل کوئی معمولی شخص نہیں ہے جو اسے اس طرح اغوا کر لیا جائے اور کہیں کوئی طوفان نہ اٹھے۔ مجھے ہر حال میں وہ چوبیس گھنٹے سے پہلے واپس چاہیے۔“ ریسور کان سے لگائے یہ سب سنتے معظم تارڑ کو دوسری طرف موجود آئی جی مختار مراد کی کیفیت کا خوب اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ غصے سے باقاعدہ چٹکھاڑ رہا تھا۔ یقیناً سجاد رانا کی ہلاکت کے بعد ہونے والا شہریار کا یہ اغوا اس کے اعصاب کے لیے بڑی آزمائش ثابت ہوا تھا اور اس کا اپنا بس نہیں چل رہا تھا کہ کس طرح گھڑی کی چوٹھائی میں شہریار کو بازیافت کر دیا جائے۔

”ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں سر! پولیس فورس کے جوانوں نے اس سارے علاقے کو گھیر لیا ہے جہاں سے شہریار صاحب کی گاڑی اور ان کے ڈرائیور کی لاش ملی ہے۔ میرے جوان کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح کوئی کلیڈ مل جائے جس سے اندازہ لگایا جاسکے کہ اے سی صاحب کو اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا ہوگا۔ ویسے مجھے شک ہے کہ انہیں جنگل کی طرف لے جایا گیا ہے اور اگر ایسا ہے تو پولیس فورس کو کارروائی کرنے میں بہت مشکل پیش آئے گی۔ ہمارے پاس نہ تو اتنی فوری ہے اور نہ ہی اتنی سہولیات کہ گھنے جنگل میں شخص کو کارروائی کر سکیں۔“ اس نے مختار مراد کے سامنے اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ذہن میں موجود خدشات اور درپیش مسائل بھی بیان کر دیے۔ وہ خود بھی سمجھتا تھا کہ یہ بہت نازک معاملہ ہے۔ شہریار کا اغوا اتنی معمولی بات نہیں تھی کہ آرام سے دب جاتی۔ ابھی مختار مراد کا فون آیا تھا بعد میں اور بھی نہ جانے کون کون اس سے رابطہ کر

کے شہریار کی بازیابی کے سلسلے میں اس پر دباؤ ڈالتا۔ ”آپ کو شہریار کی تلاش میں جنگل چھاننا پڑے یا کسی کا محل... مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ بس مجھے چوبیس گھنٹے میں اس کے ملنے کی اطلاع چاہیے۔ باقی آپ کو چھٹی فورس اور سہولیات درکار ہیں، وہ نوٹ کر وادیں۔ آپ کو چند گھنٹوں کے اندر سب کچھ پرووائڈ کر دیا جائے گا۔“ مختار مراد نے طنز اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں اس کی بات کا جواب دے کر ریسورٹ پر دیا۔ ریسورٹ پر پہنچنے کے بعد اس نے مختار مراد سے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کان سے لگا ریسورٹ پر ڈال دیا۔ وہ بے وقوف نہیں تھا کہ مختار مراد کا اشارہ نہیں سمجھتا۔ اس نے کہا تھا کہ آپ کو شہریار کی تلاش میں جنگل چھاننا پڑے یا کسی کا محل... مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ اس بات کا مطلب تھا کہ وہ چودھری مختار پر شبہ کر رہا تھا کیونکہ اس علاقے میں محل جیسی حویلی تو بس اسی کی تھی۔ خود معظم تارڑ بھی سمجھ رہا تھا کہ یہ کارروائی چودھری کی طرف سے ہی کی گئی ہے۔ چودھری اس سلسلے میں پہلے ایک بار اپنا ارادہ ظاہر کر چکا تھا، بعد میں اس نے اچانک نیویارک جانے کا پروگرام بنالیا۔ اب اس کی غیر موجودگی میں یہ واردات ہوئی تھی تو اس کا مطلب تھا کہ چودھری یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ اس کا اس کارروائی سے کوئی تعلق نہیں... لیکن دوسرے لوگ بھی کوئی گھاس نہیں کھائے ہوئے تھے جو حقیقت کو نہ سمجھ پاتے۔ تارڑ نے بھی حقیقت سمجھ لی تھی اور واردات کی اطلاع ملنے کے بعد سے مسلسل چودھری سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کا موبائل مسلسل بند جا رہا تھا۔ پاکستان اور نیویارک کے درمیان جو طویل فاصلہ تھا، اس نے وقت کا بھی بہت بڑا ٹھنڈ پیدا کر دیا تھا۔ ایس پی تارڑ کو معلوم تھا کہ اس پہر جبکہ یہاں دن نکلا ہوا ہے، نیویارک میں رات ہوگی۔ اب جانے رات کی یہ گھڑیاں چودھری خواب خرگوش کے حشرے لوٹنے ہوئے گزار رہا تھا یا کسی گوری رنگت والی حسینہ کی نہری زلفوں کی چھاؤں میں۔ وجہ بہر حال جو بھی رہی ہو... مسلسل کوشش کے باوجود وہ چودھری سے رابطے میں ناکام تھا۔

مختار مراد سے احکامات ملنے کے بعد اس نے ایک بار پھر چودھری سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر وہاں ہنوز وہی صورت حال تھی۔ اس طرف سے مایوس ہو کر اس نے حویلی فون کیا اور ششی اللہ رکھا سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ فوراً ہی ششی لائن پر آ گیا۔

”حکم ایس پی صاحب! آپ نے خادم کو کیسے یاد فرمایا؟“ اس کا وہی سدا کا خوشامد انداز اور لب و لہجہ تھا۔



”یاد تو اصل میں مجھے تمہارے سرکار کی آ رہی ہے لیکن کئی بار کوشش کرنے کے بعد بھی ان سے رابطہ نہیں ہو پا رہا۔ سو چاتم سے معلوم کر لوں۔ تمہیں تو یقیناً ان کے بارے میں علم ہو گا۔“ تارڑ نے فشی کی خوشامد کو نظر انداز کرتے ہوئے سیدھے اپنے مطلب کی بات کی۔

”سرکار سے تو خود ہمارا رابطہ نہیں ہو پا رہا۔ انہوں نے اپنا فون بند کر رکھا ہے۔ ادھر چھوٹے چودھری مراد شاہ کے گھر کے نمبر پر گل کرنے کی کوشش کی تھی، پر ادھر سے بھوجی نے بتایا کہ چودھری صاحب کسی گل نون ناراض ہو کے گھر سے چلے گئے ہیں۔ چھوٹے چودھری صاحب نے وہ ہوٹل تو تلاش کر لیا ہے جہاں چودھری صاحب رکے ہیں، پر آپ کو تو معلوم ہی ہو گا کہ ابھی ادھر رات ہو رہی ہے اور چودھری صاحب ہوٹل والوں سے کہہ کر سوئے ہیں کہ انہیں صبح سے پہلے کوئی نہ جگائے۔ تو آپ سمجھ لیں کہ جب ادھر صبح ہوگی، تب ہی آپ سرکار سے گل کر سکتے ہو۔“ فشی نے اسے چند جملوں میں پوری کھانا ددی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں چودھری صاحب سے بعد میں بات کر لوں گا۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ بالا کہاں ہے؟“ یہ جان لینے کے بعد کہ ابھی کم از کم تین چار گھنٹوں تک اس کا چودھری سے رابطہ نہیں ہو سکے گا، ایس پی نے دوسرے رخ سے گفتیش کی کوشش کی۔

”ادھر حویلی میں ہی ہے سر جی! کل سے وچارے کو تاپ چڑھا ہوا ہے اس لیے منجی پکڑ کر لینا ہوا ہے۔ آپ دسو، آپ کو ہن نال کوئی کام شام ہے کیا؟ میں کسی ہو ر کام کے بندے کو تہاڑے نال بھیج دوں گا۔“ جب زبان فشی کی باتیں سن کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس کے فون کرنے کی وجہ اچھی طرح سمجھ رہا ہے لیکن کسی نہ کسی طرح اسے بھلانے کی کوشش کر رہا ہے۔

”تم میرے اور چودھری صاحب کے درمیان تعلقات کی نوعیت اچھی طرح جانتے ہو فشی۔۔۔ ہم ایک دوسرے کے راز داں ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ مجھے بھلانے کی کوشش نہ کرو اور سیدھی طرح سے وہ بتاؤ جو میں پوچھنا چاہ رہا ہوں۔“ ایس پی، فشی کا انداز سمجھ کر یک دم ہی براہ راست گفتگو پر آ گیا۔

”میںوں کیا خبر حضور کہ آپ کیا پوچھنا چاہ رہے ہیں۔ جو کچھ پوچھنا ہے کل کر پوچھیں۔ میںوں اگر کسی گل کی خبر ہوئی تو آپ کو ضرور دسوں گا۔“ فشی کی منافقت تو بھی ہی بے مثال، سو اسی فدویانہ لہجے میں اسے جواب دیا۔

”رات تمہارے علاقے میں اسے ہی شہر یار کو اغوا اور اس کے ڈرائیور کو قتل کیا گیا ہے۔ یہ بات تو تمہیں معلوم ہی ہو گی۔ اب میں تم سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اسے ہی کہاں ہے؟ یہ تو ممکن نہیں کہ تمہارے علاقے میں اتنی بڑی واردات ہو اور تمہیں کچھ خبر ہی نہ ہو۔“ فشی کی اداکاری کی پروا نہ کرتے ہوئے ایس پی نے اس سے سوال کیا۔

”یہ آپ کیسی گل کر رہے ہیں ایس پی صاحب! بے شک اسے ہی صاحب کا اغوا ادھر سے ہی ہوا ہے لیکن گاؤں سے بہت دور جنگل کے علاقے میں۔۔۔ ہو رہا آپ تو جانتے ہیں کہ آج کل ادھر ہمارے بندے کام نہیں کر رہے ہیں۔ ادھر حویلی میں بھی صبح ہی واقعے کی خبر پہنچی ہے۔ میں یہی خبر سنانے کے لیے تو سرکار کو فون کرنے کی کوشش کر رہا تھا، پر ان سے گل نہ ہو سکی۔۔۔ پر آپ کی گل سن کر تو ایسا لگ رہا ہے کہ آپ ہم پر ہی شک کر رہے ہیں۔ یہ تو ڈی فلیٹ گل ہے۔ آدمی کو اپنے دوستوں پر تو بھروسہ کرنا چاہیے۔“ فشی فوراً مصحوم بن کر اس کی تردید کرنے لگا۔

”بات شک کی نہیں ہے۔ جبراً یاد اور اس کے قرب و جوار کے سارے علاقے میں تم لوگوں کا ہولڈ ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ براہ راست اگر اس واقعے میں تم لوٹ نہیں بھی ہو تو بھی تمہیں کچھ نہ کچھ معلوم ضرور ہوگا۔ یہ تو میں یقین کر ہی نہیں سکتا کہ وہاں کچھ ہو اور تم لوگوں کو اس کی سن کن نہ ملی ہو۔“ ایس پی نے طنز اور سختی سے پھر پور لہجے میں فشی کو بار بار کروایا کہ وہ اس کے ایمان ہونے پر قطعی یقین نہیں رکھتا۔

”اب ایسی بھی گل نہیں ہے ایس پی صاحب! اب وہ پہلے والی گل رہی ہی کدھر ہے؟ آپ کو تو خود یاد ہو گا کہ ابھی تھوڑے دن پہلے ادھر ڈیرے پر کوئی شخص آیا تھا اور ہمارے بندوں کو بے ہوش کر کے نہ خانے میں آگ لگا گیا تھا۔ آپ کے ہوتے ہوئے ہم اپنے ساتھ یہ کارروائی کرنے والے کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے۔۔۔ تو فیراے ہی صاحب کے ماتلے کی ہمیں کیا خبر؟ آپ کے مجھے کے بندے صبح سے ادھر پہنچے ہوئے ہیں۔ آپ ان سے کہیں کہ وہ کھوج لگائیں اسے ہی صاحب کا۔ اسانوں کچھ ملوم ہوا تو آپ کو بتا دیں گے۔“ فشی کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ قطعاً تعاون پر آمادہ نہیں ہے۔ اس کی طرف سے مایوس ہو کر ایس پی نے کال منقطع کر دی اور صورت حال پر غور کرنے لگا۔

شہر یار کا اغوا اس کے لیے اتنی تشویشناک بات نہیں تھی جتنے چودھری کے بدلے ہوئے تیرہ اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجا رہے تھے۔ اس نے چودھری کا باجوه سے

بدلا ہوا روپیہ بھی دیکھا تھا اور اس کے بعد باجوه کی اچانک موت بھی۔ ظاہر باجوه دل کے دورے سے جاں بحق ہوا تھا لیکن ایس پی کو یقین نہیں آیا تھا کہ یہ سچ ہے۔۔۔ اور وہ سچ کے سامنے آنے کا خطر تھا۔ سچ کو جاننے کے لیے ہی اس نے ایک بار پھر ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک خاص نمبر ڈائل کیا۔

”اچھا ہوا آپ نے خود کال کر لی تارڑ صاحب! میں آپ سے رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ رات جو ڈیڈ باڈی آپ نے بھجوائی تھی، آپ کے حکم پر میں نے اس کا امیر جنسی میں پوسٹ مارٹم کر ڈالا ہے اور پوسٹ مارٹم کے نتیجے میں بہت ہی حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے۔ مرنے والے کی موت آپ کے مطابق ہارٹ ایفک سے ہوئی تھی لیکن پوسٹ مارٹم سے معلوم ہوا ہے کہ اس شخص کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔ ایک ایسا زہر دے کر جس کے ظاہری اثرات دیکھ کر ڈاکٹرز یہی اندازہ لگا پاتے ہیں کہ مریض کو ہارٹ ایفک ہوا ہے اور اسی حساب سے ٹریسٹ بھی دیتے ہیں۔ نتیجتاً مریض کی موت واقع ہو جاتی ہے۔“ دوسری طرف موجود سرجن جو انکشافات کر رہا تھا، انہیں سن کر تارڑ زلزلے کی زد میں آ گیا تھا اور اس کے ذہن میں بھی خطرے کی گھنٹی کسی دیویدیل گھنٹے کی سی قوت سے بجنے لگی تھی۔

☆☆☆

”ابا جی! ناراضگی جانے دیں نا۔۔۔ دیکھیں میں خود آپ کو منانے کے لیے آیا ہوں۔“ مراد شاہ، چودھری کے مقابل بیٹھا اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے اپنی بیوی شاہدہ کی زبانی چودھری کی ناراضگی کا سبب بننے والے سارے قصے کا علم ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس معاملے میں شاہدہ کا کوئی قصور نہیں۔ اس بے چاری نے تو چودھری سے وہی کچھ کہا تھا جو جتنی بر حقیقت تھا۔ نیویارک میں قیام کے دوران مراد میں واقعی ایسی کئی تبدیلیاں آ گئی تھیں جو حویلی کے طرز زندگی سے میل نہ کھاتی تھیں۔ ان تبدیلیوں میں سے ہی ایک تہہ ملی کھانے پینے کے معاملے میں نسبتاً سادگی اختیار کرنا بھی تھی جس کا اظہار شاہدہ نے۔۔۔ جو کہ ایک اچھی مشرقی بیوی کی طرح شوہر کی پسند ناپسند میں ڈھل گئی تھی، چودھری کے سامنے کر دیا تھا اور چودھری کی نازک مزاجی اسے برداشت نہیں کر سکی تھی۔ مراد کو آفس سے واپس آنے کے بعد سارے واقعے کا علم ہوا تو اس نے چودھری کو منانے کے لیے اس کی تلاش شروع کر دی۔ وہ اپنے باپ کے مزاج سے آشنا تھے اس لیے اتنا اندازہ تو کر سکتا تھا کہ وہ کسی بڑے ہوٹل کا ہی رخ کرے



گا۔ اس نے اپنی تلاش کا آغاز انہی ہوٹلوں سے کیا اور بالآخر ایک ہوٹل کے ریسپشن سے اسے علم ہو گیا کہ چودھری انصار عالم شاہ نامی شخص وہیں ایک سوئٹ میں قیام پزیر ہے۔ لیکن اس وقت اس کی چودھری سے ملاقات ممکن نہیں ہو سکی۔ وہ ہوٹل انتظامیہ کو پہلے ہی ہدایت کر چکا تھا کہ بے حد ممکن کے باعث وہ رات کے وقت کسی سے ملاقات نہیں کر سکے گا، چنانچہ کسی ملاقاتی کی آمد یا ٹیلی فون کال کی صورت میں اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ ناچار مراد کو مایوس لوٹنا پڑا اور دوسرے دن وہ صبح ہی صبح دوبارہ ہوٹل پہنچ گیا۔ اس بار اسے باپ کی طرف سے اذن یا رہائی مل گیا اور اب وہ اس کے سامنے بیٹھا اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔ چودھری سے بہت سے نظریاتی اختلافات کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ تھی کہ چودھری اس کا باپ تھا اور وہ اس رشتے کو ہرگز بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

”تو نہ آتا منانے۔ میں نے کیا تجھے پیغام بھیجا تھا کہ آکر مجھے متا؟“ چودھری اتنی آسانی سے رام ہو جانے والا بندہ ہوتا تو ذرا سی بات پر ناراض ہی کیوں ہوتا؟ مراد کی خوشامد کا جیسے لمحے میں جواب دے کر وہ بے نیازی سے اپنی مونچھوں کو تان دینے لگا۔

”کیسے نہ آتا اباجی! آپ میرے گھر سے ناراض ہو کر نکل گئے، یہ کوئی معمولی بات ہے کیا؟ میں کل سے اتنا بے چین ہوں۔ رات بھر نیند بھی ٹھیک طرح نہ آ سکی۔ شاہدہ بھی بڑی شرمندہ ہے۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک بار کسی طرح ماموں کو منا کر لے آئیں پھر میں انہیں دوبارہ شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔“ اپنی کیفیت بتانے کے ساتھ مراد شاہ نے گئے ہاتھوں بیوی کا پیغام بھی پہنچا دیا۔

”نا تو وہ کیوں شرمندہ ہے؟ اس نے تو مجھے وہی کچھ بتایا تھا جو تو نے اسے سکھایا ہے۔ انقلابی بن گیا ہے نا تو۔ وڈی وڈی گلاں کرنے لگا ہے۔ اب ہمیں تجھ سے سیکھنا پڑے گا کہ کیسے رہیں؟ کیا کھائیں، کیا پہنیں؟ ہماری پرکھوں سے چلی آئی ریت رسموں کو تیرے جیسا کل کا منڈا غلط کہے گا اور ہم مان لیں گے؟“ چودھری کو موقع ملا تھا، وہ کیوں نہ جی بھر کر بیٹے کے لئے لیتا۔

”میں آپ سے یہ ساری بحث کرنے نہیں آیا ہوں اباجی! میں آپ کو اپنے ساتھ لے جانے آیا ہوں اور اس وعدے پر کہ جب تک آپ یہاں رہیں گے، گھر میں وہی کچھ ہوگا جو آپ چاہیں گے اور جیسی آپ کی مرضی ہوگی۔“ وہ جانتا تھا کہ نظریاتی اعتبار سے اس کے اور اس کے باپ کے

درمیان مفاہمت ممکن نہیں اس لیے ایک بیٹے کی حیثیت سے تھپتھپا ڈال دینا ہی مناسب سمجھا۔

”اچھا، میں سوچتا ہوں۔ ابھی تو چل، چل کر ذرا ناشتا کرتے ہیں۔“ چودھری نے اگرچہ اپنا لہجہ سخت ہی رکھا تھا لیکن پھر بھی مراد کو اندازہ ہو گیا کہ وہ کچھ نرم پڑ گیا ہے۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے کمرے سے باہر نکلے اور لفٹ کے ذریعے نیچے ڈانگنگ ہال میں پہنچ گئے۔ ان کے وہاں پہنچ کر میز منتخب کرتے ہی ایک ویٹرس خدمت میں حاضر ہو گئی۔ وہ ہوٹل جتنا خوب صورت اور لشکارے مارتا ہوا تھا، وہاں خدمت پر مامور عملہ بھی ویسا ہی تھا۔ ان سے ناشتے کا آرڈر لینے آنے والی ویٹرس بھی ہوٹل کے ماحول سے مکمل طور پر ہم آہنگ تھی۔ وہ نہ صرف خوب صورت تھی بلکہ اس خوب صورتی کے ساتھ ساتھ اپنی ملازمت کے تقاضوں سے بھی اچھی طرح واقف تھی۔ یعنی طور پر اسے پورے ہوٹل کی ملازمت کے لیے اسے خصوصی تربیت دی گئی ہوگی۔ پھر اس کا لباس بھی ایسا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔ چودھری نے بھی اس کے حسن بے باک سے خوب آنکھیں سینکتے ہوئے اپنا آرڈر نوٹ کر دیا پھر مراد کی طرف متوجہ ہوا۔

”تم بھی اپنی پسند کے ناشتے کا آرڈر نوٹ کروادو۔“  
”میں صرف ایک کپ کافی اور سینڈویچ لوں گا۔“  
باپ کے لیے چوڑے آرڈر کے مقابلے میں اس نے اپنی پسند بتائی۔

”یہ تو حال ہے تیرے کھانے پینے کا۔۔۔ تب ہی تو صحت نہیں رہی ہے۔ ادھر ویسے بھی کھانے کو کیا ملتا ہے، سوکھا سوکھا تو ہوتا ہے سب۔ کھانے پینے کا مزہ تو ادھر اپنے ملک میں آتا ہے۔ ناشتے میں سری، پائے، نہاری، آلیٹ شاملیت، پرائیوٹوں کے ساتھ کھاتے ہیں تو سواد آ جاتا ہے۔ ادھر یہ جو سینڈویچ اور جوس شوں ہوتے ہیں، وہ تو ہم اپنے ہاں کھانے کے بعد کھینے ٹھکنے کے لیے رکھتے ہیں۔ تو بھی شاہدہ سے کہہ کر گھر پر ذرا انگڑانا ناشتا بنوایا کرتا کہ کچھ باڈی شاڈی بنے۔“  
چودھری نے بیٹے کی پسند پر تنقید کرتے ہوئے اسے نصیحت کی۔ مراد جو اچھا خاصا سرخ و سفید اور اسارٹ نو جوان تھا، باپ کی نصیحت سن کر محض مسکرا کر رہ گیا۔ اب وہ اسے یہ کہہ کر کہ نکل نکل کر تانے ڈول جسم صحت مندی کی علامت نہیں ہوتا بلکہ ایسا شخص کئی عوارض کا شکار ہو جاتا ہے، ناراض کرنے کی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ باپ کو منانے آیا تھا اس لیے حتی الامکان بحث سے گریز کا رویہ اپناتے ہوئے تھا۔

”اگر آپ کو سری پائے اور نہاری یاد آرہے ہیں تو

کوئی مسئلہ نہیں ہے اباجی! آپ میرے ساتھ گھر چلیں، میں دوپہر کے کھانے پر ان چیزوں کا انتظام کروادوں گا۔“  
”باپ کو بچوں کی طرح لالچ دے کر پٹانے کی کوشش کر رہا ہے؟“ مراد کی بات سن کر چودھری نے کہا اور محل کر انہیں پڑا۔ سب سے بڑی اولاد، وہ بھی نرینہ ہونے کی وجہ سے مراد شروع ہی سے اسے بہت عزیز رہا تھا اور وہ اسے دوسروں کے مقابلے میں ہمیشہ ہی بہت زیادہ رعایت دیتا تھا۔ اس بار بھی وہ زیادہ دیر اپنی ناراضگی برقرار نہیں رکھ سکا اور فحش دیا تو مراد کو اطمینان ہو گیا۔ اس ہنسی نے طے کر دیا تھا کہ وہ اپنے خیرے لیے باپ کو منانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

”آپ نے اپنا موبائل بھی آف کر رکھا ہے۔ میں اور شاہدہ کل سے سنی بار آپ کا نمبر ملا کر دیکھ چکے ہیں لیکن رابطہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ گاؤں سے فحش اللہ رکھا کا بھی فون آیا تھا میرے پاس۔ وہ بھی پریشان ہو رہا تھا کہ چودھری صاحب کا فون کیوں بند ہے؟ میرے خیال میں اس کو آپ سے کوئی ضروری کام ہوگا۔“ مطلع صاف ہوا تو مراد نے اس سے دوسری گفتگو چھیڑ دی۔

”موبائل میں نے جان کر آف کیا تھا۔ مجھے ملوم تھا کہ تو سب سے پہلے مجھے فون کرنے کی ہی کوشش کرے گا، پر میں اتنی آسانی سے تیرے ہتھ تھوڑی آنے والا تھا۔“ چودھری نے فخر سے اپنا کارنامہ بتایا۔

”ڈھونڈ تو میں نے آپ کو پھر بھی لیا۔ کل رات ہی میں یہاں پہنچ گیا تھا لیکن آپ آرڈر دے کر سوئے تھے کہ کسی کو آپ کے کمرے تک نہ آنے دیا جائے، نہ ہی فون پر بات کروائی جائے۔ ایسا نہ ہوتا تو میں رات ہی آپ کو وہاں لے جاتا۔“ مراد نے جواب اپنا کارنامہ بیان کیا۔

”میں تو ملوم تھا کہ تو مجھے ڈھونڈ نکالے گا۔ آخر میرا پتر ہے۔ تیری ذہانت میں مجھے کوئی شبہ تھوڑی ہے اسی لیے پہلے ہی سے سارا بندوبست کر کے سو یا تھا۔“ چودھری شرارت سے مسکرایا۔ وقت کے اس لمحے میں وہ ایک بالکل مختلف آدمی لگ رہا تھا جس کی ساری سخت گیری اور سفاکی کہیں گم ہو گئی تھی اور وہ صرف اور صرف ایک جوان بیٹے کا محبت کرنے والا باپ محسوس ہو رہا تھا۔

اس کی اس کیفیت کو دیکھ کر قدرت کے اس اصول پر یقین آتا تھا کہ اللہ نے ہر انسان کے اندر خیر و شر دونوں جذبوں کو رکھا ہے۔ محبت و نفرت، سخی و ذمہ داری، سفاکی و رحم دلی ہر دو متضاد پہلو انسان کے اندر ہوتے ہیں، بس یہ انسان پر ہوتا ہے کہ وہ کس جذبے کو ابھار کر سامنے لائے اور کس کو دبا

ایک روز عورت جب الفاظ ہزارا اشیاء آپ کہنا کر سے ا کے نام بڑے نے دو تین سے ا کیور کا



تیار کی کے ساتھ آئی ہوں۔ آپ کا اس بار کا نیویارک کا ٹرپ یادگار نہ بنا دیا تو میرا نام بھی لٹا نہیں۔“ پُر جوش لہجے میں کہتے ہوئے اس نے چودھری کا بازو تھام لیا۔

”اس کا تو مجھے بھی یقین ہے کہ تمہارے ساتھ نیویارک گھومنے کا مزہ ہی الگ ہوگا، بس یہ ڈر ہے کہ اسٹیجو آف لبرٹی تمہارے سامنے پھیکا نہ پڑ جائے۔“ چودھری نے وارنکی کا مظاہرہ کیا۔

”اوہ... چودھری صاحب! آپ تو مجھے بتانے لگے۔“ لٹا اس کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنسی اور خالص امریکن اسٹائل میں اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ یہی وہ لمحہ تھا جب مراد شاہ ایک سروں بوائے سے چودھری کا سامان اٹھوائے وہاں پہنچا۔ دونوں باپ بیٹے کی نظریں ایک دوسرے سے ملیں تو مراد نے فوراً ہی رخ موڑ لیا۔

”ایکسیکو زی لٹا! میں ابھی آتا ہوں۔“ چودھری لٹا کو خود سے دور کر کے فوراً مراد کی طرف بڑھا۔

”تو میرا سامان اپنے ساتھ لے کر اپنے اپارٹمنٹ چلا جا پتر! میں فارغ ہو کر آپ وہاں پہنچ جاؤں گا۔“ وہ شرمندہ تو خیر نہیں تھا لیکن بیٹے کے چہرے پر موجود ناپسندیدگی کے تاثرات دیکھ کر ذرا سیسی آواز میں اس سے بولا۔

”فحیک ہے ابا جی! میں چلتا ہوں۔“ مراد نے آہستگی سے جواب دے کر اپنے قدم آگے بڑھا دیے۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے باپ کو کتنی حسین مصروفیت میسر آگئی ہے اس لیے اس کے جلد فارغ ہونے کے امکان کو قطعی ناممکن تصور کرتا ہوا وہاں سے فوری طور پر رخصت ہو گیا۔

”بیٹا تھا میرا... مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا تھا۔“ مراد کے رخصت ہونے کے بعد چودھری پلٹ کر لٹا کی طرف آیا تو اسے بتانے لگا۔

”بڑا پنڈ سم مین ہے۔ لگتا ہے آپ پر گیا ہے۔“ لٹا نے فوراً ریمارکس پاس کیے تو چودھری فخر سے مسکرانے لگا۔ ہنستے مسکراتے وہ دونوں ایک دوسرے کی ہانپوں میں ہانپیں ڈالے ہوئے سے باہر نکلے۔ پارکنگ میں لٹا کی گاڑی موجود تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر اس نے گاڑی اشارت کی اور پھر چند لمحوں بعد وہ نیویارک کے بے پناہ ٹریفک کے بہاؤ میں شامل ہو گئے۔

”اطلاع ملی ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر شہر یار عادل کو۔۔۔ کڈنیپ کر لیا گیا ہے۔ کل رات وہ فاریسٹ آفیسر عابد انصاری سے ملاقات کر کے واپس آ رہا تھا، اس وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ کڈنیپنگ کو کئی گھنٹے گزرنے کے باوجود پولیس ابھی تک کچھ

دے۔ چودھری نے بھی اپنے اندر موجود ہر مثبت جذبے کو دبا کر حقیقی خوبیوں کو اتنی شدت سے پروان چڑھایا تھا کہ اب مشکل سے ہی کبھی کسی مثبت جذبے کی جھلک نظر آتی تھی۔

”اب تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے نا... اب آپ میرے ساتھ ٹھہریں۔“ باپ کا اچھا موڈ دیکھ کر مراد شاہ نے بھی ذرا لاڈ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مطلب کی بات کی۔ ”تو اتنی ضد کر رہا ہے تو چلتا ہوں۔“ آخر کار چودھری نے بھی ہائی بھر لی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ ڈائننگ ہال سے باہر نکلے۔ ان کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ مراد اوپر کمرے میں جا کر چودھری کا سامان لے آئے گا اور چودھری اس دوران لاؤنج میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرے گا۔ پروگرام کے مطابق مراد نے جیسے ہی اوپر کمرے میں جانے کے لیے لفٹ میں قدم رکھا، چودھری کی نظر حشر سامان لٹا پر پڑی۔ وہ کل ہی کی طرح مٹی اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ اسکرٹ کی بے حد مختصر لمبائی اور اونچی ایڑی کی سیٹل نے اس کی سڈول ٹانگوں کو اور بھی نمایاں کر دیا تھا۔ کل کی طرح آج بھی چودھری اسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

”اچھا ہوا کہ آپ مجھے یہیں مل گئے چودھری صاحب! میں آپ ہی سے ملنے آئی تھی لیکن آپ کا روم نمبر میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔“ چودھری کو دیکھ کر بے حد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اپنی سرخی آواز میں کہا۔

”یہ تو میری خوش قسمتی ہے جانی کہ تم مجھ سے ملنے یہاں تک آئی ہو، ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ تم سے دوبارہ ملاقات کے لیے ڈیوڈ سے رابطہ کرنا پڑے گا۔“ چودھری نے بھی جوابی خوشی کا اظہار کیا۔

”میں صرف آپ سے ملنے نہیں آئی ہوں۔ آج کا سارا دن میں آپ کے ساتھ گزاروں گی اور آپ کو نیویارک دکھاؤں گی۔ آئی ہو کہ آپ میری کتنی کو ضرور انجوائے کریں گے۔“

”وہ تو لازم ہے۔ کون ایسا شکر اہوگا جو تم جیسی حسینہ کی کتنی انجوائے نہ کرے۔“ چودھری کی ہاتھیں لٹا کا پروگرام سن کر کانوں تک چڑ گئیں۔ لٹا کو سامنے پا کر وہ یہ تک فراموش کر چکا تھا کہ مراد بھی اسی ہوٹل میں موجود ہے اور وہ اس کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ جانے کا وعدہ کر چکا ہے۔

”تو پھر چلیں... ابھی نکل پڑتے ہیں۔ ہم سب سے پہلے لبرٹی آئی لینڈ چلیں گے اور وہاں اسٹیجو آف لبرٹی کے سامنے ڈیئر سارے فوٹو گرافس بنوائیں گے۔ میں ساری



نہیں کر سکی ہے۔ خیال ہے کہ اسے کڈ نیپ کر کے گتھے جنگل میں کہیں کسی خفیہ ٹھکانے پر رکھا گیا ہے۔ آئی جی مختار مراد اس صورت حال پر سخت چراغ پا رہے اور کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح جنگل میں سرچ آپریشن شروع کروا دیا جائے۔ وہ تھوڑا سا ہی آگے بڑھے تھے کہ لڑا نے مہارت سے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے اطلاع دی۔

”اوہ شٹ! مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔ میرے بندے مجھے اس بات کی اطلاع دینے کے لیے فون کر رہے ہوں گے لیکن میں نے اپنا موبائل بند کیا ہوا ہے اس لیے ابھی تک مجھے تک یہ خبر نہیں پہنچی۔“ لڑا کی فراہم کردہ معلومات پر چودھری نے بڑبڑاتے ہوئے اپنا موبائل جیب سے نکالا اور اسے آن کیا۔ اپنی اس مصروفیت میں اسے اندازہ نہیں ہو سکا کہ لڑا اس کے چہرے کے تاثرات کا بہ غور جائزہ لے رہی ہے۔

”یہ کام آپ کے حکم پر ہوا ہے نا چودھری صاحب؟“ اس نے سوال کیا تو چودھری چونکا۔ ”ہم جانتے ہیں کہ یہ کارروائی آپ ہی کے بندوں نے کی ہے۔ آپ شہریار سے بڑی طرح خار کھاتے ہوئے ہیں اور پہلے بھی ایک بار اسے ڈاکٹر ماریا کے ذریعے ٹریپ کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔ اس وقت وہ آپ کی چال سے فحش کیا تھا، چنانچہ اب آپ اسے اغوا کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ آپ کا یہ عمل ہمارے مفاد میں نہیں ہے۔ اس حرکت سے ہمارے پروجیکٹ کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔“ چودھری ابھی تذبذب میں ہی تھا کہ لڑا کے سوال کا جواب ہاں میں دے پانہ میں کہ اس نے خود ہی بولنا شروع کر دیا۔ اس کے لہجے کا تین اتنا گہرا تھا کہ چودھری چاہنے کے باوجود کسی بات سے انکار نہیں کر سکا۔

”جنگل میں سرچ آپریشن شروع ہونے کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟ ایک بار اگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے قدم ان راستوں پر اٹھ گئے تو پھر انہیں ہمیشہ کے لیے راہ مل جائے گی اور ہمارا وہاں پوست کاشت کرنے کا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ ہم اس پروجیکٹ پر اچھا خاصا کام کر چکے ہیں اور رقم بھی ٹھیک ٹھاک لگ گئی ہے۔ اس سے پیچھے ہٹنے کا مطلب ہوگا، ویسٹ آف ٹائم اینڈ منی اور یہ قابل برداشت نہیں۔ ویسے بھی آپ کو اب اس اے سی کو اغوا کروانے کی کیا ضرورت رہ گئی تھی۔ وہ لڑکی ماہ بانو ہم نے آپ کو فراہم کرنے کا وعدہ کر لیا ہے اور لکڑی و کھالوں کے بزنس کا بھی بہتر متبادل آپ کے سامنے ہے۔ اس صورت حال میں اے سی شہریار کو چھیڑنا سوائے حماقت کے کچھ نہیں کہا

جاسکتا۔“ سر۔ جی آواز میں بات کرنے والی لڑا کے لہجے میں اس وقت خاصی تلخی تھی اور چہرے کے تاثرات میں بھی سختی کا عنصر نمایاں تھا۔

”آئی ایم سوسوری ہنی ایہ سب ایک ذرا سی غفلت کی وجہ سے ہو گیا ورنہ میں نے خود بھی یہ بات سمجھ لی تھی کہ اب شہریار کے اغوا کی کوئی ضرورت نہیں رہی ہے۔ تم فکر نہ کرو، میں ابھی اپنے بندوں کو فون کر کے شہریار کی رہائی کا حکم دے دیتا ہوں۔ ابھی اتنا زیادہ وقت نہیں گزرا ہے۔ پاکستان میں اس وقت لگ بھگ شام کے چھ ساڑھے چھ بجے ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ڈیڑھ دو گھنٹوں میں شہریار کو واپس بھیج دیا جائے تو کہیں کچھ نہیں ہوگا۔ سرچ آپریشن کی طرف سے بھی زیادہ ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔ ہمارے ہاں ایسے کام اتنی آسانی سے شروع نہیں ہوتے۔ شہریار واپس بھیج گیا تو یہ معاملہ بالکل دب جائے گا۔“ یہ یقیناً لڑا کا رعب حسن تھا جو چودھری جیسا بندہ زندگی میں پہلی بار کسی سے معافی طلب کر رہا تھا۔ لڑا نے اس کی ساری وضاحت بے تاثر چہرے کے ساتھ سنی اور خاموشی سے اسے موبائل پر کوئی نمبر ڈائل کرتے ہوئے دیکھتی رہی۔

”ہاں نشی... گل سن، بالا کدھر ہے؟ اس سے بول کہ شہریار کو فوراً آزاد کر دے۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی وہ انگریزی ترک کر کے اپنے مخصوص لب و لہجے میں بات کرنے لگا۔ ”میں کہہ دوں گا سرکار، پر آپ بتائیں کہ آپ کدھر ہیں؟ کل سے میں آپ سے گل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ادھر ایس بی نے بھی آپ کا پیچھے پیچھے کے میری جان کھا لی ہوئی ہے۔ وہ مجھے گھبرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح مجھ سے اگلا لے، اے سی کا اغوا ہمارے ہی بندوں نے کیا ہے لیکن میں نے بھی شے پر ہتھ نہیں رکھنے دیا اسے۔“ چودھری کو اطلاع فراہم کرتے ہوئے نشی نے اپنا کارنامہ بھی فخر سے بیان کیا۔

”ایس بی کو رہن دے اس سے تو بعد میں، میں آپ نمٹ لوں گا... تو بس کسی طرح اپنی زبان نہ کھولنا۔ اور ہاں، بالے کو بولنا کہ آزاد کرنے سے پہلے اے سی کی چٹنی طرح پیمیشی شیشی ضرور لگا دے۔ وہ ہمارا مہمان رہے اور بغیر خاطر مدارت کے واپس چلا جائے یہ تو کوئی چٹنی گل نہیں ہے نا۔“ جی چودھری صاحب اوڈی چٹنی طرح اس کی خاطر مدارت ہو جائے گی۔ کوئی اور خدمت ہو تو وہ بھی آپ مینوں دس دیں۔“ نشی نے اپنے ازلی خوشامدانہ لہجے میں دریافت کیا۔

”ابھی اتنا ہی کافی ہے۔ میرا موبائل اب کھلا رہے گا۔ اگر کوئی مسئلہ ہو تو مینوں فون کر دیتا۔“ چودھری نے نشی کو حکم دے کر رابطہ منقطع کر دیا اور مسکراتا ہوا لڑا کی طرف متوجہ ہوا۔ ”لو نشی! تمہاری پراہم سولو ہو گئی۔ ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹے میں خبر مل جائے گی کہ شہریار واپس اپنے بیٹلے پر پہنچ گیا ہے۔“ ”یہی ہم سب کے حق میں بہتر رہے گا۔“ لڑا نے ہنوز سنجیدہ رہتے ہوئے اس کی بات کا جواب دیا۔ چودھری کی ٹیلی فونک گفتگو کے دوران وہ نہایت خاموشی سے ڈرائیو تک کرتی رہی تھی۔

”اوہ کم آن ہنی اب تو اپنا موڈ ٹھیک کر لو۔ اگر تم اسی طرح موڈ آف رکھو گی تو ہم کیا خاک انجوائے کر سکیں گے؟“ چودھری نے اس کے شانوں پر اپنا بازو پھیلاتے ہوئے اسے منانے کی سعی کی۔ حیرت انگیز طور پر لڑا نے اپنا موڈ فوراً ہی بحال کر لیا اور مکمل کر مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ چودھری کے لیے اس نظارے سے بڑھ کر خوب صورت تھی جو لبرٹی آئی لینڈ کی طرف فیری میں سفر کرتے ہوئے سمندر کے پانی میں غوبیادارک شہر کی روشنیاں پڑنے سے ابھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ چودھری قدرت کی منائی میں سے صرف ایک شے کو سراہنے کا قائل تھا اور وہ شے تھی عورت... جسے سراہنے کے لیے وہ اسے برتنا ضروری سمجھتا تھا اور لڑا تو تھی ہی ایسی زوردار عورت جسے ایک بار برتنے کے بعد چودھری کے اندر اس کے قرب کی طلب حریہ بھڑک گئی تھی۔

☆☆☆

شہریار کو اس قید میں کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ بیرونی دنیا سے رابطہ تقریباً منقطع ہونے کے باوجود وہ ساعی مشاہدے کی بنیاد پر دن کے مختلف پہروں کے بارے میں اندازہ قائم کر رہا تھا۔ جس وقت وہ بے ہوشی سے جاگا تھا، اس وقت بندوں کی چچھاہٹ نے اسے وقت صبح کے بارے میں مطلع کیا تھا۔ دن آہستہ آہستہ گزر کر شام کے سلاہوں کی آغوش میں آیا تو بھی اس کی قوت سماعت نے اسے مطلع کر دیا۔ کمرے کی دیواروں اور دروازے کے درمیان کوئی درز نہ ہونے کے باعث بھری رابطہ تو تھا ہی منقطع... بات چیت پر بھی باہر موجود فرد یا افراد میں سے کوئی آمادہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اتنا طویل وقت گزر جانے کے باوجود کسی نے اس سے کھانے کے بارے میں بھی نہیں پوچھا تھا۔ حوائج ضروریہ کا بھی یہی عالم تھا۔ اس سلسلے میں اسے خود پر کڑا ضبط کرنا پڑ رہا تھا۔ ورنہ دوسری صورت یہی تھی کہ وہ اس مختصر کمرے کے ہی کسی کونے کو اس مقصد کے لیے استعمال کرتا۔ اس کی نفاست پسند

طبیعت کو یہ بات گوارا نہیں تھی اس لیے اب تک ضبط سے ہی کام لے رہا تھا۔ یہاں تک کہ پیاس محسوس ہونے پر بھی اس نے کونے میں رکھی صراحی سے دو بار چند قطرے ہی حلق کو تر کرنے کے لیے اپنے منہ میں پٹکائے تھے لیکن گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اسے کسی بھی لمحے اس فطری ضرورت کے آگے ہار مانی پڑے گی۔ ہار ماننے سے قبل اس نے مناسب سمجھا کہ ایک کوشش اور کر دیکھے۔ شاید باہر موجود افراد اس کی درخواست پر کان دھریں۔ اسی خیال کے تحت وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

”کوئی ہے؟ پلیز! دروازہ کھولو۔ میں حاجت محسوس کر رہا ہوں۔“ اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر زوردار دستک دی اور بلند آواز میں بولا۔ یوں محسوس ہوا کہ وہاں اس کی بات سننے والا کوئی موجود ہی نہ ہو لیکن پھر بل بھر کے توقف کے بعد دروازے کے قریب آئیں ابھریں۔ ان آہوں کو سن کر اس کے دل میں امید کی لہر جاگی اور باہر موجود افراد پر مزید زور ڈالنے کے لیے اس نے ایک بار پھر دروازے کو بجایا۔ رنجمل میں دروازہ اتنی تیزی سے کھولا گیا کہ اس کو پیچھے ہٹنے کا موقع بھی نہیں ملا اور دروازے کا پٹ پوری قوت سے اس کے چہرے سے ٹکرایا۔ وہ اچانک لگنے والے اس جھٹکے کو سہا نہیں سکا اور لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف گرا۔ اس اثنا میں دو افراد اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں موٹے موٹے ڈنڈے تھے اور انہوں نے اپنے چہرے نقاب کے پیچھے چھپائے ہوئے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے بہ یک وقت اپنے ہاتھوں میں موجود ڈنڈوں سے شہریار پر حملہ کر دیا۔ وہ جو گرنے کے بعد سنبھل نہیں سکا تھا، اس اچانک حملے سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکا اور دونوں ڈنڈے پوری قوت سے اس کے جسم پر پڑے۔ ڈنڈوں سے لگنے والی چوٹوں نے اسے بلبلایا کر رکھ دیا اور وہ تڑپ کر اپنے بچاؤ کے لیے سیدھا ہوا۔ اس دوران حملہ آور دوسرا وار کر چکے تھے۔ اس نے ان میں سے ایک کے ڈنڈے کو اپنے دائیں ہاتھ پر روکا اور دوسرے کو روکنے کے لیے بائیں ہاتھ پھیلا یا لیکن کامیاب نہ ہو سکا اور دوسرے حملہ آور کا ڈنڈا پوری قوت سے اس کے بائیں بازو پر آ کر لگا۔ اس چوٹ نے اسے مزید جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیا اور بتا کچھ سوچے سمجھے اس نے اپنی دونوں ٹانگیں اس شخص کو دے ماریں۔ اس کے حملے کے زور سے وہ شخص پیچھے کی طرف الٹا اور مختصر کمرے میں رکھی صراحی سے جا کر ٹکرایا۔ صراحی فرش سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ صراحی میں موجود پانی کمرے



کے نیم پختہ فرش پر پھیل گیا۔

اس سارے عمل کے دوران پہلے ڈنڈا بردار نے اپنے حواس قائم رکھے تھے، چنانچہ اس نے بلا توقف ہاتھ چلایا اور ڈنڈے کی زوردار ضرب شہریار کی ٹانگوں پر لگائی۔ ضرب کھا کر شہریار نے خود کو سنبھال کر اس شخص کو اس چوٹ کا جواب دینے کی کوشش کی لیکن کمرے کی محدود چار دیواری اس کے تیزی سے حرکت کرنے میں مائع تھی۔ وہ جب تک سنبھل کر سیدھا کھڑا ہوا، حملہ آور اس پر دوسرا وار کر چکا تھا۔ اس بار اس نے شہریار کی کمر کو نشانہ بنایا تھا۔ کمر پر یہ چوٹ کھانے کے بعد شہریار نے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دی اور اس شخص کے منہ پر ایک زوردار ٹھونسا رسید کیا لیکن اس دوران اس کا صراحتی پر گرنے والا ساتھی سنبھل چکا تھا۔ اس نے اپنے ڈنڈے سے شہریار پر حملہ کر دیا اور اس کے سر پر ضرب لگائی۔ سر پر لگنے والی یہ ضرب ایسی تھی کہ وہ چکر اٹھا اور پھر اسے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ دونوں پے درپے اسے ضربیں لگاتے چلے گئے۔ اس کا جسم جو فطری تھا خنہ پورے نہ ہو سکے کی وجہ سے پہلے ہی کچھ ٹھہرا سا ہو رہا تھا، زیادہ دیر مزاحمت نہیں کر سکا اور اگلے چند سات منٹ میں ہی اس کے حواسوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ تکلیف دیتے جسم کی ٹیسوں کے ذریعے اپنے ذہن میں پورے واقعے کو ڈھراتے ہوئے اس نے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ کمر مختصر لیکن صاف ستھرا تھا اور اپنے ساز و سامان سے کسی اسپتال کا حصہ محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے اس کمرے کے لیے اپنے ذہن میں آشنائی محسوس کی۔ بل اس کے کہ وہ اپنی یادداشت پر زور دیتا، کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر کے مخصوص گیٹ اپ میں ایک شخص اندر داخل ہوا۔ شہریار نے اس شخص کو فوراً شناخت کر لیا۔ وہ حیدر آباد کے مرکز صحت میں ڈیوٹی دینے والا میل ڈاکٹر داؤد تھا۔

”اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں سر؟“ شہریار کو ہوش میں دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا جس کے جواب میں شہریار اپنے سر کو محض ایک اٹھائی جینس ہی دے سکا۔

”پولیس کے جوان بے ہوشی کی حالت میں آپ کو اٹھا کر یہاں لائے تھے۔ دوڑ کے جنگل سے اپنی بکریاں چرا کر واپس آرہے تھے تو انہوں نے آپ کو راستے میں بے ہوش پڑا ہوا دیکھا۔ اتفاق سے ان لڑکوں کی ایک بکری کھو گئی تھی جس کی تلاش میں انہیں واپس لوٹنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ انہوں نے آپ کو بے ہوش پڑا ہوا پایا اور پہچان گئے کہ آپ اے سی

شہریار عادل ہیں۔ گاؤں میں آپ کی مستقل آمدورفت کی وجہ سے یہاں کے کافی لوگ آپ کو پہچانتے ہیں۔ پھر آپ کے اغوا اور پولیس کی تلاش میں متحرک ہونے سے بھی لوگ واقف ہو گئے تھے اس لیے ان لڑکوں کو آپ کو شناخت کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگی۔ انہوں نے فوراً ہی پولیس والوں کو اطلاع دی اور وہ لوگ آپ کو اپنی گاڑی میں یہاں لے آئے تاکہ ابتدائی طبی امداد دی جاسکے۔ آپ کا سر پھٹ گیا تھا اور جسم کے چند اور مقامات پر بھی ایسی چوٹیں لگی تھیں جن سے خون رس رہا تھا۔ آپ کا خون آلود چہرہ اور لباس دیکھ کر ہم لوگ تشویش میں مبتلا ہو گئے کہ کہیں سیریس معاملہ نہ ہو۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اور ڈاکٹر باریا نے مل کر آپ کو ریٹینٹ دیا تو فوری طور پر آپ کی حالت سنبھل گئی۔ اب بھی میں نے ڈرپ میں چین مگر شامل کر دیا ہے، امید ہے کہ آپ اپنی چوٹوں میں بہت زیادہ تکلیف محسوس نہیں کریں گے۔“ اس کے سوال کرنے سے قبل ڈاکٹر داؤد نے از خود اسے تفصیلات سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔

”آپ لوگوں نے میرے آفس فون کر کے میرے ملنے کی خبر دے دی ہے یا نہیں؟“ دیوار گیر گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے شہریار نے سنجیدگی سے اس سے دریافت کیا۔

”نہیں سر! وہاں اطلاع پہنچ چکی ہے۔ آپ کے پی اے عبدالمنان صاحب نے کہا ہے کہ وہ خود یہاں تشریف لارہے ہیں۔ ان کے علاوہ ایس پی معظم تارڑ نے بھی اپنے آنے کی اطلاع دی ہے۔ یہاں موجود پولیس فورس کو لیڈ کرنے والے آفیسر نے اصرار کیا تھا کہ آپ کو نو رکوٹ کے اسپتال میں شفٹ کر دیا جائے لیکن میں نے اور ڈاکٹر باریا نے اسے یقین دہانی کروائی کہ آپ کی حالت بہتر ہے اور کوئی تشویش ناک بات نہیں۔“ ڈاکٹر داؤد شاید زیادہ شکوہ کرنے کا عادی شخص تھا جو ہر بات کو نہایت تفصیل سے بیان کر رہا تھا۔

”جھینک پو ڈاکٹر! اب آپ ایسا کریں کہ اس پولیس آفیسر کو میرے پاس بھیج دیں۔“ بیڈ کی پشت سے سر نکا کر اس نے قدرے نیم دراز ہوتے ہوئے ڈاکٹر کو ہدایت دی۔ اس ذرا سی حرکت کو کرنے میں ہی اس کے جسم کے جوڑ جوڑنے جس طرح احتجاج کیا تھا، اس سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مارنے والوں نے خوب دل کھول کر پٹائی لگائی ہے لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ کوئی بھی چوٹ خطرناک ثابت نہ ہو۔ شاید وہ لوگ اسے محض وارننگ دینا چاہتے تھے کہ بچو، سدھر جاؤ ورنہ نتیجہ اس سے بھی زیادہ برا نکل سکتا ہے۔

”پولیس آفیسر کو بعد میں کال کیجیے گا، پہلے یہ سوچ پی لیں۔ میں اپنے ہاتھوں سے آپ کے لیے گرم گرم بنا کر لائی ہوں۔ پولیس آفیسر کو اندر بلا لیا تو اسے بیان ریکارڈ کرانے میں یہ سوچ ٹھنڈا ہو جائے گا۔“ ڈاکٹر داؤد کے اس کی ہدایت پر عمل کرنے سے پہلے ڈاکٹر باریا ایک ٹرے میں بھاپ اڑاتا ہوا سوپ کا پیالہ رکھے اندر داخل ہوئی اور اس سے بولی۔ اسے سوپ کے ساتھ اندر داخل ہوتے دیکھ کر شہریار کو کچھ آگیا کہ وہ کیوں یہاں سے غائب تھی، ورنہ اس کی جیسی نیچر تھی اس سے تو یہی امید کی جاسکتی تھی کہ وہ شہریار کے ہوش میں آنے تک اس کے پاس ہی موجود رہتی۔

”جھینک پو ڈاکٹر! میں واقعی اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔“ شہریار نے خوش دلی سے اس کی بات کا جواب دے کر ایک طرح سے اس کی تائید کر دی۔ دیے سوپ کی اشتہا انگیز خوشبو نے اس کے پیٹ کے چوہوں کو پوری طرح جگا دیا تھا اور اسے یاد آنے لگا تھا کہ اسے پیٹ میں کچھ ڈالے

ہوئے چوبیس گھنٹوں سے بھی زیادہ کا وقت گزر چکا ہے۔

”دیل سر! آپ سوپ ٹھیک میں پندرہ منٹ بعد پولیس آفیسر کو آپ کے پاس بھیج دوں گا۔“ ڈاکٹر داؤد کہتے ہوئے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی ڈاکٹر باریا نے اس کے سینے پر ٹینکین پھیلا دیا اور خود بیڈ پر اس کے بائیں جانب بیٹھ گئی۔

”چلیں، اب اچھے بچوں کی طرح منہ کھولیں اور یہ سوپ پی لیں۔“ ہاؤل میں سے بچ میں سوپ بھر کر اس نے شہریار کے منہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ ایک ڈاکٹر کا یہ خالصتاً گھریلو عورت والا انداز اسے اچھا لگا تھا۔

”اتنی چوٹیں کھا کر بھی آپ مسکراتے ہیں... بڑے بہادر ہیں۔“ ڈاکٹر باریا نے اسے سراہا۔

”آپ جیسا تیار دار میسر آجائے تو تیار کے چہرے پر تو خود بہ خود ہی رونق و مسکراہٹ آ جاتی ہے... لیکن آپ یہ نہ

## نسیم حجازی کے شاہکار تاریخی ناول

280/- انسان اور دیوتا

یہ ناول مسیحی کے عقیدے کی بنیاد پر لکھا گیا ہے جس نے اچھوتوں کو مکمل اختیار کرنے پر مجبور کیا

160/- پاکستان سے دیوارِ حرم تک

انجیلی پس حشریں کھیلنے والی ایک لیب سٹریٹ

325/- آخری چٹان

مذہب اور مہاجرانہ انداز پر غور و خیز کی داستانِ حیات

150/- سوسال بعد

کونسی کی مہمان نوازی، مہمانداری، مہمانوں کے خلاف سامراجی عناصر کی مہم جوئی

225/- سفید جزیرہ

برطانوی کے کسی نامعلوم جزیرے کی داستان

325/- شاہین

انڈس میں مسلمانوں کے غلبہ پر لکھی کہانی

Buy online:  
www.anarkalimall.com  
www.jbdpress.com

325/- معظم علی

اردو کا تاریخی اسلام دشمنی، میر جعفری، قادیانی، آزاد اور جمہوریت کے ایک سماجی و تاریخی شواہد

350/- خاک اور خون

سکھ توہنی انسانیت، قیامت غیر حاضر، تقسیم برصغیر کے پس حشریں، داستانِ خوجاں

300/- کلیسا اور آگ

فرانسیسی کی عذابی، مسلمان سپر مین کی خدائی، مسلمانوں کے نکل و نکل کے ایک چٹانِ حیات

350/- قافلہ حجاز

راہوں کے سفر میں کی ایک بہ مثال داستان

300/- شجرہ بن قاسم

عالم اسلام کے 17 سالہ عذابی تاریخی داستان، جس کے سلسلے میں عذابت لگنے والے مسلمانوں کی زندگی

180/- پورس کے ہاتھی

1985 کی جنگ کے پس حشریں، انڈس میں مسلمانوں کے سامراجی عناصر کی مہم جوئی، مسلمانوں کی زندگی

042-37220879  
041-2627568

350/- اورنگزادہ ٹوٹ گئی

شیر علی (نوجوان سلطان) کی داستانِ حیات، جس نے محمدی قاسمی کی غیرت، محمود غزنوی کے جادو اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و ہمت کا ایک یادگار کردار

350/- گمشدہ قافلہ

میر جعفری کی عذابی، قادیانی، آزاد اور جمہوریت کے ایک سماجی و تاریخی شواہد

200/- داستانِ مجاہد

میر جعفری کی عذابی، قادیانی، آزاد اور جمہوریت کے ایک سماجی و تاریخی شواہد

325/- پروسی درخت

اسلام دشمنی، میر جعفری کی غیرت، محمود غزنوی کے جادو اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و ہمت کا ایک یادگار کردار

325/- یوسف بن تاشفین

انڈس میں مسلمانوں کی آزادی کیلئے ایک سماجی و تاریخی شواہد

380/-

اسلام دشمنی، میر جعفری کی غیرت، محمود غزنوی کے جادو اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و ہمت کا ایک یادگار کردار

061-4781781  
022-2780128

350/- آخری معرکہ

اسلام دشمنی، میر جعفری کی غیرت، محمود غزنوی کے جادو اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و ہمت کا ایک یادگار کردار

350/-

اسلام دشمنی، میر جعفری کی غیرت، محمود غزنوی کے جادو اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و ہمت کا ایک یادگار کردار

325/-

اسلام دشمنی، میر جعفری کی غیرت، محمود غزنوی کے جادو اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و ہمت کا ایک یادگار کردار

150/-

اسلام دشمنی، میر جعفری کی غیرت، محمود غزنوی کے جادو اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و ہمت کا ایک یادگار کردار

380/-

اسلام دشمنی، میر جعفری کی غیرت، محمود غزنوی کے جادو اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و ہمت کا ایک یادگار کردار

380/-

اسلام دشمنی، میر جعفری کی غیرت، محمود غزنوی کے جادو اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و ہمت کا ایک یادگار کردار

051-35539609  
021-2765086

جسٹس ریکارڈ ڈیو



سمجھے گا کہ بیمار کا حال اچھا ہے۔“ اس نے مرزا غالب کے شعر کو نثری پیرائے میں استعمال کرتے ہوئے ڈاکٹر ماریا کی بات کا جواب دیا اور اس کے بڑھائے ہوئے چہرے سے سوپ لی لیا۔ دائیں ہاتھ میں جسم کو گھوکوز فراہم کرنے والی سوئی جیسے ہونے کی وجہ سے وہ خود سے سوپ پینے کے لائق تھا بھی نہیں۔

”ڈاکٹر سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے کہ بیمار کا حال کیسا ہے؟ ہم آپ کے ہوش میں آنے کا ٹھیک ٹھاک حساب لگا سکتے ہیں تو یہ کیسے نہیں جانیں گے کہ ابھی آپ کا حال اتنا خراب ہے کہ اگلے کئی دن تک بیڈ ریست کریں گے، تب ہی کہیں جا کر بہتر ہوں گے۔ مارنے والوں نے آپ کو بڑی احتیاط سے مگردل کھول کر مارا ہے۔ ویسے باقی داوے آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کون لوگ تھے؟“ اسے سوپ پلانے کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر ماریا نے شوخ لہجے میں بات کرتے کرتے اچانک سنجیدگی سے دریافت کیا۔

”معلوم تو نہیں بس اندازہ ہی لگا سکتا ہوں کہ اس واقعے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ لیکن حیرت مجھے اس بات پر ہے کہ اس نے اتنا لمبا ڈراما رچانے کے بعد اتنی آسانی سے مجھے چھوڑ کیسے دیا؟ ورنہ میں نے تو انہوں نے کے بعد یہی سوچا تھا کہ اب وہ مجھ سے اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کرے گا۔“ اس نے مبہم اور پُر سوچ انداز میں ڈاکٹر ماریا کی بات کا جواب دیا۔

”آپ کا اشارہ چودھری افتخار عالم کی طرف ہے نا؟“ ڈاکٹر ماریا نے اس سے پوچھا۔ جواباً وہ خاموش رہا لیکن یہ خاموشی خود اعلان کر رہی تھی کہ ڈاکٹر ماریا کا اندازہ درست ہے۔ اسے خاموش دیکھ کر ماریا نے سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے مزید کوئی سوال نہیں کیا اور چپ چاپ اسے باؤل میں موجود سوپ بلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”تھینکس فار دس ڈیٹھینکس سوپ ڈاکٹر!“ شہریار نے اس سے کہا۔ عین اسی وقت دروازے پر دستک کی آواز ابھری۔

”ییس کم ان۔“ شہریار نے دستک کا جواب دیا۔ فوراً ہی دروازہ کھلا اور عبدالمنان کا چہرہ نظر آیا۔ اس کے ساتھ ایس بی معتمد تارڑ بھی موجود تھا۔

”آریو او کے سر؟“ عبدالمنان نے اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی بے تابی سے پوچھا۔ اس کے چہرے کی جھکن اور آنکھوں کی سرخی سے ظاہر تھا کہ وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے بالکل بھی آرام نہیں کر سکا ہے۔

”ییس، آئی ایم پریٹکلس اوکے۔ یو ڈونٹ وری۔“ اس کی

کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے شہریار نے مسکرا کر اسے تسلی دی۔

”آئی جی صاحب آپ کے لیے بہت زیادہ پریشان تھے۔ انہیں آپ کی واپسی کی اطلاع ملی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ جب ہوش میں آجائیں تو ان کی آپ سے بات کروادی جائے۔ انہوں نے آپ کو علاج کے لیے لاہور شفٹ کرنے پر بھی زور دیا تھا۔“ عبدالمنان نے اسے مختار مراد کی بابت آگاہ کیا۔

”ان سے میں بات کر لوں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ میری گاڑی کے ڈرائیور کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟“ کمرے میں ایس بی کی موجودگی کو نظر انداز کیے وہ مسلسل عبدالمنان سے مصروف گفتگو تھا۔

”ڈرائیور بے چارہ تو ختم ہو گیا۔ آپ کی گاڑی فوری طور پر دریافت نہیں کی جاسکتی تھی، چنانچہ زخمی ڈرائیور کو کسی قسم کی طبی امداد نہیں مل سکی۔ وہ کسی مدد کے پہنچنے سے پہلے ہی جاں بحق ہو گیا تھا۔“ عبدالمنان نے افسردگی سے بتایا تو وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ انہوں نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ڈرائیور کے زندہ بچ جانے کا کوئی امکان نہیں پھر بھی وہ دل سے خواہاں تھا کہ کسی طرح اس غریب کی زندگی بچ جائے لیکن اس کی خواہش نے طے شدہ فیصلے کو نہیں ٹالا تھا۔

”آپ ہمیں وقوعے کی تفصیلات سے آگاہ کر دیں سرا“ اچانک یہ سب کیوں اور کیسے ہوا، کسی کی سمجھ نہیں آیا۔ آپ کی گاڑی اور ڈرائیور کی لاش کو دیرانے میں پا کر ہم صرف یہی اندازہ لگا سکے تھے کہ آپ کو انہوں نے کیا کیا ہے۔ پولیس فورس کے جوان آپ کو تلاش کرتے رہے۔ آئی جی صاحب نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ اگرچہ ہمیں گھنٹوں کے اندر آپ کو تلاش نہیں کیا جاسکا تو وہ جنگل میں سرچ آپریشن شروع کر دیا جس کے لیکن اس سے قبل ہی آپ ہمیں مل گئے۔ آپ کا انہوں نے ہمارے لیے جتنی حیرت کی بات تھی، اس طرح واپسی اس سے بھی زیادہ حیرت ناک ہے۔ ورنہ میرا تو آئیڈیل تھا کہ انہوں نے آپ کے بدلے میں کسی قسم کے مطالبات کر کے ہم سے سودے بازی کی کوشش کریں گے۔“ افسردگی بھرے ان لمحات میں اس کی اور عبدالمنان کی گفتگو میں ڈراما خصلت آیا تو ایس بی نے از خود اس سے گفتگو چھیڑ دی۔

”میں تھوڑی دیر بعد آپ کے آدی کو اپنا بیان ریکارڈ کروا دوں گا۔ فی الحال تو میرے سر میں شدید درد ہے اس لیے میں زیادہ بول نہیں سکتا۔“ اس نے قدرے روکے لہجے میں ایس بی کی بات کا جواب دیا۔ ڈرائیور کی موت نے اس کے دل پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ وہ غریب صرف اس وجہ سے مارا

گیا تھا کہ اسے شہریار عادل کی گاڑی ڈرائیور کر رہا تھا۔ اس کی عیسیٰ سے دشمنی تھی، نہ ہی وہ کسی قسم کے لینے دینے میں تھا۔ وہ تو بس اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا تھا لیکن اپنی غرض اور انا میں مبتلا افراد کو کیا مطلب تھا کہ ان کی سفاکی نے کسی غریب خاندان سے اس کا سہارا چھین لیا ہے۔ ایس بی کو چودھری کے گروپ کے بندے کی حیثیت سے وہ اس جرم میں برابر کا شریک سمجھتا تھا، چنانچہ اس نے اس وقت صحیح لہجے میں بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

”ایز یووش سرا! ابھی آپ آرام کریں اور جب فیل کریں کہ بیان دینے کے قابل ہیں تو اطلاع کر دیجیے گا۔“ ایس بی بنا کسی تیل و جھجک کے اس سے کہہ کر باہر نکل گیا۔

”مجھے اپنا موبائل دے دو عبدالمنان۔“ ایس بی کے باہر جانے کے بعد اس نے عبدالمنان سے فرمائش کی۔ خود اس کا اپنا موبائل اور دیگر اشیاء تو نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھیں۔ انہوں نے کے بعد جب اسے ہوش آیا تھا تو اس نے اپنے جسم پر موجود لباس کے سوا ہر شے کو غیر موجود پایا تھا۔ اب مرنے کی حالت کے اس کمرے میں وہ اپنے جسم پر موجود لباس کو بھی تبدیل شدہ پارہا تھا۔ یقیناً اس کا پہلے والا لباس خراب ہو گیا تھا، تب ہی اسے بدل کر یہ ڈھیل ڈھالا شلوار قمیض پہنا دیا گیا تھا۔

”ییس سرا“ عبدالمنان نے موبائل نکال کر اسے دیا اور بولا۔ ”آپ اطمینان سے بات کر لیں، میں اس دوران آپ کو یہاں سے شفٹ کرنے کے انتظامات دیکھتا ہوں۔“ شہریار نے سر کی جنبش سے اسے اجازت دے دی۔ ویسے وہ جانتا تھا کہ انتظامات تو وہ پہلے ہی کر چکا ہوگا اس وقت صرف اسے پرائیویسی فراہم کرنے کے لیے بہانہ بنا کر نکلا ہے۔

عبدالمنان کی یہ سمجھ داری اور معاملہ بھی اس کے دل میں اس کی قدر مزید بڑھا دیتی تھی۔ وہ جس سیٹ پر کام کر رہا تھا، واقعی اس کا مکمل طور پر اہل تھا۔

اس کے باہر جاتے ہی اس نے مختار مراد کا نمبر ملایا۔ کال ان کے پی اے نے ریسپونڈ کی اور یہ جانتے کے بعد کہ شہریار عادل بات کرنا چاہتا ہے، فوراً فون مختار مراد کو تھا دیا۔ یقیناً وہ اس سلسلے میں پہلے ہی ہدایت کر چکے تھے اس لیے پی اے نے اس کا نام جاننے کے بعد مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

”آئی ایم سو پٹی شہریار! یقین کرو تمہاری زندہ سلامت واپسی نے مجھے اتنی خوشی دی ہے کہ مجھے لگ رہا ہے، میرا اپنا سا بیٹا ایک بڑی مصیبت سے بچ کر واپس آ گیا ہو۔“ فون ہاتھ میں آتے ہی وہ جذباتی لہجے میں شہریار سے بولے۔

”تھینک یو سوچ اٹل! مجھے آپ کی اپنے لیے تشویش

## مسلمان حکمران

جب یہ سوال زیر غور تھا کہ خلیفہ المسلمین کا وظیفہ کیا ہونا چاہیے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دریافت فرمایا کہ مدینے میں ایک مزدور کی کم از کم روزانہ اجرت کیا ہے؟ وہی اجرت آپ نے اپنے لیے بطور وظیفہ مقرر کر لی۔ رفقاء میں سے کسی نے آپ سے کہا: ”اتنے کم روزینے میں آپ کا گزارہ کیسے ہوگا؟“ تو آپ نے فرمایا: ”اس میں میرا گزارہ اس طرح ہوگا جس طرح ایک مزدور کا گزارہ ہوتا ہے اگر گزارہ نہ ہوتا تو میں اس مزدور کی اجرت بڑھا دوں گا۔“

ایک دن کھانے کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: ”کیا کوئی میٹھی چیز نہیں ہے؟“

انہوں نے فرمایا: ”بیت المال سے جو راشن آتا ہے اس میں میٹھی چیز کوئی نہیں ہوتی۔“ چند دنوں کے بعد آپ نے دیکھا کہ کھانے میں حلوہ بھی ہے۔ آپ نے بیوی سے کہا: ”تم نے تو کہا تھا کہ ہمارے راشن میں میٹھی چیز نہیں آتی، آج یہ حلوہ کیسے پک گیا؟“ انہوں نے جواب دیا: ”میں نے جو اس دن محسوس کیا کہ آپ کو میٹھی چیز کی خواہش ہے تو میں نے یوں کیا کہ راشن میں جتنا آتا روزانہ آتا تھا۔ اس میں سے بھی بھر آتا الگ رکھتی تھی۔ آج اتنا آتا جمع ہو گیا کہ اس کے بدلے میں نے بازار سے مجبور کا شیرہ منگوا دیا اور اس طرح یہ حلوہ پک گیا۔ آپ نے اسے تناول فرمایا اور بیوی کا شکریہ ادا کیا۔“

کھانے کے بعد آپ سیدھے بیت المال کے مہتمم کے پاس پہنچے اور فرمایا: ”ہمارے ہاں راشن میں جس قدر آتا جاتا ہے آج سے اس میں سے ایک میٹھی بھر کم کر دینا کیونکہ ہفتہ بھر کے تجربے نے بتایا ہے کہ ہمارا گزشتہ میٹھی بھر آئے میں بھی ہو جاتا ہے۔“

کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے اور میں آپ کی اس محبت کے لیے دل سے آپ کا شکر گزار ہوں۔“ اس نے ممنونیت سے مختار مراد کی محبت کا جواب دیا۔

”شکریے کی ضرورت نہیں بیٹا۔ میں تو خود اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے تمہیں جیتا جاگتا واپس پہنچا دیا، ورنہ میں تو پریشان تھا کہ رانا صاحب کو اس واقعے کی اطلاع کیسے دوں؟ انہوں نے جو پے در پے صدے اٹھائے ہیں،



ابھی تو ان سے پوری طرح نہیں سنبھل سکے۔ خدائے تعالیٰ نے ان کو بہت مشکل ہو جاتی۔ صرف ان کی اور بھائی صاحبہ کی وجہ سے ہی میں نے تمہارے اغوا کی خبر نشر نہیں ہونے دی۔ میڈیا والوں کا تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہر بات کو کتنا اچھالتے ہیں۔ انہیں خبر نشر کرنے کی اجازت مل جاتی تو سیکڑوں من گھڑت کہانیاں وہ خود بنا لیتے۔ الحمد للہ اب تم واپس آ گئے ہو تو خود اس معاملے کو چنڈل کرنا کیونکہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ہماری طرف سے پابندی پر وہ لوگ وقتی طور پر تو خبر نشر کرنے سے رک گئے تھے لیکن اب چپ نہیں بیٹھیں گے۔

”میں بھی انہیں کیا پتا سکوں گا؟ وہ لوگ مجھ سے اس اغوا کا سبب جانتا چاہیں گے لیکن سبب تو مجھے خود نہیں معلوم۔ دوسرا سوال ان کا یہ ہوگا کہ مجھے اس سلسلے میں کس پر شک ہے تو ظاہر ہے میں شک ہونے کے باوجود کسی کا نام نہیں لے سکوں گا۔ ان حالات میں میڈیا والوں سے گفتگو بے کار ہی ثابت ہوگی۔“ اس نے مختار مراد کی بات کا جواب دیا۔

”جتنا بھی اور جو بھی تمہیں مناسب لگے، میڈیا والوں کو بتا دینا۔ تم سے زبردستی تو بہر حال وہ لوگ نہیں کر سکتے... بلکہ ایسا کرو کہ تم مجھے سارا واقعہ تفصیل سے سنا دو۔ میں تمہیں گائیڈ کروں گا کہ کیا کہنا ہے اور کیا نہیں؟“

مختار مراد نے اس سے کہا تو وہ اسے تفصیلات سے آگاہ کرنے لگا۔ مختار مراد خاموشی سے اس کی بات سن رہا۔ آخر کار وہ چپ ہوا تو وہ بولا۔ ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہ نہ تو تم کسی کو اغوا کا سبب بتانے کے قابل ہو اور نہ ہی اپنے کسی شک کا اظہار کر سکتے ہو۔ ان حالات میں یہی بہتر ہے کہ جو جو اور جس طرح پیش آیا ہے، وہ بتا دو۔ بس میڈیا والوں کے سامنے اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کرنے سے عمل گریز کرنا ورنہ وہ لوگ پُر کا کو بتانے میں ماہر ہوتے ہیں، خواہ وہ کہانیاں گھڑتے پھریں گے۔“

”ڈونٹ وری انکل! میں خیال رکھوں گا۔“ اس نے مختار مراد کو تسلی دی۔

”اوکے! تم اب آرام کرو۔ میں نے تمہارے پی اے کو ہدایت دے دی تھی کہ تمہیں پیر آباد سے سید حالہ اور پہنچا دیا جائے۔ چوٹیں وغیرہ تو سنا ہے کہ تمہیں زیادہ مہلک نہیں آتی ہیں لیکن پھر بھی مناسب ہے کہ تم یہاں کسی اچھے اسپتال سے اپنا علاج کروالو۔ پھر یہاں آنے میں یہ بھی فائدہ رہے گا کہ تمہارے ماموں ممائی آسانی سے تمہاری مزاج پر سی کر سکیں گے۔ تمہارے وہیں رکے رہنے کی صورت میں انہیں

پریشانی ہوگی۔ نہ تو وہ لوگ اتنا لمبا سفر آسانی سے کر سکتے ہیں اور نہ ہی مریم کو تنہا چھوڑ کر گھر سے نکل سکتے ہیں۔ ابھی وہ عدت میں ہے نا۔“ آخری جملہ بولتے ہوئے اس کی آواز جس طرح کا پی تھی، اس نے شہریار کے دل کو مٹی میں بھینچ لیا۔ ”مریم عدت میں ہے نا۔“ یہ فقہ ایک جملہ نہیں تھا۔ یہ وہ عظیم دکھ تھا جو ان سب نے سجاد رانا کی اچانک موت کی صورت میں بہ یک وقت اٹھایا تھا۔

”ٹھیک ہے انکل! میں لاہور آ جاتا ہوں۔“ بچے ہوئے لہجے میں اسے جواب دے کر اس نے فون بند کر دیا اور نیکے پر سر رکھ کر سید حالہ گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد سے وہ سر میں درد کی جو ہلکی سی پیمیں اٹھتی محسوس کر رہا تھا، وہ اب بے حد شدت اختیار کر گئی تھیں اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے سر میں زوردار دھماکے ہو رہے ہوں۔

☆☆☆

وہ بالکل گم صبری بیٹھی خلاؤں میں تنہا رہی تھی۔ اس کے سامنے دھرا کھانا بھی جوں کا توں رکھا تھا۔ فقاہت کے باوجود دل کی طرح کھانے کی طرف راغب ہی نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل وہ نہایت سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے صرف خود کو قوتدار رکھنے کے لیے ہی اس قید خانے میں ملنے والا کھانا پابندی سے زہر مار کر لیا کرتی تھی مگر جب سے اس نے پروجیکٹر پر چلنے والا وہ کریہہ منظر دیکھا تھا، حلق سے نوالے اتارنا مشکل ہو گئے تھے۔ جب بھی کھانا سامنے آتا اور وہ نوالہ منہ میں رکھتی، خون میں لت پت لاش سامنے آ جاتی۔ جانے وہ کون تھا جسے بے دردی سے قتل کیا گیا تھا۔ وہ ان کی گفتگو سے بس اتنا اندازہ کر سکتی تھی کہ وہ عمران کا کوئی دشمن تھا جسے اس کی نسلی کے لیے اس انجام تک پہنچایا گیا تھا۔ شکل سے معصوم اور شریف نظر آنے والا عمران اندر سے اتنا سفاک نکلے گا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی... لیکن اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لینے اور کانوں سے سن لینے کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش بھی نہیں رہی تھی۔ اب تو وہ یہی کہہ سکتی تھی کہ اس نے عمران کی اچھی صورت سے دھوکا کھا کر اس کے بارے میں اچھا گمان کرنے کی غلطی کی تھی۔ وہ بھلا اچھا کیونکر ہو سکتا تھا۔ آخر وہ بھی تو انہی لوگوں میں سے ایک تھا جن کی قید میں وہ رہ رہی تھی۔ وہ شکل سے وحشی دکھائی دیتے لوگ جو جانے اس برف زار میں کن مذموم مقاصد کے حصول کے لیے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ جنہوں نے شہروں کی رونق اور گھریلو زندگی کی خوشیاں چھوڑ کر اس سخت ماحول میں ڈیرا ڈال رکھا تھا اور ہتھیاروں سے دل بہلاتے اپنی وحشتوں کو اور بھی بہیز

کرتے رہتے تھے۔ وہ کون لوگ تھے؟ اس بارے میں وہ ابھی تک حتی اعزازہ نہیں لگا سکی تھی مگر اسے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں تھا کہ وہ سب کے سب ایب نارمل تھے۔ ان ایب نارمل لوگوں کے درمیان رہنا اب اس کے لیے مشکل ترین ہوتا جا رہا تھا۔ اس قید خانے میں ایک کریہہ منظر اور سفاکی دیکھنے کو ملی تو اس کے اعصاب جواب دے گئے۔ وہ جو پورے حوصلے سے حالات کے ان طوفانوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیے ہوئے تھی، یک دم ہی کچھ ڈھے سی گئی۔ شاید یہ مایوسی کی ہی کیفیت تھی جو اس کے اندر سے حالات کا مقابلہ کرنے کی انگ مٹنے لگی تھی۔

مایوس آدمی زندگی کی بقا کی طرف سے بے پروا ہو جاتا ہے اور پھر زندگی کو جاری و ساری رکھنے والے عناصر میں دلچسپی نہیں رہتی۔ وہ بھی اسی مایوسی کی وجہ سے کھانے کی طرف سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ اس کو قیدی بنا کر رکھنے والے اب بھی تمام اوقات کا کھانا پابندی سے اس تک معمول کے مطابق پہنچا رہے تھے۔ کسی وقت وہ اس کھانے میں سے چند تھکے نکل لیتی اور کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔ آج بھی اس نے یہی کیا تھا۔ کھانا سامنے رکھ دیے جانے کے باوجود وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ جو شخص ایک مخصوص وقت کے بعد کھانے کے برتن واپس لے جانے آیا تھا، وہ برتنوں میں کھانے کو جوں کا توں رکھا دیکھ کر برتن اٹھائے بغیر خاموشی سے واپس پلٹ گیا تھا کہ شاید بعد میں بھوک محسوس کرنے پر کچھ کھا لے... لیکن وہ کافی دیر گزر جانے کے باوجود اس طرف متوجہ نہیں ہوئی اور نہ جانے کتنی دیر تک یونہی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی رہی۔

بیٹھے بیٹھے جیسے تھکن اور فقاہت کے باعث جسم جواب دینے لگا تو وہ اسی جگہ ٹھہری سی بن کر لیٹ گئی۔ خالی پیٹ انسان کو نیند نہیں آتی اور پیٹ میں دوڑتے چوہے احتجاج کرنے لگتے ہیں لیکن وہ چونکہ کئی وقتوں سے ڈھنگ سے کھانا نہیں کھا رہی تھی، اس لیے کم خوراک سے طاری ہونے والی فقاہت اسے غنودگی میں لے گئی۔ غنودگی کی اس کیفیت میں کتنے لمبے بیتے اسے ہوش نہیں تھا لیکن وہ اس وقت بڑی طرح چوکی جب اس نے اپنا آپ ایک بھاری بوجھ کے نیچے دبا ہوا محسوس کیا۔ ساتھ ہی کسی کی گرم گرم سانس اس کی گردن سے گھرائی۔ اس نے بڑی طرح کسمسا کر خود کو اس بوجھ سے آزاد کر دیا لیکن اس کے نازک بدن کی طاقت اس پہاڑ جیسے بوجھ کو دھکیلنے کے لیے ناکافی تھی۔ کچھ دیر قبل وہ زندگی سے نفی ہی مایوس تھی لیکن ابھی تو بہر حال ایک دوشیزہ ہی...

جسے آخری دم تک اپنی عزت کی حفاظت کا خیال رہتا ہے۔ چنانچہ اپنی دوشیزگی چھین جانے کا خطرہ محسوس کر کے بڑی طرح چھپنے لگی۔ اس کی کوشش تھی کہ کچھ اور نہ کر سکے تو کم از کم چیخ ہی مار دے لیکن اس عالم نے اس کے وجود کو اپنے بوجھ تلے پس ڈالنے کے ساتھ ساتھ اس کے منہ کو بھی ایک ہاتھ سے پوری قوت سے بند کر رکھا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے وہ اس کے کپڑے تن سے الگ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خود پر سوار اس وحشی سے نجات کے لیے... جس کے جسم پر موجود بے تحاشا بالوں کی پیمیں اور مساموں سے اٹھتی گندی بدبو قطعی ناقابل برداشت تھی، اس نے بدن کی پوری قوت صرف کر کے اپنا دھانا ہاتھ اس کے جسم کے نیچے سے نکالا اور اپنے منہ پر جیسے اس کے ہاتھ پر ناخن کاڑتے ہوئے جھکے سے اس کا ہاتھ منہ سے ہٹانے کی کوشش کی۔ اس کے ہاتھ کا جھکاؤ شاید اس وحشت زدہ درندے کا ہاتھ منہ سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو پاتا لیکن ناخنوں کی چیمبن نے کافی مدد دی اور اس کا ہاتھ ماہ بانو کے منہ سے ہٹ گیا۔

ماہ بانو نے فوراً ہی ایک زوردار چیخ ماری لیکن بس اسے ایک ہی چیخ مارنے کا موقع مل سکا اور اس درندے کا ہاتھ دوبارہ اس کے منہ پر آجھا۔ اب اس کے اعزاز میں مزید وحشت درآئی تھی اور وہ اور بھی زیادہ شدت سے اسے کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس وحشت کی ہی وجہ سے اسے اس طرف دوڑ کر آتے قدموں کی آواز سنائی نہ دے سکی۔ آنے والے نے بس ایک نظر یہ منظر دیکھا اور پوری قوت سے اسے ماہ بانو پر سے دھکیل کر غار کی دیوار پر دے مارا۔ نفس کے وحشی جانور کے زیر اثر وہ شخص چوٹ کھا کر کسی تیل کی طرح بڑی طرح ڈکرایا اور غراتا ہوا اپنی راہ کی رکاوٹ بننے والے پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ پوری طرح ہوشیار تھا۔ اس نے نہ صرف اپنے آپ کو حملے سے بچایا بلکہ اس وحشی کا سر دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر ایک بار پھر اسے دیوار پر دے مارا۔ سرفار کی پختہ دیوار سے ٹکرانے پر ایک زوردار آواز ابھری اور اگلے ہی لمبے ماہ بانو نے اس شخص کے سر سے خون کا فوارہ سا نکلا دیکھا۔ اس دوران وہ کسی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی اور وہی نیلے پھولوں والی سیاہ چادر جو اس وحشی نے اس کے جسم پر سے نوچ چھین لی تھی، ایک بار پھر اپنے گرد لپیٹ لی تھی۔

رات کا وقت ہونے کی وجہ سے وہاں بہت زیادہ روشنی نہیں تھی لیکن اس مذموم روشنی میں بھی وہ وہاں موجود ان دونوں افراد کو شناخت کر سکتی تھی۔ اس پر بھر مانہ حملہ کرنے والا شخص وہی گل شیر نامی آدمی تھا جس کی آنکھوں کی ہوس نے



پہلے بھی اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجائی تھی جبکہ ان نازک لحاظ میں اس کے لیے رحمت بن کر آنے والا مصحوم صورت عمران تھا۔ وہی عمران جس سے پہلے بھی وہ اچھی امید باندھ چکی تھی لیکن پھر اس کی وحشت کی داستان سامنے آنے پر مایوسی کا شکار ہو گئی تھی۔ اسے مایوسی کے اندھیروں میں دھکیل دینے والا وہ شخص اس وقت اس کا محافظ بن گیا تھا اور اس کی عزت پر حملہ کرنے والے کو بڑی طرح پیٹ رہا تھا۔ مادیانو نے محسوس کیا کہ گل شیر کو پیٹتے ہوئے عمران کے انداز میں وحشت اتر آئی ہے اور وہ اس بات کی پروا کیے بغیر کہ وہ پہلے ہی زخمی ہو چکا ہے، مسلسل اس کا سر دیوار سے مارتا رہا۔ چند لمحوں میں ہی اس نے گل شیر کو بالکل ادھ موا کر دیا۔ وہ جو کچھ دیر قبل ایک پھرے ہوئے ساڑھی طرح مادیانو پر حملہ آور ہوا تھا، اب عمران کے ہاتھوں میں بالکل بے جان شے کی طرح جمول رہا تھا۔ خونم خون گل شیر اور وحشت زدہ عمران کو دیکھ کر مادیانو کا اتنا بڑا حال ہوا کہ وہ سچ بھی نہ سکی۔ اس پر چند لمحے قبل جو گزری تھی، وہ ہی کیا کم تھی جو وہ اس وحشت ناک منظر کو دیکھ کر بھی اپنے حواس قائم رکھ پاتی۔ وہ تو شور کی آوازیں سن کر دوسرے لوگ خود ہی اس طرف متوجہ ہو گئے اور دوڑ کر ادھر آئے۔ آنے والوں میں سے تین نے بڑی مشکل سے عمران کو قابو کر کے اس کی گرفت سے گل شیر کو آزاد کروایا۔

”چھوڑ دو مجھے۔ میں اس شیطان کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس جیسے بھیڑیے جو مصحوم لڑکیوں کی عزت سے کھیلتے ہیں، زندہ رہنے کے لائق نہیں۔ میں اس کے گلے گلے کر دوں گا۔“ خود کو قابو میں کرنے والوں کی گرفت میں چھلتا ہوا وہ وحشت زدہ انداز میں چلتا ہوا۔

”ہوش کرو عمران! وہ مر چکا ہے۔“ ان میں سے ایک نے اس کے منہ پر زوردار پھپر لگاتے ہوئے اسے احساس دلایا تو وہ عالم وحشت سے باہر نکلا اور سامنے بڑی گل شیر کی لاش کو دیکھنے لگا۔ اس کی وحشا نہ ضریوں کے نیچے میں اس کا سر پاش پاش ہو چکا تھا اور بھیجا ہوا نکل آیا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر بھی اس کے چہرے سے کسی قسم کا افسوس ظاہر نہیں ہوا بلکہ اس نے ایک نفرت بھری نظر گل شیر کی لاش پر ڈال کر حقارت سے اس پر تھوک دیا اور بولا۔

”اچھا ہوا مر گیا سال! آج جاتا تو میں اس کا ریشہ ریشہ الگ کر دیتا۔“

”اسے یہاں سے لے کر جاؤ اور گل شیر کی لاش اٹھا کر جگہ صاف کرواؤ۔“ ان میں سے ایک نے جو شاید دوسروں سے ممتاز مقام رکھتا تھا، حکم دیا۔ فوراً ہی اس کے حکم

کی تعمیل ہونے لگی۔ عمران کو بازوؤں میں جکڑے کھڑے آدی اسے گھسیٹ کر وہاں سے لے جانے لگے۔ اس نے بھی زیادہ مزاحمت نہیں کی۔ یقیناً گل شیر کی لاش دیکھنے کے بعد اس کے جنونی غصے کا ابال کم ہو گیا تھا۔

ماہ بانو چادر میں مٹی ہوئی وحشت زدہ نظروں سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ عمران کو وہاں سے لے جانے کے بعد گل شیر کی لاش بھی اٹھالی گئی تھی اور اب ایک آدی وہاں زمین اور دیواروں پر لگے خون کو صاف کر رہا تھا۔ خون کے ساتھ ساتھ گل شیر کے سر سے اس کے پیچھے کا بھی کچھ حصہ باہر نکل آیا تھا۔ صفائی کرنے والے آدی نے بڑے اطمینان سے اسے بھی صاف کر دیا۔ مادیانو نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی تھی کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کی موت پر افسردہ یا غمگین نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان کے لیے گویا یہ ایک معمول کی بات تھی جس کے پیش آ جانے سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ شاید وہ اس طرح کے مناظر اتنی بار دیکھ چکے تھے کہ اب ان کے لیے ان کی حیثیت بالکل ایسی ہو گئی تھی جیسے روزانہ اپنے گھر سے دفتر جانے والے شخص کے لیے راستے کے مختلف مناظر کی ہوتی ہے۔ ایسا شخص غیر ارادی طور پر سب کچھ دیکھتا تو ضرور ہے لیکن منظر میں کوئی نیا پن محسوس نہ ہونے کے باعث اس کے دل و دماغ میں تحریک پیدا نہیں ہوتی۔ ان تمام لوگوں نے بھی گل شیر کی لاش دیکھی تھی مگر اس پر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔

☆☆☆

”میں سمجھتا ہوں اٹکل کہ جنگل میں آپریشن بہت ضروری ہو گیا ہے۔ وہاں ڈاکوؤں کی پناہ گاہیں ہیں۔ یہ بات ہم پہلے ہی جانتے ہیں بلکہ میں اس سلسلے میں پہلے بھی آپ سے درخواست کر چکا ہوں کہ ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لیے کچھ کیجیے۔“ اسپتال کے آرام دہ کمرے میں صاف ستھرے بستر پر نیم دراز وہ اپنی عیادت کے لیے آئے ہوئے آئی جی مختار مراد سے مخاطب تھا۔ بہترین نگہداشت اور علاج نے اسے تیزی سے روبہ صحت ہونے میں کافی مدد دی تھی ورنہ جس حالت میں وہ اغوا کاروں کے چنگل سے نکل کر آیا تھا، اسے دیکھتے ہوئے یہی قیاس کیا جاسکتا تھا کہ اب اسے دوبارہ سے زندگی کے معمولات میں شامل ہونے میں کافی وقت لگے گا۔ بہر حال، اب بھی وہ سو فیصد تو صحت یاب نہیں ہوا تھا۔ سر پر لگنے والا زخم گہرا ہونے کی وجہ سے اس پر ڈاکٹر داور نے ٹانگے لگائے تھے اور ابھی یہ ٹانگے کھولے نہیں گئے تھے۔ جسم کے باقی حصوں پر لگنے والے زخم بھی ابھی پوری

طرح مندرجہ نہیں ہوئے تھے۔ پھر ڈاکٹروں کی ضرب سے لگنے والی اندرونی چونٹیں جو حرکت کرنے میں اسے خاصی تکلیف دیتی تھیں۔ جیہ آباد کے مرکز صحت میں ملنے والی ابتدائی طبی امداد نے اگر اس کی زندگی خطرے میں جانے سے بچائی تھی تو لاہور کے اس جدید اسپتال کے ڈاکٹر زبھی اسے تیزی سے روبہ صحت کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ فرق دونوں میں صرف اتنا تھا کہ ایک جگہ غریب لوگوں کو سہولیات فراہم کرنے کے لیے رفاہی بنیادوں پر کام ہو رہا تھا جبکہ دوسری جگہ پر خدمت کے عوض لمبے لمبے بل وصول کیے جاتے تھے۔ کہتے ہیں، درخت اگانے والا اگلی نسل کے لیے درخت اگانا ہے اور خود اسے اس درخت کا پھل کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ شہریار کے ساتھ معاملہ ذرا مختلف ہوا تھا۔ اس نے دوسروں کے بھلنے کے خیال سے اپنے ضلع میں دیہی مراکز صحت کا قیام عمل میں لانے کا سلسلہ شروع کیا تھا اور اس کی یہ نیکی و خدمت خود اس کے لیے خوش نصیبی بن گئی، ورنہ ممکن تھا کہ وہ فوری طبی امداد نہ ملنے پر شخص خون کے زیادہ اخراج کے باعث ہی جان سے چلا جاتا۔ پس باندھ دیہاتوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہی یہی ہے کہ قابل علاج امراض و مسائل بھی فوری طبی امداد نہ ملنے کے باعث پیچیدہ صورت اختیار کر کے بے چارے مریض کی موت کا سبب بن جاتے ہیں۔

”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے مجھ سے آپریشن کے لیے بات کی تھی۔ اس وقت تم ایک دیہاتی لڑکی کے اغوا اور پھر اس کی لاش ملنے کے باعث یہ فرمائش کر رہے تھے جس کے بارے میں شک ظاہر کیا گیا تھا کہ اسے ڈاکوؤں نے اٹھایا ہے لیکن مقامی پولیس آفیسر کا کہنا تھا کہ لڑکی اپنی مرضی سے خود اپنے آشنا کے ساتھ گھر سے بھاگی تھی۔“ آئی جی مختار مراد نے اپنے مضبوط حافظے کا ثبوت دیتے ہوئے مختصر اس واقعے کا حوالہ دیا۔

”صرف وہی ایک کیس نہیں تھا۔ اس واقعے کے بعد ڈاکوؤں نے ایک گاؤں پر حملہ کر کے وہاں لوٹ مار بھی کی تھی۔“ شہریار نے تڑپ کر یاد دلایا۔

”ہاں، وہ واقعہ بھی مجھے یاد ہے لیکن بیٹا... مجھے افسوس ہے کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ دونوں ہی واقعات اتنے قابل ذکر نہیں تھے کہ میں ان کی بنیاد پر حکومت کو اتنے بڑے آپریشن کے لیے راضی کر پاتا۔ تمہیں اس جنگل کی لوکیشن کا شاید اچھی طرح اندازہ نہیں ہے۔ وہاں گنے درختوں اور پہاڑیوں کی موجودگی کے باعث چھپنے کی جگہیں بھی بہت ہیں اور آس پاس دیہاتوں کی موجودگی

کے سبب ڈاکوؤں کے لیے راہ فرار اختیار کرنا بھی زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوگا۔ اگر ہم وہاں آپریشن کرنا چاہیں گے تو ہمیں بہت بڑے پیمانے پر یہ آپریشن کرنا ہوگا اور اس کے لیے جتنا بجٹ درکار ہے، اس کی منظوری کے لیے کوئی بہت ہی خاص ریزن سامنے ہونا ضروری ہے۔“ مختار مراد نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔

”آپ کے خیال میں ایک مصحوم لڑکی کا اس کی شادی سے ایک دن قبل اغوا ہو جانا اور پھر اس کی کٹی پٹی لاش ملنا کوئی معمولی واقعہ تھا؟ اس واقعے کے اثرات کتنے خطرناک نکلے تھے، یہ بھی آپ کو یاد ہوگا۔ میں تو بھی اس جذباتی سے لڑکے عبدالمبین کو نہیں بھول سکتا جو اپنی بہن کے ساتھ ہونے والی اس زیادتی سے اتنی بڑی طرح متاثر ہوا کہ شاہنواز جیسے دہشت گرد کے ہاتھ چڑھ گیا۔ صرف اس ظلم کی وجہ سے وہ لڑکا اپنے جسم سے بم باندھ کر بھرے مجمع میں آگھسا تھا۔ وہ مجھے، وزیروں، پولیس والوں اور ایسے تمام افراد کو مار دینا چاہتا تھا جن کے ذمے قانون نافذ کرنا اور لوگوں کو انصاف فراہم کرنا ہے... لیکن اتفاق سے وہ اس سچ تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکا اور نتیجتاً ہم سارے وی آئی پیز کے صدمے میں بے گناہ عوام مارے گئے۔“ شہریار نے نہایت سنجیدگی سے نگین واقعے کا ذکر کیا۔

”میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں شہریار لیکن پھر وہی کہنے پر مجبور ہوں کہ اس واقعے کی بنیاد پر میں آپریشن ڈکلیئر نہیں کر سکتا۔ ہاں، تمہارا معاملہ الگ تھا۔ اگر تم واپس نہ لوٹتے تو میں، رانا صاحب اور فیملی کے دوسرے بارسوخ افراد مل کر زور لگاتے کہ تمہیں بازیافت کرنے کے لیے آپریشن کیا جائے اور اس وقت ہم یہ بات منوا بھی لیتے لیکن اب جبکہ تم واپس آ گئے ہو تو کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے پاس اب کوئی ٹھوس وجہ نہیں رہی ہے۔ خود تمہیں بھی یقین نہیں کہ تمہیں اغوا کرنے والے ڈاکو ہی تھے۔ تمہیں تو چودھری اور اس کے بندوں پر شک ہے کہ انہوں نے تمہیں اپنی راہ کی رکاوٹ سمجھتے ہوئے یہ اغوا کیا تھا۔“

”تو یہ بات بھی تو ظاہر ہے کہ چودھری کا ڈاکوؤں سے ربط مضبوط ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس نے ہی مجھے ڈاکوؤں کے ذریعے اغوا کر دیا کہ ان کے کسی ٹھکانے پر رکھا ہو، ورنہ خود ڈاکوؤں کو مجھ سے کیا غرض ہو سکتی تھی؟“ اس نے دلیل دیتے ہوئے مختار مراد کو قائل کرنے کی کوشش کی۔

”یہ صرف ایک قیاس ہے۔ تم یا میں اس کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں بلکہ تم کسی مخالف کی تنقیدی نظر سے



دیکھو تو تمہارے اخوا کا معاملہ ہی کافی مشکوک صورت اختیار کر لے گا۔ تمہارے پاس بتانے کے لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ تمہیں کس نے، کیوں اور کس لیے اخوا کیا تھا... اور بغیر کوئی مطالبہ کیے اتنی آسانی سے آزاد کیسے کر دیا؟ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ تم نے چودھری پر الزام لگانے کے لیے خود ہی اپنے اخوا کا ڈراما چایا تھا اور اب فضول وادلا کر رہے ہو اسی لیے میں نے تمہیں میڈیا والوں کے سامنے کسی پر شک ظاہر کرنے سے منع کیا تھا۔ سچ کیا ہے، وہ تم جانتے ہو اور میں بھی اسے مانتا ہوں لیکن ہم اس سچ کو سب سے نہیں منوانے سکتے۔

آئی جی مختار مراد نے بغیر ٹی لپٹی رکھے اس پر ہر بات واضح کر دی تو اس کا جوش بھی جھاگ کی طرح بجھ گیا۔ واقعی موجودہ حالات میں تو خود اس کی اپنی پوزیشن مشکوک ہو گئی تھی۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اکل، واقعی میں اپنے اخوا والے معاملے پر شور مچاؤں گا تو اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا کہ میڈیا والوں کو کچھٹی خبریں بتانے کے لیے ایک ایسا ہاتھ آجائے گا۔“ آخر کار اس نے آئی جی مختار مراد سے اتفاق کرتے ہوئے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

”ماپوس مت ہو چک مین! ابھی تمہارے کیریئر کا اشارت ہے۔ آگے جا کر تمہیں بہت کچھ کرنے کا موقع بھی ملے گا اور کئی رکاوٹیں بھی سامنے آئیں گی۔ ہم سب جس سسٹم کا حصہ ہیں، وہ اسی طرح چلتا ہے۔ اکثر اوقات ہم جانتے ہیں کہ سچ کیا ہے لیکن اس سچ کا ساتھ نہیں دے پاتے۔ کئی بار ہمیں نا انصافی دیکھنے کے باوجود خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ چودھری اختیار اور تمہارا کیس کوئی انوکھا نہیں ہے۔ ان چودھریوں اور وڈیروں کے مقابل جب بھی کوئی ایمان دار افسر آتا ہے، یہ اسی طرح اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ تم تو خوش قسمت ہو کہ تمہارے فیملی بیک گراؤڈ کی وجہ سے ابھی تک چودھری کھل کر تمہارے مقابل نہیں آیا اور صرف پیچھے سے وار کرنے پر اکتفا کر رہا ہے، ورنہ تمہاری جگہ کوئی عام فرد ہوتا تو چودھری اب تک اسے اپنے علاقے سے اٹھا کر پھینک دیتا۔ ان با اختیار چودھریوں کی زد میں آنے والوں کا کیریئر کس طرح تباہ ہو جاتا ہے، تمہیں اندازہ نہیں ہے... اور وہ صرف اس وجہ سے کہ تم ایک طاقتور خاندان کے فرد ہو۔ یوں سمجھ لو کہ جس سسٹم کی خامیوں کی وجہ سے چودھری جیسے افراد احتساب سے بچے ہوئے ہیں، اسی سسٹم کے سہارے تم بھی اپنی سیٹ پر کھے ہوئے ہو۔“ مختار مراد ایک تجربے کار شخص تھا اور اس وقت اس کے لفظوں میں تجربہ بول رہا تھا۔ غصے اور

جوش سے بھرے ہوئے شہر یار کو اس کی بات سمجھ آئی تو وہ ذرا پسپا پڑ گیا اور دھیمی آواز میں بولا۔

”مجھے آپ کے کہے ایک ایک لفظ سے اتفاق ہے لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ میرے اور چودھری کے درمیان سب سے بڑا فرق حق و باطل کا ہے... اور میں حق کے غالب آنے تک یا کم از کم اس وقت تک جب تک میرے جسم میں جان ہے، چودھری سے اپنی جنگ جاری رکھوں گا۔“

”وش یو بیسٹ آف لک بیک مین... مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس جنگ میں جوش سے زیادہ ہوش سے کام لینا۔ تمہاری عمر کے لوگ عموماً اپنے جوش کی وجہ سے ہی ان کہنے مشق جاگیر داروں سے شکست کھا جاتے ہیں اور وہ نہیں کر پاتے جس کی انہیں اللہ نے صلاحیت دی ہوئی ہے۔ سجاد کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ اس نے اپنا پورا کیریئر اتنی احتیاط سے گزارا۔ وہ اگر ڈی آئی جی کی پوسٹ تک پہنچا تھا تو اس کے لیے اس نے خود کو اہل بھی ثابت کیا تھا۔ میری ریٹائرمنٹ کے بعد وہ آئی جی بھی ضرور بننا لیکن کیا ہوا؟ شینا کی موت نے اس پر ایسا جھون سوار کیا کہ وہ احتیاط کے سارے تقاضے فراموش کر بیٹھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شینا کے قاتل بھی انجام تک نہیں پہنچے اور وہ خود بھی اپنی جان سے گیا۔“

سجاد رانا کا حوالہ دیتے ہوئے مختار مراد کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی در آئی تھی۔ وہ اس کی اکلوتی بیٹی کا شوہر تھا اور اس نے ہمیشہ اس بات پر فخر محسوس کیا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کے لیے ایک بہت ہی اچھا شخص منتخب کیا ہے لیکن قسمت نے عجیب ہی چال چلی تھی۔ وقت کی آمدی نے نہ صرف اس کی بیٹی کی گود اجاڑ دی تھی بلکہ اس کا سہاگ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ وہ ایک باپ کی حیثیت سے بیٹی کے اس غم پر اندر ہی اندر کڑھتا اور گھٹنا رہتا تھا لیکن بظاہر اس نے خود کو سنبھال رکھا تھا۔ دیکھنے والوں کے لیے اس کے چہرے سے اس کی اصل قلبی کیفیت کا اندازہ لگانا بہت مشکل تھا۔ یہ ضبط اور برداشت یقیناً پولیس کی برسوں کی ملازمت کا نتیجہ تھا۔

”سجاد بھائی اور شینا کے قاتلوں کا کچھ معلوم ہوا اکل؟“ ذکر چھڑا تو وہ اس سے یہ سوال کیے بغیر نہیں رہ سکا۔

”نہیں۔“ مختار مراد نے نفی میں سر ہلایا۔ ”ہم اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں کر سکے کہ ان قاتلوں کے ڈانڈے انڈین خفیہ تنظیم را سے جا کر ملتے ہیں۔ ان لوگوں کے پیچھے ہم جہاں جہاں تک پہنچے، وہ وہاں سے پہلے ہی فرار ہو چکے تھے اور وہ بھی اس طرح کہ پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے آرڈر دے رکھا ہے کہ خواجہ سراؤں اور جسم فروش عورتوں

کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور جہاں کوئی مشکوک بات ہو، میرے نوٹس میں لائی جائے۔ مجھے یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ کام ہو رہا ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ سچ کچھ ہو رہا ہے یا نہیں۔ ہم جیسے بڑے افسروں کی مجبوری یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنے ماتحتوں کے محتاج ہوتے ہیں اور ان میں سے کون اصل میں آپ کا ماتحت اور وفادار ہے، اس بات کا مشکل سے ہی اندازہ ہو پاتا ہے۔ سجاد کی جگہ جو نیا ڈی آئی جی آیا ہے، وہ بظاہر ٹھیک آدمی ہے۔ میرے پاس اس کے خلاف کوئی بڑی شکایت بھی نہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ میرے لیے سجاد کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ بہر حال، ابھی تو انویسٹی گیشن چل رہی ہے... کچھ سامنے آیا تو میں تمہیں ضرور انعام کروں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔ بہت نام گزر گیا ہے، مجھے کچھ دوسرے معاملات بھی دیکھنے ہیں۔“ وہ گھڑی پر نظر پڑنے پر بات کرتے کرتے اچانک ہی اپنی گفتگو سمیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”تھینک یو سوچ اکل کہ آپ اپنا قیمتی وقت نکال کر میری عیادت کے لیے آئے۔“ شہر یار نے مختار مراد سے پُر جوش مصافحہ کرتے ہوئے حقیقی شکرگزاری کے احساس کے ساتھ کہا۔

”شکریے کی کوئی ضرورت نہیں مین! مجھے خود تم سے ملنا اچھا لگتا ہے کیونکہ تم میں وہ اسپرٹ ہے جس کی بدولت تمہارے بہت اوپر تک جانے کی امید رکھی جا سکتی ہے۔ میری دعا ہے کہ تم اپنے نیک مقاصد میں ضرور کامیاب ہو اور وہ کر کے دکھاؤ جو ہم نہیں کر پاتے۔“ مختار مراد نے محبت سے اس کا شانہ چھتچایا۔

”اگر کرم فرماؤں نے اکل بار بالکل ہی اوپر نہ پہنچا دیا تو یقیناً آپ کی دعا قبول ہوگی۔“ شہر یار اس کی بات سن کر شوق سے ہنستے ہوئے بولا۔

”ایسی باتیں مت کرو بیک مین! اب تم ہی ہو جو رانا صاحب اور اپنی ممانی کو سنبھال سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لمبی عمر دے اور تمہارے طفیل وہ لوگ وہ خوشیاں دیکھ سکیں جو وقت نے ان سے چھین لی ہیں۔“ مختار مراد نے اسے فوراً ہی ٹوکتے ہوئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا اور ایک بار پھر اس کا شانہ چھتچا کر باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد شہر یار بھی ٹکیہ سیدھا کر کے لیٹ گیا۔ مختار مراد سے ملاقات کر کے اس کے ذہن پر سے بہت سے جالے صاف ہو گئے تھے۔ خاص طور پر اس کا اسے ”بیک مین“ کہہ کر پکارنے کا انداز اتنا خالصانہ اور محبت سے بھرپور تھا کہ اسے محسوس ہی نہیں ہوتا کہ مختار مراد کے اور اس

کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہیں ہے۔ وہ اس کے کزن کا سر ہی تو تھا جو اگر اس سے تعلق نہ بھی رکھتا چاہتا تو وہ شکایت نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ اپنے بے حد مصروف شیڈول میں سے بھی خاص طور پر اس کے لیے وقت نکال کر اس سے ملنے آیا تھا تو یہ بڑی بات تھی۔

”آپ کی میڈیسن کا وقت ہونے والا ہے سر! پہلے آپ کچھ کھائیں تاکہ میں تھوڑی دیر بعد آپ کو میڈیسن دے سکوں۔“ مختار مراد کو گھمے پاؤں منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ سفید لباس میں ملیوں ایک نازک سی نرس دستک دے کر اندر چلی آئی اور اس سے بولی۔

”اوکے! آپ میرا لچ لے آئیں۔“ شہر یار نے اسے اجازت دی۔ اس کی ممانی آفرین رانا نے تو خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ خود اس کے لیے ہر نام کا کھانا اسپتال پہنچایا کریں گی لیکن اس نے ان کی تکلیف کے خیال سے سختی سے انکار کر دیا تھا۔ ویسے بھی یہ اسپتال بہت باسولت تھا اور ہر شے آسانی سے دستیاب ہو جاتی تھی۔ اس وقت بھی نرس نے اس کی اجازت پا کر ڈاکٹر کے تجویز کردہ فوڈ چارٹ کے مطابق اسے اپنی تقرانی میں ہلکا پھلکا لچ کروایا اور پھر پانچ منٹ کے وقفے کے بعد اسے دوا میں کھلا کر باہر نکل گئی۔ کمرے میں مستقل نرس کی موجودگی کو خود اس نے ناپسند کیا تھا اس لیے نرس ضرورت کے علاوہ وہاں نہیں رکھتی تھی۔ اگر اسے کوئی کام ہوتا تو وہ بیڈ کے ساتھ لگا ٹھنکی کا جن دبا کر اسے کال کر سکتا تھا۔

اس وقت نرس اسے دوائیں کھلا کر گئی تو تھوڑی دیر میں ہی اسے غنودگی سی محسوس ہونے لگی۔ یہ یقیناً بین کلرز کا اثر تھا۔ اس نے ریوٹ کا جن دبا کر بیڈ کے عین سامنے لگائی وی بند کر دیا۔ لچ کرواتے ہوئے نرس نے اس کی فرمائش پر دھیمی آواز میں ٹی وی آن کیا تھا تاکہ وہ حسب خواہش نیوز دیکھ سکے۔ اب غنودگی محسوس ہوئی تو اس نے ٹی وی آف کر کے سو جانا ہی مناسب سمجھا۔ یوں بھی اسے عیادت کے لیے آنے والے ملاقاتیوں اور فون کالز کی وجہ سے آرام کا زیادہ موقع نہیں مل رہا تھا۔ آج صبح سے تو اس نے ڈاکٹر کی تجویز پر اپنا موبائل ہی آف کر دیا تھا تاکہ کم از کم ایک طرف سے تو سکون ہو۔ اس وقت وہ اس سکون اور تنہائی کا قائدہ اٹھا کر سونے ہی لگا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور باہر ڈیوٹی دینے والا پولیس اہلکار اجازت لے کر اندر آیا۔

”سر! ایس پی معظم تارڑ آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں۔“ اس نے شہر یار کو اطلاع فراہم کی جس پر اس